ضیاء علم الحدیث

الجزء الاول

ابوالعرفان محمد انور گھالوی

ضیاء علم الحدیث

الجزء الاوّل

از قلم

ابوالعرفان محمد انور مگھالوی
مدرس مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

باہتمام
ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاھور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	ضیاء علم الحدیث
مصنف	ابوالعرفان محمد انور مگھالوی
	مدرس مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر اہتمام	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
تعداد	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	نومبر 2011ء
کمپیوٹر کوڈ	UH2
قیمت	-/330 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون: 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 37247350 فیکس: 37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست جزاول

تقریظ	8
حرف آغاز	11
حضرت مؤلف کا تعارف	17
کچھ کتاب کے بارے میں	19
علم حدیث کی تعریف، موضوع، فائدہ، غرض وغایت	20
علم حدیث کا حکم، فضیلت	20
حدیث کی تعریف	21
لفظ سنت کی تعریف	22
خبر کی تعریف	24
اثر کی تعریف	24
سند کی تعریف	25
متن کی تعریف	25
راوی کی تعریف	26
طالب الحدیث	26
محدث کی تعریف	26
حافظ حدیث کی تعریف	26
حجۃ فی الحدیث کی تعریف	27
حاکم فی الحدیث کی تعریف	27
حجیت حدیث کا بیان	27
تدوین حدیث کا بیان	44
عہد رسالت میں کتابت حدیث	44
عہد صحابہ میں کتابت حدیث	49
تابعین اور عام تدوین حدیث کا آغاز	57
تیسری صدی ہجری کے مشہور محدثین	61
علی بن المدینی	61
یحییٰ بن معین	62
ابوبکر بن ابی شیبہ	63
ابوزرعہ رازی	63
ابوحاتم رازی	63
محمد بن جریر طبری	64
ابن خزیمہ	64
اسحاق بن راہویہ	65
تیسری صدی ہجری کی مشہور کتب	66
چوتھی صدی ہجری کے نامور محدثین	
امام حاکم	67
امام دارقطنی	68

Marfat.com

ابن حبان	68
طبرانی	69
ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	71
چوتھی صدی ہجری کی مشہور تصانیف	71
کثیر الروایت صحابہ کرام کا تعارف	72
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	72
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	82
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	86
حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	90
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	94
حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ	99
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	103
کبار تابعین کا مختصر تعارف	106
حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ	107
حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	115
حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	119
حضرت نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ	123
حضرت امام ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ	125
حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ	129
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	131
شیوخ بصرہ	138
شیوخ حرمین شریفین	139
حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ	141
حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ	143
تبع تابعین ائمہ مجتہدین کا سوانحی تعارف	161
حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ	161
حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ	173
حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ	190
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	208
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	222
ائمہ محدثین کے حالات زندگی	237
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ	237
حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	237
حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	257
حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ	263
حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ	268
حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ	274
کتب صحاح ستہ کا تعارفی بیان	279
صحیح بخاری	282
صحیح مسلم	282
سنن ابی داؤد	292
سنن نسائی	301
جامع ترمذی	315
سنن ابن ماجہ	321

Marfat.com

فہرست جز دوم

علم اصول حدیث کی تعریف، موضوع، فائدہ 331
غرض وغایت، حکم، فضیلت 332
تعداد رواۃ کے اعتبار سے حدیث کی اقسام 332
خبر متواتر کا بیان 332
خبر متواتر کی شرائط 333
خبر متواتر کی اقسام 333
خبر واحد کا بیان 336
خبر واحد کی اقسام 336
خبر مشہور 336
خبر عزیز کا بیان 340
خبر غریب کا بیان 342
غریب کی اقسام 343
قوت وضعف کے اعتبار سے اخبار احاد کی تقسیم 345
خبر مقبول کی اقسام 346
صحیح لذاتہ 346
صحیح لغیرہ 349
حدیث صحیح کے مراتب کا بیان 351
حدیث حسن کا بیان 354
حسن لذاتہ 354
حسن لغیرہ 356
دو یا زیادہ اوصاف سے متصف حدیث کا بیان 359
مختف بالقرائن اخبار کا بیان 361
خبر مقبول کی دوسری تقسیم 362
محکم کا بیان 363
مختلف الحدیث کا بیان 363
ناسخ ومنسوخ کا بیان 367
راجح ومرجوح کا بیان 373
حدیث مردود کا بیان 376
سقط کے اعتبار سے مردود حدیث کا بیان 382
معلق کا بیان 382
مرسل کا بیان 385
معضل حدیث کا بیان 389
منقطع حدیث کا بیان 391

Marfat.com

سقط خفی کی اقسام 394
مدلس کا بیان 394
مرسل خفی کا بیان 399
روایت معنعن اور مؤنن کا بیان 403
راوی میں طعن کے اعتبار سے
مردود حدیث کا بیان 406
موضوع روایت کا بیان 408
موضوع کی اقسام 410
موضوع کی پہچان 416
متروک حدیث کا بیان 422
حدیث منکر کا بیان 422
شاذ اور محفوظ کا بیان 427
منکر اور شاذ میں فرق 430
حدیث معلل کا بیان 430
ثقہ راویوں کی مخالفت کا بیان 436
مدرج کا بیان 436
مدرج کی اقسام 437
حدیث مقلوب کا بیان 446
حدیث مقلوب کی اقسام 447
المزید فی متصل الاسانید کا بیان 452
مضطرب کا بیان 454
مصحف اور محرف کا بیان 457
جہالت راوی کا بیان 460
بدعت کا بیان 466
سوء حفظ کا بیان 470
مقبول و مردود کے درمیان مشترک
اخبار کا بیان 472
اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان 477
انتہاء سند کے اعتبار سے
حدیث کی اقسام 482
حدیث قدسی کا بیان 482
حدیث مرفوع کا بیان 487
حدیث موقوف کا بیان 498
حدیث مقطوع کا بیان 500
حدیث مسند کا بیان 502
حدیث متصل کا بیان 504
صحابی کی تعریف 507
صحابی کی پہچان 509
صحابہ کرام کی عدالت کا بیان 512
کثیر الروایت صحابہ کرام 516
فقہاء صحابہ کرام 517
عبادلہ اربعہ 519

Marfat.com

احادیث روایت کرنے والے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد	520
طبقات صحابہ کا بیان	520
تابعین کا بیان	526
طبقات تابعین کا بیان	527
اسناد عالی اور نازل کا بیان	530
روایۃ الاقران اور مدبج کا بیان	534
روایۃ الاکابر عن الاصاغر کا بیان	536
روایۃ الآباء عن الابناء کا بیان	538
روایۃ الابناء عن الآباء کا بیان	539
سابق ولاحق کا بیان	541
مسلسل فی الحدیث کا بیان	543

احادیث کے تحمل واداء اور ان کی

شرائط کا بیان	548
تحمل واداء کے طرق کا بیان	549
تعدیل وجرح کے مراتب کا بیان	561
روایت بالمعنی کا بیان	565
اختصار حدیث کا بیان	567
غریب الحدیث کا بیان	568
متفق اور متفرق کا بیان	571
مؤتلف اور مختلف کا بیان	571
متشابہ کا بیان	576
مہمل کا بیان	578
مبہم کا بیان	579
شیخ اور طالب کے آداب کا بیان	583

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

Marfat.com

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علماء اسلام کے نزدیک یہ بات مسلمہ ہے کہ تشریع اسلامی کا مصدر اول......قرآن حکیم ہے اور دوسرا منبع حدیث ہے۔ قرآن حکیم اگرچہ علوم و معارف کی اصل اور ماخذ ہے لیکن اس کی توضیح و تشریح کے لئے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ لازمی اور ضروری ہے۔ خود قرآن حکیم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب و فرائض کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یتلوعلیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

یہ رسول قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں تعلیم کتاب سے مراد قرآن کی تشریح اور اس کے معانی کی توضیح ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم۔

ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ خوب کھول کر بیان کریں لوگوں کے لئے اس کو جو ان کی طرف نازل کیا گیا۔

چونکہ قرآن حکیم کے ارشادات کے مطابق اطاعت رسول بھی دونوں جہانوں کی سرخروئی اور کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ اسی وجہ سے ہر دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی حفاظت کا اہتمام ہوتا رہا۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں سے کچھ لوگوں نے اپنی زندگیوں کے شب و روز اسی مقصد کے لئے وقف کر دیئے تھے مثلاً اصحابہ صفہ کی زندگیوں کا ایک مشن یہی تھا کہ جو زبان رسالت سے علم و حکمت کے پھول جھڑتے وہ انہیں اپنے دامن میں سمیٹ لیتے پھر خود بھی ان سے معطر و معنبر ہوتے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کی مہک سے شاد کام کرتے۔ اس کے بعد تابعین کا دور شروع ہوا۔ اس وقت یہ

Marfat.com

محسوس کیا گیا کہ اگر حدیث پاک کو تحریری صورت میں محفوظ نہ کیا گیا تو یہ علمی ورثہ علماء کے اٹھ جانے کے ساتھ معدوم ہوتا چلا جائے گا۔ اس لئے عمر بن عبدالعزیز کی تحریک سے تدوین حدیث کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ اس دور کے مؤلفین، امام مالک، ابن جریج، امام ابو یوسف، امام محمد، امام اوزاعی، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ پھر تیسری صدی ہجری میں امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عثمان ابن ابی شیبہ، ابوبکر بن ابی شیبہ نے مختلف موضوعات پر احادیث کے مجموعے مرتب فرمائے۔ پھر اسی صدی میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے صحاح اور سنن اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار مدون فرمائیں۔ ہم ان محدثین کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے کیونکہ انہوں نے حدیث کے ذخیرہ کو محنت و مشقت سے جمع فرما کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا جس سے آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ہم استفادہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خیر کا کوئی بھی سلسلہ جب شروع ہوتا ہے تو شیطانی قوتیں اس کے مقابلہ میں اپنی کوششیں تیز کر دیتی ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ کی احادیث طیبہ سے لوگ اپنی معاشرتی اور انفرادی زندگی کو خوب سے خوب تر بنا رہے تھے تو کچھ بدطینت لوگوں نے احادیث کے چشمہ شیریں کو گدلا کرنے کے لئے اپنی طرف سے احادیث گھڑ کر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیں اس لئے علماء کرام نے صحیح اور ضعیف حدیث کے اصول مرتب فرمائے جو بعد میں ایک پورے فن کی حیثیت اختیار کر گئے۔ سب سے پہلے قاضی ابوبکر نے اس فن میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ''المحدث الفاضل'' رکھا۔ اس کے بعد حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری اور اس کے بعد ابونعیم الاصفہانی نے اس فن پر اپنی نگارشات پیش کیں۔ ان کے بعد الخطیب ابوبکر بغدادی نے ''الکفایۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے اصول حدیث پر سیر حاصل بحث کی۔ خطیب کے بعد آنے والے تمام محدثین نے ابوبکر بغدادی کی کتب سے

Marfat.com

استفادہ کیا پھر نسلاً بعد نسل اصول حدیث پر کام ہوتا رہا۔ برصغیر پاک و ہند میں چونکہ مادری زبان اردو ہے۔ اس لئے علماء نے لوگوں کی سہولت کے لئے اس فن پر اردو میں کتب تحریر فرمائیں تا کہ اس فن کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ جس کے بانی حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تھے، عالم اسلام میں شہرت اور ثقاہت کے اعتبار سے ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اس میں انسانیت کی بھلائی کی خاطر ہر شعبہ پر کام ہو رہا ہے۔

مرکزی دارالعلوم کے تحت علمی ادارے قائم کرنے کے ساتھ ساتھ تالیفات وتصانیف کا ایک ادارہ ''ضیاء المصنفین'' کے نام سے وجود میں آ چکا ہے۔ جس کے تحت تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے۔ سیرت، تصوف، تفاسیر، تاریخ، اور دوسرے اسلامی موضوعات پر بھرپور انداز میں کام شروع ہے، اس کے علاوہ درس نظامی کی کتب پر حواشی اور شروح کا کام بھی شروع ہو چکا ہے، الحمد للہ علی ذالک۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے انتہائی قابل اور محنتی استاد محترم مولانا محمد انور مگھالوی صاحب نے اصول حدیث پر ''ضیاء علم حدیث'' کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی ہے۔ میں نے اس کا مسودہ بالاستیعاب پڑھا ہے، بالیقین وہ علماء وطلباء کے لئے یکساں مفید ہے انہوں نے کتاب کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ پہلے حصہ میں تاریخ حدیث اور ائمہ حدیث کی سوانح حیات پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور دوسرے حصہ میں اصول حدیث کی اصطلاحات کو انتہائی آسان اور ترتیب وتہذیب کے ساتھ مدون فرمایا ہے۔ انداز تحریر انتہائی سہل مگر ادبی چاشنی سے آراستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ علامہ موصوف کی یہ کوشش قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد اقبال شاہ گیلانی
مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ

Marfat.com

حرف آغاز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الھادین المھدیین۔ اما بعد!

انسانی زندگی کا مقصود اصلی عرفان ربانی ہے مگر یہ مقصود کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ مطلوب تک رسائی کیسے ممکن ہوسکتی ہے؟ تو اس کا سب سے مقدس، عظیم اور قریب تر ذریعہ احکام الٰہی کی اتباع اور پیروی ہے۔ جب تک حیات مستعار کے شب وروز اور ان میں سر انجام پانے والے معاملات کو رب کریم کے احکام کا تابع نہ بنایا جائے، اپنی مصروفیات حیات کو احکام خداوندی کا پابند نہ بنایا جائے تو اس کی معرفت کے حصول کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ احکام الٰہی کی پہچان کیسے حاصل ہو؟ تو اس کا اہتمام رب کریم نے خود فرمایا اور مقصود کائنات، جان دو عالم، خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کی ذات مستودہ صفات پر اپنی لاریب کتاب قرآن مجید فرقان حمید کا نزول فرمایا اور اپنی منشاء کے مطابق تمام احکام اس میں بیان فرما دیئے اور مقصد نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کا مقصد زیست بھی ذکر کیا، اس کے حصول کی راہ کا تذکرہ بھی کیا اور اوج کمال تک پہنچنے کے لئے اصول وضوابط اور احکام بھی بیان فرما دیئے لیکن بلاخوف تردید یہ کہنے میں ذرا مبالغہ نہیں کہ جب تک اسوہ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کی پیروی نہ کی جائے، ارشادات نبویہ کے نور سے آیات قرآنیہ کی عمیق تہوں میں غواصی نہ کی جائے، حقیقت منکشف ہوتی ہی نہیں، الفاظ میں مخفی معانی سے حجاب کی دبیز تہیں سرکتی ہی نہیں۔

جب تک دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرارت نہ ہو، آنکھوں میں محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹھنڈک نہ ہو، دماغ میں احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور نہ ہو اور کردار میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیاء نہ ہو قرآن کے اسرار و رموز کھلتے ہی نہیں کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ میں معانی کا ایک بحر بے کنار پنہاں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پہنائیوں اور وسعتوں پر دسترس فقط اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

پھر محبوب رب العالمین اور امت کے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام حق امت تک پہنچانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں اور قرآن کریم کے اسرار و معارف اور احکام شرعیہ کی تفصیلات بیان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہی ارشادات عالیہ جو امت کو منزل آشنا کرنے کے لئے زبان رسالت سے ادا ہوئے ان کو حدیث طیبہ کے مقدس نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ گویا حدیث طیبہ ایسا انمول اور قیمتی خزانہ ہے جس کے بغیر جادۂ حق کا یہ مسافر نہ صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے اور نہ ہی منزل قرب کو پا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینوں میں راسخ کیا اور پھر ان کی حفاظت کے لئے عدیم المثال جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔

بعد ازاں تابعین اور تبع تابعین نے اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر کے ترتیب و تہذیب کے ساتھ ان میں مزید حسن اور نکھار پیدا کر دیا اور اپنے اخلاف کے لئے احادیث طیبہ تک رسائی کو آسان اور سہل بنا دیا پھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ شدت سے یہ ضرورت محسوس ہونے لگی کہ احادیث طیبہ میں صحت و ضعف کے اعتبار سے درجہ بندی کی

Marfat.com

جائے اور کسی بھی روایت کو پرکھنے کے لئے مسلمہ قواعد وضوابط سے مزین معیار مقرر کیا جائے، جس کے سبب سند ومتن کے اعتبار سے احادیث صحیحہ احادیث سقیمہ سے ممتاز ہو جائیں اور شرائط پر پورا نہ اترنے والا کوئی فرد بھی مخلص، صادق، ضابط اور محبت مصطفیٰ علیہ الطیب التحیۃ والثناء میں جھومنے والے عاشقان باوفا کے سلسلۃ الذہب میں درآنے کی جرأت نہ کر سکے۔ چنانچہ علم اصول حدیث کا آغاز ہوا اور ہر دور کے محدثین نے قبولیت حدیث کے لئے انتہائی کڑی شرائط قائم کر کے اپنی ذمہ داریوں کو جس حسن وخوبی کے ساتھ نبھایا، یہ انہی کا حصہ اور طرۂ امتیاز ہے۔ مختلف انداز میں کتب حدیث مدون کی گئیں اور متنوع انداز میں کتب اصول حدیث مرتب کی گئیں۔ اگر اپنے اسلاف آئمہ محدثین کی جہد مسلسل، محنت شاقہ اور سعی پیہم کا تصور کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ان عظیم اور نادرۂ روزگار ہستیوں نے اس عظیم ورثہ اور قیمتی خزانہ کو محفوظ کرنے اور اپنے اخلاف کو اس کی برکتوں سے مالا مال کرنے کے لئے کس قدر جانفشانی سے کام کیا۔ بلاشبہ یہ تمام ہستیاں اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں اور ملت اسلامیہ کی محسن ہیں۔ انہیں خراج تحسین پیش نہ کرنا اور ان کے روح پرور حالات سے مطلع نہ ہونا انتہائی ناشکری کے مترادف ہے۔

اور علم اصول حدیث لغت عربیہ کی مستند کتب میں محصور ہے۔ اس لئے اس سے فقط وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو عربی زبان سے واقفیت رکھتے ہیں اور اس کی مصطلحات اور اسلوب بیان کی نزاکتوں سے آگاہ ہیں۔ جبکہ کثیر ایسے افراد جو ذوق تعلیم سے آراستہ ہیں اور شوق تجسس سے بہرہ ور ہیں مگر لغت عربیہ میں نظر وفکر سے عاری ہیں ان کے لئے استفادہ کرنا صرف ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے اس لئے فی زمانہ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ محدثین کی صلاحیتوں اور کارناموں سے نسل نو کو آگاہ کرنے کے لئے اور علم اصول حدیث کے فیضان کو عام کرنے کے لئے اس قیمتی سرمایہ کو قومی زبان میں منتقل کیا جائے تاکہ ہر صاحب ذوق کے لئے اس سے استفادہ کرنا ممکن ہو سکے اور وہ اپنے اسلاف کے علمی ذوق، دینی شغف اور حدیث کے میدان میں ان کی عظیم خدمات سے آگاہ ہو کر اپنے ایمان کو

Marfat.com

تازگی اور فکری تجسس کو جلاء عطا کر سکے۔

اس سے قبل ہمارے صد افتخار محققین علمائے عظام نے انتہائی دلکش اور خوبصورت انداز میں اس عنوان کو صفحہ قرطاس کی زینت بنایا اور خوب داد تحقیق حاصل کی۔ میں نے ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کی حیثیت سے انہی کے شہ پاروں سے خوشہ چینی کرتے ہوئے ایک گلدستہ مرتب کیا اور اسے دو اجزاء میں تقسیم کیا۔ جزء اول میں تدوین حدیث اور حجیت حدیث کے حوالہ سے مختصر گفتگو کے بعد اُن محدثین اور ائمہ عظام کا سوانحی تذکرہ پیش کیا ہے، جن کی محنت شاقہ کے سبب آج یہ فن مرتب اور مہذب ابواب بندی کے ساتھ ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ جبکہ دوسرے جز میں اصول حدیث سے متعلقہ مباحث کا تذکرہ انتہائی اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ سہل مگر شستہ الفاظ میں مدعیٰ بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس میں بندہ ناچیز کو کہاں تک کامیابی ہوئی اس کا فیصلہ قارئین کرام ہی فرمائیں گے۔

میری اس کاوش کا سہرا میرے مربی و مرشدی حضور سیدی ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ الف الف مرۃ اوران مشفق و محسن اساتذہ کرام کے سر ہے جن کی شبانہ روز محنت، جہد مسلسل اور دعائے دل دردمند کے سبب یہ حقیر اور ناتواں یہ چند سطور صفحہ قرطاس کی زینت بنانے کے قابل ہوا۔ یہ سب میرے کریم رب کی توفیق اور امت کے غم خوار نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت ہے، ورنہ میں کہاں تھا آشنائے درد دل۔ میں اس عنایت پر جتنا شکر ادا کروں اتنا ہی کم ہے۔

میں سراپا التجا ہوں اپنے رحمٰن و رحیم رب کی بارگاہ میں کہ وہ اپنے اس حقیر اور عاجز بندے کی اس ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے اور تادم واپسیں اپنے دین حنیف کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ روح و قلب سے نیاز مندانہ عرض پرداز ہوں رحمۃ للعالمین آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں کہ آپ اس سعی ناتمام کو شرف قبول عطا فرمائیں اور اپنی ردائے رحمت کے سائے میں رکھیں۔

رب کریم کی بارگاہ میں سراپا ملتمس ہوں اے ہمارے کریم رب! اپنے محبوب نبی

Marfat.com

رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے میرے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مراتب و درجات میں مزید بلندی اور رفعت عطا فرما اور آپ کے قائم کردہ مخزن علم وحکمت کو مزید سرفرازی عطا فرما تاکہ رہتی دنیا تک ایک عالم اس گنج گراں مایہ سے اپنا دامن بھرتا رہے اور اس منبع علم و عرفان سے اپنے ظاہر و باطن کو سیراب کرتا رہے، آمین۔

میں بالخصوص شکر گزار ہوں اُستاذی المکرم جناب مولنا محمد عبدالرزاق صدیقی صاحب مدرس مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، محترم جناب مولانا ملک محمد بوستان صاحب مدرس دارالعلوم ہذا اور محترم جناب مولانا سید محمد اقبال شاہ صاحب مدرس دارالعلوم ہذا کا، جنہوں نے اس خاکسار کو اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور مسودہ کی نظر ثانی کے لئے اپنی تدریسی اور تصنیف وتالیف کی گوناگوں مصروفیات میں سے اپنا قیمتی وقت صرف کیا اور یہ مسودہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچنے کے قابل ہوا۔ رب کریم ان جذبات محبت واخلاص کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نواز کر تمام کو اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کے درجات و مراتب اور فیوض وبرکات میں مزید اضافہ اور رفعت عطا فرمائے، آمین۔

میں اپنے ان عزیز طلبہ کا بھی تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اپنے تعلیمی اوقات میں سے قیمتی وقت نکال کر اس مسودہ کی ترتیب وتہذیب میں میرے ساتھ معاونت کی رب کریم ان تمام کے علم وعمل میں مزید ترقی عطا فرمائے اور ان کے ظاہر و باطن کو علم ومعرفت کے نور سے منور فرمائے، آمین۔

آخر میں بالعموم تمام قارئین کرام اور بالخصوص اس فن سے شغف رکھنے والے احباب سے گزارش ہے کہ اگر کسی مقام پر بھی جھول، کمزوری یا خطا موجود ہو تو اسے میری کم مائیگی اور بے بضاعتی پر محمول کرتے ہوئے بارادۂ اصلاح ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کا ازالہ کیا جاسکے بندہ انتہائی ممنون احسان ہوگا۔

رب کریم حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے خاکسار کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے اور تمام قارئین کے لئے بالعموم اور اس فن سے شغف رکھنے

Marfat.com

والے طلباء کے لئے بالخصوص نفع عمیم کا سبب بنائے اور ہم تمام کو محدثین کی پاکیزہ زندگیوں سے اپنے کردار اور حسن عمل میں مزید خوبی اور حسن لانے کی ہمت اور توفیق ارزانی فرمائے۔ امین ثم امین بجاہ نبیہ الکریم علیہ الصلواۃ والتسلیم وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم ابدا الی یوم الدین۔

خادم العلم

محمد انور مگھالوی

Marfat.com

حضرت مؤلف کا تعارف

ناچیز دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں مئی 1971ء میں داخل ہوا دو سال بعد مئی 1973ء میں جناب علامہ محمد انور صاحب اس مادر علمی کے ساتھ بحیثیت متعلم منسلک ہوئے۔ آپ کا آبائی گاؤں ''دعولہ'' ہے جو کہ چواسیدن شاہ سے مغرب کی جانب ایک ٹیکری پر واقع ہے لیکن آپ کے والد ماجد جناب الحاج حافظ نور محمد صاحب طویل عرصہ تک قریب ہی ایک گاؤں مکھال میں خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اس لئے آپ مکھالوی مشہور ہوئے۔ علاقائی نسبت کی وجہ سے باہم تعلقات تو موجود تھے تاہم ان میں پختگی کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب آپ نے 1983ء میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے شروع کئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لہجے کی حلاوت اور گفتگو کی شیرینی کانوں میں رس گھولتی ہے اور دل میں اپنا اثر چھوڑتی ہے تاہم یہ کہنا بجا ہوگا کہ علمی وجاہت، کردار کی پختگی اور معاملات میں حسن ایسے اوصاف ہیں جو دلوں میں ایسے نقوش مرتسم کرتے ہیں جو نہ تو مٹتے ہیں اور نہ مٹائے جا سکتے ہیں۔

حضرت مؤلف میں ثانی الذکر خصائل حمیدہ اور اوصاف محمودہ بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں جبکہ اول الذکر سے بھی حظ وافر پایا ہے۔

موصوف نے کئی کتابیں تالیف کیں اور کئی کتب کے تراجم کئے جو منصۂ شہود پر آچکے ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد قاری پر آپ کی علمی پختگی عیاں ہو جاتی ہے۔ حضرت موصوف نے جو کتابیں بھی تالیف فرمائیں ان کے مسودات ناچیز کو دکھائے جب میں نے اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود کسی رائے کا اظہار کیا تو آپ نے کمال وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس شرف قبولیت سے نوازا۔ ناچیز کی رائے میں علمی کمال پانے کے لئے کسی بھی انسان میں وسعت نظری اور وسعت ظرفی کا ہونا ضروری ہے اور موصوف کو اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے مذکورہ اوصاف بدرجہ اتم ودیعت فرمائے ہیں۔ علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے علاوہ آپ طلباء کی تربیت کے لئے ہمہ وقت مصروف کار رہتے ہیں اس کا مظاہرہ اس صورت میں دیکھا جاسکتا ہے کہ جب سے القمر ہاسٹل تیار ہوا ہے آپ ہاسٹل انچارج کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ آپ اپنے مرشد کریم حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات، آپ کی تعلیمات اور آپ کے خانوادہ سے کامل محبت رکھتے ہیں۔ یہ وہ نعمت ہے جو خال خال لوگوں کے نصیب میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء ہے کہ وہ حضرت موصوف کی سائی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اسے نفع عمیم کا سبب بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد بوستان

Marfat.com

کچھ کتاب کے بارے میں

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات اسلام کی تعلیمات کا بنیادی ماخذ ہیں۔ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک علماء اس کے متعلقہ علوم پر گفتگو کرتے چلے آرہے ہیں اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری وساری رہے گا۔

اس وقت میرے پیش نظر علامہ محمد انور مگھالوی صاحب کی کتاب ''ضیاء علم الحدیث'' ہے۔ موصوف نے اس کے پہلے حصہ میں ان جلیل القدر ہستیوں کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے اپنی حیات مستعار علم حدیث کی خدمت کرتے ہوئے گزاری۔ان ہستیوں کا تذکرہ اس لئے ضروری ہوتا ہے تاکہ موجودہ دور کے بعض خودساختہ محققین کے پیدا کردہ اوہام باطلہ کا ازالہ ہوجائے۔

دوسرے حصے میں علم اصول حدیث کی مصطلحات کو مختصر مگر بڑے جامع اور حسین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے قاری پر اس علم کے اسرار ورموز منکشف ہو جاتے ہیں پھر جب وہ علماء ومحدثین کی کتب کا مطالعہ کرے گا تو اس کے سمجھنے میں کوئی چیز حجاب نہ بنے گی۔نیز جہاں کہیں قاری کو ظاہری اختلاف نظر آئے گا اس علم کی مدد سے وہ احادیث میں تطبیق کرنے کے ملکہ سے مالا مال ہوجائے گا کیونکہ یہ چیز مشاہدہ میں آئی ہے کہ جو آدمی اس علم سے ناآشنا ونابلد ہوتا ہے اس کے لئے احادیث سے حقیقی استفادہ کرنا ممکن نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات وہ ایسے شکوک وشبہات کا شکار ہوجاتا ہے جو اس کے ایمان کے لئے زہر قاتل بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب علیہ اطیب التحیۃ والثناء کے طفیل حضرت مؤلف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور مرجع خاص وعام بنائے:

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو

ملک محمد بوستان

مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

علم حدیث کی تعریف

علم یعرف بہ اقوال النبی ﷺ واحوالہ وافعالہ۔ (1)

علم حدیث سے مراد ایسا علم ہے جس کے سبب حضور نبی رحمت ﷺ کے اقوال، احوال اور افعال پہچانے جاتے ہیں۔

علم حدیث کا موضوع

اقوال النبی ﷺ و أحوالہ وافعالہ

علم حدیث کا موضوع حضور نبی رحمت ﷺ کے اقوال، احوال اور افعال ہیں۔

علم حدیث کا فائدہ

الوقوف علی ما ثبت عن رسول اللہ ﷺ من حدیث فنھتدی بھدیہ ونأتی بہ۔ (2)

اس علم کا فائدہ ان احادیث پر واقفیت حاصل کرنا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں تاکہ ان کی راہنمائی سے ہم ہدایت پاسکیں اور ان کے مطابق عمل پیرا ہو سکیں۔

علم حدیث کی غرض وغایت

غرض ھذا العلم الفوز بسعادۃ الدنیا والآخرۃ۔

''اس علم کی غرض و غایت دنیا اور آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہونا ہے۔''

1۔ التعریفات: ۶۵ 2۔ الوسیط: ۲۴

Marfat.com

علم حدیث کا حکم

انه من فروض الكفاية فاذا لم يوجد فى الامّة من يقوم به أثِمتِ الأُمّة كلُّها۔ (1)

اس علم کو حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ جب ساری امت میں کوئی ایسا فرد نہ پایا جائے جو علم حدیث کا عالم ہو تو اس کے سبب ساری امت گنہگار ہو گی۔

علم حدیث کی فضیلت

انه من اشرف العلوم وأفضلها إذا لعلم انما يشرف بشرف موضوعه واشرف الكلام بعد كلام الله تعالىٰ هو كلام رسوله ﷺ۔ (2)

فضیلت کے اعتبار سے یہ علم تمام علوم سے اشرف و افضل ہے کیونکہ کسی علم کی عظمت و شرف اس کے موضوع کی عظمت کے سبب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعد سب سے افضل کلام رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے۔

حدیث کی تعریف

هوفى اللغة ضد القديم۔ (3)

لغوی اعتبار سے حدیث قدیم کی ضد ہے اور کبھی کبھی اس کا اطلاق قلیل اور کثیر کلام پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ" (پس اس (قرآن) کی مثل تھوڑا سا کلام لے آؤ اگر تم سچے ہو) چونکہ حدیث میں جدت کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لئے علامہ ابن حجر فتح الباری میں ارشاد فرماتے ہیں:

المراد بالحديث فى عرف الشرع ما يضاف الى النبى ﷺ وكأنه أريد به مقابلة القرآن لانه قديم۔ (4)

1۔ الوسیط: ۲۴
2۔ الوسیط: ۲۵
3۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۴۲
4۔ الوسیط: ۲۵

Marfat.com

اصطلاح شرع میں حدیث سے وہ (اقوال و اعمال) مراد ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہوں۔ گویا حدیث کا لفظ قرآن کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے کیونکہ قرآن قدیم ہے اور اس کے مقابلہ میں حدیث جدید ہے۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف

هُوَ اَقْوَالُ النَّبِیِّ ﷺ وافعاله وتقریراتُهٗ وصفاته الخِلقَیةُ والخُلُقِیّةُ۔(1)

اصطلاح محدثین میں حدیث سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات اور آپ کی طبعی اور اخلاقی صفات ہیں۔

نوٹ:۔ بعض علماء نے صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال و افعال بھی حدیث کی تعریف میں داخل کئے ہیں۔

لفظ سنت کی تعریف

هی فی اللغة الطریقة حمیدةً کانت أو ذمیمة۔(2)

لغوی طور پر سنت سے مراد راستہ اور طریقہ ہے چاہے اچھا ہو یا برا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سنّ سنة حسنة فله اجرها واجر مَن عمل بها الی یوم القیامة ومَن سنّ سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیامة۔(3)

(جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس کا اجر ہوگا اور جس نے قیامت تک اس پر عمل کیا اس کا اجر بھی اسے ملے گا اور جس نے برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اس برائی کا گناہ ہوگا اور جس نے قیامت تک اس پر عمل کیا اس کا گناہ بھی اس پر ہوگا۔)

اسی طرح یہ مقولہ بھی ہے ''سننت لکم سنة فاتبعوها''(4)

1۔ الوسیط: ۱۵　2۔ الوسیط: ۱۶، حدیث رسول کا تشریعی مقام مترجم: ۷۹
3۔ صحیح مسلم　4۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۱۸

Marfat.com

(میں نے تمہارے لئے ایک طریقہ رائج کر دیا ہے پس تم اس کی اتباع کرو۔)

اصطلاحی تعریف

علمائے اصول لفظ سنت کا اطلاق حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات پر کرتے ہیں۔ جبکہ بعض علمائے اصول صحابہ کرام کے تعامل پر بھی لفظ سنت بولتے ہیں۔ خواہ وہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو یا نہ ہو مثلاً قرآن کریم کی جمع و تدوین کو انہوں نے سنت قرار دیا ہے اور اپنے موقف پر بطور دلیل حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الرّاشدین من بعدی۔ (1)

(تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔)

نوٹ:۔ سنت اور حدیث کی مذکورہ بالا تعریفات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصطلاحی اعتبار سے یہ دونوں لفظ مترادف ہیں مگر بعض علماء نے ان کے درمیان خفیف سا فرق بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ لفظ حدیث حضور نبی کریم ﷺ کے افعال واقوال کے ساتھ خاص ہے جبکہ لفظ سنت اقوال و افعال، تقریرات وصفات، عالم بیداری و نیند اور حالتِ خوشی وغم کی تمام حرکات وسکنات کو شامل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ حدیث خاص ہے اور لفظ سنت عام ہے یعنی ہر حدیث سنت تو ہے مگر ہر سنت کا حدیث ہونا ضروری نہیں۔ پس دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق پائی جاتی ہے۔(2)

بعض علماء نے حدیث وسنت کا فرق بایں الفاظ بیان کیا ہے ''لفظ سنت اپنی اصل کے پیش نظر لفظ حدیث کے مترادف ومساوی نہیں۔'' اپنے اصل لغوی معنی کے اعتبار سے سنت کا اطلاق اس دینی طریقہ پر کیا جاتا ہے جس پر نبی کریم ﷺ اپنی سیرت مطہرہ میں گامزن رہے۔ اس لئے کہ سنت کے لغوی معنی راستہ کے ہیں۔ لفظ حدیث عام ہے اس میں آنحضور ﷺ کے اقوال واعمال سب داخل ہیں۔ بخلاف لفظ سنت کے کہ وہ آپ ﷺ

1۔ صحیح مسلم

2۔ الوسیط: ۱٦

Marfat.com

کے اعمال کے ساتھ مختص ہے۔دونوں لفظوں کے مفہوم میں اسی فرق و امتیاز کے پیش نظر محدثین کبھی اس طرح کہہ دیتے ہیں کہ:

هذا الحديث مخالف اللقياس والسنة والاجماع۔

(یہ حدیث قیاس، سنت اور اجماع کے خلاف ہے۔)(1)

خبر کی تعریف

علامہ حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ الفکر میں کہا ہے:

الخبر عند علماء هذا الفن مرادف للحديث۔ (2)

اس فن (اصول حدیث) کے علماء کے نزدیک خبر اور حدیث دونوں ہم معنی ہیں۔اس لئے دونوں کا اطلاق مرفوع، موقوف اور مقطوع پر کیا جا سکتا ہے۔

بعض نے خبر اور حدیث دونوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ حدیث وہ ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو اور خبر وہ ہوتی ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور سے مروی ہو۔ اسی وجہ سے سنت میں مشغول رہنے والا محدث کہلاتا ہے اور تاریخ یا اس جیسے دیگر علوم میں مشغول رہنے والے کو اخباری کہا جاتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ خبر حدیث کے مقابلہ میں عام ہے کیونکہ لفظ حدیث صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرویات کے ساتھ خاص ہے۔جبکہ لفظ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد آنے والے تمام افراد کی مرویات کو شامل ہے۔اس اعتبار سے ان دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق پائی جاتی ہے یعنی ہر حدیث خبر ہے مگر ہر خبر حدیث نہیں۔(3)

اثر کی تعریف

اثر کی تعریف میں علماء کے مابین خاصا اختلاف ہے۔

1۔بعض علماء کا خیال ہے کہ اثر حدیث کے مترادف ہے لہٰذا اثر کی تعریف وہی ہے جو

1۔علوم الحدیث مترجم:۲۰ 2۔تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۴۲ 3۔الوسیط:۱۷

Marfat.com

حدیث کی ہے۔

2۔ألاثر اعم من الحدیث فالحدیث خاص بما جآء عن النبی ﷺ والاثر یشمل ماجآء عن النبی ﷺ وغیرہ من الصحابۃ والتابعین۔

اُثر حدیث کے مقابلہ میں عام ہے کیونکہ حدیث کا لفظ حضور نبی رحمت ﷺ کے ارشادات کے ساتھ خاص ہے۔ جبکہ لفظ اثر کا اطلاق تمام روایات پر ہوتا ہے چاہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات ہوں یا صحابہ اور تابعین کے۔

3۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں آپس میں جدا جدا ہیں۔ اس طرح کہ لفظ حدیث کا اطلاق فقط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پر ہوتا ہے۔ جبکہ اُثر کا اطلاق صحابہ کرام کے اقوال پر ہوتا ہے۔ (1)

سند کی تعریف

فی اللغۃ ما استندت الیہ من حائط وغیرہ۔ (2)

لغت میں سند سے مراد ہر وہ شئ ہے جس کے ساتھ ٹیک لگائی جائے چاہے وہ دیوار ہو یا کوئی اور شئ۔

اصطلاحی تعریف

ھو الطریق الموصل للمتن

سند سے مراد راویوں کا وہ سلسلہ ہے جو متن تک پہنچاتا ہے یعنی کسی حدیث کے وہ راوی جو حدیث کے الفاظ بیان کرتے ہیں ان کے مربوط سلسلے کو سند کہتے ہیں۔

متن کی تعریف

فی اللغۃ مَتُنَ الشئ مَتَانۃ ای اشتد وقوی۔ (3)

لغوی اعتبار سے متن کا معنی کسی شئ کا پختہ ہونا اور قوی ہونا ہے۔ اسی طرح زمین کا وہ حصہ جو سخت اور بلند ہو وہ متن کہلاتا ہے۔

1۔ الوسیط: ۱۷ 2۔ ایضاً، ۱۸ 3۔ المصباح المنیر

Marfat.com

اصطلاحی تعریف

هو ما ینتھی الیه السند من الفاظ الحدیث الدالّة علی معانیھا۔(1)

اصطلاح محدثین میں متن سے مراد وہ الفاظ حدیث ہیں جن پر سند کی انتہا ہوتی ہے اور وہ اپنے معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

راوی کی تعریف

ھو ناقل الحدیث بالاسناد۔

راوی سے مراد وہ شخص ہے جو سند کے ساتھ حدیث کو نقل کرتا ہے۔

طالب الحدیث

ھو المشتغل بدراسة الحدیث روایةً ودرایةً وشرحًا وفقھًا۔

طالب حدیث سے مراد وہ شخص ہے جو روایت، درایت، شرح اور فقہ کے اعتبار سے حدیث پڑھنے میں مشغول رہتا ہے۔

محدث کی تعریف

مَنْ تحمل الحدیث روایة واعتنٰی به درایة۔(2)

محدث سے مراد ایسا عالم ہے جو روایۃً حدیث میں کوشاں رہتا ہے اور درایۃً اس میں غور و فکر کرتا ہے یعنی اسے حدیث کا متن یاد ہوتا ہے اور علم الرجال سے واقف ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رواۃ کی تاریخ اور اُن کی جرح و تعدیل سے بھی آگاہ ہوتا ہے۔

حافظ حدیث کی تعریف

ھو من روٰی مایصل الیه ووعٰی ما یحتاج الیه وقال بعضھم تحدیدٗ اله بالعدد ھو من احاط علمه بمائة الف حدیث۔(3)

حافظ حدیث سے مراد ایسا عالم ہے جو ہر وہ حدیث روایت کرے جو اس تک پہنچے اور

1۔ الوسیط: ١٩ 2۔ ایضاً 3۔ الوسیط: ٦، حاشیہ شرح نخبۃ الفکر، ا

Marfat.com

جن احادیث کی اسے ضرورت ہو وہ انہیں یاد کر لے یعنی وہ ایسی کثیر احادیث اور رواۃ سے واقف ہوتا ہے جن سے دیگر کثیر علماء ناواقف ہوتے ہیں اور بعض نے احادیث کی تعداد کے اعتبار سے حافظ حدیث کی تعریف یہ کی ہے کہ اس سے مراد ایسا عالم حدیث ہے جس کا علم ایک لاکھ احادیث کو محیط ہو۔

حجۃ فی الحدیث کی تعریف

أرفع درجة من الحافظ وقال بعضهم هو من حفظ ثلثمائة ألف حديث باسانيدها(1)

حجۃ فی الحدیث درجہ میں حافظ حدیث سے ارجح اور بلند ہوتا ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد حدیث کا ایسا عالم ہے جسے تین لاکھ احادیث اسانید کے ساتھ یاد ہوں۔

حاکم فی الحدیث کی تعریف

هو من احاط علمه بجميع الأحاديث المروية متناً واسنادًا وجرحًا وتعديلاً وتاريخًا وعللاً وغريبًا وناسخًا و منسوخًا وتوفيقًا بين ماظاهره التعارض الى نحو ذالك۔ (2)

حاکم سے مراد ایسا عالم حدیث ہے جس کا علم روایت شدہ تمام احادیث کو محیط ہو یعنی وہ ان کے متن و سند سے واقف ہو۔ راویوں کی جرح و تعدیل اور تاریخ سے آگاہ ہو۔ احادیث کی علل، غرابت اور ناسخ و منسوخ ہونے پر مطلع ہو اور اس کے ساتھ ساتھ جن احادیث کے ظاہر میں تعارض ہو ان کی تطبیق کا علم بھی رکھتا ہو۔

حجیت حدیث کا بیان

خالق ارض وسماء نے اس پیکر خاکی کی رشد و ہدایت کے لئے مختلف اوقات میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے اور کتاب ہدایت کے طور پر متفرق کتب اور صحائف بھی ان پر نازل فرمائے۔ جن کی روشنی میں تمام انبیاء و رسل علیہم

1۔ الوسیط: ۲، حاشیہ نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر، ۱　2۔ ایضا

Marfat.com

السلام نے اپنی اپنی امم کو پیغام حق پہنچایا اور رب کریم کے ودیعت کردہ علم کے ساتھ ہی ان میں موجود احکام کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی اور پھر حق و باطل کا معیار یہی مقرر کیا گیا کہ جس نے اپنے نبی کی ذات پر ایمان لاتے ہوئے ان تعلیمات کو اپنا لیا۔ وہ مطیع و فرمانبردار شمار ہوا اور جس نے نبی کی ذات کو تسلیم تو کیا مگر ان کی بیان کردہ تعلیمات کو دل سے نہ مانا بلکہ ان احکام الٰہی کی من پسند تفسیر کرتے ہوئے ان کتب میں تحریف و تاویل کا دروازہ کھول دیا تو وہ عاصی و گنہگار ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ اطاعت و اتباع کا تقاضا یہی ہے کہ نبی کی ذات پر صمیم قلب سے ایمان لاتے ہوئے کتاب الٰہی کے احکام کو اس طرح مانا جائے جیسے نبی نے انہیں بیان فرمایا ہے ورنہ اطاعت نہیں ہو سکتی سلسلہ انبیاء میں سب سے آخر رب کائنات نے اس امت کے لئے اپنے محبوب رحمۃ للعالمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور بایں الفاظ اس نعمت عظمیٰ کا اظہار فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

(آل عمران:164)

''تحقیق رب العالمین نے مومنین پر احسان عظیم فرمایا کہ ان میں ان ہی میں سے عظمت والا رسول مبعوث فرمایا وہ ان پر آیات تلاوت کرتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

اور ساتھ ہی کتاب ہدایت کے طور پر اپنی لاریب اور آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی اور نزول قرآن کا مقصد و مدعیٰ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

(ابراہیم:1)

''الٓرٰ، یہ وہ عظیم الشان کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل فرمائی تاکہ آپ اپنے رب کے اذن سے لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں۔''

Marfat.com

پھر اس کتاب کی عظمت وشان اور علوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل:89)

''اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شئ کی وضاحت ہے۔''

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:38)

''ہم نے کسی شئ کی کمی اس کتاب میں نہیں چھوڑی۔''

لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (الانعام:59)

''کوئی خشک وتر شئ نہیں مگر وہ اس کتاب مبین میں ہے۔''

ان آیات طیبات سے یہ معلوم ہوا کہ رب قدوس نے اپنی آخری کتاب میں تمام اشیاء کے بارے معلومات جمع فرمادیں اور ان کا علم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمادیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء:113)

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل فرمائی اور آپ کو ان کا علم عطا فرمادیا جو آپ نہ جانتے تھے۔''

یہی وجہ ہے کہ اس کتاب ہدایت کی تشریح وتفسیر کا فریضہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیا گیا اور ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

''اور ہم نے آپ کی طرف قرآن کریم نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت فرمادیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا۔'' (النحل:44)

تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام اشیاء کا اجمالی ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تفصیل سے واقف وآگاہ ہیں۔ لہٰذا احکام قرآنیہ کی وہی تفسیر معتبر ہوگی جو زبان مصطفیٰ سے بیان ہوگی اور وہی عین منشاء الٰہی کے مطابق ہوگی کیونکہ خالق کائنات اپنے محبوب

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے ہی ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞ (النجم:3)

''آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ جو بولتے ہیں وہ وحی خدا ہوتا ہے۔''

چونکہ شرف انسانیت کا راز کتاب حکمت پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے اور اس کے سربستہ رازوں تک تب تک رسائی ممکن نہیں جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب زیست کا مطالعہ نہ کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ نہ بنایا جائے۔ اس لئے رب قدوس نے متعدد مقامات پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا حکم ارشاد فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی تلقین فرمائی تاکہ آپ کے اقوال وافعال کے وسیلہ سے رب کریم کے ارشادات کی حکمتوں اور اسرار ورموز پر اطلاع ہو سکے اور پھر انسان ان حقائق پر عمل پیرا ہو کر قرب خداوندی حاصل کر سکے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ (العمران:31)

''(اے میرے رسول!) تم فرماؤ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۞ (الانفال:20)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو درآنحالیکہ تم سن رہے ہو۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۞ (محمد:33)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

Marfat.com

اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔''

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا (الانفال:46)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے۔''

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ؕ وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔'' (مجادلہ:13)

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾

(آل عمران:133)

''اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جا سکے۔''

وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۲﴾ (التغابن:12)

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے رسول پر تو صرف پیغام واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔''

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾ (آل عمران:32)

''(اے میرے رسول!) تم فرماؤ اللہ اور رسول کا حکم مانو پھر اگر وہ اعتراض کریں تو اللہ تعالیٰ کو کافروں سے محبت نہیں ہے۔''

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِیۡعُوۡہُ تَہۡتَدُوۡا ؕ وَ مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۵۴﴾ (النور:54)

''(اے میرے رسول!) تم فرماؤ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم

Marfat.com

مانو۔ اگر منہ پھیرو گے تو رسول پر اس چیز کو ادا کرنا ہے جو ان کے ذمہ ہے اور تم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول اللہ (ﷺ) پر تو صرف احکام الٰہی صاف صاف پہنچا دینا ہے۔"

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

(النساء:59)

"اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کا حکم مانو اگر تمہارا کسی شیٔ کے بارے جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول (مکرم) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے۔"

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (الانفال:۱)

"اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔"

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (النساء:۱۳)

"یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانے۔ اللہ اسے باغات میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔"

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

"جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی۔"

Marfat.com

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

''پس (اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور تسلیم کرلیں دل وجان سے۔ (النساء:65)

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (النور: 63)

''پس ڈرنا چاہئے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آلے۔''

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: 7)

''اور رسول (کریم) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔''

مذکورہ بالا تمام آیات بینات اس معنی پر صراحۃً ودلالت کرتی ہیں کہ اطاعت کے ساتھ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع بھی لازم اور ضروری ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ اس اطاعت سے مراد کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَسَائِرُ مَاقُرِنَ فِيْهِ طَاعَةُ الرَّسُوْلِ بِطَاعَةِ اللهِ فَهُوَ دَالٌّ عَلٰى اَنَّ طَاعَةَ اللهِ مَا أَمَرَ بِهٖ وَنَهٰى عَنْهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَطَاعَةَ الرَّسُوْلِ مَا اَمَرَ بِهٖ وَنَهٰى عَنْهُ مِمَّا جَآءَ بِهٖ مِمَّا لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ اِذْ لَوْ كَانَ فِي الْقُرْاٰنِ لَكَانَ مِنْ طَاعَةِ اللهِ۔ (1)

''وہ تمام آیات جن میں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اطاعت الٰہی کے ساتھ

1۔ الموافقات، جلد ا، صفحہ ۷

Marfat.com

ملا کر کیا گیا ہے وہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اطاعت الٰہی سے مراد ان امور کو تسلیم کرنا ہے جنہیں بجا لانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے یا جن کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد ایسے امور ہیں جن کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا جن سے آپ نے منع فرمایا ہے اور ان سے مراد وہ امور ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہیں کیونکہ اگر وہ قرآن مجید میں مذکور ہوتے تو پھر وہ اطاعت الٰہی میں شمار ہوتے۔"

مذکورہ آیات قرآنیہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ دنیوی اور اُخری زندگی کی کامیابی اور خوشحالی کے لئے اطاعت خداوندی کے ساتھ اطاعت رسول لازم ہے۔ ظاہری اور باطنی سکون کا راز اسی میں پنہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ اطاعت رسول بھی کی جائے۔ قلبی اور روحانی اطمینان کے لئے ضروری ہے کہ رب کائنات کی اطاعت کے ساتھ اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کی جائے۔ انفرادی اور اجتماعی معاملات کو خوشگوار بنانے کے لئے اور اپنے معاشرہ کو امن وسکون کا گہوارہ بنانے کے لئے بھی یہ لازم ہے کہ اطاعت الٰہی کے ساتھ اطاعت رسول بھی کی جائے۔ اپنے معاشرہ میں باہمی محبت اور غم خواری کی فضا پیدا کرنے کے لئے اطاعت خداوندی کے ساتھ اطاعت رسول لازم ہے۔ اپنے اعمال کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اطاعت رسول لازم ہے۔ شمع ایمان کو فروزاں رکھنے کے لئے اطاعت مصطفیٰ ضروری ہے۔ اپنے آپ کو جنت کی ابدی نعمتوں اور سرمدی بہاروں کا مستحق بنانے کے لئے اطاعت رسول لازم ہے۔ اپنے آپ کو عذاب الیم سے محفوظ رکھنے کے لئے اطاعت رسول ضروری ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرب خداوندی کے حصول کے لئے اتباع مصطفیٰ لازم ہے۔ المختصر یہ کہ جب تک رب العالمین کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع نہ کی جائے، جب تک آپ کی سنت کو خضر راہ نہ بنایا جائے روح قرآن سے آشنائی ہوتی ہی نہیں، کلام الٰہی کے اسرار ورموز کھلتے ہی نہیں، احکام الٰہی کا مقصود اصلی حیطہ فہم وادراک میں آتا ہی نہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ جب

Marfat.com

تک اطاعت رسول نہ ہو اطاعت خداوندی ممکن ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (الاحزاب:36)

''جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرمادیں تو پھر کسی مومن مرد یا عورت کو اپنے امر کے بارے کوئی اختیار نہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں واقع ہوگا۔''

یعنی جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی جانب سے کوئی حکم آجائے تو پھر اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اور صدق دل سے اسے تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی اس کے سامنے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے کی کوشش کرے گا اور اسے تسلیم کرنے میں لیت و لعل سے کام لے گا تو وہ منکرین اور نافرمانوں میں شمار ہونے لگے گا اور اس کے سبب وہ صراط مستقیم سے بھٹک جائے گا اور گمراہی و ضلالت میں مبتلا ہو جائے گا۔ رب کریم نے اپنی مخلوق کو ایسی ہی گمراہی سے محفوظ رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

''بیشک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں خوبصورت نمونہ ہے۔''

یعنی اگر میرے احکام کی حقیقت سمجھنا چاہتے ہو اور قرآن کریم کو متشکل صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو پھر میرے محبوب ﷺ کی سیرت کو اپنا لو۔ اس کا ہر عمل میرے فرمان کے مطابق ہے اور اس کے اقوال و افعال میری منشاء کے موافق ہیں۔ اگر تمہارا ظاہر و باطن اور فہم و ادراک میرے محبوب کی سنت کے سانچے میں ڈھل جائیں گے تو تم میری بارگاہ کے مقرب بن جاؤ گے۔

Marfat.com

مذکورہ بالا وضاحت سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ قرآن کریم پر عمل تب تک نہیں ہوسکتا جب تک سنت مصطفیٰ علی صاحبہا اطیب التحیۃ والثناء کو نہ اپنایا جائے۔ نتیجتاً سنت مصطفیٰ مثل قرآن حجت ہے۔ بندۂ مومن کے لئے اس کا انکار کسی بھی اعتبار سے جائز نہیں۔

احادیث سے دلائل

جس طرح آیات قرآنیہ سے حجیت حدیث کا اثبات ہوتا ہے۔ اسی طرح متعدد احادیث سے بھی اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ آقا دو جہاں ﷺ کی حدیث طیبہ حجت ہے۔ مثلاً نمبر 1 حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ نبیہ۔ (1)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے جب تک تم نے انہیں مضبوطی سے تھامے رکھا۔ ایک کتاب اللہ ہے اور ایک اس کے نبی کی سنت ہے۔''

اس حدیث طیبہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے قران کریم اور سنت طیبہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے کہ میں بطور میراث دو چیزیں تمہیں منتقل کر رہا ہوں ایک کتاب اللہ ہے اور دوسری میری سنت ہے۔ اگر تم نے اس میراث کی حفاظت کی اور انہی کی راہنمائی میں اپنی حیات مستعار کے شب و روز بسر کرنے کی کوشش کی، تو کسی شیطان کا ہاتھ تمہارے دامن کو نہیں چھو سکے گا اور صراط مستقیم سے گمراہ کرنے کی اس کی ہر سازش ناکام ہوجائے گی۔

نمبر 2۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین تمسکوابھا وعضوا علیھا بنواجذ۔ (2)

1۔ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: ۷۰۲
2۔ مطالعۃ الحدیث: ۱۹

Marfat.com

''تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل پیرا رہو، اسے تھامے رکھو اور مضبوطی سے پکڑے رکھو۔''

نمبر 3۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو میری اور صحابہ کی راہ پر ہوگا۔ (1)

نمبر 4۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ''میں فاتح و خاتم بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھے کلمات کے جوامع اور فواتح ملے ہیں۔ میری حدیث مختصر ہے تمہیں مضطرب الخیال لوگ ہلاک نہ کردیں۔ (2)

نمبر 5۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جو انکار کرے۔ حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! انکار کرنے والا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (3)

مذکورہ تمام ارشادات نبویہ کی روشنی میں سنت کی اہمیت اور اس کا مقام و مرتبہ اظہر من الشمس ہوجاتا ہے۔ اگر یہ اتنی ہی غیر ضروری ہوتی جیسا کہ منکرین حدیث کا نظریہ ہے تو پھر آقا دو جہاں ﷺ قطعاً اتنی ترغیب نہ دلاتے اور اس پر اتنی مضبوطی سے عمل پیرا ہونے کی قطعاً تلقین اور تاکید نہ فرماتے اور نہ ہی سنت کے خلاف مستقبل میں رونما ہونے والی سازشوں سے پردہ سرکاتے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

روی أنه علیه الصلواة والسلام قال یوشك رجل منکم متکئا علی اریکته یحدث عنّی فیقول بیننا وبینکم کتاب الله فما وجدنا فیه من حلال استحللناه وما وجدنا فیه من حرام حرّمناه الا وانّ ما حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم مثل

1۔ جامع ترمذی۔ 2۔ کنز العمال، جلد ۴، حدیث نمبر ۱۶۶۲
3۔ صحیح بخاری کتاب، کتاب الاعتصام

Marfat.com

الذی حرم اللہ۔(1)

''روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا عنقریب تم میں سے ایک آدمی اپنی مزین چارپائی (پلنگ) پر بیٹھا ہوا ہوگا جب اس کے سامنے میری حدیث پیش کی جائے گی تو وہ کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان صرف قرآن ہے۔جس چیز کو ہم نے قرآن میں حلال پایا اسے حلال سمجھیں گے اور جسے اس میں حرام پایا اسے حرام سمجھیں گے (پھر فرمایا) خبردار! بلاشبہ جس شئ کو اللہ تعالیٰ کے رسول نے حرام کیا ہے وہ اسی شئ کی مثل حرام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔''

مذکورہ تمام ارشادات سے یہ معلوم ہوا کہ سنت مصطفیٰ مثل قرآن حجت ہے لہٰذا کسی بندہ مومن کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ حدیث طیبہ کے حجت ہونے میں ذرہ بھر بھی شبہ ر

صحابہ کرام اور دیگر آئمہ کے اقوال سے استدلال

اگر بنظر عمیق غور وفکر کی جائے تو صحابہ کرام اور دیگر آئمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کثیر ایسے ارشادات موجود ہیں جن کی روشنی میں بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی حدیث طیبہ حجت ہے۔ان میں سے چند ارشادات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن عمر بن الخطاب سیأتی قوم یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالاحادیث فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ(2)

''حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا عنقریب ایک قوم آئے گی جو قرآنی شبہات کے بارے تم سے جھگڑے گی۔تم اسے احادیث کے ذریعہ پکڑو کیونکہ اصحاب سنن کتاب اللہ کو زیادہ جانتے ہیں۔''

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ

1۔الموافقات،جلد ۴،صفحہ ۷ 2۔الموافقات،جلد ۴،صفحہ ۹

Marfat.com

لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا أعرض لك قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد فی سنة رسول الله قال اجتهد رأی ولا آلو الحدیث۔ (1)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں قاضی بنا کر یمن کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا جب فیصلے کے لئے کوئی معاملہ تیرے سامنے پیش کیا جائے گا تو تو اس کا فیصلہ کیسے کرے گا؟ تو آپ نے عرض کی میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اسے کتاب اللہ میں نہ پائے تو پھر؟ تو آپ نے عرض کی۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اسے سنت میں بھی نہ پائے تو؟ تو آپ نے عرض کی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی غفلت نہیں برتوں گا۔''

عن عمر بن الخطاب انه کتب الی شریح اذا اتاك امرٌ فاقض بما فی کتاب الله فان اتاك ما لیس فی کتاب الله فاقض بما سنّ فیه رسول الله ﷺ الخ (2)

''حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کی طرف یہ لکھا کہ جب تمہارے پاس فیصلے کے لئے کوئی معاملہ آئے تو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنا اور اگر ایسا آ جائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرنا۔''

عن ابن مسعود رضی الله عنه مَنْ عُرِض له منکم قضاء فلیقض بما فی کتاب الله فان جاء ه مالیس فی کتاب الله

1۔ الموافقات، جلد ۴، صفحہ ۳

2۔ ایضاً

Marfat.com

فلیقض بما قضٰی به نبیه صلی اللہ علیہ وسلم۔ (1)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے جسے عہدہ قضا تفویض کیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ فیصلے کتاب اللہ کے مطابق کرے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو پھر اسے وہ فیصلہ کرنا چاہئے جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔''

عن ابن عباس رضی الله عنه انه کان اذا سئل عن شئ فان کان فی کتاب الله قال به وان لم یکن فی کتاب الله وکان عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال به۔ (2)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے مروی ہے کہ جب آپ سے کسی شئ کے بارے سوال کیا جاتا تو اگر اس کا بیان کتاب اللہ میں ہوتا تو اس کے مطابق جواب ارشاد فرماتے اور اگر اس کا ذکر کتاب اللہ میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے کچھ فرمایا ہوتا تو پھر اسی کے مطابق جواب ارشاد فرماتے۔''

قال عبدالله لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات اللحسن المغیرات خلق الله قال فبلغ ذالك امرأة من بنی اسد فقالت یا ابا عبدالرحمٰن بلغنی عنك انك لعنت کیت وکیت فقال مالی لا العن من لعنهٔ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ونهو لی کتاب الله فقالت المرأة لقد قرأت ما بین لوحی المصحف فما وجدته فقال لئن کنت قرأتیه لقد وجدتیه قال الله عزوجل وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عنه فَانْتَهُوْا الحدیث۔ (3)

1۔ الموافقات، جلد ۴، صفحہ ۳ 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، صفحہ ۱۳، تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۵

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو دوسری عورتوں کے جسموں پر نقش و نگار بناتی ہیں یا اپنے جسموں پر دوسروں سے بنواتی ہیں، جو بال چنتی ہیں یا خوبصورتی کے لئے دانت باریک کراتی ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر و تبدل کرتی ہیں۔ یہ بات بنو اسد کی ایک عورت کے پاس پہنچی تو اس نے آپ سے کہا اے ابا عبدالرحمٰن! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ فلاں فلاں عورت کو ملعون ٹھہراتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا جسے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ٹھہرایا ہو میں اس پر کیوں لعنت نہ بھیجوں۔ یہ بات تو قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ اس عورت نے کہا میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے مگر یہ بات کہیں نہیں پڑھی تو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو یہ بات تجھے مل جاتی۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی "وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"، "ہمارا رسول جو چیز تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔" اس عورت نے کہا میں نے یہ آیت پڑھی ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ صدر تمام باتوں سے منع فرمایا ہے۔)

رُوی عن عبدالرحمن بن یزید انه رأی محرما علیه ثیابه فنهاه فقال ائتنی بآیة من کتاب الله تنزع ثیابی فقرء علیه وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ الایه۔ (1)

"عبدالرحمٰن بن یزید نے ایک شخص کو حالت احرام میں کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو اسے منع کیا۔ اس نے کہا کوئی ایسی آیت قرآنیہ بتایئے جس میں کپڑے اتارنے کا حکم ہو تو آپ نے آیت وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ پڑھ کر سنائی۔"

رُوی أنّ طاؤسا کان یصلّی رکعتین بعد العصر فقال له ابن عباس اترکهما فقال انما نهی عنهما ان تُتخذا سنة فقال ابن

1۔ الموافقات، جلد ۴، صفحہ ۱۳، حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۵۴۹

Marfat.com

عباس قد نهی رسول اللهﷺ عن صلوٰة بعد العصر فلا ادری اتعذب علیها ام توجر لأن الله قال ''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ(1)

''مشہور تابعی حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نماز عصر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا انہیں چھوڑ دو تو اس پر حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا انہیں سنت بنانے سے منع کیا گیا ہے (مطلق پڑھنے سے نہیں) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان کے پڑھنے کے سبب تمہیں عذاب دیا جائے گا یا اجر و ثواب کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ''نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں۔''

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جان لو کہ سعادت کی کنجی اتباع سنت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام افعال و اعمال، حرکات و سکنات حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خورد و نوش، نشست و برخاست اور گفتگو فرمانے کے طریقوں کی مکمل پیروی کرنے میں مضمر ہے اور میں یہ بات صرف عبادات کے آداب کے بارے میں نہیں کہہ رہا۔ اس لئے کہ اس بات میں تو موجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کو چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام عادات کے بارے میں یہ کہتا ہوں۔''(2)

نمبر 10۔ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنت قاضی علی الکتاب ہے اور اس کے معنی و

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۶

2۔ اتباع سنت کے مفہوم کے بارے میں چند خیالات: ۸، الاربعین فی اصول الدین: ۸۹

Marfat.com

مطلوب کو واضح کرتی ہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے دریافت کیا گیا۔ جس میں یہ موجود ہے کہ سنت قاضی علی الکتاب ہے تو فرمایا میں تو اس طرح کہنے کی جرأت نہیں کرتا البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ سنت قرآن کریم کی شرح وتفسیر پیش کرتی ہے۔ (1)

مذکورہ بالا تمام آثار واقوال سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث نبوی دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کی تشریح وتفسیر کے لئے اور ایسے تمام امور جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہیں ہے ان کے احکام معلوم کرنے کے لئے حدیث طیبہ کی جانب رجوع ضروری سمجھا گیا ہے اور جن اعمال اور اشیاء سے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا انہیں اسی طرح ممنوع سمجھا گیا جیسے اللہ تعالیٰ نے ان سے منع فرمادیا ہو۔ اگر حدیث طیبہ حجت تسلیم نہ کی جاتی تو یقیناً ایسی صورت حال نہ ہوتی اور اتنی شدت اور سختی کے ساتھ اس کی پابندی نہ کی جاتی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو حجت نہ مانا جائے اسلام کے بنیادی ارکان پر بھی عمل ممکن نہیں۔ مثلاً قرآن کریم نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم تو ارشاد فرمایا مگر ان کے تفصیلی احکام ذکر نہیں فرمائے۔ اب اگر ان احکام کی حقیقت کو حدیث کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے تو صرف قرآن سے نہ تو ان کی ادائیگی کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی نماز کی رکعتوں کی تعداد معلوم ہوتی ہے اور نہ یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ بطور زکوٰۃ کتنا مال ادا کرنا ہے۔ یہ تفصیل ہمیں حدیث طیبہ سے معلوم ہوتی ہے تو اس سے یہ حقیقت واشگاف ہوجاتی ہے کہ جس طرح قرآن کریم حجت ہے اسی طرح حدیث طیبہ بھی حجت ہے۔

مذکورہ بحث سے یہ معلوم ہوگیا کہ حدیث طیبہ کا حجت ہونا قرآن کریم، حدیث طیبہ، اجماع صحابہ اور دیگر آئمہ کرام کے اقوال سے ثابت ہے۔ اس کا مرتبہ قرآن کریم کے بعد ہے اور اس کی اتباع کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد ابوزہو مصری فرماتے ہیں:

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۵۵۰

Marfat.com

''حدیث نبوی وحی الٰہی پر مبنی ہے جو رسول اکرم ﷺ کی جانب بھیجی گئی۔ یہ اصول دین میں سے ایک عظیم اصل ہے اور اس کی عمارت کا مضبوط و مستحکم ستون ہے۔ حدیث نبوی کی پیروی واجب اور خلاف ورزی حرام ہے۔ اس امر پر سب مسلمانوں کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں اس قدر نصوص اور آیات وارد ہوئی ہیں کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ جو شخص حدیث کی حجیت کا انکار کرتا ہے وہ قطعی دلائل کو رد کرتا اور کفار کی راہ پر گامزن ہے۔''(1)

(نوٹ:۔ سنت کی تشریعی اقسام اور خبر واحد کی حجیت کے بارے تفصیلی بحث بندہ ناچیز کی تالیف ''الوصول الی الاصول فی اصول الفقہ'' میں موجود ہے اس لئے دوبارہ یہاں تحریر نہیں کی گئی۔)

تدوین حدیث کا بیان

عہد رسالت میں کتابت حدیث

حضور نبی رحمت ﷺ کے اس جہان رنگ و بو میں قدم رنجہ فرما ہونے سے قبل سرزمین عرب کے باسی فن کتابت کے اصول وضوابط سے واقف وآگاہ نہ تھے اور نہ ہی ان میں اس کا عام رواج تھا۔ یہی صورت حال حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صفحہ گیتی پر اعلان نبوت کرنے کے کچھ عرصہ بعد تک برقرار رہی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''نحن أُمّة امية لانكتب ولا نحسب''(2) (ہم ایک ناخواندہ امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔) اس کی وجہ یہ تھی کہ خالق کائنات نے اس مہبط وحی میں بسنے والوں کو اتنی عالی مرتبہ فہم وفراست اور اتنی عظیم قوت حفظ عطا فرما رکھی تھی جو عدیم المثال اور قابل رشک تھی۔ وہ جو سنتے ان کے ذہنوں میں وہ ایسے راسخ ہو جاتا کہ پھر نکلنے کا نام تک نہ لیتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علم الانساب کے ماہر تھے، شعر وادب میں یگانہ روزگار تھے اور لمبے لمبے قصائد انہیں ہمہ وقت نوک برزبان ہوا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے تمام تر علم اور

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۳

2۔ تعارف قرآن وحدیث: ۵۰، جامع العلم: ۳۵

Marfat.com

معلومات کا انحصار ان کے ذہن رسا پر ہوا کرتا تھا اور وہ کتابت کی طرف متوجہ ہونے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں کتابت کے ایسے وسیع مواقع بھی میسر نہ تھے جن سے استفادہ کرتے ہوئے وہ اس فن میں مہارت حاصل کر سکتے۔

مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سارا خطہ عرب لکھنے پڑھنے سے عاری تھا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ کچھ افراد ایسے بھی تھے جو اس فن سے واقف و آگاہ تھے۔ انہی میں سے بعض افراد کو جب اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے قرآن کریم لکھنے کا فریضہ تفویض کیا گیا۔ لہٰذا جوں ہی آیات قرآنیہ کا نزول ہوتا تو وہ انہیں ضبط تحریر میں لے آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مقدس میں سب سے اہم ترین فریضہ یہی تھا کہ قرآن کریم کو محفوظ کر لیا جائے تاکہ وہ ہر قسم کی آمیزش سے مبرہ اور منزہ رہے۔ اس لئے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائی دور میں صحابہ کرام کو احادیث لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔ جو کہ آیات قرآنیہ کی کتابت کے ساتھ ساتھ احادیث بھی لکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه (1)

''میرا کلام نہ لکھو اور جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے سن کر کچھ لکھا ہے وہ اسے مٹا دے۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت یہ بھی ہے '' کہ ایک دفعہ ہم بیٹھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات تحریر کر رہے تھے۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کیا لکھ رہے ہو؟ ہم نے عرض کی آپ کے ارشادات۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ ایک اور کتاب لکھ رہے ہو؟ کتاب اللہ کو خالص کر کے لکھو۔ اس میں کسی اور کی آمیزش نہ کرو۔ جونہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ حکم سنا تو ایسی تمام تحریریں اکٹھی کر کے جلا دیں۔'' (2)

1۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد، جلد ۲، صفحہ ۴۱۴

2۔ تعارف قرآن و حدیث: ۵۵، مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

مذکورہ ارشادات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداءً احادیث لکھنے سے منع فرمایا ہے مگر اس کا سبب یہ تھا کہ بعض اپنی ناتجربہ کاری یا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی غایت محبت کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو آیات قرآنیہ سے ملا نہ دیں اور اس طرح آیات واحادیث باہم ملتبس نہ ہوجائیں۔ چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس اعلیٰ درجے کی محبت وعشق رکھتے تھے اس کے پیش نظر ایسا ہونے کا گمان غالب تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث لکھنے سے منع فرمادیا مگر جونہی التباس کے خطرات ختم ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابت حدیث کی اجازت مرحمت فرمادی۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

كان رجل من الانصار يجلس الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فيسمع منه الحديث فيعجبه ولايحفظه فشكا ذالك الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال استعن بيمينك واوما بيده الى الخط۔ (1)

''انصار میں سے ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سنتا، اظہار مسرت کرتا اور انہیں یاد نہ رکھ سکتا۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس کے بارے عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور ساتھ ہی اپنے دست مبارک سے لکھنے کی طرف اشارہ فرمایا۔''

اسی طرح فتح مکہ کے دن دوران خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے اصحاب فیل یا قتل کو روک دیا تھا'' (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات میں شک ہے کہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیل کا لفظ ارشاد فرمایا یا لفظ قتل) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل

1۔ جامع ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۹۵

Marfat.com

ایمان کو مکہ مکرمہ پر غلبہ عطا فرمایا۔ حرم پاک کو نہ اس سے قبل کسی کے لئے حلال کیا گیا ہے اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لئے حلال کیا جائے گا۔ میرے لئے حرم پاک دن کی چند ساعتوں کے لئے حلال کیا گیا تھا اور اب پھر حسب سابق وہ حرام ہو چکا ہے۔ حدود حرم میں نہ کانٹوں کو توڑا جائے، نہ درختوں کو کاٹا جائے اور نہ ہی یہاں کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے۔ البتہ اس شخص کے لئے اجازت ہے جو گری ہوئی چیز کو شہرت دینا چاہتا ہو۔ جس قوم کا کوئی آدمی مارا جائے اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا قاتلوں سے قصاص لے لے یا دیت۔ ایک یمنی شخص ابو شاہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے لکھوا دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اکتبوا لابی شاہ" (کہ ابو شاہ کو لکھ دو۔)(1)

ابوداؤد اور حاکم رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

انی اسمع منک الشیٔ أفاکتبہ۔ قال نعم۔ قلتُ۔ فی الغضب والرضاء۔ قال نعم فانی لا اقول فیھما الا حقا۔ (2)

"میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ میں آپ سے سنتا ہوں کیا میں اسے لکھ لیا کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جی ہاں۔ پھر میں نے عرض کی کیا غصہ اور رضا دونوں حالتوں میں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں میں دونوں حالتوں میں حق بات ہی کہتا ہوں۔"

صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ کر احادیث لکھا کرتے تھے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اسی لئے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے بارے ارشاد فرماتے ہیں:

مامن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدا اکثر حدیثا منی الا ماکان من عبداللہ بن عمرو بن العاص فانہ کان یکتب

1۔ ایضاً، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۱۶۶

2۔ سنن ابی داؤد مترجم، جلد ۳، صفحہ ۱۱۷

Marfat.com

ولا اکتب۔ (1)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سوا صحابہ کرام میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث محفوظ کرنے والا نہیں کیونکہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔''

علاوہ ازیں متعدد ایسی روایات ہیں جن سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مقدس میں کتابت حدیث کا آغاز ہو چکا تھا۔ البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ابتداء میں جتنا اہتمام آیات قرآنیہ محفوظ کرنے کے لئے کیا گیا اتنا احادیث کے لئے نہیں کیا گیا اور اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ ایک تو لکھنے والوں کی تعداد انتہائی کم تھی اور دوسری آیات قرآنیہ سے التباس کا اندیشہ تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مقدس میں کلی طور پر احادیث لکھنے سے انکار قطعاً نہیں کیا جا سکتا اور اس پر کئی ایسے صحائف شاہد عادل ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں تحریر کئے گئے۔ مثلاً حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک صحیفہ میں احادیث جمع کی ہوئی تھیں اور آپ کے فرزند اسی سے احادیث روایت کرتے تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی کتاب سے منقول تھا۔ آپ اپنے ہاتھ سے احادیث لکھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک صحیفہ رقم کیا تھا جس میں بقول حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ مناسک حج درج تھے۔ (2)

ممکن ہے ایسے صحیفے میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع بھی شامل ہو اور اس احتمال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مشہور تابعی حضرت قتادہ بن دعامہ رضی اللہ عنہ متوفی 118ھ اس صحیفہ کی تعریف میں فرماتے ہیں ''جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ تو مجھے سورہ بقرہ سے بھی زیادہ ازبر ہے۔'' (3)

1۔ جامع ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۴

2۔ التاریخ الکبیر الامام البخاری، جلد ۴، صفحہ ۱۸۶

2۔ طبقات ابن سعد، جلد ۵، صفحہ ۳۴۴

Marfat.com

جو صحائف عصر نبوت میں تحریر کیے گئے ان میں "صحیفہ صادقہ" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ متوفی 65ھ نے مرتب کیا تھا اور بقول ابن اثیر اس میں ایک ہزار احادیث موجود تھیں۔(1)

اگرچہ یہ صحیفہ اصالتاً ہم تک نہیں پہنچا مگر مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں جوں کا توں محفوظ ہے اور اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہمارے پاس یہ معتبر ترین تاریخی دستاویز ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں حدیثیں رقم کی جاتی تھیں۔ اسی طرح جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کیا آپ کے پاس کوئی مخصوص کتاب موجود ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔ البتہ ہمارے پاس قرآن کریم ہے یا فہم و فراست جو اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو عطا فرما دے اور یا یہ صحیفہ ہے۔ جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو فرمایا اس میں دیت ادا کرنے اور قیدیوں کو رہا کرنے کے احکام مذکور ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمان کو کافر کے عوض قتل نہیں کیا جا سکتا۔ رواہ البخاری والمسلم۔(2)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی 69ھ نے بڑے اہتمام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث و سیرت سے متعلق بہت سا مواد تختیوں پر تحریر کیا تھا جب آپ کسی علمی مجلس میں تشریف لے جاتے تو یہ تختیاں بھی ہمراہ لے جاتے۔(3)

مذکورہ بالا وضاحت سے یہ ثابت ہوا کہ حدیث طیبہ کی کتابت کا آغاز حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مقدس میں ہو چکا تھا مگر یہ سلسلہ محدود تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عہد صحابہ میں کتابت حدیث

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو ساتھ ہی نزول وحی کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حین حیات میں ہی قرآن کریم کی ترتیب و تدوین کھجور کی چھال، چمڑے کے ٹکڑوں اور پتھر کی سلوں پر مکمل

1۔ اسد الغابہ ابن اثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۳۳ 2۔ الوسیط: ۵۲، ۵۳

3۔ طبقات ابن سعد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۳، علوم الحدیث: ۴۹

Marfat.com

ہو چکی تھی اور کثیر صحابہ کرام کے سینوں میں قرآن کریم محفوظ ہو چکا تھا۔ لہٰذا اب اس میں کسی تغیر و تبدل اور تحریف کا کوئی خدشہ نہیں تھا۔ حدیث طیبہ اور قرآن کریم کے باہمی التباس کے ممکنہ خدشات ختم ہو جانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے کتابت حدیث کا اہتمام کیا لیکن اس کے باوجود باقاعدہ منظم صورت میں تدوین حدیث کا سلسلہ قائم نہ ہو سکا بلکہ انفرادی طور پر متفرق احادیث کی کتابت کا تذکرہ موجود ہے۔ جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک کتابت حدیث کوئی ممنوع عمل نہ تھا بلکہ ایک مباح اور مستحسن عمل تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین روانہ کیا تو انہیں ایک ایسی کتاب عطا فرمائی جس میں زکوٰۃ و صدقات کے متعلق احادیث درج تھیں اور ان سے متعلقہ دیگر تفصیلی احکام بھی موجود تھے۔ اس کا آغاز اس طرح تھا:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ ھذہ فریضۃ الصدقۃ الّتی فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المسلمین والّتی امر اللہ بہ رسولہٗ فمن سُئِلَھَا من المسلمین علی وجھھا فلیعطھا ومن سُئِلَ فوقھا فلا یعط الحدیث۔ (1)

"یہ فرض صدقہ (زکوٰۃ) ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ اس لئے جس مسلمان سے اس کے مطابق طلب کیا جائے تو وہ دے دے اور جس سے اس سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو وہ نہ دے۔"

امام بیہقی المدخل میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے احادیث لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس بارے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو انہوں نے آپ کو احادیث لکھنے کا مشورہ دیا مگر اس کے بعد آپ ایک ماہ تک اس کے

1۔ صحیح بخاری مترجم، جلد ۱، صفحہ ۵۴۴، باب زکوٰۃ الغنم

Marfat.com

بارے استخارہ کرتے رہے۔ بالآخر ایک دن کی صبح بڑے وثوق سے فرمایا:

انی کنت اردت ان اکتب السنن وانی ذکرت قوما کانوا قبلکم کتبوا کتبا فاکبوا علیھا وترکوا کتاب اللہ وانی واللہ لا البس کتاب اللہ بشیٔ ابدا۔ (رواہ البیہقی فی المدخل)۔ (1)

''میں نے احادیث لکھنے کا ارادہ کیا تھا کہ مجھے ایک قوم یاد آگئی جو تم سے پہلے آباد تھی اس قوم نے کتابیں لکھیں پھر ان پر اس طرح جم گئے کہ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا قسم بخدا میں کتاب اللہ کو کسی شیٔ کے ساتھ خلط ملط کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔''

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے احادیث لکھنے کا ارادہ ترک فرمانے سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے نزدیک احادیث کی کتابت جائز نہ تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ قطعی طور پر دیگر صحابہ کرام سے اس بارے مشورہ طلب ہی نہ کرتے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انہیں ایک ممنوع عمل کرنے کا مشورہ دیتے۔ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مشورہ لینا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ آپ کے نزدیک کتابت حدیث کا عمل مباح اور درست تھا اور صحابہ کرام کا آپ کو کتابت حدیث کی رائے دینا اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل صحیح اور مستحسن تھا۔ رہا یہ سوال کہ پھر آپ نے ارادہ ترک کیوں کیا؟ تو اس کے بارے قاہرہ یونیورسٹی کے پروفیسر استاذ محمد ابو زہو لکھتے ہیں:

''اس میں شبہ نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے اس عصر وعہد سے بالکل ہم آہنگ تھی جس میں آپ بقید حیات تھے۔ وہ لوگ ابھی نئے نئے قرآن سے آشنا ہوئے تھے خصوصاً وہ لوگ جو بیرونی ممالک سے آکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ اگر حدیثیں اس دور میں مدون ہو کر لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جاتیں اور لوگ ان کے حفظ و درس میں لگ جاتے تو قرآن عزیز کے ساتھ ان کا تصادم ہو جاتا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ قرآن و حدیث

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۶۷

Marfat.com

دونوں باہم مخلوط ہو جاتے اور بہت سے لوگ ان میں فرق نہ کر سکتے۔ اس لئے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد بصیرت و فراست کے پیش نظر یہ چاہا کہ لوگوں کو قرآن کریم تک محدود رکھیں، مقدور بھر اس بات کی کوشش کی جائے کہ قرآن لوگوں کے سینوں میں جگہ پالے اور عام و خاص میں پھیل جائے امکانی حد تک لوگوں کو شکوک و اوہام سے بچایا جائے۔ اس لئے پہلے آپ نے قلت روایت کا حکم دیا اور پھر حدیثیں لکھنے سے اس لئے روک دیا کہ فتنہ و فساد کا یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔"(1)

علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں سالاران لشکر اور صوبوں کے عمال کی طرف بطور ہدایت و راہنمائی وقتاً فوقتاً حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات لکھ کر ارسال کرتے رہتے تھے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے آذر بائیجان میں اسلامی سپہ سالار اور حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے نام ایک فرمان بھیجا جس میں یہ حدیث طیبہ درج تھی:

فان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن لبوس الحرير قال الا هٰكذا ورفع لنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اصبعيه الوسطى والسبابة وضمهما قال زهير قال عاصم هو فى الكتاب۔ (2)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ریشم کا لباس پہننے سے منع فرمایا ہے مگر اتنے کی اجازت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی درمیانی اور شہادت کی دونوں انگلیاں بلند فرمائیں اور انہیں آپس میں ملا دیا۔ زہیر نے کہا کہ راوی حدیث حضرت عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حدیث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خط میں لکھی ہوئی تھی۔)

اسی طرح حضرت ابوامامہ بن سہیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف مجھے بھیجا اور یہ حدیث لکھ کر دی:

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۱۷۶

2۔ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۱۹۱، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة الخ

Marfat.com

ان رسول اللہ ﷺ قال اللہ ورسولہ مولیٰ من لا مولیٰ لہٗ والخال من لا وارث لہٗ۔ (1)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس شخص کے مولیٰ ہیں جس کا کوئی مولیٰ نہیں اور ماموں اس شخص کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو۔''

مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ من کل الوجوہ کتابت حدیث کے قطعاً خلاف نہ تھے۔ آپ کا عمل اس دعویٰ پر شاہد عادل ہے مگر آپ نے کثیر حدیث کی کتابت سے مصلحتاً احتراز کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے دور خلافت میں صحیح احادیث نبویہ کی نشر و اشاعت کا خود اہتمام فرمایا۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں ہے:

ان علی بن ابی طالب خطب الناس فقال من یشتری علما بدرھم فاشتری الحارث الاعور صحفا بدرھم ثم جآء بھا علیا فکتب لہٗ علما کثیرا۔ (2)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسی دوران فرمایا کون ہے جو درہم کے عوض علم خریدے گا تو یہ سن کر حضرت حارث الاعور رضی اللہ عنہ نے درہم سے اوراق خریدے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو آپ نے انہیں ان پر بہت سا علم (احادیث) لکھ دیا۔''

صحیح مسلم میں ایک حدیث کے متعلق موجود ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور نبی کریم ﷺ سے سنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

1۔ جامع ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۳۰، باب ماجاء فی میراث الخال

2۔ طبقات ابن سعد، جلد ۶، جز ۲۲، صفحہ ۱۶۸

Marfat.com

من شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صادقا من قلبه لایدخل النار" قال انس فاعجبنی هذا الحدیث فقلت لابنی اُکتُبہُ فکتبہ۔ (1)

("کہ جس نے صدق دل سے لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ کی شہادت دی وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث نے مجھے متعجب کیا تو میں نے اپنے بیٹے کو کہا اسے لکھ لو تو اس نے اسے لکھ لیا۔)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفا روایت ہے "قیدوا العلم بالکتاب۔"(2)

(علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔)

علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر کثیر ایسے صحابہ کرام ہیں جن کے پاس انفرادی طور پر کثیر احادیث مکتوبہ شکل میں موجود تھیں۔ جن سے تابعین اور دیگر اہل ذوق اکتساب فیض کرتے تھے اور ہر ممکن حد تک اپنا ظاہر و باطن اور قول و فعل سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق بنانے کی سعی کرتے۔ لیکن اس تمام تر صورت حال کے باوجود یہ کہنا بہرحال درست ہے کہ تا حال ایک منظم تحریک کی شکل میں تدوین حدیث کا کام شروع نہیں ہوا۔ لیکن اس سے یہ استدلال قطعاً نہیں کیا جا سکتا کہ باقاعدہ کتابت نہ ہونے کی وجہ سے صحیح احادیث ناپید ہو گئیں اور بے شمار موضوع احادیث کتب حدیث میں در آئیں۔ لہٰذا احادیث طیبہ اب قابل حجت نہیں جیسا کہ منکرین حدیث کا نظریہ ہے۔ ہرگز نہیں! کیونکہ منظم تدوین نہ ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین نے حفاظت حدیث کی طرف سرے سے توجہ ہی نہیں دی۔ نہیں بلکہ وہ تو ارشادات نبویہ کو اپنی جان سے محبوب سمجھتے تھے اور اپنے لباس و

1۔ صحیح مسلم، جلد ا، صفحہ ۴۴
2۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۶۶

Marfat.com

طعام تک کو احادیث نبویہ کے تابع بنانے کی کوشش کرتے تھے اور ایک ایک حدیث کی تحقیق و تصحیح کے لئے عرب کے تپتے ہوئے صحراء میں ایک ایک مہینہ تک صرف اس لئے چلتے رہے تاکہ کہیں ایسی بات کی نسبت آپ ﷺ کی طرف نہ ہو جائے جو آپ ﷺ نے ارشاد نہ فرمائی ہو۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں، امام احمد اور ابو یعلی نے اپنی اپنی مسند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل کی سند سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا:

> بلغني عن رجل حديث سمعه من رسول الله ﷺ فاشتريت بعيرًا ثم شددت رحلي فسرت اليه شهرًا حتى قدمت الشام فاذا عبدالله بن أنيس فقلت للبواب قل له. جابر على الباب۔ فقال: ابن عبدالله؟ قلت نعم۔ فخرج فاعتنقني فقلت: حديث بلغني عنك أنك سمعته من رسول الله ﷺ فخشيت أن اموت قبل أن اسمعه فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول "يحشر الله الناس يوم القيامة عراة ...... الخ۔" (1)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کسی آدمی کے واسطے سے ایک حدیث پہنچی جو اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنی تھی۔ لہٰذا میں نے ایک اونٹ خریدا، اس پر اپنا پالان کسا اور اس آدمی کی طرف ایک ماہ تک چلتا رہا یہاں تک کہ میں ملک شام پہنچ گیا۔ تو وہاں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان کے دربان سے کہا۔ انہیں کہو، باہر دروازے پر جابر موجود ہے تو اس نے کہا: کیا ابن عبداللہ؟ تو میں نے کہا جی ہاں۔ لہٰذا اس کے اطلاع کرنے پر وہ باہر آئے اور میرے ساتھ معانقہ کیا۔ تو پھر میں نے کہا آپ کے

1۔ دفاع عن السنۃ: ۱۰۴

Marfat.com

واسطہ سے ایک حدیث مجھ تک پہنچی ہے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ تو مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ حدیث سننے سے قبل میں فوت نہ ہو جاؤں تو پھر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا" کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے بدن اٹھائے گا۔" الحدیث"

اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ایک حدیث سننے کی خاطر مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مصر حاضر ہوئے۔ جب امیر مصر مسلمہ بن مخلد انصاری کے گھر پہنچے تو بڑے تپاک سے ملے، معانقہ کیا اور زحمت فرمائی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا "میں نے نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی آج روئے زمین پر میرے اور عقبہ کے سوا دوسرا کوئی شخص موجود نہیں جس نے یہ حدیث نبی اکرم ﷺ سے سنی ہو۔ آپ میرے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو مجھے عقبہ کے گھر تک پہنچا دے۔ جب حضرت عقبہ کے گھر پہنچے تو انہوں نے گھر سے نکل کر معانقہ کیا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے سبب بیان کیا۔ عقبہ کہنے لگے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ "جس شخص نے مومن کے کسی عیب کی پردہ پوشی کی۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔" ابوایوب رضی اللہ عنہ کہنے لگے "آپ نے بجا فرمایا۔" پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنی ناقہ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ لوٹ آئے اور اس کا کجاوہ بھی نہ کھول پائے اور جب امیر مسلمہ بن مخلد کا بھیجا ہوا قافلہ ان کی تلاش میں نکلا تو وہ عریش مصر کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔" (1)

اسی نوع کے کئی واقعات دیگر صحابہ کرام اور تابعین سے متعلق بھی ہیں مگر طوالت کے خوف سے ان کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ تو ذرا غور فرمائیے کہ صحابہ کرام اور تابعین میں احادیث نبویہ سے کس قدر محبت اور عشق تھا کہ وہ ان کی حفاظت کی خاطر کسی قسم کے مصائب

1۔ تاریخ حدیث و محدثین، ۱۵۴، ۱۵۵

Marfat.com

و آلام برداشت کرنے سے قطعاً نہیں گھبراتے تھے بلکہ اپنے ہر نوع کے آرام و سکون کو قربان کرتے ہوئے جنگلوں اور صحراؤں کو عبور کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے تو جب صحابہ کرام اور تابعین میں حدیث نبویہ سے محبت کا یہ عالم ہے تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ احادیث نبویہ کی حفاظت نہیں ہو سکی اور وہ قابل حجت نہیں؟ یہ نظریہ قطعاً انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں بلکہ ایک بنیادی مصدر تشریعی کے انکار کے مترادف ہے۔ ہاں بعد میں جب بعض ہوس پرستوں نے اس چشمہ صافی کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے مکدر کرنے کی کوشش کی تو آئمہ حدیث کی سخت کڑی اور تنقیدی شرائط نے انہیں حرف غلط کی طرح نکال باہر کیا اور صحیح احادیث کو غیر صحیح سے ممتاز کر کے مثل آفتاب نصف النہار واضح کر دیا۔

تابعین اور عام تدوین حدیث کا آغاز

تابعین کے ابتدائی دور میں تدوین حدیث کا انداز وہی تھا جس کا مختصر تذکرہ اوپر دور صحابہ میں گزر چکا ہے یعنی بعض کتابت حدیث کے حق میں تھے جبکہ بعض مختلف صحابہ کرام کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے عدم جواز کے قائل تھے۔ وہ جلیل القدر تابعین جو کتابت حدیث کو جائز قرار دیتے تھے اور دوسروں کو حفاظت حدیث کی خاطر لکھنے کی تاکید کرتے تھے۔ ان میں حضرت سعید بن المسیب متوفی 105ھ، حضرت سعید بن جبیر متوفی 95ھ، حضرت مجاہد بن جبیر مکی متوفی 103ھ، حضرت عطا بن ابی رباح متوفی 114ھ اور حضرت قتادہ بن وعامہ سدوسی متوفی 118ھ کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں بھی کثیر تابعین اس نظریہ کے حق میں تھے۔

جبکہ اس کے برعکس عدم جواز کا قول کرنے والوں میں عبیدہ بن عمرو سلمانی المرادی متوفی 72ھ، ابراہیم بن یزید التیمی متوفی 92ھ، جابر بن زید متوفی 93ھ اور ابراہیم بن یزید نخعی متوفی 96ھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بس یہی دو نظریات تھے جو پہلی صدی ہجری کے آخر تک قائم رہے اور ایک منظم صورت میں تدوین حدیث کا آغاز نہ ہو سکا۔ مگر اب ظاہر صورت حال یہ ہے کہ اسلامی

Marfat.com

سلطنت مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں دور دور تک پھیل چکی ہے۔ مشرق میں ملتان، جنوب میں مصر اور شمالی افریقہ، مغرب میں اندلس اور شمال میں چینی ترکستان اور آرمینیا تک اسلامی پرچم لہرانے لگا ہے۔ متضاد تہذیب و تمدن رکھنے والے لوگ اور مختلف زبانیں بولنے والے افراد باہم ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ صحابہ کرام اور جید تابعین عظام آہستہ آہستہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ رہے ہیں اور موجودہ دور کے افراد میں ان جیسا تقویٰ اور زہد نظر نہیں آتا اور وہ قوۃ حفظ جس کے سبب وہ احادیث کو ذہن نشین کر لیتے تھے بتدریج کمزور ہوتی جا رہی ہے کہ اتنے میں امام عادل، خلیفہ برحق، ثانی فاروق اعظم حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے 99ھ میں تخت خلافت کو شرف بخشا اور تقریباً اڑھائی سالہ اپنے مختصر ترین دور خلافت میں سارے نظام کی کایا ہی پلٹ دی۔ افکار و نظریات کو بدل دیا، عدل و انصاف کو عام کیا، زہد و ورع کا چرچا ہوا، تقویٰ و پارسائی کو شہرت نصیب ہوئی اور حق و صدق کا بول بالا ہوا۔ الختصر یہ کہ آپ نے مسند خلافت پر رونق افروز ہوتے ہی حفاظت حدیث کے سلسلہ میں پیش آنے والی مشکلات اور لاحق ہونے والے خطرات کا ادراک کر لیا۔ جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ میں کثیر حفاظ قرآن کے جام شہادت نوش کرنے کے بعد حفاظت قرآن کے سلسلہ میں پیش آنے والے خطرات کو بھانپ لیا تھا اور پھر خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تدوین قرآن کا مشورہ دیا تھا۔ گو اولاً آپ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد بصیرت اور دور بیں نگاہ سے جن خطرات کا ادراک کیا تھا ان کے پیش نظر آپ کے موقف میں قطعاً لچک پیدا نہ ہوئی اور بالآخر آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں قرآن کریم ایک مدون شکل میں سامنے آیا۔

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی یہ محسوس کیا کہ اگر احادیث کو باقاعدہ منظم و مدون نہ کیا گیا تو کثیر افراد احادیث نبویہ کے فیضان سے محروم ہو جائیں گے۔ مستند اور ثقہ شخصیات کے موت کی آغوش میں چلے جانے کے باعث احادیث کی کثیر تعداد ان

Marfat.com

کے ساتھ ہی زمین میں دفن ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ نے اس عظیم مصدر تشریعی کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کی تدوین کی ضرورت محسوس کی اور عامل مدینہ حضرت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو 100ھ میں احادیث جمع کرنے کے لئے یہ حکم نامہ ارسال فرمایا۔

أنظر ماكان من حديث رسول الله ﷺ فاكتُبهُ فانى خفت دروس العلم وذهاب العلماء ولا تقبل الّا حديث النبى ﷺ وليفشوا العلم وليجلسوا حتّٰى يعلّم من لايعلم فانّ العلم لا يهلك حتّٰى يكون سرًا وكذالك كتب الى عما له فى امّهات المدن الاسلامية بجمع الحديث۔ (1)

''حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کو نہایت احتیاط سے لکھ دو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہیں علم کے آثار مٹ نہ جائیں اور علماء اس دارِ فانی سے رخصت نہ ہو جائیں اور رسول کریم ﷺ کے فرمان کے بغیر کسی کا قول قبول نہ کرنا۔ چاہئے کہ علماء علم کو پھیلائیں اور جو ناواقف ہیں ان کو سکھانے کے لئے بیٹھ جائیں کیونکہ علم اگر راز ہو جائے (یعنی صرف چیدہ چیدہ لوگ اس سے واقف ہوں) تو اس کی فنا یقینی ہے۔ اسی طرح آپ نے مملکت اسلامیہ کے مشہور شہروں کے والیوں کی طرف بھی حدیث جمع کرنے کے احکام صادر فرمائے۔''

اسی طرح ابو نعیم نے تاریخ اصبہان میں اپنی سند سے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے:

أنه كتب الى علماء الآفاق انظروا الى حديث رسول الله ﷺ فاجمعوه۔ (2)

1۔ سنت خیر الانام، ۱۴۰۔ ھکذا فی الوسیط والمنهل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف

2۔ الوسیط: ٦٦

Marfat.com

''کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ملک کے اطراف واکناف میں علماء کی طرف یہ لکھا کہ وہ احادیث نبویہ کو تلاش کریں اور انہیں جمع کریں۔''

لہٰذا آپ کے اس حکم نامہ کے بعد حدیث طیبہ کی عام تدوین کا آغاز ہوا اور ملک کے ہر حصہ میں بسنے والے مقتدر علماء نے احادیث جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ البتہ یہ بات محل غور ہے کہ آپ کے اس حکم پر سب سے پہلے لبیک کہنے کا شرف کسے حاصل ہوا اور تدوین حدیث کی اس عظیم مہم میں اولیت کی سعادت کسے نصیب ہوئی؟

تو اس بات پر تمام آئمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ سعادت سرزمین حجاز وشام کے مایہ ناز عالم امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری مدنی متوفی 124ھ کو حاصل ہوئی۔ آپ نے اس مقصد کے حصول کے لئے انتھک محنت کی اور حدیث طیبہ کی ایک کتاب بھی مرتب فرمائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کتاب کی نقول اطراف ملک میں ارسال کر دیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کی تالیف پر اظہار فخر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے ''اس علم کو میری طرح مجھ سے پہلے کسی نے بھی مدون نہیں کیا۔'' (1)

اسی طرح علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الباری میں تحریر کیا ہے ''صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کتابت حدیث کو ناپسند کرتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح انہوں نے احادیث اپنے حافظہ میں محفوظ رکھیں اسی طرح دوسرے لوگ بھی ان احادیث کو یاد کرلیں مگر جب ہمتیں پست ہوگئیں اور علماء علم کے ضائع ہو جانے سے ڈرنے لگے تو انہوں نے احادیث کو مدون کرلیا۔ اس ضمن میں سبقت کا شرف امام ابن شہاب زہری کو حاصل ہوا۔ آپ نے پہلی صدی ہجری کے اختتام پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حکم سے حدیثیں جمع کیں پھر تدوین وتصنیف کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور اس سے (ملت اسلامیہ) کو بڑا فائدہ پہنچا۔'' (2)

بعدازاں علم حدیث کی تصنیف وتالیف اور جمع وتدوین کا سلسلہ عام شروع ہوا اور ملک

1۔ علوم الحدیث: ٦٧
2۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ٩٧١ بحوالہ فتح الباری، جلد ١ صفحہ ٨١٥

Marfat.com

کے تمام بڑے بڑے شہروں میں آئمہ حدیث درس حدیث میں مصروف ہو گئے مثلاً مدینہ طیبہ میں حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ متوفی 151 ھ اور حضرت امام ابو عبد اللہ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ متوفی 179 ھ نے کتب تالیف کیں۔ ان میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ''المؤطا'' خاص طور پر قابل ذکر ہے جس میں آپ نے احادیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین کے فتاویٰ بھی جمع کر دیئے۔ مکہ مکرمہ میں ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج رحمۃ اللہ علیہ متوفی 150 ھ نے احادیث جمع کیں۔ شام میں ابو عمرو عبد الرحمٰن بن عمرو الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 156 ھ، کوفہ میں ابو عبد اللہ سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 153 ھ، واسط میں ہشیم بن بشیر سلمی واسطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 188 ھ، رَے میں جریر بن عبد الحمید متوفی 188 ھ اور خراسان میں عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفی 181 ھ نے احادیث کی تالیف و تدوین کا کام کیا۔ ان تمام کی جمع و تدوین کا انداز یہی تھا کہ احادیث کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ بھی ذکر کر دیتے تھے۔ یہ سلسلہ 200 ھ تک چلتا رہا اور اس دور میں مرتب ہونے والی کتابوں میں سے بہت کم کتب ہم تک پہنچیں مثلاً مؤطا امام مالک، مسند امام شافعی متوفی 204 ھ اور کتاب الآثار مؤلفہ محمد بن حسن شیبانی متوفی 189 ھ۔ (1)

تیسری صدی ہجری کے مشہور محدثین

بالعموم تو ایسے محدثین کی کثیر تعداد ہے جنہوں نے اس دور میں تدوین حدیث کے سلسلہ میں عظیم خدمات سرانجام دیں اور حدیث نبوی، اسماء الرجال اور علل حدیث کی پہچان میں اپنا نام پیدا کیا یہ مختصر کتابچہ ان کے تفصیلی ذکر کا تو متحمل نہیں البتہ ان میں سے چند مشاہیر کے اسمائے گرامی اور ان کا مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

نمبر 1۔ علی بن المدینی

آپ کا شمار ممتاز آئمہ حدیث میں تھا۔ اسماء الرجال اور علل حدیث میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے متعلق آپ کے اساتذہ میں سے حضرت سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۳۲۷

Marfat.com

قطعان فرماتے ہیں ''بخدا جس قدر علم وہ مجھ سے حاصل کرتے تھے اس سے کئی گنا زیادہ میں ان سے حاصل کرتا تھا۔'' حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی عظمت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں کہ ''علی بن المدینی کے سوا کسی اور کے سامنے مجھے اپنی بے مائیگی کا احساس نہیں ہوا'' آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں ان میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں:

کتاب الطبقات، کتاب اختلاف الاجزاء، کتاب العلل المتفرقہ اور کتاب مذاہب المحدثین وغیرہ۔ آپ کا وصال 234ھ میں سرمری کے مقام پر ہوا۔(1)

نمبر 2۔ یحییٰ بن معین

آپ کا شمار ان چار آئمہ حدیث میں ہوتا ہے جن پر حدیث نبوی کی قیادت وسیادت اختتام پذیر ہوئی۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام یحییٰ بن معین، حضرت امام علی بن المدینی اور حضرت امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کے اساتذہ میں حضرت عبداللہ بن مبارک، ابن عیینہ، ابن مہدی، ہشیم اور وکیع وغیرہ محدثین کے اسمائے گرامی شامل ہیں اور آپ کے تلامذہ میں ابوزرعہ رازی، ابوحاتم، امام بخاری، امام مسلم اور ابوداؤد رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے عظیم محدثین کا شمار ہے۔

تمام علماء نے آپ کی امامت وجلالت، نقد حدیث اور مہارت جرح وتعدیل پر اتفاق کیا ہے۔ روایت ہے کہ آپ نے قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور رب کریم کے حضور یہ التجا کی ''اے اللہ! اگر میں نے کسی ایسے شخص پر نقد وجرح کی ہو جو میرے نزدیک جھوٹا نہ ہو تو میری مغفرت نہ کر۔'' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے ارشاد فرمایا ''یحییٰ بن معین سے حدیث کا سماع شرح صدر کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کو حدیث ہی کے لئے پیدا کیا تھا۔ آپ دروغ پیشہ لوگوں کا جھوٹ ظاہر کر دیا کرتے تھے۔ جس حدیث کو یحییٰ نہیں پہچانتے وہ حدیث ہی نہیں۔'' علی بن المدینی فرماتے ہیں ''میں نے زندگی بھر یحییٰ جیسا شخص نہیں دیکھا'' آپ کا وصال 233ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔(2)

1۔ تہذیب الاسماء، جلد 1، صفحہ 315، معرفۃ علوم الحدیث: 17

2۔ ایضاً، صفحہ 156، الحدیث: 42

Marfat.com

نمبر 3۔ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو عظیم المرتبت اور جید آئمہ حدیث سے احادیث روایت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چند اسماء گرامی یہ ہیں: ابوالاحوص، عبداللہ بن مبارک، شریک، ہشیم، جریر بن عبدالحمید، وکیع، ابن علیہ، ابن مہدی، ابن القطان، ابن عیینہ اور زید بن ہارون وغیرہ۔

آپ کے تلامذہ میں امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، امام احمد بن حنبل، ابوزرعہ اور ابوحاتم رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ آئمہ حدیث کا شمار ہوتا ہے۔

ابوعبید قاسم بن سلام آپ کے بارے فرماتے ہیں ''چار علماء کی ذات پر علم حدیث ختم ہوگیا۔ ابوبکر طرق حدیث کے ماہر ہیں، احمد بن حنبل عظیم فقیہ ہیں، یحییٰ بن معین جامع عالم ہیں اور علی بن المدینی سب سے بڑھ کر فاضل ہیں۔'' صالح بن محمد کا قول ہے ''علل حدیث کے سب سے بڑھ کر ماہر علی بن المدینی ہیں۔ راویوں کے اسماء میں غلطیوں کو پہچاننے والے یحییٰ بن معین ہیں اور سب سے بڑھ کر حافظ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں۔'' آپ نے 335ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔(1)

نمبر 4۔ابوزرعہ رازی

آپ کا اسم گرامی عبید بن عبدالکریم ہے۔آپ مشہور حافظ حدیث تھے۔انہیں سات لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔ جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ملاقات کرتے تو صرف فرضی نمازوں پر ہی اکتفاء کرتے اور ابوزرعہ کے ساتھ مذاکرۂ حدیث کو نوافل کے قائم مقام تصور کرتے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی قوت حفظ کتنی اعلیٰ اور ضبط حدیث میں آپ کا مقام کس قدر بلند تھا۔آپ 364ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔(2)

نمبر 5۔ابوحاتم رازی

آپ کا اسم گرامی محمد بن ادریس بن منذر بن داؤد بن مہران ابوحاتم حنظلی رازی ہے۔

1۔تہذیب التہذیب، جلد ۶، صفحہ ۴۳۷

2۔تاریخ ابن کثیر، جلد ۱۱، صفحہ ۳۷، معرفۃ علوم الحدیث: ۷۵

Marfat.com

آپ عظیم حافظ اور علل حدیث اور جرح و تعدیل کے جید عالم تھے۔ آپ حدیث نبوی کی تلاش میں متعدد دیار و امصار میں سرگرداں رہے اور اپنے دور کے عظیم محدثین اور آئمہ حدیث سے درس حدیث لیا۔ آپ اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰن کو فرمایا کرتے تھے " میرے بیٹے! میں احادیث نبویہ کی تلاش میں پا پیادہ تین ہزار میل سے زیادہ سفر کر چکا ہوں۔ " آپ اپنے ہم عصر علماء حدیث کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کرتے " تم میں سے جو شخص ایسی حدیث بیان کرے جو مجھے یاد نہ ہو تو میں ہر حدیث کے عوض ایک درہم صدقہ کروں گا تو کوئی عالم بھی ایسی حدیث نہ بیان کر سکا حالانکہ حاضرین میں ابوزرعہ رازی بھی تھے۔ " محدث حاکم نے آپ کو فقہاء الحدیث میں شمار کیا ہے۔ آپ کا وصال 277ھ میں ہوا۔ (1)

نمبر 6۔ محمد بن جریر طبری

ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری 244ھ میں آمل میں پیدا ہوئے۔ بعد ازاں آپ بغداد میں سکونت پذیر رہے اور بالآخر یہیں 310ھ میں اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کو رخصت ہوئے۔ علم حدیث میں آپ کا شمار امام ترمذی اور نسائی کے طبقہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے امام بخاری و مسلم کے اساتذہ اور دیگر محدثین سے کسب فیض کیا اور آپ کے تلامذہ میں احمد بن کامل، محمد بن عبداللہ شافعی اور مخلد بن جعفر کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کی تصانیف میں " تاریخ الامم والملوک " بہت مشہور ہے اور آپ کی تفسیر قرآن بھی حد درجہ شہرت کی حامل ہے۔ ابوحامد اسفرائینی تفسیر ابن جریر کے بارے فرماتے ہیں " اگر کوئی شخص تفسیر ابن جریر حاصل کرنے کے لئے چین بھی جائے تو یہ کچھ زیادہ سفر نہیں ہے۔ " آپ نے تہذیب الآثار کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی لیکن اس کی تکمیل سے قبل ہی آپ کو پیغام اجل آ پہنچا۔ (2)

نمبر 7۔ ابن خزیمہ

آپ کا اسم گرامی محمد بن اسحاق ابوبکر بن خزیمہ نیشاپوری ہے۔ آپ نے حدیث نبوی

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۱۱، صفحہ ۵۹ 2۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۱۱، صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶، مفتاح السنۃ: ۳۳

Marfat.com

کے حصول کے لئے رَی، بغداد، بصرہ، کوفہ، شام اور مصر وغیرہ کا سفر کیا اور اسحاق بن راہویہ، محمد بن حمید، محمود بن غیلان، محمد بن ابان المستملی، اسحاق بن موسیٰ خطمی، ابوقدامہ سرخسی اور دیگر علمائے حدیث سے احادیث کا سماع کیا اور آپ سے احادیث روایت کرنے والوں میں امام بخاری، امام مسلم، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم اور یحییٰ بن محمد رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ جید آئمہ حدیث کے اسماء شامل ہیں۔ آپ کے بارے ابوالعباس بن سریج کا قول ہے کہ ''ابن خزیمہ کرید کرید کر حدیث نبوی سے نکتے نکالتے ہیں۔'' دارقطنی فرماتے ہیں ''ابن خزیمہ نہایت ثقہ امام اور عدیم النظیر محدث تھے۔'' حاکم نے آپ کو فقہائے حدیث میں شمار کیا ہے۔ ان کا قول ہے آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو چالیس سے بھی زائد ہے۔ ابن خزیمہ نے کتاب الصحیح مرتب کی ہے جو حدیث کی بلند پایہ کتاب ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''الفیہ'' میں لکھتے ہیں کہ صحیح ابن خزیمہ کا درجہ صحیح مسلم کے بعد ہے مگر اس کا اکثر حصہ معدوم ہو چکا ہے۔ آپ کا وصال 311ھ میں ہوا۔ (1)

نمبر 8۔ اسحاق بن راہویہ

آپ کا نام نامی اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم ابویعقوب حنظلی مروزی ہے۔ آپ کے والد ابراہیم کا لقب راہویہ تھا۔ اسی نسبت سے آپ ابن راہویہ کہلاتے تھے۔ آپ علم حدیث میں انتہائی بلند مقام رکھتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ عظیم فقیہ، حافظ، راست باز اور عابد وزاہد بھی تھے۔ آپ نے علم حدیث کی تلاش میں عراق وحجاز اور یمن و شام جیسے دور دراز ملکوں کا سفر کیا۔ آپ کے اساتذہ میں جریر بن عبدالحمید رازی، اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ اور وکیع بن جراح کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور آپ کے تلامذہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم، محمد بن نصر مروزی، امام ترمذی اور احمد بن سلمہ جیسے اسماء ہیں اور حفظ واتقان اور صداقت وامامت ضرب المثل کی حد تک مشہور تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں ''میں ایک لاکھ احادیث کو اس طرح جانتا ہوں جیسے ان کو دیکھ رہا ہوں ستر ہزار

1۔ معرفۃ علوم الحدیث: ۸۳، الطبقات الکبریٰ للشافعیہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۵

Marfat.com

احادیث مجھے نوک برزبان یاد ہیں۔" ابوداؤد خفاف کا قول ہے کہ "اسحاق بن راہویہ نے اپنے حافظہ کی مدد سے گیارہ ہزار احادیث ہمیں املاء کرائیں اور پھر پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہ کی۔"

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں "میں نے ابوزرعہ سے اسحاق بن راہویہ کے حفظ اسانید و متون کا تذکرہ کیا تو کہنے لگے میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔"

آپ کی ولادت 161ھ میں نیشاپور میں ہوئی اور 238ھ میں ستتر (77) سال کی عمر میں دعوت اجل کو قبول کرتے ہوئے رب کریم کے حضور حاضر ہو گئے۔ (1)

علاوہ ازیں اس دور کے محدثین میں امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، ابوداؤد، امام نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے تفصیلی حالات انشاء اللہ آگے بیان کئے جائیں گے۔

تیسری صدی ہجری کی مشہور کتب

اس صدی کی ابتداء میں کثیر مسانید تحریر کی گئیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1) مسند عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی متوفی 213ھ۔

(2) مسند حمیدی متوفی 219ھ۔

(3) مسند مسرد بن مسرہد البصری متوفی 228ھ۔

(4) مسند نعیم بن حماد الخزاعی متوفی 228ھ۔

(5) مسند اسد بن موسیٰ متوفی 212ھ۔

(6) مسند اسحاق بن راہویہ متوفی 238ھ۔

(7) مسند عثمان بن ابی شیبہ متوفی 279ھ۔

(8) مسند امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ۔

(9) مسند محمد بن مہدی متوفی 272ھ۔

1۔ تاریخ بغداد للخطیب، جلد ۶، صفحہ ۳۵۲

Marfat.com

(10) مسند کبیر از بقی بن مخلد متوفی 276ھ۔(1)

نوٹ:۔ مسانید میں اس امر کا اہتمام تو کیا گیا ہے کہ احادیث نبویہ اقوال صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ سے علیحدہ ہو جائیں مگر ان میں احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے ممتاز کرنے کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ اس لئے بعد ازاں آئمہ حدیث کو انہیں باہم تمیز دینے کے لئے خاصی جانفشانی سے کام کرنا پڑا۔ چنانچہ صحیحین اور سنن اربعہ تصنیف کی گئیں۔ یہ کتب بھی اسی دور کی تصنیفات ہیں۔ تفصیلی ذکر آگے آئے گا، انشاء اللہ۔

چوتھی صدی ہجری کے نامور محدثین

تیسری صدی ہجری کو یہ اعزاز اور شرف حاصل ہے کہ کتب حدیث میں سے صحاح ستہ اسی دوران منصۂ شہود پر آئیں۔ جن میں تقریباً تمام صحیح احادیث نقل کر دی گئیں۔ صحیح احادیث کو غیر صحیح سے ممتاز کرنے کا کام اسی صدی میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اسانید اور رواۃ حدیث پر نقد و جرح کا آغاز اسی صدی میں ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس دور میں صرف وہی احادیث قبول کی جاتی تھیں جنہیں آئمہ حدیث اپنے اساتذہ و شیوخ سے بلاواسطہ سنتے اگرچہ اس کے لئے انہیں کتنے ہی کٹھن اور مشکل مراحل سے کیوں نہ گزرنا پڑتا۔ آئمہ کرام کی انتھک محنت شاقہ کے سبب تیسری صدی کے اختتام تک کثیر کتب احادیث اطراف و اکناف عالم میں پھیل چکی تھیں۔ لہٰذا جب چوتھی صدی کا آغاز ہوا تو اگرچہ اس میں ایسے مستند محققین آئمہ حدیث کی کمی نہیں تھی جنہوں نے تحقیق و جستجو میں اپنے اسلاف کے وضع کردہ زریں اصولوں کو اپنایا اور انہی کے اسلوب پر عمل پیرا ہوئے لیکن اس کے باوجود یہ کہنا درست ہے کہ جہاں قبل ازیں حدیث کی قبولیت کا انحصار بلاواسطہ ذاتی سماعت پر تھا اب کتب اسلاف پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے احادیث اخذ کی جانے لگیں۔ اسی فرق کی بناء پر علماء نے تیسری صدی ہجری کے نقطہ اختتام کو متقدمین و متاخرین کے مابین حد فاصل قرار دیا ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے وہ آئمہ حدیث جن کی تحقیق و جستجو کا انداز تیسری صدی کے

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۴۹۲، الوسیط: ۶۸

Marfat.com

آئمہ سے مطابقت رکھتا ہے ان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

نمبر 1۔ امام حاکم

آپ کا اسم گرامی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ حاکم نیشاپوری ہے۔ آپ ابن البیع کے لقب سے معروف تھے۔ آپ کی تصنیفات میں مستدرک کے علاوہ العلل، الامالی، فوائد الشیوخ، امالی العشیات اور معرفۃ علوم الحدیث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کہا جاتا ہے آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار پانچ سو (1500) کے قریب ہے۔ طلب حدیث کے سلسلہ میں آپ نے عراق وحجاز کے طویل سفر طے کئے۔ آپ 359ھ میں نیشاپور کے قاضی مقرر ہوئے اور 405ھ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔(1)

نمبر 2۔ امام دارقطنی

آپ کا اسم گرامی علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن دینار بن عبداللہ ہے۔ آپ عظیم حافظ اور امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔ آپ نے کثیر اساتذہ سے احادیث کی سماعت کی اور پھر آپ سے بھی ایک کثیر تعداد مستفید ہوئی۔ آپ جرح وتعدیل، حسن تالیف اور وسعت روایت میں امام العصر تھے۔ آپ نے مستدرک لابی حاکم کی طرز پر ''الالزامات'' لکھی۔ علاوہ ازیں کتاب العلل اور کتاب الافراد بھی تحریر کیں مگر سب سے بڑھ کر شہرت کتاب السنن کو حاصل ہوئی۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں ''امام دارقطنی حدیث نبوی کے ساتھ قرأت، نحو، فقہ اور شعر میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے آپ عظیم امام عادل و ضابط اور صحیح العقیدہ تھے۔ آپ کا وصال 385ھ میں ہوا۔(2)

نمبر 3۔ ابن حبان

آپ کا نام ونسب محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد ابوحاتم البستی التمیمی ہے۔ یہ جلیل القدر حافظ حدیث تھے۔ آپ نے حدیث طیبہ کے سماع کے لئے طویل سفری صعوبتیں برداشت کیں اور دور دراز بلاد وامصار میں پہنچ کر متعدد شیوخ واساتذہ سے

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۱۱، صفحہ ۳۵۵، مفتاح السنۃ: ۷۱

2۔ تاریخ ابن کثیر، جلد ۱۱، صفحہ ۳۱۷

Marfat.com

حدیث کا سماع کیا۔ آپ کے بارے امام حاکم فرماتے ہیں "ابن حبان نہایت عقیل وفہیم تھے۔ آپ حدیث وفقہ اور لغت و وعظ کا مرکز ومحور تھے۔" خطیب بغدادی کہتے ہیں "ابن حبان بڑے ثقہ اور بلند پایہ شخص تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں "المسند الصحیح" بہت زیادہ مشہور ہے۔ اس میں آپ خود لکھتے ہیں کہ ہم نے قریباً ایک ہزار شیوخ سے حدیثیں روایت کی ہیں جو شاش اور اسکندریہ کے درمیان بود وباش رکھتے ہیں۔"

ابن حبان کی المسند الصحیح نہ تو فقہی ابواب پر مرتب ہے اور نہ ہی مسند کے انداز پر بلکہ مندرجہ ذیل پانچ اقسام میں منقسم ہے۔ اوامر، نواہی، اخبار، اباحات اور افعال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر ان میں سے ہر قسم کو چند انواع میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ کی کتاب سے استفادہ کرنا انتہائی مشکل ہے۔ چنانچہ متاخرین میں سے علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی 937ھ نے اس کو فقہی ابواب پر مرتب کیا اور اس کا نام "الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان" رکھا۔ ابن حبان کا وصال 354 میں ہوا۔ (1)

نمبر 4۔ طبرانی

آپ کا نام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی ہے۔ آپ نے تین معاجم تصنیف کی ہیں یعنی معجم کبیر، معجم صغیر اور معجم اوسط۔

نوٹ:۔ معجم حدیث کی وہ کتاب ہوتی ہے جس میں احادیث کو صحابہ، شیوخ یا ان کے دیار وبلاد کی ترتیب پر مرتب کیا جائے اور اس میں حروف تہجی کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

آپ نے معجم کبیر میں مسانید صحابہ کو حروف تہجی کے مطابق مرتب کیا مگر مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں شامل نہیں۔ آپ نے اسے ایک علیحدہ کتاب میں لکھا ہے۔ منقول ہے کہ معجم کبیر میں بیس ہزار پانچ سو احادیث ہیں۔ علماء جب معجم کا لفظ مطلق بولتے ہیں تو اس سے مراد یہی معجم کبیر ہی ہوتی ہے۔

1۔ لسان المیزان، جلد ۵، صفحہ ۱۱۲، تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۷۰

Marfat.com

معجم اوسط کو آپ نے اپنے شیوخ کے اسماء کی ترتیب پر مرتب کیا ہے جن کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔ اس میں تیس ہزار احادیث ہیں۔ یہ چھ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے۔ آپ اس کتاب کے بارے کہا کرتے تھے "کہ یہ میری روح ہے۔" آپ نے اس کی ترتیب میں بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیا تھا۔ امام ذہبی کہتے ہیں "اس کتاب میں عزیز اور منکر سبھی قسم کی احادیث ہیں۔"

معجم صغیر کی صرف ایک جلد ہے اس میں ایک ہزار شیوخ سے ایک ہزار پانچ سو احادیث مع اسانید منقول ہیں۔ آپ کا وصال 360ھ میں ہوا۔(1)

نمبر 5۔ ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی

آپ کا اسم گرامی ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی ہے۔ آپ تیسری اور چوتھی صدی کے عظیم محدث اور بے بدل فقیہ تھے۔ آپ کے متعلق امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وہ حدیث اور فقہ میں امام، علوم دینیہ کے ماویٰ اور احادیث نبویہ کے ملجاء تھے۔" اور حافظ ابوشیرازی کہا کرتے تھے کہ امام ابوجعفر طحاوی اصحاب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی ریاست کی منتہا ہیں۔ آپ چونکہ وادی نیل کے کنارے طحا نامی بستی میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے آپ طحاوی کہلاتے ہیں۔ ابتداء میں آپ نے اپنے ماموں ابوابراہیم مزنی سے فقہ شافعی پڑھی پھر 268ھ میں مصر جا کر وقت کے شہرہ آفاق استاذ ابوجعفر احمد بن ابی عمران موسیٰ بن عیسیٰ سے فقہ حنفی کی تحصیل شروع کی۔ یہ فقہ حنفی میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور دو واسطوں سے ان کا سلسلہ سند حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مل جاتا تھا یعنی احمد بن ابی عمران عن محمد بن سماعہ عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ نے علم حدیث جن اساتذہ کرام سے حاصل کیا ان میں سے چند معروف اسماء درج ذیل ہیں:

یونس بن عبدالاعلیٰ، قارون بن سعید ایلی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، بحر بن نصر، عیسیٰ

1۔ کشف الظنون، جلد ۲، صفحہ ۲۹۰

Marfat.com

بن مشرود، ابراہیم بن ابی داؤد، ابوبکر اور بکار بن قتیبہ وغیرہ۔

آپ کے تلامذہ میں ابومحمد عبدالعزیز بن محمد تیمی جوہری، حافظ احمد بن قاسم بن عبداللہ بغدادی، ابوالقاسم مسلمہ ابن القاسم بن ابراہیم قرطبی اوران جیسے کثیر علماء کا شمار ہوتا ہے۔

آپ کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے سبب تمام لوگ آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ حق گو، دلیر اور بے لاگ شخصیت کے مالک تھے۔ نتائج کی پرواہ کیے بغیر کلمہ حق کہتے اور پھر اس پر ڈٹ جاتے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، کلام، تاریخ، رجال اور مناقب وغیرہ تمام موضوعات پر کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں:

احکام القرآن، شرح معانی الآثار، مشکل الآثار، مختصر الطحاوی فی الفقہ، شرح الجامع الکبیر، شرح الجامع الصغیر، کتاب التاریخ الکبیر اور اخبار ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

بالآخر 321ھ میں آسمان علم وحکمت کا یہ روشن اور تابندہ ستارہ مخلوق خدا کی ظاہری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔(1)

چوتھی صدی ہجری کی مشہور تصانیف

(1) صحیح لامام الکبیر محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی 311ھ۔

(2) صحیح لابی عوانہ یعقوب بن اسحاق متوفی 316ھ۔

(3) مصنف الطحاوی الفقیہ الحنفی المحدث متوفی 321ھ۔

(4) المنتقی لقاسم بن اصبغ محدث اندلس متوفی 340ھ۔

(5) الصحیح المنتقی لابن سکن سعید بن عثمان بغدادی متوفی 353ھ۔

(6) صحیح لابی حاتم محمد بن حبان البستی متوفی 354ھ۔

(7) سنن لامام ابی الحسن الدارقطنی متوفی 385ھ۔

(8) مستدرک لامام ابی عبداللہ الحاکم متوفی 405ھ۔ علاوہ ازیں کثیر کتب حدیث

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۷۵

Marfat.com

منصۂ شہود پر آئیں۔

کثیر الروایت صحابہ کرام کا تعارف

ویسے تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تمام صحابہ کرام ہدایت و راہنمائی کا سرچشمہ اور روشن مینار ہیں۔ ان میں سے ہر ایک حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو مصدر ہدایت اور فیوض و برکات کا منبع و مخزن یقین کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر ایک کی محبت قابل دید اور بے مثال تھی مگر قبولیت اسلام میں تقدم و تاخر، شہر محبوب سے قرب و بعد اور کاروبار حیات کے مختلف النوع ہونے کے باعث آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت اور صحبت اختیار کرنے میں تمام یکساں اور مساوی نہیں بلکہ بعض کو یہ سعادت اندوز گھڑیاں اور لطف و عطا سے معمور لحات زیادہ میسر آئے اور بعض کو کم۔ یہی وجہ ہے بعض کو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان افروز اور قلب و روح کو حیات نو بخشنے والے ارشادات سماعت کرنے کے مواقع زیادہ میسر آئے اور بعض کو کم۔ اسی بناء پر ان نفوس قدسیہ پر مشتمل جماعت کے بعض افراد نے اپنے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کثیر مقدار میں روایت کئے ہیں اور بعض نے کم۔ درج ذیل سطور میں صحابہ کرام میں سے صرف ان چند سعادت مند اور صاحب شرف و کمال حضرات کا تعارفی خاکہ پیش کیا جائے گا جنہیں کثیر الروایۃ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

اسم گرامی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبولیت اسلام سے قبل عبد الشمس بن صخر کے نام سے پکارے جاتے تھے مگر جب انہیں حلقہ بگوش اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تو کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عبد الرحمٰن رکھا۔ آپ قبائل یمن میں سے قبیلہ دوس سے تعلق رکھنے کے سبب دوسی کہلاتے تھے۔ آپ کی والدہ امیمہ بنت صفیح بن الحارث بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھی۔

Marfat.com

کنیت کی وجہ تسمیہ

آپ کی کنیت ابو ہریرہ ہے۔ جو نام کی نسبت زیادہ مشہور و معروف ہے۔ اپنی کنیت کے بارے میں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

کنت ارعٰی غنم اھلی وکانت لی ھریرۃ صغیرۃ فکنت اضعھا بالّیل فی شجرۃ فاذا کان النھار ذھبت بھا معی فلعبت بھا فکنّونی اباھریرۃ۔ (1)

''میں اپنے گھر والوں کی بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا اور اس دوران میرے پاس بلی کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ جسے میں رات کے وقت کسی درخت کے پاس رکھ دیا کرتا تھا اور جب دن ہوتا تو اسے اپنے ساتھ لے جاتا اور اس سے کھیلتا رہتا تو اسی وجہ سے لوگوں نے میری کنیت ابو ہریرہ رکھ دی۔''

قبول اسلام

7ھ میں صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر کے درمیانی عرصہ میں آپ کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ جب آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خیبر سے فتح یاب ہو کر مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔ آپ نے مسجد نبوی کے صفہ میں سکونت اختیار کی اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن عاطفت سے وابستہ ہوئے کہ پھر جدا نہ ہوئے۔

اوصاف و اخلاق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حسن اخلاق کا پیکر اور عالی اوصاف سے متصف تھے۔ ظاہری اور باطنی کمالات سے مزین تھے۔ حسن صورت اور حسن سیرت کا اعلیٰ نمونہ تھے اور آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت عشق کی حد تک رکھتے تھے۔ آپ کے دل کا چین اور آنکھوں کی

1۔ جامع ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۳

Marfat.com

ٹھنڈک مشاہدہ جمال مصطفیٰ تھا۔ اسی لئے تو جب دیگر مہاجرین وانصار اپنے کاروبار حیات میں مصروف ہو جاتے تو آپ کبھی بھی بارگاہِ نبوت سے غیر حاضر نہ ہوتے۔ حتیٰ کہ صحبت نبوی کو اپنے لئے اس طرح لازم سمجھتے کہ کئی کئی دن اس کی خاطر فاقے سے گزار دیتے، کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے اور اور کبھی بھوک سے نڈھال ہو کر زمین پر لیٹ جاتے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بھوک سے نڈھال ہو کر صحابہ کرام کے راستہ میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے ان سے کچھ استفسار کیا۔ مقصود یہ تھا کہ وہ میری حالت دیکھ کر کھانے پینے کی کوئی چیز مہیا کر دیں گے مگر آپ نے اس جانب توجہ نہ فرمائی۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا مگر انہوں نے بھی توجہ نہ فرمائی۔ بعد ازاں تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دلوں کی کیفیات جاننے والے آقا تشریف لائے تو بھوک کی شدت کے سبب میرے چہرے کو اترا ہوا دیکھ کر فوراً ارشاد فرمایا کیا تو ابوہریرہ ہے؟ میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ساتھ لے کر اپنے کاشانہ اقدس پر تشریف لائے اور وہاں دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ پایا۔ اہل خانہ سے استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دودھ فلاں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ بھیجا ہے تو پھر اس غم خوار آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوہریرہ! اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ جب تمام اصحاب صفہ حاضر خدمت ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا ''خذ یا اباهريرة فأعطهم'' اے ابوہریرہ! یہ دودھ کا پیالہ لو اور ان تمام کو پلاؤ۔ پس میں باری باری تمام کو پلاتا رہا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے سر اقدس میری جانب اٹھایا اور فرمایا تم پیو۔ چنانچہ میں نے دودھ پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور پیو، میں نے مزید پیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے ابوہریرہ پیو۔ میں پیتا رہا حتیٰ کہ میں نے کہہ دیا قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں مزید کوئی گنجائش نہیں پاتا۔ پھر اس کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے جام اپنے دست مبارک میں لیا اور باقی ماندہ دودھ نوش فرما لیا۔ ''ناولتہ رسول اللہ ﷺ فرفع رأسہ لی متبسماً وقال اشرب فشربت فقال اشرب فشربت فمازال یقول اشرب فأشرب حتّٰی قلت والذی بعثک بالحق ما أجد مساغاً فاخذ فشرب من الفضلۃ۔''(1)

آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام فرماتے۔ بارہ ہزار تسبیحات ہر روز پڑھتے اور فرماتے میں اپنے گناہوں کے انداز سے تسبیح کرتا ہوں۔ آپ کی تسبیح وتہلیل کا یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو عثمان نہدی کا قول نقل کرتے ہیں ''کہ میں ابو ہریرہ کے یہاں کئی مرتبہ مہمان ٹھہرا۔ ابو ہریرہ، ان کی زوجہ محترمہ اور خادم رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا کرتے تھے تینوں میں سے ایک نماز پڑھتا اور پھر دوسرے کو بیدار کر دیتا یہاں تک کہ رات گزر جاتی۔''(2)

آپ کی امانت و دیانت کا مقام یہ تھا کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کا عامل مقرر کیا تو آپ واپسی پر دس ہزار (درہم یا دینار) ساتھ لائے۔ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اس مال کے بارے دریافت کیا تو آپ نے جواباً کہا ''گھوڑوں کے بچوں کو فروخت کر کے، کچھ عطیات اور کچھ غلاموں کے خراج سے وصول ہوا'' جب تحقیقات کی گئیں تو آپ کی بات حرف بحرف سچ ثابت ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دوبارہ بحرین کی ولایت کی پیشکش کی مگر آپ نے معذرت کی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ سے بہتر شخصیت نے عامل بننے کی خواہش کا اظہار کیا تھا'' تو ابو ہریرہ نے کہا ''وہ تو حضرت یوسف علیہ السلام خود نبی اور نبی کے بیٹے تھے اور میں امیمہ کا بیٹا ابو ہریرہ ہوں۔''

قوۃ حافظہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب غلامان مصطفیٰ کی صف میں شامل ہوئے تو آپ کی قوۃ حفظ

1۔ المنہل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف: ۲۰۳، ۲۰۴ 2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۳۶۶

Marfat.com

اور ذہانت اتنی مضبوط اور مستحکم نہ تھی کہ زبان مصطفیٰ سے نکلنے والے تمام ارشادات کو محفوظ کر سکے۔ جبکہ آپ کا اصحاب صفہ میں شامل ہونے اور ہمہ وقت بارگاہ مصطفوی میں حاضر رہنے کا بنیادی مقصد و مدعی ہی یہ تھا کہ آپ کو ارشادات نبویہ ازبر ہو جائیں۔ آپ تو حصول علم کے دلدادہ تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشادات سننے کے لئے بیتاب رہا کرتے تھے مگر ہوتا یہ تھا کہ آپ احادیث سنتے اور کچھ ہی دیر بعد وہ بھول جاتیں۔ یہ معاملہ آپ کے لئے حد درجہ باعث اضطراب و پریشانی تھا۔ بالآخر ایک دن اس کا اظہار اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ! اپنی چادر پھیلاؤ۔ میں نے چادر بچھا دی تو اس طبیب حاذق نے اپنے دست مبارک سے ایک چلو اس میں ڈالا اور کہا فرمایا اسے لپیٹ کر اپنے سینے سے لگا لو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد کوئی شئی بھی نہیں بھولا۔ حدیث طیبہ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قلت يا رسول الله انی اسمع منك حديثًا كثيرًا أنساه قال أُبسط رداء ك فبسطته قال فغرف بيديه ثم قال ضمه فضممته فما نسيت شيئًا بعدهٗ (1)

امام نسائی نے باب العلم میں بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند مسائل دریافت کئے تو آپ نے اسے فرمایا ابو ہریرہ سے پوچھیے۔ بعد ازاں آپ نے یہ واقعہ بیان کیا'' کہ ایک دن میں، ابو ہریرہ اور ایک اور مسجد میں بیٹھے ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ اسی اثناء میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس قدم رنجہ فرما ہوئے تو ہم خاموش ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کر رہے تھے جاری رکھیے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور میرے ساتھی نے ابو ہریرہ سے پہلے دعا مانگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری دعا پر امین کہی۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اور کہا:

1۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۱۸۲، ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۳

Marfat.com

اللّٰھم انی اسئلک ما سألک صاحبای واسئلک علمًا لاینسی فقال رسول اللہ ﷺ آمین فقلنا یا رسول اللہ نحن نسأل اللہ علمًا لاینسی فقال سبقکما بھا الغلام الدوسی۔ (1)

''اے اللہ! میرے ساتھیوں نے تجھ سے جو کچھ طلب کیا ہے میں وہ طلب کرتا ہوں اور تجھ سے ایسے علم کا طالب ہوں جو فراموش نہ ہونے پائے تو نبی کریم ﷺ نے اس پر امین فرمائی۔ تو پھر ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے نہ بھولنے والے علم کے خواستگار ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا دوسی لڑکا (ابوہریرہ) اس بات میں تم سے سبقت لے گیا۔''

اسی طرح اپنی یادداشت کے قوی اور مضبوط ہونے کا ذکر آپ اس طرح بھی فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کون ہے جو میری بات ختم کرنے تک چادر پھیلائے رکھے پھر اسے لپیٹ کر اپنے سینے سے لگالے تو پھر اسے سنی ہوئی بات کبھی نہ بھولے۔ یہ سن کر میں نے اپنی چادر بچھادی۔ جب آپ ﷺ کلام سے فارغ ہوئے تو میں نے اسے لپیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا۔ اس دن کے بعد آج تک کسی شئی کو نہیں بھولا۔ اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بایں الفاظ بیان کیا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ یوما ایکم یبسط ثوبہ فیاخذ من حدیثی ھذا ثم یجمعہ الی صدرہ فانہ لم ینس شیئا سمعہ فبسطت بردۃً علی حتّٰی فرغ من حدیثہ ثم جمعتھا الی صدری فمانسیتُ بعد ذالک الیوم شیئا۔ (2)

تو یہ اثر تھا آقا دو جہاں ﷺ کی نگاہ فیض رساں کا اور بارگاہ ربوبیت میں آپ کی دعا کی قبولیت کا، کہ آپ کی قوۃ حفظ اتنی مضبوط اور مستحکم ہوگئی کہ آپ نے اس خداداد فہم و

1۔ المنھل اللطیف: ۲۰۵

2۔ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۳۰۲

Marfat.com

فہراست کے سبب اتنی احادیث جمع کیں کہ کوئی دوسرا آپ کا ہم پلہ ثابت نہ ہوسکا۔ آپ ہمہ وقت احادیث یاد کرنے میں مصروف رہتے اور احادیث سننے کی لگن اور شوق حرص کی حد تک آپ پر غالب رہتا حتیٰ کہ اسی شوق کے اظہار میں ایک دن آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا آقا! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ کس کو حاصل ہوگی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا خیال تھا کہ آپ سے پہلے کوئی شخص یہ سوال نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ آپ حدیثوں کے بہت مشتاق ہیں۔ پھر فرمایا قیامت کے دن سب سے بڑھ کر میری شفاعت کی سعادت اس شخص کو نصیب ہوگی جو خلوص دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے گا۔ حدیث طیبہ کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی ھریرة انه قال قیل یا رسول الله من اسعد الناس بشفاعتك یوم القیمة قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لقد ظننت یا اباھریرة ان لا یسألنی عن ھذا الحدیث احد اوّل منك لما رأیت من حرصك علی الحدیث اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامة من قال لا اله الا الله خالصًا من قلبه أو نفسه۔ (1)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کثیر الروایۃ ہونے کا بنیادی سبب یہی خداداد ذہانت اور سماعت حدیث کے لئے قلبی میلان اور شوق فراواں تھا۔ علاوہ ازیں آپ کبار صحابہ کرام سے بھی استفادہ کرتے تھے اس لئے آپ کا علم کامل اور وسیع تھا۔

مرویات کی تعداد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) ہے۔ ان میں سے امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے مجموعی طور پر تین سو پچیس (325) احادیث صحیحین میں روایت کی ہیں۔ جبکہ انفرادی طور پر بخاری میں ترانوے (93) اور مسلم میں ایک سو چوراسی (184) احادیث درج ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر

1۔ عمدۃ القاری، جلد ۲، صفحہ ۱۲۵، باب الحرص علی الحدیث

Marfat.com

اصحاب سنن نے اپنی کتب میں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں آپ کی مرویات کا ذکر کیا ہے اور ابو اسحاق ابراہیم بن حرب عسکری متوفی 282ھ نے مسند ابی ہریرۃ کے نام سے آپ کی مرویات کو جمع کیا ہے۔(1)

آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق آپ سے روایت کرنے والے صحابہ اور تابعین کی تعداد تقریباً آٹھ سو ہے۔ جن میں جید صحابہ کرام اور تابعین کے اسماء گرامی شامل ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم صحابہ کرام میں سے مشہور و معروف ہیں اور تابعین میں سے آپ کے داماد حضرت سعید بن المسیب، عبداللہ بن ثعلبہ، عروہ بن زبیر، قبیصہ بن ذویب، سلمان الاغر، سلمان بن یسار، عراک بن مالک، سالم بن عبداللہ، حضرت عبدالرحمن کے دونوں صاحبزادے ابوسلمہ اور حمید، محمد بن سیرین، عطا بن ابی رباح، عطا بن یسار، عمرو بن دینار، ہمام بن منبہ، قاضی مدینہ عمر بن خلدہ اور ابو ادریس خولانی وغیرہم جیسے کثیر صاحب مرتبہ افراد کے اسماء آتے ہیں۔(2)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشاہیر امت کی نظر میں

آپ کی مدح و تعریف میں کثیر اقوال موجود ہیں جن سے آپ کے ضبط واتقان اور ائمہ حدیث کے نزدیک ثقاہت کی حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے اور ان لوگوں کے بغض باطنی کی کلعی کھل جاتی ہے جنہوں نے آپ کی کثرت روایت یا ذات کے حوالے سے بے جا تنقید کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چند اقوال کا مطالعہ آپ بھی فرمائیے:

(1) حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لاشك انه سمع مالم نسمع۔

1۔ المنہل اللطیف، ۲۰۷، تاریخ حدیث ومحدثین: ۱۸۶

2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۱/ ۳۷، مطالعہ حدیث: ۱۵۰

Marfat.com

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ کچھ سنا جو ہم نے نہیں سنا۔''

(2) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان ابوهريرة جريئًا على النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسأله عن الاشياء لا نسأله عنها۔

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی باتیں پوچھنے کی جرأت کرتے جو ہم نہیں کر سکتے تھے۔''

(3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہم سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و رفاقت کا شرف حاصل تھا وہ ہم سے بڑے حافظ حدیث تھے۔''

(4) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل اور احادیث رسول کا زیادہ علم رکھتے تھے۔''

(5) حضرت ابوصالح السمان فرماتے ہیں:

کان ابوهريرة من احفظ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں سب سے زیادہ حدیث کو یاد رکھنے والے تھے۔''

(6) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

أبوهريرة احفظ من روى الحديث فی دهره۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمام ہمعصر راویان حدیث سے بڑھ کر حافظ تھے۔''

(7) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ''آٹھ سو اہل علم نے ابوہریرہ سے حدیثیں روایت کیں یہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ تھے۔''

(8) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی سعید بن ابی الحسن کا قول ہے ''اصحاب رسول میں سے کسی کو ابوہریرہ سے زیادہ حدیثیں یاد نہ تھیں''۔

Marfat.com

(9) امام حاکم فرماتے ہیں ''ابوہریرہ سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔''

(10) محدث ابونعیم کا قول ہے ''ابوہریرہ احادیث کے عظیم حافظ تھے۔

(11) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ''جملہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ابوہریرہ سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔''

(12) حافظ ابن کثیر کا قول ہے:

كان ابوهريرة من الصدق والديانة والعبادة والزهادة والعمل الصالح على جانب عظيم۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صدق، دیانت، عبادت، زہد اور عمل صالح میں عظیم مقام پر فائز تھے۔''(1)

وصال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سینتالیس (47) برس تک زندہ رہے اور احادیث نبویہ کی اشاعت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ بالآخر 57ھ میں اٹھہتر (78) برس کی عمر پا کر اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف عازم سفر ہوئے۔ آپ لقاءِ الٰہی کے اتنے مشتاق تھے کہ جب مروان آپ کی مرض الموت میں بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوا اور آپ کی صحت یابی کے لئے دعا کی تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ التجاء کی:

اللّٰهم انّی احب لقآءَك فاحبب لقآئی۔

''اے اللہ! میں تیری ملاقات کا خواہشمند ہوں تو میری ملاقات پسند فرما۔''

آپ کی نماز جنازہ ولید بن عقبہ نے پڑھائی۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی بعد ازاں آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

1۔ مطالعہ حدیث، ۱۵۱، ۱۵۲، تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۱۷

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن خطاب بن نفیل عدوی ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی زینب بنت مظعون بن حبیب حجمی ہے۔ آپ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

قبول اسلام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ولادت باسعادت بعثت نبوی سے دو تین سال بعد ہوئی جب آپ کی عمر دس سال ہوئی تو آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور قبولیت اسلام کے شرف سے سعادت اندوز ہوئے۔ آپ کا شمار کثیر الروایۃ اور فقہاء صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ نیز آپ عبادلہ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ عبادلہ اربعہ سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ہیں۔

ذہانت وفطانت

آپ بچپن سے ہی فہم کامل اور ذہن رسا کے مالک تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ درجہ کی ذہانت وفطانت میں سے حظ وافر عطا فرما رکھا تھا۔ ایک دفعہ آپ دیگر صحابہ کرام کی معیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

ان من الشجر شجرة لا یسقط ورقها وانها مثل المسلم فحدثونی ما هی؟ قال عبداللہ فوقع فی نفسی انها النخلة ووقع الناس فی شجر البوادی ثم قالوا ما هی یا رسول اللہ؟ قال النخلة۔(1)

1۔ المنہل اللطیف: ۲۱۰

Marfat.com

''ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے۔ بیشک وہ مسلم کی مثل ہے۔ بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فوراً عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے گمان کے مطابق وہ کھجور کا درخت ہے۔ جبکہ دیگر صحابہ کرام کے ذہنوں میں ایک اور جنگلی درخت کا تصور آیا۔ پھر انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (خود ہی نظر التفات فرمائیں اور بتائیے وہ کونسا درخت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔''

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رب کریم نے آپ کو دور رس اور تیز رو ذہن عطا فرمایا تھا کہ جہاں ابھی دیگر صحابہ کرام کے ذہن نہیں پہنچ سکے تھے۔ آپ کی ذہانت نے اسے فوراً پا لیا اور عین منشاء مصطفوی کے مطابق جواب عرض کیا۔ علاوہ ازیں آپ علم کے بحر عمیق کے غواص تھے اور ارشادات نبوت حفظ کرنے کے بے حد متمنی تھے۔ اسی بناء پر آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے کی سعادت آپ کو حاصل ہے۔

عبادت وتقویٰ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا شمار صائم النہار اور قائم اللیل صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت وعقیدت کے سبب آپ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ اور زہد وورع سے متصف تھے۔ امانت و دیانت، شرافت وصداقت، تواضع وانکساری، حلم و بردباری اور شجاعت جیسے دیگر اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ سے آپ آراستہ ومزین تھے۔

آپ کی عبادت کا تذکرہ حضرت نافع ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

انه كان يحيى الليل بالصلوٰة ثم يقول يا نافع أسحرنا؟ فاقول لا۔ فيعاود الصلوٰة ثم يقول يا نافع أسحرنا؟ فاقول نعم فيقعد فيستغفر ويدعو حتى يصبح۔ (1)

1۔ المنہل اللطیف: ۲۱۱

Marfat.com

''کہ آپ رات کے وقت نماز پڑھتے رہتے تھے پھر فرماتے اے نافع! کیا سحری کا وقت ہو چکا ہے میں عرض کرتا نہیں۔ تو پھر نماز میں مصروف ہو جاتے۔ کچھ دیر کے بعد پھر فرماتے اے نافع! کیا سحری کا وقت ہو چکا ہے تو میں عرض کرتا جی ہاں۔ تو پھر آپ بیٹھ جاتے، استغفار کرتے اور صبح ہونے تک دعا مانگتے رہتے۔''

زہد و ورع اور دنیوی حسن و جمال کی طرف توجہ نہ کرنے میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے دنیا کو پایا ہو اور پھر اس کی طرف میلان نہ کیا ہو'' اسی طرح آپ ہی یہ بھی فرماتے ہیں:

اذا سرکم ان تنظروا الی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یغیروا ولم یبدلوا۔ فانظروا الی ابن عمر۔

''جب تمہارے لئے ان اصحاب رسول کی طرف دیکھنا خوشی کا باعث ہو جن میں کوئی تغیر و تبدل رونما نہیں ہوا تو ابن عمر کی طرف دیکھو۔''

خشیت الٰہی کی کیفیت یہ تھی کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کرتے:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔

''کیا مومنوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دلوں میں خشیت الٰہی پیدا ہو۔''

تو آپ بے اختیار رونے لگ جاتے اور اتنا کثرت سے روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ الختصر انفاق فی سبیل اللہ، خوف الٰہی اور محبت رسول جیسے اوصاف آپ کی سیرت وصورت کا جمال اور حسن تھے۔

مرویات کی تعداد

ائمہ محدثین کی روایت کے مطابق آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو

Marfat.com

تیس (2630) ہے۔ ان میں سے ایک سو ستر (170) احادیث امام بخاری اور مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ دونوں نے مجموعی طور پر صحیحین میں نقل کی ہیں۔ جبکہ انفرادی طور پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اکاسی (81) اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اکتیس (31) احادیث اپنی اپنی کتب میں بیان کی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلاواسطہ احادیث روایت کرنے کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق، والد محترم حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، چچا حضرت زید بن خطاب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت صہیب، حضرت رافع بن خدیج، اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ہمشیرہ اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور متقدر صحابہ کرام سے بھی احادیث روایت کیں۔

اسی طرح آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت اغر فرنی تابعین میں سے آپ کے چاروں صاحبزادے حضرات بلال، حمزہ، سالم، اور عبداللہ، آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم ان کے دونوں بیٹے حضرت زید اور خالد اور حضرت عروہ بن زبیر کے علاوہ دیگر اکابر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اصح ترین سند سلسلۃ الذہب کہلاتی ہے اور وہ یہ ہے ''عن مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر'' اور بعض روایات کے مطابق ''الزهری عن سالم عن أبيه عبد الله بن عمر'' کی سند بھی اسی سلسلہ میں شامل ہے۔

وصال

آپ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اور ایک دنیا آپ کے فیضان جود وعطا اور علم ومعرفت سے فیض یاب ہوتی رہی۔ بالآخر 73ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد علم وحکمت کا یہ نیر تاباں خلق خدا کی

Marfat.com

نظروں سے روپوش ہو گیا۔ سبب وصال یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ شجاعت و بہادری کا پیکر ہونے کے سبب حق بات سرعام کہنے سے قطعاً نہیں گھبراتے تھے۔ اس لئے حجاج کو آپ سے مخاصمت تھی۔ چنانچہ اس نے خفیہ تدبیر کے سبب زہر آلود نیزے سے آپ کا پاؤں زخمی کروا دیا جس کے سبب آپ اس جہان فانی کو داغ مفارقت دے گئے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سالم کو وصیت فرمائی کہ مجھے حدود حرم سے باہر دفن کیا جائے مگر آپ بوجوہ اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ چنانچہ نماز جنازہ کے بعد آپ کو حرم پاک کی حدود میں مہاجرین کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی اور نسب اس طرح ہے حضرت انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار مدنی۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی ام سلیم بنت ملحان ہے۔ آپ کی کنیت ابوحمزہ ہے اور ابوثمامہ انصاری کے نام سے بھی آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔

بارگاہ نبوت میں حاضری

آپ کی عمر ابھی دس سال اور چند ماہ تھی کہ آپ کی والدہ محترمہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدمت کے لئے غلام حاضر ہے۔ آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت و پیار سے آپ کو شرف قبول عطا فرما لیا اور پھر حسن تربیت اور رأفت و رحمت سے ایسا گرویدہ بنایا کہ پھر وہ آپ علیہ السلام کے خالق حقیقی سے وصال کی گھڑیوں تک اپنے بخت کو اوج کمال پر پہنچانے کے لئے نو سال سے زائد عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہے۔ چونکہ آپ کو کاشانہ نبوت میں پروان چڑھنے اور اپنی زلف سنوارنے کی سعادت نصیب ہوئی اس لئے آپ کو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے گھریلو معمولات کا مشاہدہ کرنے کے مواقع بھی میسر آئے جو عام

Marfat.com

نگاہوں سے اوجھل اور مخفی تھے۔ اس لئے آپ نے حتی المقدور اپنے افعال واعمال کو اپنے مربی اور رحمۃ للعالمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں ڈھالنے کی پوری کوشش کی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے بارے فرماتے ہیں "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس کی نماز اُم سلیم کے بیٹے (انس) سے زیادہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے ملتی جلتی ہو۔" اور ابن سیرین نے کہا "انس حضر و سفر میں سب لوگوں سے بہتر نماز پڑھا کرتے تھے۔" (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک طویل مدت تک کریم آقا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رہ کر دونوں جہاں کی نعمتیں سمیٹنے کا شرف حاصل رہا۔ اس دوران آپ کو یہ اعزاز حاصل رہا کہ آپ دیگر گھریلو امور میں خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مقدس اٹھانے اور وضو کے لئے پانی پیش کر کے اپنی سرفرازی اور بلندی اقبال کا سامان کرتے رہے۔ اس اثناء میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی محبت و شفقت اور رأفت و رحمت سے نوازا کہ دنیائے انسانیت اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی "اُف" تک نہیں کہا اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو "تم نے ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہیں کیا۔" اسی خدمت اور مصاحبت کے سبب آپ میں ان اوصاف و کمالات کا ظہور ہوا جن کی وجہ سے آپ کی شخصیت میں متانت و وقار۔ آپ کی سیرت میں صداقت و جمال اور دیگر صحابہ کرام کی نگاہوں میں آپ کو وجاہت و اعتماد حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کا عامل بنانے کے لئے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے آپ سے فرمایا "انس ایک دانا اور پڑھا لکھا نوجوان ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے اس میں زہد و تقویٰ کے اوصاف پیدا ہو گئے ہیں۔" (2)

خصوصی دعا

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خصوصی دعا سے نوازا۔ آپ کی والدہ نے آپ کو بارگاہِ

1۔ علوم الحدیث: ۲۶۱ 2۔ ایضاً

Marfat.com

نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرتے ہوئے عرض کی:

یارسول اللہ خادمك أنس ادع اللہ لہ فقال اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ وبارك لہ فیما اعطیتہ۔ (1)

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کا خادم انس ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لئے دعا فرمائیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب کریم کے حضور یہ التجا کی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت فرما اور جو کچھ تو نے اسے عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما۔''

ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

اللّٰھم اکثر مالہ وولدہ وادخلہ الجنۃ۔ (2)

''اے اللہ اس کے مال واولاد میں کثرت فرما اور اسے جنت میں داخل فرما۔''

رب کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کو شرف قبول بخشا اور آپ کو ایک سو تین برس کی طویل عمر عطا فرمائی اور آپ کی اولاد میں اتنی برکت پیدا فرمائی کہ انہیں اپنے خاندان میں تقریباً ایک سو بچوں سے نظریں ٹھنڈی کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے:

فقد رأیت اثنتین وانا ارجو الثالثۃ۔ (3)

''کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے تین چیزوں کی دعا فرمائی تھی دو کو میں نے زندگی میں پالیا اور تیسری کے بارے مجھے یقین ہے ضرور حاصل ہوگی۔''

اسی طرح ایک دن بنفس نفیس شفیع المذنبین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ملتمس ہوئے:

خویدمك انس، اشفع لہ یوم القیامۃ قال انا فاعل۔

''آپ کا خویدم انس حاضر ہے قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمائیے تو

1۔ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۲۹۸، ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲
2۔ المسلسل اللطیف: ۲۲۰
3۔ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۲۹۹، جامع ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا۔"

تو پھر آپ نے عرض کی میں آپ کو کہاں تلاش کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا پل صراط کے پاس اگر مجھے پالے تو فبہاورنہ میزان کے پاس اگر تو مجھے وہاں پائے تو بہتر ورنہ میں اپنے حوض کے پاس ہوں گا۔ میں ان تین مقامات سے غیر حاضر نہیں ہوگا۔" فأین اطلبک قال عند الصراط فان وجدتنی والا فانا عند المیزان فان وجدتنی والا فأنا عند حوضی، لا اخطئ هذه الثلاثة المواضع۔"(1)

مرویات کی تعداد

کثیر الروایۃ صحابہ کرام میں آپ کا شمار تیسرے نمبر پر ہوتا ہے۔آپ کی روایت کردہ کل احادیث دو ہزار دو سو چھیاسی (2286) ہیں۔ ان میں سے ایک سو اڑسٹھ (168) احادیث امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں نے صحیحین میں نقل کی ہیں۔ جبکہ انفرادی طور پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تراسی (83) احادیث اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اکہتر (71) احادیث روایت کی ہیں۔(2)

آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے بلا واسطہ احادیث روایت کرنے کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت ثابت بن قیس بن شماس، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، اپنی والدہ محترمہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

اسی طرح آپ سے بھی احادیث روایت کرنے والی صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت ہے جن میں سے درج ذیل اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ، حضرت سلیمان التیمی، حضرت ابو قلابہ، حضرت ابو مجلز، حضرت عبدالعزیز بن صہیب، حضرت اسحاق بن ابی طلحہ، حضرت ابوبکر بن عبداللہ، حضرت قتادہ، حضرت ثابت بنانی،

1۔المنہل اللطیف: ۲۲۰ 2۔علوم الحدیث: ۳۶۰، تاریخ حدیث ومحدثین: ۱۸۹، ۱۹۰

Marfat.com

حضرت حمید الطویل، حضرت محمد بن سیرین، حضرت انس بن سیرین، حضرت یحییٰ بن سعید انصاری اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم۔(1)

وصال

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد تراسی (83) برس تک بقید حیات رہے۔ آپ کو اس دوران احادیث نبویہ کے اخذ و استفادہ اور نشر و اشاعت کے مواقع خوب میسر آئے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کو علم و عمل کے زیور سے خوب آراستہ کیا۔ بالآخر 93ھ میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حجاج کے اذیت ناک سلوک سے تنگ آ کر بصرہ کو اپنا مسکن بنالیا تھا اس لئے بصرہ میں صحابہ کرام میں سب سے آخر وصال فرمانے والے آپ ہی ہیں۔ جب آپ خالق حقیقی سے جا ملے تو مورّق عجلی نے کہا آج سے نصف علم رخصت ہو گیا۔ جب ان سے پوچھا گیا اے ابوالمغیرہ یہ کیسے ہوا؟ تو انہوں نے کہا جب کوئی بدعتی شخص حدیث کے بارے ہماری مخالفت کرتا تو ہم کہتے آؤ اس شخص کے پاس جس نے یہ حدیث خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے۔(2)

حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

آپ کا اسم گرامی عائشہ ہے سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر الصدیق ''عبداللہ'' بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ آپ کی والدہ محترمہ اُم رومان بنت عامر بن عویمر کنانیہ ہیں۔

ولادت باسعادت

حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

1۔ المنہل اللطیف: ۲۱۸ 2۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۱۹۰، علوم الحدیث: ۳۶۲

Marfat.com

بعثت کے دو سال بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر چھ برس ہوئی تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حبالہ عقد میں آنے کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے تو ایک روایت کے مطابق ہجرت کے پہلے سال اور دوسری کے مطابق غزوہ بدر کے بعد ہجرت کے دوسرے سال کاشانہ نبوت کو زینت بخشنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر نو برس تھی۔

آپ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات میں سے صرف آپ ہی باکرہ تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے انتہائی محبت و رأفت سے پیش آتے اور آپ کی ہر خواہش پوری فرماتے تھے۔ اس کا بنیادی سبب وہ کثیر اوصاف وکمالات تھے جو اُم المومنین کی ذات میں پائے جاتے تھے۔

علمی مقام

چونکہ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے رشتہ محبت وازدواج میں منسلک تھیں اس لئے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت وصحبت سے حظ وافر حاصل ہوا اور اس پر طرہ یہ کہ آپ ذہانت وفطانت، فہم وبصیرت اور علمی شوق و شغف میں مثالی حیثیت رکھتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ شعر، لغت، طب، انساب اور ایام العرب کے علاوہ علوم حدیث اور علوم قرآن میں کامل دسترس اور ید طولیٰ رکھتی تھیں۔ حتیٰ کہ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہو جاتا تو وہ آپ کی طرف رجوع کرتے۔ جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَما اشکل علینا امر فسالنا عنه عائشة الا وجدنا عندها فیه علما۔

"جب ہمارے درمیان کسی معاملہ میں اشکال واختلاف پیدا ہو جاتا تو ہم اس کے بارے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرتے تو آپ کے پاس ہم اس کا حل پالیتے۔"

Marfat.com

آپ کے علمی مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لو جُمِعَ علمُها الی علم جمیع امہات المؤمنین وعلم جمیع النسآء لکان علمها افضل۔

''اگر حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علم کا موازنہ دیگر ازواج امہات المؤمنین اور تمام عورتوں کے علم سے کیا جائے تو یقیناً آپ کا علم ان تمام سے افضل ہے۔''

اسی طرح حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''میں نے کسی کو طب وشعر اور فقہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں دیکھا'' اور حضرت مسروق تابعی فرماتے ہیں ''میں نے اکابر صحابہ کرام کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تقسیم وراثت کے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔''(1)

الغرض آپ علم کا ایک بحر ذخار تھیں جس میں مقتدر صحابہ وتابعین نے غواصی کرتے ہوئے علم کے موتی چنے۔ آپ مطلع علم کا ایسا چمکتا دمکتا آفتاب تھیں جس کی نورانی کرنوں سے قلوب واذہان منور ہوئے اور آپ آسمان علم وحکمت کا وہ بدر منیر تھیں جس کی ضوفشانی سے بے علمی، شکوک واوہام اور تضاد واختلاف کی تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے:

ان ربع الاحکام الشرعیۃ منقولۃ عنها رضی اللہ عنها۔ (2)

''بیشک احکام شرعیہ کا ایک چوتھائی آپ رضی اللہ عنہا سے ہی منقول ہے۔''

انہی اوصاف کی بناء پر سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی آپ کو سلام پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ (رضی اللہ عنہا) خود بیان فرماتی ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا یا عائشۃ! هذا جبریل یقرء علیك السلام قالت فقلت وعلیه السلام ورحمۃ اللہ وبرکاته۔ (3)

1۔ المنہل اللطیف: ۲۲۹۔ ۲۳۰، علوم الحدیث: ۳۶۲، تاریخ قرآن وحدیث: ۱۹۱ 2۔ ایضاً: ۲۲۶

3۔ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۲۸۷، ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۶

Marfat.com

''ایک دن آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہہ رہے ہیں تو میں نے جواباً کہا ان پر بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔''

مرویات کی تعداد

کثیر احادیث بیان کرنے کے سبب کثیر الروایۃ صحابہ کرام میں آپ کا شمار چوتھے درجے میں ہوتا ہے۔ آپ کی مرویات کی کل تعداد دو ہزار دو سو دس (2210) ہے ان میں سے ایک سو چوہتر (174) احادیث امام بخاری اور مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ نے صحیحین میں نقل کی ہیں۔ جبکہ انفرادی طور پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (54) اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے چونسٹھ (64) احادیث روایت کیں ہیں۔

آپ نے یہ احادیث حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اپنے والد محترم سیدنا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہیں۔ اسی طرح آپ سے بھی صحابہ اور تابعین کی کثیر تعداد کو احادیث روایت کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ ان میں حضرت عمر فاروق، آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت زید بن خالد، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت سائب بن یزید، حضرت صفیہ بنت شیبہ، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عوف بن حارث، حضرت علقمہ بن قیس، حضرت مسروق بن اجدع، حضرت عمرو بن میمون، حضرت قاسم اور عبداللہ پسران محمد بن ابی بکر، حضرت ابوسلمہ عبدالرحمٰن، حضرت ابوائل، حضرت عائشہ بنت سلمہ، حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور حضرت حفصہ بنت سیرین رضی اللہ عنہم کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

وصال

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو اس وقت

Marfat.com

آپ اپنی عمر مستعار کی اٹھارہ (18) بہاریں گزار چکی تھیں۔ بعد ازاں انتالیس (39) سال تک آپ کے فیوض و برکات اور علوم و معرفت کا فیضان جاری رہا اور ایک جہان آپ کے علم و آگہی سے قلب و روح کی تسکین کا سامان کرتا رہا۔ بالآخر خلیفۃ الرسول کی نور عین، رحمۃ للعالمین کی محبوب ترین رفیقہ حیات اور تمام مؤمنین کی وہ ماں جس کی طہارت و صداقت کی شہادت خود قرآن نے دی، جرأت و ہمت کا پیکر اور مجتہدانہ بصیرت سے آراستہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رمضان المبارک کے سترہ دن گزرنے کے بعد منگل کی شب 57ھ میں اس جہاں رنگ و بو کو خیر باد کہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا اعزاز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا اور پھر جنت البقیع میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

نام و نسب

آپ کا اسم گرامی عبداللہ ہے اور رشتہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اُم المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث کے بھانجے بھی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خوش بخت اور ازلی سعادتوں سے معمور ہیں۔ آپ کی بلند اقبالی اور اعلیٰ درجہ کی ذہانت و فطانت کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت دی جبکہ ابھی آپ شکم مادر میں تھے۔ آپ خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ مجھے میری والدہ محترمہ اُم فضل بنت حارث نے بتایا کہ ایک مرتبہ آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حجر میں تشریف فرما تھے کہ میرا گزر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا۔ جب میں حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے فرمایا "انک حامل بغلام" (اے اُم فضل! تو ایک بچے سے حاملہ ہے۔) میں نے جواباً عرض کی "کیف وقد تحالفت قریش لایولدون

Marfat.com

النساء؟'' (یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جبکہ قریش نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ عورتوں سے بچے نہیں پیدا کریں گے) تو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ھو ما اقول لك فاذا وضعتیه فائتینی بہ'' (کہ وہی کچھ ہوگا جو میں تجھے کہہ رہا ہوں جب تو اسے جنم دے تو اسے میرے پاس لے آنا۔)

فَلَمَّا وَضَعتهُ اتیتُ النبیﷺ فسماہ عبداللہ ثم قال:
اذھبی بہ فلتجدینہٗ کیسًا۔ (1)

''چنانچہ جب میں نے اُسے جنم دیا تو میں اسے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ تو آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا پھر فرمایا اسے لے جاؤ تم اسے انتہائی عقلمند اور حکیم و دانا پاؤ گی۔''

ولادت اور علمی مرتبہ

اصح قول کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی اور جب حضور نبی رحمت ﷺ نے اس دارِ فانی سے رخت سفر باندھا تو اس وقت آپ کی عمر صرف تیرہ برس تھی۔ گویا انتہائی صغرسنی کے عالم میں مختصر وقت کے لئے آپ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی معیت نصیب رہی مگر چونکہ حضور نبی رحمت ﷺ کے ساتھ آپ کا نسبی تعلق اور رشتہ بھی تھا۔ اس لئے آپ کو اکثر اوقات کاشانۂ نبوت میں آمد و رفت کے مواقع میسر آتے تھے۔ جن سے آپ نے خوب استفادہ کیا اور اپنے آپ کو چار چاند لگائے اور اپنے طبعی علمی ذوق کے سبب اپنے آپ کو حضور نبی رحمت ﷺ کی خصوصی شفقت و دعا کا مرکز بنالیا۔ چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ فی بیت میمونۃ فوضعت لہ وضوًا فقال اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل (2)

''رسول اللہ ﷺ ایک رات حضرت اُم المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف

1۔ المنہل اللطیف: ۲۳۰
2۔ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۲۹۸

Marfat.com

فرماتے۔ میں نے آپ کو وضو کرانے کی سعادت حاصل کی تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی ''اے اللہ! اسے دین کی فقاہت عطا فرما اور تاویل (تفسیر قرآن) کا علم عطا فرما۔''

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو آپ ہی کی سند سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

قال ضمنی النبی ﷺ الی صدرہٖ وقال ''اللّٰھم علمہ الحکمۃ'' وفی روایۃ اللّٰھم علّمہُ الکتاب(1)

''کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے ملایا اور رب کریم کی بارگاہ میں یہ التجا کی ''اے اللہ! اسے حکمت و دانائی کے علم سے نواز دے'' اور ایک روایت میں ہے اے اللہ! اسے کتاب (قرآن مجید) کی فہم و بصیرت عطا فرما۔''

چنانچہ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے آپ میں تحصیل علم کا ذوق و شوق وارفتگی کی حد تک موجود تھا۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ''کہ جب آقا دو جہاں ﷺ کا وصال ہوا تو میں نے ایک انصاری سے کہا آج کل بکثرت صحابہ کرام بقید حیات ہیں۔ آیئے ان سے کسب فیض کریں۔'' تو انہوں نے جواباً کہا تعجب کی بات ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ آپ کے پاس دینی مسائل دریافت کرنے کے لئے آیا کریں گے؟ آپ فرماتے ہیں میں نے اس شخص کو نظر انداز کر دیا اور خود صحابہ کرام سے استفادہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ حتیٰ کہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ کسی شخص کے بارے یہ معلوم ہوتا کہ اس کے پاس رسول اکرم ﷺ کا کوئی ارشاد ہے تو جب میں اس کے دروازے پر پہنچتا تو وہ سو رہا ہوتا۔ میں بھی اسی حالت میں اپنی چادر کو تکیہ بنا کر اس کے دروازے کے سامنے محو استراحت ہو جاتا۔ ہوا کے جھونکے آتے اور مجھ پر گرد و غبار اور مٹی اڑاتے ہوئے گزر جاتے۔ گھر کا مالک باہر نکل کر دیکھتا تو کہتا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد! آپ کیسے تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے مجھے کیوں نہ بلا لیا؟ تو میں اس کے جواب میں کہتا ایسا نہیں بلکہ مجھے ہی آنا چاہئے

1۔ جامع ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲، صحیح بخاری مترجم، جلد ۲، صفحہ ۱۸۳

Marfat.com

تھا۔ میں آپ سے ایک حدیث کے بارے دریافت کرنا چاہتا ہوں سابق الذکر انصاری اس وقت بقید حیات تھے۔ انہوں نے بچشم خود دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہو کر مجھ سے دینی مسائل دریافت کر رہے ہیں۔ انصاری نے یہ دیکھ کر کہا یہ نوجوان مجھ سے زیادہ دانشمند نکلا "هذا الفتى كان اعقل منی۔" (1)

اس واقعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ آپ کس قدر ذہین وفطین تھے اور حدیث نبوی کے ساتھ کس قدر والہانہ شغف رکھتے تھے۔ آپ پر ہمہ وقت حدیث طیبہ کی نشر واشاعت کی دھن سوار رہتی تھی۔ آپ سے احادیث کا سماع کرنے کے لئے آپ کے گرد لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت بھی اپنی علمی مہارت وحذاقت کے باوجود دقیق اور پیچیدہ مسائل میں آپ سے رابطہ رکھتے تھے اور پھر جو حل آپ پیش فرماتے اسے قبول فرما لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حدیث طیبہ کے ساتھ ساتھ فقہ وتاویل، علم الفرائض اور عربی زبان وادب میں بھی ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ ایک دن صرف فقہی مسائل بیان کرتے، ایک دن تاویل وتفسیر کے لئے مختص تھا، ایک دن مغازی اور ایک دن ایام العرب بیان کرنے کے لئے آپ نے خاص کر رکھا تھا۔ جسے بھی آپ کی ہمنشینی کا شرف حاصل ہوا وہ آپ کے علم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اسی دقیق اور وسیع علمی بصیرت و مہارت کے سبب آپ کو ترجمان القرآن، حبر هذه الامة اور بحر العلوم وغیرہ القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب آپ سے پوچھا گیا آپ نے علم کیسے حاصل کیا؟ تو جواباً فرمایا "میں نے سوال کرنے والی زبان اور سمجھنے سوچنے والے دل سے سب کچھ سیکھا ہے۔" (2)

مرویات کی تعداد

چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال فرمانے کے بعد اٹھاون (58) برس تک اس دار العمل میں رونق افروز رہے۔ اس لئے

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۱۹۲، المنہل اللطیف: ۲۳۳
2۔ علوم الحدیث: ۳۶۷

Marfat.com

آپ کو جید صحابہ کرام کی کثیر تعداد سے علمی استفادہ کے مواقع میسر آئے۔ نیز آپ کی حدیث طیبہ سے والہانہ محبت اور ذوق تجسس نے آپ کو کثیر الروایہ صحابہ کرام کی صف میں لا کھڑا کیا۔ لہٰذا آپ کی روایت کردہ احادیث کی کل تعداد ایک ہزار چھ سو ساٹھ (1660) ہے۔ ان میں سے پچانوے احادیث امام بخاری اور مسلم رحمہا اللہ تعالیٰ دونوں نے نقل کی ہیں۔ جبکہ انفرادی طور پر ایک سو بیس (120) احادیث صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور انچاس (49) روایات صرف امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی صحیح میں درج کی ہیں۔

آپ نے حضرت علی، حضرت عمر فاروق، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام سے احادیث روایت کی ہیں۔ جبکہ آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت سہیل بن حنیف، ان کے آزاد کردہ غلام عکرمہ، حضرت مجاہد بن جبر مکی مولی سائب بن ابی السائب، حضرت سعید بن جبیر بن ہشام اسدی، حضرت عطا بن ابی رباح مکی، حضرت عمرو بن دینار، حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء شامل ہیں۔ مشہور تابعی حضرت طاؤس فرماتے ہیں "میں نے ستر صحابہ کرام کو دیکھا ہے جب ان کے یہاں کسی مسئلہ میں نزاع پیدا ہوتا تو وہ ابن عباس کی جانب رجوع کرتے۔" (1)

وصال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما علمی فہم و بصیرت کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ کردار کے بھی مالک تھے، جرأت و ہمت کا پیکر تھے، قوت و طاقت کا ایک کوہ گراں تھے، تلوار کے دھنی اور میدان کے غازی تھے اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ چنانچہ آپ نے مختلف معرکوں میں عملاً شریک ہو کر خوب داد شجاعت دی۔ لیکن آپ نے زیادہ وقت مکہ مکرمہ میں احکام دینیہ کی تعلیم و تدریس میں گزارا۔ بالآخر 68ھ میں طائف کے مقام پر علم و معرفت کا یہ ماہ تمام خاک کے پردہ میں نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حضرت

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۱۹۳

Marfat.com

محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ آپ نے نماز جنازہ سے فراغت کے بعد فرمایا "مات الیوم ربانی ھذہ الامۃ" (آج اس امت کا عالم باعمل وصال فرمایا گیا ہے۔) پھر وہیں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی جابر ہے اور سلسلہ نسب کی تفصیل اس طرح ہے۔ جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری۔ انصار کی ایک شاخ بنو سلمہ تھی جس کی طرف نسبت سے آپ کے والد سلمی کہلاتے تھے۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ، ابو عبد الرحمٰن اور ابو محمد ہے۔ آپ کا شمار ان ستر صحابہ کرام میں ہے جنہیں بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت ونصرت اور دین اسلام کی ترویج واشاعت سے متعلق ہر قسم کے تعاون کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد اور ماموں کے ہمراہ اس بیعت میں شریک تھے۔

غزوات میں شرکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ غزوہ بدر اور احد کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے اور اپنی جرأت وبہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوہ بدر واحد کے وقت جنگ میں شریک ہونے سے بوجوہ والد نے آپ کو روک دیا تھا اس لئے آپ ان غزوات میں شریک نہ ہو سکے۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں "میں نے انیس (19) لڑائیوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، غزوہ بدر واحد میں اس لئے شریک نہیں ہو سکا کیونکہ میرے والد نے مجھے روک دیا تھا۔ جب والد شہید ہو گئے تو میں کسی لڑائی میں آپ سے پیچھے نہ رہا۔" (1)

جب آپ کے والد محترم نے غزوہ احد میں جام شہادت نوش کیا تو آپ زار وقطار

1۔ علوم الحدیث: ۴۶۹

Marfat.com

رونے لگے۔ جب غمخوار اور رحیم و کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے ان کے غم کو ہلکا کرنے کے لئے انتہائی رحمت و شفقت سے ارشاد فرمایا:

اما ترضی ان اکون انا اباك وعائشة امك۔ (1)

''کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ میں تیرا باپ ہوں اور عائشہ تیری ماں ہو۔''

اسی طرح کا ایک واقعہ اس وقت بھی پیش آیا جب آپ غزوہ ذات الرقاع سے واپس آ رہے تھے۔ آپ خود ہی بیان فرماتے ہیں ''کہ میں غزوہ ذات الرقاع میں شمولیت کے لئے ایک کمزور اور لاغر اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ جب ہم واپس لوٹے تو میرا اونٹ لاغری اور تھکاوٹ کے باعث بمشکل قدم اٹھا کر چل رہا تھا۔ میرے ساتھی اپنے تیز رفتار اونٹوں پر آگے بڑھتے گئے اور میں پیچھے رہتا گیا۔ یہاں تک کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیچھے سے تشریف لے آئے فرمایا ''مالك یا جابر'' (اے جابر! تمہیں کیا ہو گیا ہے پیچھے رہے جا رہے ہو۔) میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا اونٹ تھکا ماندہ ہے یہ قدم ہی نہیں اٹھا سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے بٹھاؤ۔ میں نے بٹھایا حضور نے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا اور میرے ہاتھ میں جو چھڑی تھی وہ مجھ سے لے لی اور دو تین مرتبہ اس چھڑی سے میرے اونٹ کو کچوکے دیئے۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہو گیا اب وہی اونٹ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ تیز رفتاری میں کوئی اونٹ اب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبک رفتار اونٹ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور ہم آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اثنائے گفتگو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا جابر! یہ اونٹ بیچنے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ نذر کرتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ میں تو قیمتاً لوں گا۔ چنانچہ ایک اوقیہ سونے کے عوض پر سودا طے ہو گیا۔'' (2)

یہ تھے وہ شفقت و محبت کے انداز جن سے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کی

1۔ المنہل اللطیف: ۷۔ ۲۳　2۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد ۳، صفحہ ۶۱۶

Marfat.com

دلجوئی فرمایا کرتے تھے جب غزوہ خندق کی تیاری کے لئے خندق کی کھدائی جاری تھی تو جہاں صحابہ کرام اس کٹھن کام میں مصروف تھے ساتھ ہی سالار لشکر رحمۃ للعالمین نبی ﷺ بھی اپنے جانثاروں کے شانہ بشانہ کام میں لگے ہوئے تھے۔ بعض صحابہ نے مسلسل فاقوں اور بھوک کی شدت کے سبب اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ اسی دوران کسی نے اپنی فاقہ کشی کا اظہار رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے بھی قمیص مبارک اٹھا دی فرمایا یہ دیکھو! میں نے بھی دو پتھر باندھ رکھے ہیں تو جونہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نظران پتھروں پر پڑی تو آپ سے یہ کیفیت دیکھی نہ گئی۔ فوراً گھر پہنچے اور اپنی رفیقہ حیات سے کھانے کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ گھر میں ایک صاع جو اور بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔ چنانچہ بکری کا بچہ ذبح کر دیا گیا اور جو پیس کر آٹا تیار کیا گیا اور پھر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں دعوت کے لئے حاضر ہوئے۔ بڑے راز سے سرگوشی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا اور کھانے کی دعوت عرض کی۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے جونہی یہ سنا تو بڑی مسرت سے تمام اہل خندق کو آواز دی اور فرمایا جابر نے تمہارے لئے دعوت کا اہتمام کیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لاتُنزِلُنَّ برمتکم ولا تخبزنّ عجینکم حتّٰی اجیئ۔

''ہنڈیا پک جانے کے بعد میرے آنے سے پہلے اس کا ڈھکن نہ اتارنا اور نہ ہی آٹے سے روٹی پکانا۔''

پھر جب آقا دو جہاں ﷺ صحابہ کرام کو ساتھ لے کر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے آتے ہی آٹے اور ہنڈیا میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا اب روٹیاں پکاتے جاؤ اور ہنڈیا سے سالن نکالتے جاؤ مگر مکمل طور پر اسے ننگا نہ کرنا۔ پھر کیفیت یہ تھی کہ روٹیاں پکتی رہیں اصحاب رسول ﷺ تناول کرتے رہے حتیٰ کہ ہزار کے قریب افراد نے وہ کھانا کھایا مگر نہ سالن کم ہوا اور نہ ہی آٹا ختم ہوا۔ آپ قسم اٹھا کر کہتے تھے ''فاُقسم باللہ لقد اکلوا حتی ترکوا وانحرفوا، وان برمتنا لتغِطّ کما ھی، وان عجیننا لیُخبز کما ھو۔'' (1)

1۔ صحیح بخاری مترجم، جلد ۲، صفحہ ۵۶۱

Marfat.com

مرویات کی تعداد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا شمار بھی کثیر الروایہ صحابہ کرام میں ہوتا ہے آپ کی روایت کردہ احادیث کی کل تعداد ایک ہزار پانچ سو چالیس (1540) ہے۔ ان میں سے ساٹھ احادیث امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں نے اپنی صحیحین میں نقل کی ہیں۔ جبکہ انفرادی طور پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چھبیس (26) اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو چھبیس (126) احادیث روایت کی ہیں۔ مسجد نبوی میں آپ کا ایک خاص حلقہ ہوتا تھا۔ جس میں لوگ جمع ہوتے اور آپ کے علم وتقویٰ اور پند ونصائح سے مستفید ہوتے۔ آپ نے مصر وشام کے سفر بھی کئے جہاں کے لوگ آپ کے علم وعرفان سے فیض یاب ہوتے رہے۔

آپ نے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت ابوعبیدہ، حضرت طلحہ، حضرت معاذ بن یاسر، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید اور حضرت اُم شریک رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ سے روایت کرنے والوں میں مندرجہ ذیل اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کے صاحبزادگان حضرت عبدالرحمٰن، حضرت عقیل اور حضرت محمد علاوہ ازیں حضرت سعید بن المسیب، حضرت محمود بن لبید، حضرت ابوالزبیر، حضرت عمرو بن دینار، حضرت ابوجعفر باقر، حضرت محمد بن منکدر، حضرت وہب بن کیسان، حضرت سعید بن میناء، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن ابی ہلال، حضرت سلیمان بن عتیق، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ، حضرت شعبی، حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عطاء بن ابی رباح وغیرہم۔

وصال

مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام میں سے سب سے آخر وصال فرمانے والے صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے چورانوے (94) برس کی طویل عمر پائی اور 77ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ایک روایت میں 74ھ کا ذکر بھی ہے آپ کی نماز جنازہ والی مدینہ

Marfat.com

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے پڑھائی بعدازاں آپ کو وہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی سعد بن مالک اور کنیت ابوسعید ہے۔ سلسلہ نسب کی تفصیل اس طرح ہے سعد بن مالک بن سنان بن ثعلبہ بن عبید بن ابجر۔ آپ کو خدری کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب خدرہ بن عوف بن حارث بن خزرج انصاری سے جاملتا ہے۔ آپ کا شمار کثیرالروایۃ، فاضل اور محدث صحابہ کرام میں ہوتا ہے چونکہ آپ کے والد کو شرف صحابیت حاصل تھا اس لئے آپ بھی بچپن سے ہی زیور اسلام سے آراستہ تھے اور آپ کا قلب عشق مصطفی سے سرشار تھا۔ چنانچہ آپ کا اسم گرامی ان بلند اقبال صحابہ کرام میں سرفہرست ہے جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر اس عہد کے ساتھ بیعت کی تھی کہ وہ امور دینیہ پر عمل پیرا ہونے میں کسی بھی تکلیف اور مشکل کی پرواہ نہیں کریں گے۔ اس بیعت میں آپ کے سوا حضرت ابوذر غفاری، حضرت سہل بن سعد، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت محمد بن مسلمہ بھی شریک تھے۔

غزوات میں شرکت

اسلام و کفر کے مابین دوسرا بڑا معرکہ میدان احد میں ہوا۔ جب حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جانثاروں کو اس میں شریک ہونے کی دعوت دی تو جہاں جذبہ جہاد سے سرشار کبار صحابہ کرام اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لئے تیار تھے وہاں نوعمر بچوں کے جذبات محبت بھی دیدنی تھے۔ ان میں سے ہر ایک محبت اسلام سے مچلتا ہوا دل لے کر اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا تاکہ اسے کفر کو ملیامیٹ کرنے اور پرچم اسلام کو اوج ثریا پر لہرانے کے لئے جرأت و بہادری کے جوہر دکھانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ ان ہی بلند بخت بچوں میں سے ایک حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ اپنے والد محترم کے ہمراہ بارگاہ رسالت میں حاضر

Marfat.com

ہوئے، تب آپ کی عمر صرف تیرہ برس تھی مگر ان میں قوت وطاقت بلا کی تھی۔ جس کا اظہار والد نے بارگاہِ نبوت میں کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ابوسعید جسیم اور فربہ اندام ہے مگر حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں کم عمر ہونے کے سبب اس غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ بعدازاں بارہ غزوات میں آپ کو شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خارجیوں کے خلاف جنگ نہروان میں بھی دادِ شجاعت دینے کا موقع ملا۔

مرویات کی تعداد

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو غزوہ احد میں شرف شہادت حاصل ہوا۔ آپ کے پسماندگان میں بیوی کے علاوہ تیرہ سالہ ابوسعید اور چند بیٹیاں تھیں مگر میراث میں کوئی ایسا معقول ترکہ یا جائیداد نہ تھی جس کے سبب ان کی گزر بسر آسانی سے ہوسکتی۔ نتیجتاً خاندان غربت وافلاس کا شکار ہوگیا اور ابوسعید باپ کے قرض اور بہنوں کے مستقبل کی فکر اور دیگر مالی مشکلات میں گھر گئے مگر ان تمام تر مصائب وآلام اور پریشانیوں کے باوجود بارگاہ رسالت کی حاضری میں سرمو انحراف اور سستی واقع نہ ہوئی اور حدیث طیبہ کے اخذ وادا میں حالات کے جھمیلوں کو ہرگز آڑے نہ آنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے احادیث مبارکہ کا اس قدر ذخیرہ جمع کیا کہ آپ جیسی مشکلات میں مبتلا کوئی شخص بھی اس بات میں آپ کا ہم پلہ ثابت نہ ہوسکا۔ چنانچہ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد ایک ہزار ایک سو ستر (1170) تک پہنچ گئی۔ ان میں سے چھیالیس احادیث امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر صحیحین میں ذکر کی ہیں۔ جبکہ انفرادی طور پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ (16) احادیث اور امام مسلم رحمۃ اللہ نے باون (52) احادیث نقل کی ہیں۔

چونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آقا دو جہاں ﷺ کے وصال کے بعد چونسٹھ (64) برس تک اس کارگہہ حیات میں جلوہ افروز رہے اس لئے آپ کو حضور نبی رحمت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا مقتدر صحابہ کرام سے بھی احادیث لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جن میں آپ کے والد، آپ کے اخیافی بھائی حضرت قتادہ بن نعمان، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوقتادہ انصاری، حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت اُسید بن حضیر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت امیر معاویہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جنہیں آپ سے احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت کعب بن عجرہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت زید بن ثابت، حضرت محمود بن لبید، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عامر بن سعد، حضرت عمرو بن سلیم، حضرت نافع مولیٰ ابن عمر، حضرت ابونضرہ العبدی، حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اور دیگر جید صحابہ کرام اور تابعین کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

وصال

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ محب صادق، عابد وزاہد اور متقی عالم باعمل تھے۔ اسی (80) برس تک اس جہاں رنگ و بو میں حیات مستعار کے ساتھ بقید حیات رہے۔ بالآخر 74ھ میں گلشن مصطفوی کا یہ گل سرسبد پیام اجل پر لبیک کہہ کر دار بقاء کے سفر پر روانہ ہوا۔ آپ نے وصال سے ایک دن قبل اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور جنت البقیع تشریف لے گئے۔ وہاں انہیں وصیت کرتے ہوئے فرمایا "میرے بیٹے جب میں مر جاؤں تو مجھے یہاں دفن کرنا، میری قبر پر خیمہ نہ بنانا، جنازہ کے ہمراہ قبرستان میں آگ نہ لانا، نوحہ گر عورتوں کو مجھ پر رونے نہ دینا اور کسی کو میری موت کی اطلاع نہ کرنا۔" (1)

آپ کے صاحبزادے نے آپ کی وصیت کے مطابق ہی عمل کیا لیکن اس کے باوجود

1۔ علوم الحدیث: ۱۷۴، المنہل اللطیف: ۲۴۸

Marfat.com

جب آپ کا جسد خاکی جنت البقیع میں لے جایا گیا تو اس سے پہلے وہاں آپ پر نماز جنازہ ادا کرنے والوں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔

کبار تابعین کا مختصر تعارف

چونکہ حدیث طیبہ کی عام تدوین کا آغاز عہد تابعین میں ہوا۔اس لئے انہوں نے اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کی اور اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی ترویج واشاعت کے لئے اپنے تمام تر وسائل، صلاحیتیں اور ظاہری راحت وسکون کے تمام ذرائع داؤ پر لگا دیئے اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر، حاسدین ومخالفین کے ہر نوع کے شر کا مقابلہ اپنی جرأت ایمانی سے کرتے ہوئے اور اپنے کریم آقا والیٔ دو جہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے عشق ومحبت کو ظاہری دلفریبیوں اور پُرکشش احوال پر ترجیح دیتے ہوئے اولاً ارشادات نبویہ کا علم حاصل کیا اور ان کے فروغ کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔اس سلسلہ میں انہوں نے مختلف مقامات پر علم حدیث عام کرنے کے لئے ایسے مراکز اور مدارس قائم کئے، جن میں دور دور سے تشنگان علم حاضر ہوکر اپنی علمی پیاس بجھانے کا اہتمام کرتے اور اپنے سینوں کو ارشادات نبویہ کے نور سے منور کرتے۔

تابعین کی اسی انتھک محنت وکاوش اور جہد مسلسل کا فیضان ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان گنت ارشادات آج مدونہ صورت میں امت مسلمہ کی ہدایت وراہنمائی کے لئے موجود ہیں۔بصورت دیگر جاہ وحشمت کے دلدادہ ہوس پرستوں، دین اسلام سے بغض وعناد رکھنے والوں اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت کی آگ میں جلنے والوں کی ریشہ دوانیوں کے سبب احادیث اپنی اصلی صورت پر قطعاً باقی نہ رہ سکتیں۔کتنے بلند اقبال اور عالی بخت ہیں وہ تابعین جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے زانوئے تلمذ بچھا کر اپنے سینوں کو علم وحکمت کے نور سے منور کیا اور پھر اس نور کی کرنوں سے چار دانگ عالم کو روشن کر دیا۔ان ہی میں سے چند خوش بخت افراد کا تعارفی خاکہ پیش خدمت ہے۔

Marfat.com

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی سعید بن المسیب بن حزن قرشی مخزومی ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب فقیہ الفقہاء ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے دوسرے سال مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ کے والد اور دادا دونوں کو صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا اور آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے بلکہ آپ تو تمام تابعین کے سرخیل ہیں۔

قوت حفظ

آپ کو رب کریم نے وافر مقدار میں قوت حفظ عطا فرمائی تھی جو بات ایک بار سن لیتے وہ لوح قلب پر اس طرح نقش ہو جاتی جیسے پتھر پر لکیر۔ چنانچہ آپ خود ہی فرماتے ہیں "میں نے جو کچھ اپنے دل کے سپرد کیا اس نے اس میں میری کبھی خیانت نہیں کی۔"(1)

علم وفضل اور زہد وتقویٰ

آپ کی شبانہ روز محنت شاقہ کا نتیجہ تھا کہ آپ علم کے بحر بیکراں بن گئے۔ جس کا اعتراف آپ کے ہمعصر صحابہ اور تابعین تمام نے کیا حتیٰ کہ فقیہ شام حضرت امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں طلب علم کے لئے تمام دنیا میں پھرا مگر سعید بن مسیب سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔"(2)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرے علماء سے موازنہ کیا تو انہیں علم میں سب سے بڑھا ہوا پایا مگر اس قدر نور علم کے باوجود جب انہیں کوئی علمی اشکال پیش آتا تو اس کے حل کے لئے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔"(3)

1۔ طبقات ابن سعد، جلد ۸، صفحہ ۸۷۵
2۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۹۹
3۔ شذرات الذہب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۳

Marfat.com

امام علی بن المدینی آپ کے بارے ارشاد فرماتے ہیں "میرے علم میں تابعین میں سے ایسا کوئی شخص نہیں جس کا علم سعید بن المسیب جتنا وسیع ہو۔ آپ میرے نزدیک تابعین میں ایک جلیل القدر شخصیت کے مالک ہیں۔ جب آپ فرمادیں کہ سنت اس طرح ہے تو یہ اس کی ضمانت کے لئے کافی ہے۔"(1)

میمون بن مہران کا بیان ہے "میں نے مدینہ طیبہ میں آکر جب وہاں کے سب سے عظیم اور بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے مجھے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے گھر کا راستہ بتایا۔"(2)

اور حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی مصاحبت اور معیت میں سات سال کا عرصہ بسر کیا ہے۔ میری فکر کے مطابق آپ جیسا علم کسی کے پاس نہیں تھا۔"(3)

آپ کی عبادت و ریاضت کا عالم یہ تھا کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور آپ کو چالیس بار حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اور نماز باجماعت کی پابندی کے بارے آپ خود فرماتے ہیں "چالیس برس سے میری کوئی فرض نماز جماعت سے قضا نہیں ہوئی اور تیس برس سے یہ کیفیت ہے کہ جب مؤذن اذان کہتا ہے تو میں مسجد میں موجود ہوتا ہوں۔ آپ نے پچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ ایک دفعہ آپ کی آنکھیں دکھنے لگیں کسی حکیم نے کہا کہ اگر آپ مقام عقیق چلے جاؤ۔ وہاں کے سبزہ زاروں کی طرف دیکھنے سے اور تازہ اور ستھری ہوا سے آنکھیں درست ہو جائیں گی۔ فرمانے لگے عشاء اور صبح کی نماز کا کیا کروں یعنی وہ جماعت سے ادا نہ کر سکوں گا اور ترک سنت کا مرتکب ہوں گا۔"(4)

رات کی عبادت سے آپ کو خصوصی شغف اور لگاؤ تھا رات آتی تو اپنے نفس کو مخاطب ہو کر فرماتے:

1۔ تہذیب التہذیب، جلد ۴، صفحہ ۸۵، البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۰

2۔ ایضاً	3۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۹۹

4۔ الطبقات الکبریٰ مترجم، ۷۲، سنت خیر الانام: ۱۲۶

Marfat.com

قُومِی یا مأوی کلّ شرّ واللہ لا دعنّک تزحفین زحف البعیر فکان یُصبح وقدماہ تنتفخانِ فیقول لنفسہ بِہٰذا أُمرتِ وَلِہٰذا خلقتِ۔ (1)

"اے ہر برائی کے سرچشمہ اٹھ! بخدا میں تجھے اس اونٹ کی طرح کر چھوڑوں گا جو بھاری بوجھ اور کثرت سفر کی وجہ سے تھک کر چور ہو جاتا ہے اور چلنے کے قابل نہیں رہتا۔ پھر رات بھر نماز میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ صبح ہوتی تو نفس کو مخاطب ہو کر فرماتے تجھے یہی حکم ہے اور اسی کے لئے تو پیدا ہوا ہے۔"

علاوہ ازیں آپ حدیث، فقہ، افتاء، تفسیر اور تعبیر الرؤیا وغیرہ علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم حدیث تو آپ کا وہ مخصوص اور پسندیدہ علم ہے جس کی خاطر آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف رہا۔ یہاں تک کہ آپ خود فرماتے ہیں "میں صرف ایک حدیث کی تلاش میں کئی کئی دن اور راتیں چلتا رہتا تھا۔" (2)

آپ اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت اور آزمائش کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ اس مقام پر فائز ہوئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے وسیع العلم صحابی بہت سے مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع فرماتے اور اپنے تلامذہ اور متعلقین کو ان سے استفادہ کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ تابعین عظام اور تبع تابعین کے لئے آپ کا حلقہ درس آخری درسگاہ تھی جس سے فیضان حاصل کئے بغیر وہ اپنے قصر علم کو نامکمل تصور کرتے تھے۔

آپ حدیث طیبہ میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر اس کے آداب کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔ اگرچہ آپ کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ برداشت کرنی پڑتی۔ چنانچہ ایک دفعہ طبیعت ناساز ہونے کے سبب آپ استراحت فرما تھے کہ مطلب بن حنطب حاضر

1۔ طبقات ابن سعد اردو، جلد ۸، صفحہ ۱۶۴ 2۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۲۶۲

Marfat.com

ہوئے اور ایک حدیث طیبہ کے بارے دریافت کیا تو حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بٹھا دو۔ مجھے بٹھا دو میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں کہ لیٹے لیٹے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کروں۔"(1)

علم فقہ میں آپ مجتہدانہ بصیرت اور مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ مدینہ طیبہ کے ان فقہاء سبعہ کے رئیس تھے جن پر اس دور میں اور بعد کے ادوار میں بھی فقہ اسلامی کا انحصار رہا۔ اسی لئے تو آپ کا لقب فقیہ الفقہاء ہے۔(2)

اپنے دور کے عظیم فقیہ حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی نے امام ابن شہاب زہری اور امام مکحول رحمہما اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جن فقہاء سے آپ کو ملنے اور استفادہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ دونوں بیک زبان بولے "ہم نے سعید سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔"(3)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے سعید بن المسیب سے بڑھ کر حلال وحرام کا جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔"(4)

اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ آپ فقہ، دین، تورع، عبادت اور جملہ فضائل میں تابعین کے رئیس تھے اور فقہائے حجاز میں آپ کا مقام سب سے اونچا تھا۔"(5)

المختصر آپ فقہ و حدیث میں عالی مرتبت ہونے کے ساتھ ساتھ افتاء میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے اور اپنے دور میں مرجع خلائق تھے۔

استغناء اور جرأت ایمانی

اپنے دور کے اکثر آئمہ دین کی مثل آپ کا ذریعہ معاش بھی تجارت تھا۔ آپ اکثر اوقات زیتون کے تیل اور جانوروں کے چارے کا کاروبار کرتے تھے۔ اس کے سبب آپ کی ضروریات زندگی بااحسن انداز پوری ہوتیں اور آپ کا شمار خوشحال لوگوں میں ہوتا

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۰، سنت خیر الانام: ۱۲۷
2۔ البدایہ والنہایہ، جلد ا، صفحہ ۱۰۰
3۔ ایضاً
4۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۲۶۲
5۔ تہذیب التہذیب، جلد ۴، صفحہ: ۸۵

Marfat.com

تھا۔ اسی لئے آپ امراء وسلاطین کے نذرانوں اور تحائف سے کلی طور پر بے نیاز تھے۔ آپ کسی کا بھیجا ہوا تحفہ بھی قبول نہیں فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک بار عبدالملک نے تیس ہزار سے زائد رقم آپ کی خدمت میں ارسال کی مگر آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دی "لا حاجة لی فیها ولا فی بنی مروان" (نہ مجھے اس رقم کی ضرورت ہے اور نہ بنی مروان کی۔) بلکہ آپ تو اپنی ساری زندگی کسی کا احسان مند ہوئے بغیر اپنی قوت بازو سے قوت لایموت کا انتظام کرتے رہے۔ آپ یہ فرمایا کرتے تھے "اس شخص میں کوئی نیکی نہیں ہے جو اس قدر دنیا جمع نہ کرے جس سے اپنے دین وجسم کی حفاظت اور اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک کر سکے۔"

آپ اپنے درس وتدریس، عبادت وریاضت اور ذکر وفکر سے بالضرور وقت نکال کر خرید وفروخت کے سلسلہ میں بازار تشریف لے جاتے اور کسب حلال کے لئے جدوجہد فرماتے۔ اس طرح آپ کی نظر قطعاً کسی کے مال ودولت اور ظاہری کروفر کی طرف نہ اٹھتی اور نہ آپ کسی کے دنیوی مقام ومرتبہ اور جاہ وجلال کو خاطر میں لاتے۔ آپ کی ایک صاحبزادی تھی جو حسن سیرت وصورت میں انمول اور رشک روزگار تھی۔ قرآن کریم کی حافظہ اور علوم سنت میں مہارت تامہ رکھتی تھی۔ خلیفہ وقت عبدالملک نے اپنے ولی عہد ولید کے لئے اس کا رشتہ طلب کیا مگر آپ نے اس کی عادت واطوار اور سیرت وکردار کے سبب اس درخواست کو رد کر دیا پھر بعد میں اپنے ایک مفلس ونادار مگر متقی وپرہیزگار شاگرد ابو وداعہ کے ساتھ صرف دو درہم حق مہر کے عوض اپنی بچی کا رشتہ ازدواج قائم کر دیا اور ان کی خانگی ضروریات کو چلانے کے لئے اپنی طرف سے ایک روایت کے مطابق پانچ ہزار اور دوسری کے مطابق بیس ہزار کی خطیر رقم عنایت فرمائی۔(1)

آپ دنیوی مال ودولت جمع کرنے کے بارے میں رب کریم کے حضور اس طرح اپنا عذر پیش کرتے تھے:

اللّٰهم انك تعلم انی لم أمسكه بخلاً ولا حرصاً عليه ولا محبة

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۰

Marfat.com

للدّنیا ولانیل شھواتھا۔ انما ارید ان أصون بہ وجھی عن بنی مروان حتّٰی القٰی اللہ ۔ فیُحکم بِیَ دفیھم و اَصِلَ منہ رَحْمِی واُؤدِّی منہ الحقوق الّتی فیہ وادعود منہ علی الارملۃ والفقیر والمسکین والیتیم والجارّ۔ (1)

''اے اللہ تو جانتا ہے میں نے بخل اور حرص کے سبب یہ مال جمع نہیں کیا اور نہ ہی دنیا کی محبت اور حصول شہوت کے لئے اسے اکٹھا کیا۔ اس سے میری غرض فقط یہ ہے کہ اپنے آپ کو بنو مروان کے پاس دست سوال دراز کرنے سے محفوظ رکھوں اور اظہار نیاز مندی کی ذلت سے بچاؤں۔ یہاں تک کہ میں اللہ سے آملوں اور پھر وہ میرے اور ان کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ نیز اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ میں اس کے ذریعہ اپنے عزیزوں کی خبر گیری کرسکوں اور اپنے ذمہ عائد ہونے والے تمام حقوق ادا کروں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اس کے ذریعہ بیواؤں، بے کس فقیروں، مسکینوں، یتیموں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کروں۔''

آپ کی جرأت و بہادری اور ایمانی عظمت کا اندازہ اس واقعہ سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ جب خلیفہ وقت عبدالملک نے ولید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو تمام اسلامی شہروں میں اس کے حق میں بیعت لینے کے احکام بھیجے۔ چنانچہ حاکم مدینہ ہشام بن اسماعیل نے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان سے بیعت لے لی مگر آپ نے بیعت سے انکار کردیا۔ جب اس نے عبدالملک کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے یہ حکم لکھ بھیجا کہ جس طرح بھی ممکن ہو ان سے ولید کے لئے بیعت لو اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو انہیں قتل کی دھمکی دو۔ جب اس کی اطلاع فقہاء مدینہ حضرت سلیمان بن یسار، عروہ بن زبیر اور سالم بن عبداللہ کو ہوئی تو وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی اس مشکل سے

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۱، فقہاء سبعہ: ۲۱

Marfat.com

بچنے کے لئے چند تجاویز آپ کے سامنے رکھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ جب والی مدینہ آپ کے سامنے خط پڑھے تو آپ خاموشی اختیار فرمایئے ہاں یا نہیں میں کوئی جواب نہ دیجئے۔ مگر آپ نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا میری خاموشی سے تو لوگ یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ سعید نے بیعت کر لی ہے حالانکہ میں ہرگز اس کے لئے تیار نہیں۔ دوسرا مشورہ یہ تھا کہ آپ چند روز اپنے گھر پر ہی اقامت فرما رہیں اور مسجد میں تشریف نہ لائیں یہاں تک کہ یہ جوش ختم ہو جائے۔ تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

فَانَا اسمع الاذان فوق اُذنی حیّ علی الصلوٰۃ حیّ علی الفلاح ما انا بفاعل ذالک۔

''میں جب اذان کا یہ جملہ سنوں گا کہ آؤ نماز کی طرف آؤ فلاح کی طرف۔ تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ میں اس کے باوجود گھر میں بیٹھا رہوں۔''

اور تیسری رائے یہ تھی کہ آپ مسجد میں روزمرہ بیٹھنے کی مخصوص جگہ بدل دیں لہٰذا جب والی مدینہ آپ کو اپنی مخصوص نشست پر نہ پائے گا تو اسی پر قانع ہو جائے گا مگر یہ سن کر اس بندۂ مومن کی زبان حق ترجمان سے ایک جملہ نکلا جس سے فضا میں سنسنی پھیل گئی۔ آپ نے فرمایا ''أفرقاً من مخلوقٍ'' (کیا مخلوق سے خوفزدہ ہو کر؟)۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو کر مخلوق سے ڈروں مجھ سے یہ نہیں ہو گا۔ بخدا! جو جگہ چالیس سال سے میں نے اپنے لئے مقرر کر رکھی ہے اس سے ایک بالشت بھی آگے پیچھے نہیں ہوں گا۔ چنانچہ نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرما ہوئے۔ نماز سے فراغت کے بعد والی مدینہ نے آپ کو طلب کیا اور ولید کے لئے بیعت کرنے کو کہا لیکن اس مجسمہ حق و صداقت نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر والی مدینہ نے کہا کہ خلیفہ وقت نے لکھا ہے کہ بیعت نہ کرنے کی صورت میں آپ کا سر قلم کر دیا جائے۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک وقت میں دو خلیفوں کی بیعت سے منع فرمایا ہے اس لئے میں معذور ہوں۔ جب ہشام کی یہ دھمکی بھی بے سود ہوئی تو اس نے آپ کے ننگے بدن پر پچاس

Marfat.com

کوڑے لگوائے اور پھر شہر کے کوچہ و بازار میں آپ کو پھرایا گیا مگران تمام اذیتوں اور درد و آلام کے باوجود آپ کے جذبات عشق اور پائے ثبات میں ذرہ بھر تغیر و تبدل رونما نہ ہوا بلکہ اس مومن پاکباز اور مرد صداقت شعار نے اپنی قوت و توانائی کا آخری قطرہ تک علم نبوت کی شمع کو فروزاں رکھنے کے لئے صرف کر دیا۔

اساتذہ و تلامذہ

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ میں حصول علم کے جذبات اور ذوق و شوق تلاطم خیز موجوں کی مثل تھا۔ اس لئے آپ کو کثیر مقدار میں جلیل القدر صحابہ کرام اور کئی صحابیات سے اکتساب علم کے مواقع میسر آئے۔ ان میں سے چند اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت ابوالدرداء، حضرت حسان بن ثابت، حضرت حکیم بن حزام، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوقتادہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری اور والد محترم حضرت مسیب رضی اللہ عنہم اور صحابیات میں سے حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ، حضرت اُم سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت خولہ بنت حکیم، حضرت فاطمہ بنت قیس اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہن کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ نے صحابہ کرام کے علاوہ کئی تابعین سے بھی کسب فیض کیا ہے۔

آپ سے علمی استفادہ کرنے اور احادیث روایت کرنے والے کثیر افراد ہیں۔ ان میں سے چند اکابر تابعین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت قتادہ، حضرت امام محمد الباقر، حضرت شریک، حضرت عمرو بن دینار، حضرت ابوالزناد، حضرت زہری اور حضرت یحییٰ انصاری رضی اللہ عنہم۔

وصال

زندگی کے آخری حصہ میں آپ کافی عرصہ تک بستر علالت پر رہے۔ نقاہت اور ضعف

Marfat.com

کا اتنا شدید غلبہ ہوا کہ وقتاً فوقتاً غشی کے دورے بھی پڑنے لگے۔ حتیٰ کہ کیفیت یہ ہوگئی کہ آپ بیٹھ کر فرض نماز ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا چت لیٹ کر اشارے سے اپنی نماز ادا فرماتے تھے۔ بالآخر 93ھ یا 94ھ میں علم وعرفان کے اس آفتاب عالم تاب نے اپنی کرنوں کو سمیٹا اور نواسی (89) برس کی عمر پا کر ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں مدینہ طیبہ کی مقدس سرزمین میں ہمیشہ کے لئے ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ رحمہ اللہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی عروہ بن زبیر بن عوام اسدی قرشی مدنی ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور ابوعبداللہ ہے۔ آپ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے چھٹے سال مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر اپنے برادر حقیقی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیس سال کم تھی اور آپ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق تھیں۔

اکتساب علم

آپ کی ولادت کے وقت اسلامی سلطنت دور دور تک پھیل چکی تھی اور قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں کے وسیع علاقے اسلام کے زیر نگیں آ چکے تھے اور مسلمان کافی حد تک معاشی زبوں حالی سے نجات پا کر خوشحال زندگی گزار رہے تھے۔ خدمت اسلام اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں آپ کے خاندان کا کردار انتہائی قابل ستائش اور قابل رشک تھا۔ لہٰذا حسب روایت آپ میں بھی حصول علم کی تڑپ اور خدمت دین کا شوق فراواں موجود تھا۔ چنانچہ سن رشد کو پہنچنے کے ساتھ ہی بڑی دلجمعی اور وفور محبت کے ساتھ اس خواہش کی تکمیل میں مصروف ہوگئے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام سے علمی استفادہ اور اکتساب فیض کرنے کا شرف حاصل کیا اور مختلف علوم میں اتنا تبحر حاصل کیا کہ پھر آپ کا شمار مدینہ

Marfat.com

طیبہ کے ان سات شہرہ آفاق فقہاء میں ہوا، جن کا فتویٰ لوگوں کے لئے اطمینان قلب اور سکون خاطر کا باعث ہوتا تھا اور انہی کا فیصلہ حرف آخر سمجھا جاتا تھا۔ آپ کے بارے حضرت امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان عروة بحرا لا تكدره الدلاء۔ (1)

''عروہ علم کا بے پایاں سمندر تھے پانی نکالنے والوں کے ڈول اسے گدلا نہیں کر سکتے تھے۔''

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''آپ کی جلالت قدر، بلند مرتبہ اور وفور علم پر سب کا اتفاق ہے۔'' (2) ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا ''میں نے قریش میں علم کے چار سمندر پائے ہیں حضرت سعید بن المسیب، حضرت ابو بکر بن عبد الرحمٰن، حضرت عبیداللہ بن عبداللہ اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم آپ کی فراوانی علم کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ بہت سے پیش آنے والے مسائل میں صحابہ کرام بھی آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم حدیث سے آپ کو خصوصی شغف اور لگاؤ تھا۔ آپ نے اپنی علمی زندگی کا مطلوب و مقصود اور مطمح نظر ہی حدیث طیبہ کو بنا رکھا تھا۔ اس کے حصول کے لئے اتنی انتھک اور مسلسل جدوجہد کی کہ عنفوان شباب میں ہی درجہ کمال تک پہنچ گئے۔ اپنی خالہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وصال سے چار پانچ سال قبل آپ کی روایت کردہ تمام احادیث ازبر کرلیں بلکہ یہاں تک کہہ دیتے تھے:

لو ماتت اليوم ما ندمت على حديث عندها الا وقد وعيته (3)

''کہ اگر آج اُم المؤمنین کا وصال بھی ہو جائے تو مجھے آپ کی کسی حدیث پر کوئی پچھتاوا نہیں کیونکہ میں نے اسے یاد کرلیا ہے۔''

علاوہ ازیں کثیر الروایہ صحابہ کرام سے بھی اکتساب فیض کیا اور علم کا بحر بیکراں بن

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۲ 2۔ تہذیب الاسماء، جلد ۱، صفحہ ۳۳۲ 3۔ المنہل اللطیف: ۲۵۴

Marfat.com

گئے۔ امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ جب عروہ مجھے کوئی حدیث بیان کرتے پھر میں وہی حدیث عمرہ سے سنتا تو اس سے عروہ کی حدیث کی تصدیق ہو جاتی۔ جب میں نے ان دونوں کے تبحر علمی کا موازنہ کیا تو امام عروہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم کا خشک نہ ہونے والا سمندر پایا۔"(1)

محدث ابن عیینہ فرماتے ہیں "تین اشخاص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کے سب سے بڑے عالم تھے یعنی قاسم، عروہ اور عمرہ۔"(2) آپ کے صاحبزادے حضرت ہشام فرماتے ہیں "ہمارے والد عروہ کی مرویات دو ہزار پر مشتمل تھیں۔ ہم ان اجزاء میں سے ایک جز کی احادیث بھی نہ سیکھ سکے۔"(3)

محمد بن سعد فرماتے ہیں "عروہ ثقہ، کثیر الحدیث، فقیہ اور عالم و حافظ تھے۔"(4)

تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد آپ مسجد نبوی میں مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے اور نور علم سے متلاشیان علم کے قلوب و اذہان کو منور کرنے لگے۔ اس طرح آپ کی وہ آرزو تکمیل پذیر ہوئی جس کی تڑپ نے آپ کو تلاش علم میں سرگرداں رکھا۔ آپ کے حلقہ درس میں دور و نزدیک سے علم کے پیاسے جوق در جوق حاضر ہوتے اور اپنی علمی تشنگی کا مداوا کرتے۔

اساتذہ و تلامذہ

آپ نے کثیر افراد سے علمی فیضان حاصل کیا ان میں سے چند اسماء گرامی یہ ہیں۔

آپ کے والد حضرت زبیر، بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت علی، حضرت سعید بن زید، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابوہریرہ، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم اور عورتوں میں سے آپ کی خالہ اُم المومنین

1۔ تہذیب التہذیب، جلد ۷، صفحہ ۱۸۲ — 2۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۲۶۳

3۔ ایضاً، تہذیب الاسماء، جلد ۱، صفحہ ۳۳۳ — 4۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۲۶۳

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ، والدہ محترمہ حضرت اسماء، حضرت اُم حبیبہ، حضرت اُم سلمہ اور حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہن۔ علاوہ ازیں تابعین میں سے حضرت نافع بن جبیر، حضرت حمران مولی عثمان اور حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم اور دیگر تابعین شامل ہیں۔

آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے اکتساب علم کرنے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے صرف چند افراد کے اسماء درج ذیل ہیں۔

حضرت سلیمان بن یسار، حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبید اللہ بن عبداللہ، حضرت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، حضرت ابوالزناد، حضرت ابن ابی ملیکہ، حضرت عطا بن ابی رباح، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت عمرو بن دینار، حضرت محمد بن ابراہیم التیمی، حضرت محمد بن منکدر اور حضرت یحییٰ بن کثیر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

عبادت وریاضت

آپ علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت وریاضت کے دلدادہ تھے۔ آپ تہجد گزار ہونے کے علاوہ صائم الدہر بھی تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت بڑے شوق اور محبت سے کرتے تھے۔ آپ دن کے وقت بلا ناغہ قرآن کریم کا ایک ربع قرآن کریم سامنے رکھ کر تلاوت فرماتے اور پھر رات کے وقت نوافل میں اس کا اعادہ کرتے۔ حالت نماز میں آپ کا خشوع وخضوع دیدنی ہوتا۔ انہماک کی کیفیت یہ ہوتی کہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے اور پیش آنے والے کسی بھی واقعہ کی خبر تک نہ رکھتے اندازہ اس واقعہ سے لگایئے۔

ایک مرتبہ آپ کے پاؤں میں پھوڑا ظاہر ہوا جس کے سبب پاؤں کاٹنا ضروری ہو گیا۔ اطباء نے تکلیف کے احساس کو کم کرنے کے لئے شراب اور دیگر خواب آور ادویات پلانے کا ارادہ کیا مگر آپ نے ان کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ پھر انہوں نے آپ کو پکڑنے کے لئے چند مضبوط آدمی بھی طلب کئے مگر آپ نے فرمایا اس کی مطلق حاجت نہیں۔ مجھے نماز شروع کر لینے دو پھر جو جی میں آئے کر لینا مجھے احساس تک نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ

Marfat.com

آپ نماز میں مصروف ہو گئے اور اطباء نے گھٹنے سے پاؤں کاٹ کر جسم سے الگ کر دیا آپ نے اف تک نہیں کی اور نہ ہی کوئی اضطرابی حرکت آپ سے سرزد ہوئی۔ جب پاؤں کاٹ دیا گیا اور خون بند کرنے کے لئے گرم تیل میں اسے رکھا گیا تو آ

اما والذی حملنی علیک انه لیعلم انی ماشیت بك الی معصیة(1)

''اس ذات کی قسم جس نے مجھے آج تک تجھ پر اٹھائے رکھا وہ جانتی ہے کہ میں تیرے ساتھ گناہ کی طرف چل کر کبھی نہیں گیا۔''

وصال

جب آپ کی عمر (75) برس ہوئی تو خالق حقیقی کی جانب سے پیغام اجل آ گیا۔ چنانچہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں بروز جمعۃ المبارک 94ھ کو آپ اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اور فرع کے قریب مجاح نامی جگہ میں آپ کا جسد مبارک سپرد خاک کر دیا گیا۔ تغمدہ اللہ برحمته الواسعة الکاملہ۔

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی سالم بن عبداللہ ہے۔ کنیت ابوعمر ہے اور سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ سالم بن عبداللہ بن امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب عدوی قرشی۔ آپ کی ولادت باسعادت کسریٰ ایران شاہ یزدگرد کی بیٹی کے بطن سے ہوئی۔ آپ کا شمار مدینہ طیبہ کے ان سات عظیم فقہاء میں ہوتا ہے۔ جن کی طرف اہل زمانہ فتاویٰ کے لئے رجوع کیا کرتے تھے اور انہی کے فیصلہ کو حرف آخر گمان کرتے۔ حتیٰ کہ خلفائے وقت بھی ان کا فیصلہ رد کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔

1۔ وفیات الاعیان لابن خلکان، جلد ۲، صفحہ ۴۲۰، البدایہ والنہایہ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۳

Marfat.com

اساتذہ وتلامذہ

چونکہ آپ ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے اس لئے آپ بچپن سے ہی حصول علم میں مصروف ہو گئے اور جلیل القدر صحابہ کرام اور عظیم المرتبت تابعین سے علمی فیضان حاصل کرنے کے لئے سالہا سال تک مسلسل شب و روز انتھک محنت کی اور آسمان علم و حکمت پر بدر منیر بن کر چمکے۔ آپ نے اپنے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ مندرجہ ذیل اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو رافع، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت ابولبابہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم اور حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ علاوہ ازیں بے شمار تابعین سے بھی آپ کو علمی استفادہ کرنے کے مواقع میسر آئے۔ آپ تحصیل علم سے فراغت پانے کے بعد مسند تدریس پر فائز ہوئے اور مسجد نبوی میں اپنے درس کا آغاز فرمایا۔ ہزاروں ایسے افراد تھے جو بعید و قریب سے آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ کیا۔ آپ کے ساتھ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ حلقہ درس میں تشریف رکھتے اور تشنگان علم کو اپنے فیضان علم سے شاد کام کرتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں تھی مگر ان میں سے مندرجہ ذیل اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت ابوبکر، حضرت امام ابن شہاب زہری، حضرت ابوبکر بن محمد بن حزم، حضرت صالح بن کیسان، حضرت حنظلہ بن ابی سفیان، حضرت عاصم بن عبیداللہ، حضرت ابوقلابہ جرمی، حضرت حمید الطویل، حضرت عمر بن واسع اور دیگر تابعین اور تبع تابعین کی کثیر تعداد کو آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

عبادت وریاضت اور اتباع سنت

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جہاں اپنے دور کے فاضل اجل اور فقیہ وقت تھے۔ وہاں ساتھ ہی آپ صوفی باصفا، زہد و تقویٰ کی عملی تصویر، عبادت و ریاضت کے شیدائی، جذبہ ذکر و فکر سے سرشار، عابد شب زندہ دار، تواضع و انکساری سے مرصع، جود و عطا سے مزین

Marfat.com

اور سادگی و استغناء سے آراستہ تھے۔ اسی لئے تو ابن العماد حنبلی نے کہا:

سالم بن عبد الله المدنی الفقیه العابد الزاهد القدوة۔ (1)

''یعنی سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ کے باسی اور فقیہ ہیں اور زہد و عبادت میں لوگوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔''

حافظ ابو نعیم نے مختصر الفاظ میں آپ کا تعارف اس طرح بیان فرمایا:

ومنهم الفقیه المتخشع الرهاب ابو عمر سالم بن عبد الله بن عمر بن الخطاب كان لِلّٰه خاشعا وفی نفسه خاضعا وبما یدفع به وقته قانعا۔ (2)

''یعنی اولیاء اللہ میں ایک بہت بڑے عالم، خشوع و خضوع کے عادی اور اپنے رب سے بے حد ڈرنے والے سالم بن عبد اللہ ہیں۔ آپ اللہ رب العالمین کے مطیع و منقاد، طبیعت کے متواضع اور منکسر المزاج زندگی کے ایام پورے کرنے کے لئے تنگی و ترشی پر قناعت کرنے والے تھے۔''

اتباع سنت کا جذبہ آپ میں عشق کی حد تک موجود تھا اور اس کی تبلیغ کے بارے اتنے پُرجوش اور پُرعزم تھے کہ بڑے سے بڑے خطرات کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ کسی کے ظاہری اقتدار اور ہمت و طاقت سے قطعاً نہیں گھبراتے تھے۔ حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جابر حکمران کو بڑی بے باکی اور جرأت سے اتباع سنت کی دعوت دیتے تھے اور اس کے جور و جفا اور ظلم و استبداد کو ہرگز خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

ایک دفعہ خلیفہ عبد الملک نے حجاج کو حکم دیا'' کہ وہ افعال حج میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرے اور قطعاً اپنی خواہش اور مرضی پر عمل پیرا نہ ہو۔ عرفہ کا دن تھا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سورج ڈھلتے ہی حجاج کے پاس آئے اور فرمایا چلئے۔ کوچ کا وقت ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ابھی؟ آپ نے فرمایا ہاں، ابھی جانا ہے۔ کہنے لگا چند لمحے صبر کیجئے۔ میں غسل

1۔ شذرات الذہب، جلد ۱، صفحہ ۱۳۳ 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۲، صفحہ ۱۹۳

Marfat.com

کر کے حاضر ہوتا ہوں۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب وہ غسل سے فارغ ہونے کے بعد آیا تو میرے اور میرے والد کے درمیان چلنے لگا۔ میں نے کہا اگر سنت پر عمل کرنا ہے تو پھر خطبہ میں اختصار اور وقوف عرفہ میں تعجیل سے کام لیجئے۔ یہ سن کر اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا سالم ٹھیک کہتے ہیں یہی سنت ہے۔"(1)

ایک دفعہ آپ کو ایسے پیالے میں پانی پیش کیا گیا جس میں چاندی لگی ہوئی تھی۔ جونہی آپ کی نظر چاندی پر پڑی تو فوراً پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور پانی پینے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت نافع سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا اس کا سبب وہ حدیث طیبہ ہے جو انہوں نے چاندی کے برتن میں کھانے پینے کے متعلق سنی تھی۔(2)

آپ کے متعلق آئمہ کرام کے نظریات

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اجمعوا علی امامتہ وجلالتہ وزھادتہ وعلو مرتبۃ۔(3)

"آپ کی امامت، جلالت قدر، زہد فی الدنیا اور علو مرتبت پر جملہ علماء کا اتفاق ہے۔"

ابن سعد فرماتے ہیں "وکان ثقۃ کثیر الحدیث عالیاً من الرجال ورعاً۔"(4)

(آپ ثقہ، کثیر الحدیث، بلند پایہ، عظمت شان کے مالک اور پرہیزگار آدمی تھے۔)

کسی نے امام یحییٰ بن معین سے پوچھا کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث سالم زیادہ جانتے تھے یا نافع مولیٰ ابن عمر؟ تو انہوں نے فرمایا "علماء کا بیان ہے کہ جب تک سالم زندہ رہے تو نافع نے حدیث بیان کرنے کی ہمت نہیں کی۔"(5)

وصال

آپ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو عرفہ کے دن میدان عرفات میں آپ کی

1۔ صحیح بخاری شریف 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد ۶، صفحہ ۵۴ 3۔ تہذیب الاسماء، جلد ۱، صفحہ ۲۰۷
4۔ طبقات ابن سعد، جلد ۵، ۷، صفحہ ۲۰۰ 5۔ تاریخ ابن عساکر، جلد ۶، صفحہ ۵۳

Marfat.com

طبیعت ناساز ہوئی اسی حالت میں آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے مگر آپ تندرست اور صحت یاب نہ ہو سکے۔ آخر چند دن کے بعد 106ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ ہشام بن عبدالملک کا عہد حکومت تھا۔ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف ہشام بن عبدالملک کو ہی حاصل ہوا۔

حضرت نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی نافع بن ہرمز یا نافع بن کاؤس ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ اگرچہ آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام تھے مگر اس کے باوجود اعلیٰ درجے کا علمی ذوق وشوق رکھتے تھے۔ غلام ہونے کی حیثیت سے آپ پر متنوع قسم کی کثیر ذمہ داریاں تھیں مگر یہ تمام مصروفیات آپ کو تحصیل علم سے قطعاً باز نہ رکھ سکیں اور نہ ہی آپ کی علمی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوئیں۔ آپ نے ایسے اعلیٰ اخلاق، بلند کردار اور تجسس علمی کے ایسے شوق اور محبت کا اظہار کیا کہ آپ کے آقا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس پر اظہار فخر کرتے ہوئے رب کریم کے حضور اس طرح شکر ادا کرتے تھے "کہ نافع عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا کرم فرمایا ہے۔"(1)

اساتذہ وتلامذہ

حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے متعدد صحابہ کرام سے درس حدیث لیا جن میں خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابولبابہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اسماء مشہور ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے متعدد تابعین عظام سے بھی علمی استفادہ کیا۔ جن میں قاسم، سالم، یزید بن عبداللہ، اسلم مولیٰ عمر اور عبداللہ بن محمد بن ابی بکر رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین، جلد ۲۶۰، علوم الحدیث، ۲۸۰

Marfat.com

آپ نے اپنے اساتذہ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے اتنی محنت شاقہ اور جہد مسلسل کی کہ عظیم محدث اور فقیہ کی حیثیت سے اُفق علم و حکمت پر بدر منیر بن کر عیاں ہوئے اور اپنے علم کے نور سے تابعین اور تبع تابعین کے قلوب واذہان کو روشن کرنے لگے۔ وہ خوش بخت جنہیں آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا اور آپ کے بحر علم وعرفان سے سرزمین قلب کو سیراب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان کی تعداد کثیر ہے چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔ تابعین میں سے ابو اسحاق سبیعی، حکم بن عیینہ، یحییٰ انصاری، محمد بن عجلان، ابن شہاب زہری، صالح بن کیسان، ایوب، حمید الطویل، میمون بن مہران، موسیٰ بن عقبہ ابن عون، اعمش رضی اللہ عنہم اور دیگر تابعین۔ تابعین کے علاوہ مندرجہ ذیل آئمہ کرام کو بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابن جریج، امام اوزاعی، امام مالک، لیث، یونس بن عبید، ابن ابی ذویب، ابن ابی لیلیٰ، ضحاک بن عثمان، اور حضرت نافع کے تینوں صاحبزادے عبد اللہ، عمر اور ابوبکر۔

روایت حدیث میں آپ کی عظمت وفضیلت اور ثقاہت وعدالت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب میں کوئی حدیث بروایت نافع عن ابن عمر سن لوں تو پھر مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی اور سے بھی سنوں۔''(1)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صحیح ترین سند مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔''(2)

حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''نافع سے بڑھ کر اور کس کی روایت ہو سکتی ہے۔''(3)

آپ کی اسی عظمت، علمی وقار اور تمکنت کے سبب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ سے انتہائی زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو تیس ہزار کی پیشکش کردی کہ اتنے کے عوض مجھے عطا فرما دیجئے

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۲۶۴ 2۔ علوم الحدیث: ۲۸۱

3۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۲۶۵

Marfat.com

مگر آپ نے اس کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہ فرمائی اور نہ ہی کسی حرص اور لالچ کو اپنے قریب آنے دیا پھر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کی خاطر آپ کو آزاد کر دیا۔

خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے آپ کی علمی و دینی خدمات کے پیش نظر آپ کو حدیث وفقہ کی تعلیم عام کرنے کے لئے مصر روانہ فرما دیا۔ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''نافع کثیر الحدیث تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے احادیث کی تعلیم وتدریس کے لئے آپ کو مصر بھیجا تھا۔''(1)

وصال

حضرت نافع رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک اپنے فیضان علم سے لوگوں کو فیض یاب کرتے رہے اور دور و نزدیک سے تشنگانِ علم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس چشمہ صافی سے اپنی پیاس بجھاتے رہے۔ افادہ واستفادہ کا یہ سلسلہ تادیر قائم رہا۔ بالآخر اس عارضی جہان کو چھوڑنے کا وقت مقرر آپہنچا اور آپ 117ھ میں مدینہ منورہ کے عظیم المرتبت اور حسین وجمیل شہر میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے داغ مفارقت دے گئے۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امام ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ

نام ونسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد بن مسلم ہے۔ 50ھ میں آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ سلسلہ نسب اسی طرح ہے محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ القرشی الزہری المدنی۔ آپ بلاد شام میں سکونت پذیر تھے اور زہری کے نام سے معروف تھے۔ آپ کی کنیت ابوبکر اور ابن شہاب ہے۔ آپ کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے مگر علمی اعتبار سے آپ کو ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ آپ حجاز وشام کے علماء کا مرکز ومرجع تھے۔

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۲۶۵

Marfat.com

اساتذہ اور تلامذہ

جن اساتذہ کرام سے انہوں نے علم کے موتی چنے ان میں صغار صحابہ کرام کے علاوہ کبار تابعین بھی شامل ہیں چند اسماء گرامی یہ ہیں حضرت انس بن مالک، سہل بن سعد، سائب بن یزید، شبیب ابو جمیلہ، عبدالرحمٰن بن ازہر، ربیعہ بن عباد، محمود بن ربیع، ابوالطفیل، سعید بن المسیب اور ابوامامہ رضی اللہ عنہم آپ کے شاگردوں اور تلامذہ کی تعداد کثیر ہے مگر یونس زبیدی، صالح بن کیسان، معمر، اوزاعی، امام مالک اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور ان کا شمار ائمہ حدیث میں ہوتا ہے۔

قوۃ حفظ اور تحصیل علم

آپ پر خالق کائنات کا یہ خصوصی انعام اور احسان تھا کہ آپ کو لاجواب قوۃ حفظ ودیعت فرمائی تھی جو چیز ایک بار نظر سے گزر جاتی وہ ذہن میں راسخ اور ثبت ہو جاتی۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے ''میں نے اپنے حافظہ میں کوئی چیز نہیں رکھی جس میں اس نے خیانت کی ہو۔ (یعنی وہ مجھے بھول گئی ہو۔)(1)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی (80) راتوں میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ رب کریم کے اس عظیم احسان کے باوجود تحصیل علم کے لئے آپ کے جذبات اور جد وجہد دیدنی تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں'' آٹھ سال تک میرا زانو ابن مسیب کے زانو سے جدا نہیں ہوا یعنی میں نے آٹھ سال تک آپ کی صحبت ترک نہیں کی۔''

آپ کے شاگرد رشید حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ آپ کا قول بیان کرتے ہیں:

ماصبر احد علی العلم صبری ولا نشرہ احد نشری۔ (2)

''یعنی طلب علم میں میری طرح کسی نے تکالیف اور مشقتوں پر صبر نہیں کیا اور نہ ہی میری طرح کسی نے علم کی نشر و اشاعت کی۔''

حصول علم کے لئے آپ کی محنت شاقہ مسلسل پینتالیس برس کی طویل مدت پر محیط

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۲۳۸

2۔ سنت خیر الانام: ۱۴۴

Marfat.com

ہے۔جس دوران آپ شام و حجاز کے متعدد علماؤ شیوخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔آپ اپنے اساتذہ کی خدمت اس خلوص، محبت اورتن دہی سے کرتے کہ یوں معلوم ہوتا شاید یہ ان کے شاگرد نہیں بلکہ زرخرید غلام ہیں۔لہٰذا رب کریم کی عنایت اوراپنے اساتذہ کی نگاہ شفقت کے سبب آپ اس مقام پر فائز ہوئے کہ حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے زہری سے بڑھ کر کسی کو جامع کمالات نہیں پایا۔وعظ کہنے کے لئے اٹھتے ہیں تو میں کہتا کہ آپ وعظ و نصیحت کہنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔اگر ایام عرب اور انساب کا ذکر چھیڑتے تو یہ گمان ہوتا کہ اس میں لاجواب ہیں اور قرآن وحدیث کے اسرار و معارف بیان کرنے لگتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ بحر بیکراں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔''(1)

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے زہری سے بہتر حدیث روایت کرنے والا نہیں دیکھا۔''(2)

آپ کے علمی تجسس کی کیفیت یہ تھی کہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں ''میں نے اپنے والد سے دریافت کیا زہری کس لئے تم پر فوقیت لے گئے؟ فرمانے لگے وہ مجالس میں پیچھے سے چھپ کر داخل نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ سامنے سے آتے تھے۔مجلس میں کوئی نوجوان یا ادھیڑ عمر کا مرد یا نوجوان اور ادھیڑ عمر کی عورت نہیں ہوا کرتی تھی جس سے وہ دینی مسائل دریافت نہ کرتے ہوں حتیٰ کہ جو عورتیں پس پردہ ہوتی تھیں ان سے بھی پوچھتے ہوئے نہ جھجکتے۔''(3)

صالح بن کیسان کا قول ہے کہ ''میں اور زہری دونوں اکٹھے پڑھا کرتے تھے۔زہری کہنے لگے آؤ ہم حدیثیں لکھ لیا کریں۔پھر کہنے لگے آؤ ہم اقوال صحابہ بھی لکھ لیں۔چنانچہ زہری نے یہ سب کچھ لکھ لیا اور میں نے نہ لکھا اس لئے وہ کامیاب رہے اور ہم نے سب کچھ ضائع کر دیا۔''(4)

آپ اصول روایت کے اس قدر پابند تھے کہ قطعاً یہ برداشت نہیں کرتے تھے کہ بغیر

1۔سنت خیر الانام۔ھکذا فی علوم الحدیث و تاریخ حدیث 2۔تاریخ حدیث و محدثین: ۲۴۷

3۔تاریخ حدیث و محدثین: ۲۴۷ 4۔علوم الحدیث: ۸۳، تاریخ حدیث: ۲۴۸

Marfat.com

سند کے حدیث ذکر کی جائے۔ ایک دفعہ آپ کی محفل علم سجی ہوئی تھی۔ چاروں طرف تشنگان علم حدیث جذبات محبت لے کر ہجوم کئے بیٹھے تھے کہ اسی اثناء میں اسحاق بن عبداللہ نے کہا ''قَالَ رسولُ الله ﷺ'' یعنی انہوں نے بغیر سند کے حدیث بیان کرنے کی کوشش کی تو رونق بزم حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ غصہ سے بے تاب ہو کر گویا ہوئے:

مالك قاتلك اللهُ یا ابن ابی فروة ما اجرأك على اللهِ اسند حديثك تحدثون باحاديث ليس لها خطم ولا ازمة۔ (1)

''خدا تمہیں ہلاک کرے اے ابی فروہ (یہ اسحاق کی کنیت ہے) کس چیز نے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اس قدر بے باک کر دیا ہے۔ اپنی حدیث کی سند بیان کر تم ایسی حدیثیں بیان کرتے ہو جس کی نکیل ہے نہ لگام۔''

آپ کی قوۃ حفظ کے بارے یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آپ سے درخواست کی ''کہ میرے بچے کو کچھ احادیث لکھوا دیجئے تو آپ نے چار سو احادیث اسے لکھوا دیں اور تشریف لے گئے۔ پھر ایک ماہ بعد ہشام آپ سے ملا اور کہنے لگا وہ کتاب جس میں احادیث درج تھیں وہ مجھ سے ضائع ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہی احادیث امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ لکھوا دیں۔ ہشام نے جب ان کا تقابل پہلے والی کتاب سے کیا تو ایک حرف کا بھی فرق نہ پایا۔ ہشام آپ کے علم سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کر دیا۔'' (2)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو احادیث رسول سننے کے شوق میں لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کی موجودگی میں کسی کو حدیث بیان کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حالانکہ اس وقت مدینہ طیبہ میں ستر (70)، اسی (80) کے قریب مشائخ تھے جن کی طرف طلب حدیث کے سلسلہ میں رجوع کیا جا سکتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے ہمنشینوں سے فرمایا کرتے کہ زہری سے میل جول زیادہ

1۔ سنت خیر الانام: ۱۴۵

2۔ علوم الحدیث: ۳۸۴، تاریخ حدیث: ۲۳۸

Marfat.com

رکھو کیونکہ علوم سنت کو ان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔(1)

اس تمام تر عظمت و رفعت کے باوجود آپ کا مزاج انتہائی سادہ تھا اور بود و باش تواضع اور انکساری کا مجسمہ تھی۔ تصنع، ریاکاری اور حرص و ہوس نام کی چیزوں کا وہاں وہم و گمان تک نہ تھا۔ دراہم و دنانیر کی آپ کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہ تھی بلکہ آپ کے نزدیک حقیر ترین چیز یہی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما رأیت الدینار والدراهم عند احد اهونَ منه عند الزهری کانهما بمنزلة البعر۔(2)

''میں نے دینار و درہم کو جس قدر کم قیمت زہری کے ہاں دیکھا ہے اور کسی کے ہاں نہیں دیکھا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قیمت مینگنی سے زیادہ نہیں۔''

المختصر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل اور حفظ و ضبط کے اعتبار سے تنہا ایک جماعت کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ عظیم محدث اور ثقہ راوی تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حکم سے احادیث جمع کرنے میں اولیت کی سعادت آپ ہی کو حاصل ہوئی۔ آپ کی مرویات کی تعداد تقریباً بارہ سو ہے۔

وصال

چونکہ آپ کی رہائش ملک شام کے شہر شعبداء میں تھی۔ لہٰذا علم و عرفان کا یہ مہر درخشاں ایک طویل مدت تک اہل زمانہ کے قلوب و اذہان کو نور علم سے منور کرتا رہا اور بالآخر 124ھ کو رمضان المبارک کی نورانی ساعتوں میں اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ تہہ مزار چلا گیا۔

جزاه الله عنا وعن جميع المؤمنين خير الجزاء۔

حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی الکوفی ہے اور کنیت ابوشبلی ہے۔ آپ کا

1۔ مطالعہ حدیث: ۱۷۵　2۔ ایضاً، ۱۷۹

Marfat.com

شمار جلیل القدر فقہاء تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کو اپنی قوم کی طرف سے فقیہ عراق کا معزز لقب ملا ہوا تھا۔

اساتذہ اور تلامذہ

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کو متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے درس حدیث لینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان میں حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابودرداء، حضرت خباب، حضرت حذیفہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ بالخصوص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مایہ ناز اور قابل فخر شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی وسعت علمی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

ما اقرء شیئا وما اعلم شیئا الا وعلقمۃ یقرء ہٗ ویعلمہ۔ (1)

''یعنی جو کچھ میں پڑھ سکتا ہوں اور جو کچھ میں جانتا ہوں علقمہ بھی اسے پڑھ سکتا ہے اور جانتا ہے۔''

آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ان بلند بخت اور عالی مرتبہ افراد میں جنہوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت ابووائل، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت شعبی، حضرت ابن سیرین، حضرت عبدالرحمٰن بن یزید اور حضرت ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

آپ کی عظمت وجلالت، کثرت علم اور اخلاق کے اعلیٰ معیار پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ آپ کے بارے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''علقمہ ثقہ اور بڑے نیک آدمی ہیں۔'' حضرت سبیعی کا قول ہے ''علقمہ عالم ربانی ہیں۔'' اور ابوسعد سہانی فرماتے ہیں ''علقمہ اصحاب ابن مسعود میں سب سے بڑے اور صورت وسیرت میں ان سے ملتے جلتے تھے۔''

1۔ سنت خیر الانام: ۱۳۲، بحوالہ تاریخ الفقہ الاسلامی: ۸۲

Marfat.com

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے تھے "احیاء العلم المذکراۃ" (1) (بار بار دہرانا علم کو زندہ رکھا کرتا ہے۔) مزید فرماتے "تذکروا الحدیث فان حیاتہ ذکرہ" (حدیث کو بار بار دہرایا کرو کیونکہ دہرانا ہی اس کی زندگی ہے۔)

آپ نے اپنی تمام عمر حدیث طیبہ کی تعلیم و تدریس میں ہی بسر کی۔ آپ اتنے جید محدث اور عظیم المرتبہ ہونے کے باوجود عجز وانکساری اور قناعت کا پیکر تھے۔ آپ نے اپنی گزر اوقات کے لئے بکریوں کا ایک ریوڑ پال رکھا تھا۔ آپ ان کے چارے وغیرہ کا انتظام بھی خود ہی کرتے اور خود ہی ان کا دودھ بھی دوہتے تھے۔

وصال

طویل مدت تک ایک جہان آپ کے علم وعرفان کے چشمہ صافی سے اپنی علمی پیاس بجھاتا رہا اور اپنے سینے کو نور علم سے منور کرتا رہا۔ بالآخر 62ھ میں علم وعرفان کا یہ ماہتاب اطراف واکناف میں ضوفشانی کرنے کے بعد خالق حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور موت کی آغوش میں پہنچ کر ظاہری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

گزشتہ صفحات میں کثیر تابعین میں سے چند افراد کا سوانحی تعارف پیش کیا گیا ہے جنہیں بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے اکتساب فیض کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور بعدازاں انہوں نے خدمت دین اور علوم کی ترویج واشاعت کے لئے اپنی ساری زندگی وقف رکھی۔ ان ہی بلند اقبال افراد میں سے ایک امام المجتہدین، رئیس الفقہاء، استاذ المحدثین، صلحاء امت کے مقتدا سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ آپ کی ذات ان جملہ محاسن اور خوبیوں سے مزین اور مرصع تھی جن سے آراستہ ہونا کسی بھی ہادی ورہبر کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۲۶۹

Marfat.com

ولادت اور شجرہ نسب

ابن خلکان اور ابونعیم کے قول کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت 80ھ میں ہوئی (1)۔ اور آپ کو نعمان کے مبارک نام سے موسوم کیا گیا۔ آپ کا سلسلہ نسب آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس طرح ہے "نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان۔" نیز فرمایا ہم لوگ نسل فارس سے ہیں اور کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔ ہمارے دادا ابوحنیفہ 80ھ میں پیدا ہوئے۔ (2)

آپ ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ کے دادا نعمان بن مرزبان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ انتہائی گہرے مراسم تھے لہٰذا جب ثابت پیدا ہوئے تو وہ انہیں لے کر حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ثابت اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حضرت اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول فرمائی ہے۔

بچپن اور تعلیم و تربیت

چونکہ آپ کے والد ثابت پیشہ تجارت سے منسلک تھے اور ان کی تمام تر توجہات اور مصروفیات تجارت کے لئے ہی تھیں۔ اس لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی بنیادی رسمی علوم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے والد کے دست و بازو بنے اور آبائی پیشہ ہونے کی وجہ سے آپ کا ذہنی رجحان اور طبعی میلان بھی تجارت کی طرف ہی ہوا مگر خالق کائنات نے ذہانت و فطانت اور فہم و فراست کی صورت میں جو گوہر نایاب آپ کو ودیعت فرما رکھا تھا اس کی چمک آپ کی پیشانی سے عیاں تھی۔ چنانچہ آپ تجارت کی غرض سے ہی ایک دن بازار جا رہے تھے کہ راستہ میں محدث کوفہ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر آپ پر پڑی اور آپ کی درخشاں پیشانی سے خفیہ صلاحیتوں کا مشاہدہ فرما لیا۔ یاد فرما کر

1۔ وفیات الاعیان، جلد ۵، صفحہ ۳۰۹، تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۳۳۰

2۔ ایضاً، مقدمہ مسند امام اعظمؒ: ۱۳، سوانح امام اعظمؒ: ۵۴

Marfat.com

پوچھا بیٹے! کہاں جارہے ہو؟ تو آپ نے عرض کی بازار جارہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے؟ تو آپ نے جواب نفی میں دیا۔ تب امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان ذی اثر سے ارشاد فرمایا تم علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو کیونکہ میں تمہارے چہرے پر علم و فضل کی درخشندگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔"(1)

بس آپ کا یہ فرمانا تھا کہ نصیحت آپ کے دل ودماغ میں اتر گئی۔ علم کی ایک دھن آپ پر غالب آئی۔ تحصیل علم کی لگن اور ذوق تجسس بحر تلاطم خیز کی مثل موجزن ہوا اور پھر آپ نے دیگر تمام مصروفیات سے رخ پھیرا اور اپنی تمام تر کاوش اور جدوجہد کا مرکز علم کو بنالیا اور ایک طویل مدت تک اتنی انتھک اور مسلسل محنت کی کہ مروجہ تمام علوم میں درجہ کمال پر فائز ہوئے۔ چاہے وہ علم الکلام ہو یا علم الحدیث، علم الفقہ ہو یا علم الانساب، علم الادب ہو یا علم ایام العرب پھر کیا تھا آپ آسمان علم وحکمت کے ماہ تمام تھے۔ بحر علم کی عمیق تہوں سے گوہر تابدار لانے والے ماہر غواص تھے اور علم وعرفان کا آفتاب عالم تاب تھے۔ جس کی روشن کرنوں سے ایک عالم جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ نام کا شہرہ چار دانگ عالم میں تھا۔ علم کا چرچا گھر گھر تھا۔ ذہانت وفطانت ہے کہ ائمہ وقت اس پر رشک کناں تھے۔ فراست مومنانہ ہے کہ علماء وقت کی عقل دنگ تھی اور امت مصطفوی کا ایک سیلاب ہے جو اس بحر ذخار سے علم کے موتی چننے کے لئے، اس بدر منیر کی ضوفشانیوں سے اپنے قلوب کو جلا بخشنے کے لئے اور اس سراج منیر سے اپنے سینوں کو منور کرنے کے لئے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے در یتیم رحمۃ للعالمین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ جمعہ نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت "وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" تلاوت فرمائی۔ تو حاضرین مجلس نے دست بستہ عرض کی آقا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ دوسرے کون ہیں جو ابھی ہم سے نہیں ملے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ مگر ان اسیران زلف عنبریں اور کتاب الہٰی کی حکمت کے متلاشیوں نے جب اصرار کیا تو پھر رموز وکنایات سے آگاہ اور کتاب ہدایت کے

1۔ مناقب امام اعظمؒ جلد ۱، صفحہ ۵۹، سیرت نعمان: ۳۷

Marfat.com

سربستہ رازوں سے آشنا نبی نے اپنے غلاموں کی اس تڑپ اور اصرار کو دیکھ کر اپنا دست اقدس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھا اور فرمایا:

لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاءِ۔

رواہ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ۔ (1)

''اگر ایمان ثریا کی بلندیوں کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے افراد اسے ضرور تلاش کرلیں گے۔''

تو اس مقام پر علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض تلامذہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے استاذ محترم بالیقین فرماتے تھے کہ اس فرمان نبوی کے اولین مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں کیونکہ آپ کے زمانہ میں اہل فارس میں سے کوئی بھی آپ کے علمی مقام ومرتبہ اور عظمت ورفعت میں آپ کا ثانی نہ بن سکا۔ آپ کا مقام تو انتہائی ارفع ہے آپ کے شاگردوں کے مقام تک معاصرین میں سے کوئی رسائی حاصل نہیں کرسکا۔ (2)

اس کی تائید حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تو آپ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ''این اطلبک؟'' (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''عند علم ابی حنیفۃ۔'' (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے پاس مجھے تلاش کرو۔)(3)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ظاہری علوم میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ طریقت کی منازل طے کرتے ہوئے بارگاہِ نبوت میں شرف حضوری حاصل کرچکے تھے۔

1۔ عمدۃ القاری، جلد ا، صفحہ ۲۳۸
2۔ مناقب امام اعظمؒ جلد ا، صفحہ ۵۹
3۔ کشف المحجوب مترجم: ۱۴۴

Marfat.com

سیرت وکردار

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جس طرح علوم میں یگانہ روزگار تھے۔اسی طرح اپنی سیرت وکرداراوراخلاق وعادات میں بھی منفرداور یکتا تھے۔آپ علم کے اتنے مقام رفیع پر فائز ہونے کے باوجود تواضع اورانکساری کا پیکر تھے۔سنجیدگی ومتانت آپ کا وقار تھا،زہدو تقویٰ آپ کا شعار تھا،عبادت وریاضت آپ کا اطمینان تھا۔رأفت ورحمت آپ کا مزاج تھا۔تدبروتفکر آپ کا شیوہ تھااورخشوع وخضوع بے مثال تھا۔عبادت ایسی کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے رہے۔تلاوت ایسی کہ اکثر راتوں میں قرآن کریم ختم کرتے رہے۔تقویٰ ایسا کہ اپنے مقروض کی دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھتے اور فرماتے ''کہ جس قرض سے کوئی نفع حاصل ہو وہ سود ہے'' پڑوسیوں سے حسن سلوک کا عالم یہ تھا'' کہ آپ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا جس کے پاخانہ کا پانی ان کے گھر میں ٹپکا کرتا تھا۔آپ بیس برس تک روزانہ اسے اپنے گھر سے اٹھا کر باہر پھینکتے رہے اور یہودی کو کبھی اس کی خبر تک نہ ہوئی۔لیکن جب اسے اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ رو دیا اور آپ کے پاس آکر مسلمان ہوگیا۔''(1)

آپ کے زہد کا عالم یہ تھا کہ آپ فرماتے'' کہ اگر کوئی بندہ یہاں تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اس ستون کی مثل ہوجائے مگر اس کو اس کی خبر نہ ہو کہ وہ جو کچھ کھاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے تو اس کی عبادت قبول نہ ہوگی۔''(2)

آپ کی سیرت وکرداراورمحاسن اخلاق کی بہترین اجمالی تصویر امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تقریر ہے جو آپ نے ہارون الرشید کے سامنے فرمائی تھی۔ہارون الرشید نے ایک دفعہ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف بیان کیجئے تو آپ نے فرمایا''جہاں تک میں جانتا ہوں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق وعادات یہ تھے کہ نہایت پرہیزگار تھے،منہیات سے بچتے تھے،اکثر چپ رہتے تھے اور سوچا کرتے تھے۔کوئی

1۔الطبقات الکبریٰ مترجم:117 2۔ایضاً

Marfat.com

شخص مسئلہ پوچھتا اور ان کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے، نہایت سخی اور فیاض تھے، کسی سے حاجت کا اظہار نہ کرتے، اہل دنیا سے احتراز کرتے تھے، دنیوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے تھے، غیبت سے بہت بچتے تھے۔ جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی کے ساتھ کرتے، بہت بڑے عالم تھے اور مال کی طرح علم کے صرف کرنے میں بھی فیاض تھے۔"

ہارون الرشید نے یہ سن کر کہا صالحین کے یہی اخلاق ہوتے ہیں۔"(1)

آپ کی فیاضی اور سخاوت کے متعلق حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ اس پر ان کا ممنون ہوتا تو آپ کو بے حد افسوس ہوتا۔ فرماتے شکر کا مستحق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کا دیا ہوا مال میں نے تم تک پہنچایا ہے۔ آپ مزید فرماتے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بیس سال تک میری اور میرے اہل و عیال کی کفالت فرماتے رہے۔ ایک دن میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ جیسا فیاض کوئی شخص نہیں دیکھا۔ فرمایا تم نے حماد کو نہیں دیکھا ورنہ ایسا کبھی نہ کہتے۔"(2)

شیوخ واساتذہ

ائمہ مجتہدین میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کا شمار زمرہ تابعین میں ہوتا ہے کیونکہ آپ کو حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعد ساعدی، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر ان میں سے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن اَبی اوفی رضی اللہ عنہما سے تو شرف روایت بھی حاصل ہوا۔(3)

مذکورہ صحابہ کرام کے اسمائے گرامی آپ کے شیوخ واساتذہ میں سرفہرست ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے شیوخ کی تعداد کثیر ہے حتیٰ کہ ابوحفص کبیر نے کہا کہ آپ نے چار ہزار شیوخ سے اکتساب فیض کیا۔ ائمہ کرام نے ان میں سے کثیر کے اسمائے گرامی مختلف کتب

1۔ سیرت النعمان: ۸۴، سوانح امام اعظم ابوحنیفہ: ۷۶

2۔ تذکرۃ المحدثین: ۵۵، بحوالہ الخیرات الحسان: ۹۵

3۔ علوم الحدیث: ۴۸۵

Marfat.com

میں درج کئے ہیں۔ یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ ان میں سے چند اسمائے گرامی ذکر کئے جاتے ہیں۔

مشائخ کوفہ

آپ نے اپنے شہر کوفہ کے جن ائمہ ومحدثین سے علمی استفادہ کیا ان میں سے قابل ذکر اسمائے گرامی یہ ہیں۔

نمبر 1۔ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آپ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے ابتداء میں آپ کو حصول علم کی ترغیب دی تھی۔ ان کے متعلق امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عالم صرف چار ہیں مدینہ میں ابن المسیب، بصرہ میں حسن، شام میں مکحول اور کوفہ میں شعبی رحمہ اللہ علیہ مشہور ہے کہ آپ نے پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت کی تھی۔"

نمبر 2۔ حضرت سلمہ بن کھیل رحمۃ اللہ علیہ:۔ آپ مشہور محدث اور تابعی تھے۔ کثیر صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنے کی سعادت سے بہرہ ور تھے۔ آپ کے بارے ابن مہدی کا قول ہے "کہ کوفہ میں چار شخص سب سے زیادہ صحیح الروایۃ تھے۔ منصور، سلمہ، عمرو بن مرہ اور ابوحصین۔"

نمبر 3۔ ابواسحاق سبعی:۔ آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ عجلی کے قول کے مطابق اٹھائیس (28) صحابہ کرام سے بالمشافہ روایت کرنے کی انہیں سعادت حاصل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے ابواسحاق کے شیوخ کو شمار کیا تو وہ کم وبیش تین سو بنے۔

نمبر 4۔ سماک بن حرب:۔ آپ کے بارے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سماک نے کبھی حدیث میں غلطی نہیں کی اور ان کا اپنا بیان ہے کہ میں نے اسی (80) صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔

نمبر 5۔ محارب بن دثار:۔ آپ کوفہ میں منصب قضا پر فائز تھے۔ آپ کے بارے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو زاہد نہیں دیکھا۔" علاوہ ازیں

Marfat.com

آپ کو امام احمد، دارقطنی، نسائی اور ابوزرعہ وغیرہ محدثین نے ثقہ تسلیم کیا ہے۔

نمبر 6۔ عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود:۔ یہ نہایت ثقہ اور پرہیزگار تابعی تھے۔

نمبر 7۔ ہشام بن عروہ:۔ آپ مشہور تابعی ہیں ابوحاتم نے آپ کو امام الحدیث کہا ہے۔ آپ کا مقام تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً حضرت سفیان ثوری، حضرت امام مالک اور حضرت سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ تعالیٰ ان کے شاگرد ہیں۔

نمبر 8۔ سلیمان بن مہران معروف بہ اعمش:۔ آپ کوفہ کے مشہور امام اور معزز تابعی تھے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم محدثین کو ان سے فیضان علم حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

شیوخ بصرہ

نمبر 1۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:۔ آپ اپنے دور کے عظیم محدث اور مشہور تابعی تھے آپ کی یہ خصوصیت انتہائی مشہور تھی کہ آپ حدیث طیبہ من وعن بیان کر دیتے تھے اور الفاظ و معنی میں ذرہ بھر فرق نہیں آنے دیتے تھے۔ آپ کی قوت حافظہ کے بارے یہ مشہور ہے۔ عمرو بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ مدینہ طیبہ میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے فقہ و حدیث پڑھتے تھے۔ ایک دن انہوں نے فرمایا کہ تم ہر روز بہت سی باتیں پوچھتے ہو تم کو ان میں سے کچھ یاد بھی ہیں؟ آپ نے عرض کی ایک ایک حرف محفوظ ہے۔ چنانچہ جس قدر ان سے سنا تھا بقید تاریخ اور دن بیان کرنا شروع کر دیا۔ استاذ محترم نہایت متعجب ہوئے اور فرمایا ”خدا نے دنیا میں تم جیسے لوگ بھی پیدا کیے ہیں۔“ اسی وجہ سے لوگ آپ کو احفظ الناس کہا کرتے تھے۔(1)

نمبر 2۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ:۔ آپ اپنے وقت کے عظیم محدث تھے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فن حدیث میں امیر المؤمنین تسلیم کیا ہے۔ عراق میں آپ ہی نے سب سے پہلے مراتب جرح و تعدیل مقرر کیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ ”شعبہ نہ ہوتے تو عراق

1۔ سیرت النعمان: ۵۰

Marfat.com

میں حدیث کا علم رواج نہ پاتا۔" آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے فرماتے "جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے۔ اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہم نشین ہیں۔" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا "اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے ان کو حدیث وروایت کی اجازت دی اور شعبہ آخر شعبہ ہی ہیں۔"(1)

علاوہ ازیں آپ نے عبدالکریم بن امیہ اور عاصم بن سلیمان الاحول سے بھی اکتساب فیض کیا۔

شیوخ حرمین شریفین

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب کوفہ وبصرہ کے شیوخ واساتذہ سے اپنا دامن علم کے موتیوں سے بھر چکے تو پھر تکمیل علم کے لئے حرمین شریفین کی طرف سفر کیا۔ کیونکہ انہیں آقادوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کثیر صحابہ کرام کا مسکن ہونے کے ناطے سے علوم کا مرکز ومخزن ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ایسی درسگاہیں تھیں جن میں صحابہ کرام کے فیض یافتہ کثیر تابعین مسند تدریس پر جلوہ افروز تھے اور دور ونزدیک سے آنے والوں کے سینوں کو نور علم سے منور کر رہے تھے۔ مگر ان میں حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اپنا ہی مقام تھا۔ آپ مشہور تابعی تھے اور کافی تعداد میں صحابہ کرام سے نور علم اخذ کرنے کے سبب درجہ اجتہاد پر فائز ہو چکے تھے۔ مجتہدین صحابہ کرام آپ کے علم وفضل کے معترف تھے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جن کے سامنے انہیں زانوئے تلمذتہ کرنے کا شرف بھی حاصل تھا، اکثر فرمایا کرتے "عطاء بن ابی رباح کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں۔" حج کے زمانہ میں تو حکام سلطنت کی جانب سے یہ منادی کرادی جاتی تھی" کہ عطاء کے سوا کوئی شخص فتویٰ دینے کا مجاز نہیں ہے۔"

امام اوزاعی، زہری اور عمرو بن دینار رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے آئمہ وقت ان ہی سے فیض پا

1۔ سیرت النعمان:51

Marfat.com

کر مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ چنانچہ جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو آپ ہی کے حلقہ درس میں شامل ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے عقیدہ کے بارے میں کچھ دریافت کیا تو آپ نے جواباً عرض کیا ''میں اسلاف کو برا نہیں کہتا، گنہگار کو کافر نہیں سمجھتا اور قضا وقدر کا قائل ہوں'' تو یہ سن کر آپ نے اپنے حلقہ درس میں شامل ہونے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ پھر دن بدن جیسے جیسے امام صاحب کی ذہانت و فطانت کے جوہر ظاہر ہوتے گئے آپ اپنے استاذ کی آنکھ کا تارا بنتے گئے اور آپ کا وقار بڑھتا گیا۔ صورت اینجا رسید کہ پھر جب امام صاحب حلقہ درس میں حاضر ہوتے تو استاذ محترم خصوصی نظر شفقت اور توجہ فرماتے اور دوسروں کو پیچھے کر کے آپ کو اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے جگہ عنایت فرماتے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں آپ کے علاوہ حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اکتساب فیض کیا۔ آپ مشہور تابعی اور اپنے دور کے عظیم محدث و فقیہ تھے۔ آپ کے بارے حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے'' کہ قرآن کا عالم عکرمہ سے بڑھ کر کوئی نہیں رہا۔'' علاوہ ازیں بھی کئی شیوخ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سینہ کو فیض علم سے معمور کیا۔

پھر اسی دور میں 102ھ سے پہلے آپ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور وہاں آپ کو فقہاء سبعہ میں سے حضرت سلیمان اور حضرت سالم بن عبداللہ رحمہما اللہ تعالیٰ سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور ان کے فیضان علم سے اپنے سینے کو بقعہ نور بنانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ایک بار سند فراغت حاصل کر چکنے کے بعد بھی آپ کا یہ معمول رہا کہ جب بھی حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوتی تو پھر کئی ماہ تک وہاں قیام فرماتے اور آئمہ وقت سے استفادہ کرتے۔ چنانچہ حضرت امام اوزاعی اور مکحول شامی رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی آپ کی ملاقات مکہ مکرمہ میں ہی ہوئی مگر یہ وہ زمانہ تھا جب آپ کی ذہانت و فطانت کا چرچا دور دور تک ہو چکا تھا اور ظاہر بین لوگ آپ کو قیاس کا لقب دے چکے تھے۔ انہی ایام میں آپ

Marfat.com

کے شاگرد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے فن حدیث کی تکمیل کے لئے بیروت کا سفر کیا تو پہلی ہی ملاقات میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا ''کوفہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کون شخص پیدا ہوا ہے جو دین میں نئی باتیں نکالتا ہے۔'' تو انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور واپس آ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد چند اجزاء لے کر پھر حاضر خدمت ہوئے۔ اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ اجزاء لے لئے۔ ان کے سرورق پر لکھا تھا ''قال نعمان بن ثابت'' وہ کافی غور وخوض کرتے رہے پھر پوچھا یہ نعمان کون بزرگ ہیں؟ تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا عراق کے ایک شخص ہیں جن کی صحبت میں میں رہا ہوں تو انہوں نے فرمایا بڑے پایہ کا شخص ہے۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا یہ وہی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہیں آپ مبتدع بناتے ہیں تو انہیں اپنی غلطی پر بہت افسوس ہوا۔ پھر جب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی ملاقات ہوئی اور ان ہی اجزاء میں موجود مسائل پر آپ کی تقریر سنی تو حیران رہ گئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کے بعد حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا ''کہ اس شخص کے کمال نے اس کو لوگوں کا محسود بنا دیا ہے۔ بلاشبہ میری بدگمانی غلط تھی۔ جس کا میں افسوس کرتا ہوں۔''(1)

حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

جب آپ کو دوسری مرتبہ مدینہ طیبہ حاضری کا شرف حاصل ہوا تو آئمہ اہل بیت میں سے حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تعارف کے بعد آپ نے پوچھا ''کیا تم ہی قیاس کی بناء پر ہمارے دادا کی حدیثوں سے مخالفت کرتے ہو؟'' تو آپ نے انتہائی ادب سے کہا العیاذ باللہ، حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو کچھ عرض کروں۔ بعد ازاں دونوں کے مابین یہ گفتگو ہوئی۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ: عورت۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

1۔ سیرت النعمان: ٥٦

Marfat.com

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ: مرد کا۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: جناب میں قیاس لگاتا تو کہتا عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیونکہ کمزور اور ضعیف کو ظاہر قیاس کی بناء پر زیادہ حصہ ملنا چاہئے۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: آپ نے پھر پوچھا جناب! نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ: آپ نے جواب دیا نماز۔

تو اس پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی۔ حضور! اس اعتبار سے حیض والی عورت پر نماز کی قضا واجب ہونی چاہئے نہ کہ روزہ کی حالانکہ میں روزہ ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔ تو یہ سن کر امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اتنے خوش ہوئے کہ اٹھ کر پیشانی چوم لی۔ پھر ایک مدت تک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ آپ سے استفادہ کرتے رہے اور بعد ازاں آپ کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کچھ استفادہ کیا۔

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضری

مذکورہ بالا سطور میں جن ائمہ اور شیوخ کا تذکرہ کیا گیا ہے آپ نے ان سے اور کئی دیگر اساتذہ سے علم حدیث اور کئی دوسرے علوم کی تکمیل کی۔ مگر وہ علم جس کے آپ مدون اول ہیں، جس کی مہارت تامہ نے آپ کو چاردانگ عالم میں شہرت دوام عطا کی یعنی علم فقہ اس کا اکثر حصہ آپ نے استاذ وقت، امام کوفہ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان صحبت سے حاصل کیا۔ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے درس حدیث لیا تھا اور وہ فقہ جس کا آغاز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا اس میں کمال اور مہارت تامہ حاصل کرنے کے لئے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے تھے۔ اب آپ کی ذات ہی مرجع خلائق تھی اور دور دراز سے لوگ حصول علم کے لئے جوق در جوق آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو رہے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے گو دیگر اساتذہ فن سے بھی علم فقہ حاصل کیا تھا مگر اس میں کمال اور بلندی پیدا کرنے کے لئے آپ نے بھی انہی کی بارگاہ میں حاضری دی۔

Marfat.com

جیسے جیسے آپ کی خداداد صلاحیتوں کا اظہار ہوتا گیا آپ کا مقام و مرتبہ اپنے صاحب بصیرت استاذ کی نگاہ میں بڑھتا گیا اور سارے حلقہ درس میں آپ کی ذات استاذ کی نگاہ کا مرکز بن گئی۔ حتیٰ کہ آپ اپنے کامل استاذ کی ظاہری و باطنی توجہ اور رب کریم کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کو کمال محنت سے استعمال کرنے کے سبب درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے۔

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 120ھ میں ہوا آخری دن تک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کمال آداب اور جذبات محبت کے ساتھ آپ کے زیر تربیت رہ کر دین متین کی خدمت میں مصروف رہے اور اپنی عظیم فقاہت کے سبب ایسا جوہر کامل بنے کہ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آئمہ وقت نے بالاتفاق آپ کی مسند تدریس کا حقیقی وارث آپ کو قرار دیا۔ لہٰذا جونہی آپ اس مسند کی زینت بنے تو بالکل قلیل وقت میں آپ کی شہرت شرق و غرب میں پھیل گئی اور طالبان علم کا انبوہ کثیر اپنی علمی تشنگی کا مداوا کرنے کے لئے، اپنے سینوں کو علم و عرفان کے نور سے روشن کرنے کے لئے اور اپنے قحط زدہ ذہنوں کو علم کے اس بحر بیکراں سے سیراب کرنے کے لئے دور و نزدیک سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا اور ایسا ہونا یقینی تھا اس لئے کہ آپ نے اپنے استاذ محترم کے ادب و احترام کے سبب وہ مقام حاصل کر لیا تھا جس کے بارے عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ "حماد جب تک زندہ رہے میں نے ان کے مکان کی طرف کبھی پاؤں نہیں پھیلائے۔" (1)

تلامذہ

ایسے بلند اقبال افراد جنہیں آپ کی قدم بوسی کی سعادت نصیب رہی اور آپ کے بحر علم میں غواصی کے سبب گوہر مقصود حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا، آپ کے زیر تربیت رہ کر اپنے ظاہر و باطن کو اسوۂ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء میں ڈھالنے کا موقع ملا اور اپنے بنجر ذہنوں کو علم و عرفان کے اس چشمہ صافی سے سیراب کرنے کے مواقع میسر آئے ان کی تعداد حیطہ شمار میں آنے سے باہر ہے۔ البتہ ان میں سے حضرت امام ابو یوسف، حضرت

1۔ سیرت النعمان: ۶۸

Marfat.com

امام محمد اور حضرت امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ وہ قابل صد فخر تلامذہ ہیں جنہوں نے اپنی قابلیت اور جہد مسلسل کے ساتھ ساری دنیا میں فقہ حنفی کی دھاک بٹھادی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا پرچار اتنی جرأت اور ہمت سے کیا کہ آج صفحہ گیتی پر بسنے والے انسانوں کی دوتہائی اکثریت اپنی عبادات اور دیگر معمولات ان ہی کے مطابق انجام دے رہی ہے۔

علاوہ ازیں چند تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

''حماد بن نعمان، ابراہیم بن طہمان، حمزہ بن حبیب، ابویحییٰ حمانی، عیسیٰ بن یونس، وکیع، یزید بن زریع، اسد بن عمرو بجلی، حکام بن یعلی بن سلمہ رازی، خارجہ بن مصعب، عبدالمجید بن رواد، علی بن مسہر، محمد بن بشر عبدی، عبدالرزاق، مصعب بن مقدام، یحییٰ بن یمان، ابوعصمت نوح بن ابی مریح، ابوعبدالرحمٰن مقری، ابونعیم اور ابوعاصم۔''(1)

تدوین فقہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم اور قابل فخر کارنامہ علم فقہ کی تدوین ہے۔ جب 120ھ میں آپ کے قابل صد عزت واحترام اُستاذ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور آپ ان کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے تو رفتہ رفتہ آپ کی توجہ علم فقہ کی تدوین کی طرف ہونے لگی۔ اس سے قبل علم فقہ اور اس کے مسائل موجود تو تھے مگر ان کا زیادہ تر انحصار قوت حفظ اور غیر مرتب عارضی یادداشتوں پر تھا مگر اب چونکہ اسلامی تہذیب دور دور تک وسیع ہو چکی تھی اور دنیا کی دیگر تہذیبوں کے ساتھ اس کا اختلاط ہو رہا تھا۔ جس کے سبب نئے نئے مسائل جنم لے رہے تھے۔ علاوہ ازیں ہر روز دور ونزدیک سے نئے نئے مسائل لے کر لوگ آپ کے پاس فتاویٰ کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ چونکہ آپ مجتہدانہ بصیرت کے مالک تھے اور حالات زمانہ میں تغیر وتبدل کے سبب پیش آمدہ مسائل میں گہری نظر رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اگر علم فقہ کے اصول وضوابط باقاعدہ مدونہ صورت میں مرتب نہ کئے گئے تو یہ عارضی یادداشتیں نت نئے پیش آنے والے مسائل کے لئے ناکافی ہوں گی

1۔ تہذیب التہذیب، جلد ۱۰، صفحہ ۴۴۹

Marfat.com

اور ان کا محفوظ رہنا بھی کوئی یقینی امر نہیں۔ لہٰذا اس صورت حال کے پیش نظر آپ نے تدوین فقہ کا بیڑہ اٹھایا اور پھر اس عظیم اور کٹھن عمل کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ہر نوع کے ضعف اور نقص سے محفوظ رکھنے اور قرآن سنت کی عین روح کے مطابق بنانے کے لئے مختلف علوم وفنون کے ماہر اور مجتہدانہ بصیرت کے مالک چالیس آئمہ وقت کی خدمات حاصل کیں۔

طریقہ عمل یہ تھا کہ آپ اس پوری مجلس کے سامنے سوالیہ انداز میں ایک مسئلہ پیش فرماتے اور پھر اہل مجلس کھل کر اس پر بحث مباحثہ کرتے۔ یہ بحث اتنی وسیع اور آزادانہ ماحول میں ہوتی کہ نہ تو کسی سے رعایت کی جاتی اور نہ کسی سے ناراضگی کا خطرہ ہوتا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پورے انہماک اور صبر وتحمل سے ان کی آراء سماعت فرماتے اگر آراء میں اتفاق پایا جاتا تو اسے فوراً لکھ لیا جاتا اور اختلاف کی صورت میں یہ بحث کئی کئی دنوں تک جاری رہتی۔ سب سے آخر میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسی جچی تلی اور مہذب ومرتب رائے کا اظہار فرماتے کہ سب کے سب اسے صمیم قلب سے قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ بعد ازاں اسے صفحہ قرطاس پر رقم کر دیا جاتا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کے اظہار خیال کے بعد بھی رائے کا اختلاف باقی رہتا۔ لہٰذا ایسی صورت میں اصل مسئلہ کے ساتھ اختلافی رائے کو بھی ضرور ضبط تحریر میں لایا جاتا۔ وہ یگانہ روزگار اور انمول ہستیاں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس عظیم کارنامہ میں شریک عمل تھیں ان میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی اسد بن فرات سے متصل روایت کے مطابق درج ذیل اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت امام ابویوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر، حضرت داؤد بن نصیر الطائی، حضرت اسد بن عمر، حضرت یوسف بن خالد تمیمی، حضرت یحییٰ بن ابی زائدہ، علاوہ ازیں عافیہ بن یزید ازدی، ابوعلی نمری، علی مسہر، قاسم بن معن، حفص بن غیاث، حبان، مندل اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ اس مجلس کے خاص ارکان تھے۔

اس مجلس کے متعلق مشہور محدث وکیع بن جراح فرماتے ہیں "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

Marfat.com

کام میں غلطی کیسے رہ سکتی تھی جبکہ امر واقعہ یہ تھا کہ ان کے ساتھ ابو یوسف، زفر اور محمد رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے قیاس و اجتہاد کے ماہر موجود تھے اور حدیث کے باب میں یحییٰ بن زکریا ابن زائدہ، حفص بن غیاث، حبان اور مندل جیسے ماہرین حدیث، قاسم بن معن جیسے لغت عرب کے ماہر، داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زہد و تقویٰ کے مجسمے ان کے شریک کار تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے جامع کمالات و فضائل رفقاء اور مشیروں کی موجودگی میں غلطی کیسے رہ سکتی ہے۔''(1)

آپ کے زیر نگرانی اس مجلس میں 121ھ سے لے کر مسلسل بائیس سال تک شبانہ روز محنت و کاوش کے ساتھ کام ہوتا رہا۔ تب ایک عظیم فقہی مجموعہ تیار ہوا جو ایک روایت کے مطابق تراسی (83) ہزار دفعات پر مشتمل تھا۔ جس میں اڑتیس (38) ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے اور پینتالیس (45) ہزار کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا۔ اس میں انسان کے دنیوی کاروبار کے متعلق آئین و ضوابط اور معاشیات و سیاسیات کے بارے میں تمام بنیادی اجتماعی امور موجود تھے۔ جبکہ قلائد عقود العقیان کے مصنف نے کتاب الصیانۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس قدر مسائل مدون کئے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زائد ہے۔ شمس الائمہ کروری نے لکھا ہے کہ یہ مسائل چھ لاکھ تھے۔ یہ خاص تعداد شائد صحیح نہ ہو لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ان کی تعداد لاکھوں سے کم نہ تھی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی جو کتابیں آج موجود ہیں ان سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔(2)

طریقہ استنباط

فقہی مسائل کا ماخذ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع اور قیاس ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے طرز استدلال پر روشنی ڈالتے ہوئے خود ارشاد فرماتے ہیں ''جب کسی مسئلہ کے بارے میں مجھے کتاب اللہ سے نص مل جاتی ہے تو اس پر اکتفاء کرتا ہوں۔ جب کتاب اللہ کی نص موجود نہ ہو تو حدیث رسول اور ان آثار صحیحہ پر عمل پیرا ہوتا

1۔ مقدمہ مسند امام اعظمؒ: ۲۶، بحوالہ ملخص از جامع المسانید: ۳۳

2۔ سیرت النعمان: ۲۲۹

Marfat.com

ہوں جو ثقات میں رائج ہیں۔ جب کسی مسئلہ کا حل مجھے کتاب وسنت میں نہیں ملتا تو اصحاب رسول ﷺ کے اقوال سے استشہاد کرتا ہوں۔ جس صحابی کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں ترک کر دیتا ہوں مگر صحابہ کے مجموعی اقوال سے باہر نہیں جاتا۔ جب نوبت ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری، ابن سیرین اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم جیسے تابعین تک آجاتی ہے تو میں اجتہاد کرتا ہوں جیسے انہوں نے اجتہاد کیا تھا۔ (1)

مذکورہ قول سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سنت کی عدم موجودگی میں اقوال صحابہ سے استدلال کرتے اور قیاس پر انہیں ترجیح دیتے۔ لہٰذا آپ کی طرف یہ منسوب کرنا ہرگز درست نہیں کہ آپ حدیث کے مقابلہ میں اپنے قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔

تدوین فقہ سے قبل فقہاء ومحدثین ایسے مسائل میں غور وخوض کرنا معیوب خیال کرتے تھے جو ابھی تک وقوع پذیر نہ ہوئے ہوں۔ لہٰذا آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس طرز عمل کے خلاف عمل کیا۔ آپ فرماتے ہیں ''اہل علم کو چاہئے کہ جن باتوں میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا امکان ہے ان پر غور وفکر کریں تاکہ اگر وہ کسی وقت وقوع پذیر ہوں تو وہ لوگوں کے لئے نئی اور انوکھی بات نہ ہو بلکہ یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ ان امور میں کسی نہ کسی وقت مبتلا ہونا ہی پڑے گا تو ابتلاء کے وقت شریعت نے کیا راہ معین کی ہے بہتر ہے کہ ابھی سے سوچ کر رکھ لیں۔'' (2)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدون کردہ اسی فقہ کا نام فقہ حنفی ہے جس کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہے۔ آپ کے بارے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الناس عيالٌ في الفقه على أبي حنيفة۔ (3)

(لوگ فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے محتاج ہیں۔)

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۲۸۰، حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۵۶۵

2۔ مقدمہ مسند امام اعظمؒ: ۲۷ 3۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱ صفحہ ۷۹

Marfat.com

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زور بیان اور قوت استدلال کا یہ عالم ہے کہ اگر پتھر کے اس ستون کو سونے کا ثابت کرنے چاہیں تو کر سکتے ہیں۔" (1) اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "امام اعظم روئے زمین میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔" (2)

علم حدیث اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جس طرح علم فقہ کی تحقیق وتدقیق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اسی طرح علم حدیث کی تعظیم وتحفیظ میں بھی اپنی مثال نہیں رکھتے۔ اگر آپ ایک جانب رئیس الفقہاء ہیں تو دوسری جانب استاذ المحدثین بھی ہیں۔ جس طرح آپ کو فقہی معلومات میں یدطولیٰ حاصل تھا اسی طرح آپ کو حدیث صحیح اور غیر صحیح کی تمیز اور جرح و تعدیل میں ناقدانہ اور ماہرانہ بصیرت حاصل تھی۔ بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ان دو علوم کے علاوہ بقیہ تمام مروجہ علوم میں مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے۔ تو یہ ہرگز مبالغہ آرائی نہیں بلکہ یہ ایک ایسی مضبوط اور ٹھوس حقیقت ہے جس کا انکار ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات درست ہے کہ آپ نے تحصیل علم کے بعد اپنی حیات مستعار کا لمحہ لمحہ فقہی اصول وضوابط کی تدوین اور ان سے فروعات کے استنباط واستخراج کے لئے صرف کر دیا اور اسی خدمت کے سبب آپ کے نام کو چار چاند لگے اور شہرت دوام حاصل ہوئی لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ علم حدیث کے بارے آپ کو معلومات نہ ہونے کی مثل تھیں۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ تمام احکام اسلامیہ کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے اور تمام اصول وضوابط کے یہی بنیادی ماخذ ہیں۔ اس لئے تمام محققین علماء نے بالاتفاق مجتہد کے لئے یہ شرط قائم کی ہے کہ اس کے لئے کتاب الٰہی کی حکمتوں میں گہرا تدبر وتفکر حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ وہ ان تمام احادیث کے متون واسانید، راویوں کے حالات اور ان پر ہونے والی جرح وتعدیل کے تمام مراتب سے من کل الوجوہ آگاہ ہو جن کا تعلق احکام شرعیہ سے

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۵۶۹ 2۔ دین مصطفیٰ: ۲۳۹

Marfat.com

ہے کیونکہ اس کے بغیر کسی حدیث پر نہ تو صحت اور عدم صحت، ناسخ و منسوخ، معمول و متروک اور مقبول و مردود کا حکم لگایا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان سے احکام مستنبط کئے جا سکتے ہیں۔ آپ تو امام المجتہدین ہیں پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ میں اجتہاد کی یہ بنیادی شرط بھی مفقود تھی۔ آپ نے تو جو فقہی دستاویز مرتب فرمائی وہ کم سے کم تراسی (83) ہزار مسائل پر مشتمل تھی اور اسے ایسا قبول عام حاصل ہوا کہ باوجود اس کے کہ جید و مستند محدثین و فقہاء کی معتد بہ تعداد موجود تھی۔ آپ سے مخالفت رکھنے والے بھی تھے مگر کسی نے اس فقہی مجموعہ پر اعتراض نہیں کیا۔ جیسا کہ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے:

ان اصحاب الرأی اظهروا مذاهبهم وكانت الدنيا مملوة من المحدثين ورواة الاخبار ولم يقدر احد منهم الطعن فی اقاويل الرأی۔ (1)

"یعنی اصحاب الرائے (ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ) نے اپنے مسائل جس زمانہ میں ظاہر کئے دنیا محدثین اور راویان اخبار سے بھری ہوئی تھی تاہم کسی کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ ان کے اقوال پر اعتراض کرتا۔"

اگر آپ فن حدیث میں ماہرانہ بصیرت نہ رکھتے ہوتے تو کیا ایسا ممکن تھا؟

رہا یہ سوال کہ آپ کی مرویات کی تعداد کم ہے تو اس سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بنیادی طور پر حدیث طیبہ کے بارے آپ کی معلومات ہی کم تھیں۔ اس کے بارے علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں "بعض حاسدوں کی یہ خام خیالی ہے کہ جس امام سے روایات کم مروی ہوں وہ حدیث میں قلیل البضاعۃ ہوتا ہے حالانکہ ایسا لغو تخیل کبار آئمہ کے متعلق قائم کرنا سخت گستاخی اور بے عقلی ہے کیونکہ شریعت کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سنت رسول ہیں اور جس کے پاس ذخیرہ حدیث کم ہو اس کے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ وہ علم حدیث حاصل کرے اور روایات کا کافی ذخیرہ فراہم کرے اور اس راہ میں جدوجہد اور سعی عمل میں لائے

1۔ سیرت النعمان: ۲۲۸

Marfat.com

تا کہ دین اصول صحیحہ کے ماتحت مرتب ہو اور شارع علیہ السلام سے احکام دین پورے پورے اخذ کئے جاسکیں پھر امام مجتہد سے ایسی کوتاہی کب متصور ہو سکتی ہے کہ وہ علم حدیث میں عاجز و قاصر ہو اور اس میں اس کی معلومات کوتاہ ہوں...... ''بعد ازاں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کبار مجتہدین میں شمار ہونے کے بارے علامہ موصوف فرماتے ہیں ''جب آپ ہی کی صحیح مانی ہوئی حدیث کو مجتہدین نے صحیح مانا۔ جس کو آپ نے رد کیا۔ انہوں نے بھی رد کیا جس کو آپ نے قبول کیا انہوں نے بھی قبول کیا تو اب آپ کو کبار مجتہدین میں شمار کرنے سے کس کو انکار ہو سکتا ہے اور یوں انصاف کا خون کون کر سکتا ہے۔''(1)

آپ کی مرویات کی تعداد قلیل ہونے کے بارے علامہ ابن خلدون بیان فرماتے ہیں ''اب رہا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کے کم ہونے کا مسئلہ تو اس کا راز یہی ہے کہ انہوں نے روایت کی شرطیں سخت کردی تھیں۔ حدیث یقینی کے فعل نفسی اگر معارض ہوتا تھا تو اس حدیث کو ضعیف ٹھہرا کر رد کر دیا کرتے تھے اور انہیں پابندیوں اور قیدوں سے ان کی روایت کم ہوگئی یہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے قصداً اور عمداً حدیث کی روایت سے اعراض کیا۔''(2)

اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے حافظ محمد یوسف صالحی شافعی محدث مصر اپنی کتاب ''العقود الجمان'' میں فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے اور ان کے سرتاج تھے۔ اگر وہ حافظ حدیث نہ ہوتے تو فقہی مسائل کا استنباط نہ کر سکتے۔ محدث ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الحفاظ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ حافظ حدیث ہونے کے باوجود آپ کے قلیل الروایۃ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ استنباط مسائل میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جس طرح امام مالک و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی کم احادیث روایت کی گئی ہیں حالانکہ دونوں عظیم حافظ حدیث تھے۔ اس کی وجہ بھی ان کی فقہی مسائل میں مشغولیت ہے۔ جس طرح حضرت

1۔ مقدمہ ابن خلدون مترجم: ۴۲۷۔۴۲۸ 2۔ ایضاً

Marfat.com

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کبار صحابہ میں سے تھے اور ان کو بکثرت احادیث یاد تھیں مگر ان سے دوسرے صحابہ کی نسبت کم احادیث منقول ہیں۔ اس کی وجہ ان کی سیاسی و انتظامی مصروفیات ہیں۔''(1)

یہ بات درست ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر محدثین کی طرح حدیث کی تدریس کا کوئی اہتمام نہیں کیا اور نہ ہی آپ نے ذاتی طور پر احادیث کو کتاب کی صورت میں مرتب فرمایا لیکن اس کے باوجود کثیر ایسی احادیث جو آپ نے اپنے تلامذہ کے سامنے بیان فرمائیں۔ انہیں کتب اور مسانید کی صورت میں مدون کیا گیا اور ان مسانید کی تعداد پندرہ سے زائد ہے اور پھر ان تمام کو محمد بن محمود خوارزمی متوفی 665ھ نے ایک ضخیم کتاب میں یکجا کر دیا اور اسے ''جامع المسانید'' کے نام سے موسوم کیا۔ آپ نے اسے فقہی ابواب پر مرتب کیا اور مکررات کو حذف کر دیا۔ اسی کتاب کے خطبہ میں خوارزمی لکھتے ہیں ''میں نے دیار شام میں بعض ایسے جہلاء سے سنا جو اپنے علمی مرتبہ و مقام سے آگاہ نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی میں کم مواد ہیں۔ اس نے دلیل یہ دی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا مرتب کی مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی مسند مدون نہ کی۔ آپ صرف چند احادیث روایت کرتے تھے۔ یہ سن کر دینی غیرت نے مجھے آلیا اور میں نے چاہا کہ ان پندرہ مسانید کو یکجا کر دوں جن کو بلند پایہ علماء نے مرتب کیا تھا۔''(2)

مذکورہ بالا وضاحت سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث میں قلیل البضاعت ہرگز نہ تھے بلکہ آپ کے ذہن رسا میں احادیث کا ایک وافر ذخیرہ موجود تھا جن سے آپ طلباء کے ذہنوں کو معطر فرماتے رہتے تھے۔ تب ہی تو اتنی کثیر مسانید صفحہ قرطاس پر ثبت کر دی گئیں اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے فرماتے تھے:

ان الامام ذکر فی تصانیفہ بضع وسبعین الف حدیث وانتخب

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۲۷۹، حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۵۸۲ 2۔ ایضاً

Marfat.com

الآثار من اربعین الف حدیث(1)

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔''

اور اسی طرح صدر الائمہ امام موفق رحمۃ اللہ علیہ بن احمد تحریر فرماتے ہیں:

وانتخب ابوحنیفة رحمة الله علیه الآثار من اربعین الف حدیث۔(2)

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار حدیثوں سے کیا ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کا ایک بحر ذخار تھے اور ایسا کیوں نہ ہو جس کے اساتذۂ حدیث حضرت عطاء بن ابی رباح، نافع بن عمر، عمرو بن دینار، محارب بن دثار، اعمش کوفی، امام محمد باقر، علقمہ بن مرثد، مکحول شامی، امام اوزاعی، محمد بن مسلم الزہری، ابواسحاق سبیعی، سلیمان بن یسار، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرض، منصور المعتمر اور ہشام بن عروہ رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے ماہرین فن ہوں جن کی روایات سے بخاری و مسلم بھری پڑی ہیں تو ایسے جید اور کامل اساتذہ فن سے درس لینے والے تلمیذ کا مقام کیا ہوگا؟

پھر اگر اس امام مجتہد کا فن حدیث میں کمال اور رتبہ ملاحظہ کرنا ہو تو اس کا اندازہ اس کے قابل فخر شاگردوں سے کیجئے۔

''آپ کے شاگردوں میں یحییٰ بن سعید القطان ہیں جو فن جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ عبدالرزاق بن ہمام ہیں جن کی جامع کبیر سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استفادہ کیا۔ یزید بن ہارون ہیں جن کے بارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''حفظ اسناد اور روایت میں میں نے ان کا ہمسر کسی کو نہیں دیکھا۔'' عبداللہ بن مبارک ہیں جو فن حدیث میں امیر المومنین تسلیم کئے گئے ہیں۔ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ ہیں جنہیں علی بن مدینی (استاذ حضرت امام

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۸۰، بحوالہ مناقب علی القاری بذیل الجواہر ج: ۲، صفحہ ۴۷۴

2۔ مناقب موفق، جلد ۱، صفحہ: ۹۵

Marfat.com

بخاریؒ) نے منتہائے علم کہا۔ یہ لوگ سالہا سال تک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن علم سے وابستہ رہے اور پھر اپنے وقت میں حدیث اور روایت کے پیشوا و مقتدا بنے۔ علاوہ ازیں علامہ ابن حجر کی روایت کے مطابق آپ سے حدیث کا سماع کرنے والوں میں حماد بن نعمان، ابراہیم بن طہمان، حمزہ بن حبیب، زفر بن ہذیل، قاضی ابو یوسف، عیسیٰ بن یونس، وکیع یزید بن زریع، خارجہ بن مصعب، محمد بن بشیر، محمد بن حسن شیبانی، مصعب بن مقدام، ابوعبدالرحمٰن المقری، ابونعیم اور ابو عاصم جیسے یگانہ روزگار افراد شامل ہیں۔"(1)

توجس کے شاگرد آسمان علم حدیث کا بدر منیر ہوں تو اس استاذ کو آفتاب عالم تاب نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔ یہی وہ قابل صد افتخار تلامذہ ہیں جو آپ کی بیان کردہ احادیث ضبط تحریر میں لایا کرتے تھے اور آخر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیان کردہ احادیث کے مجموعہ کا نام کتاب الآثار رکھا۔ اس کے کئی نسخے تھے مگر خاص طور پر چار کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ (۱) کتاب الآثار بروایت امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳) کتاب الآثار بروایت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴) کتاب الآثار بروایت حسن بن زیاد۔ ان چار میں سے پھر خاص طور پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ کو زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور اسی کو محققین علماء ربانیین نے حدیث طیبہ کے بارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ اس کی مرویات کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث کے ماہر جوہر کامل تھے اور آپ کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ آپ علم حدیث میں بے بضاعتی کا شکار تھے آپ کی مرویات کی تعداد صرف سترہ، پچاس یا ایک سو پچاس ہے۔ محض من گھڑت، بے بنیاد اور حاسدوں کی کور باطنی کا شاخسانہ ہے۔ حدیث طیبہ کے حوالے سے آپ پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ حدیث طیبہ کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن درحقیقت اس اعتراض کی بھی کوئی اصل اور بنیاد

1۔ تہذیب التہذیب، جلد ۱، صفحہ ۴۴۹، تذکرۃ المحدثین: ۸۴

Marfat.com

نہیں۔اس لئے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقہ استنباط میں بذات خود اس کی وضاحت فرمادی ہے کہ وہ حدیث کے ہوتے ہوئے قطعاً قیاس نہیں کرتے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت تدوین فقہ کے ضمن میں آچکی ہے۔

علاوہ ازیں حدیث کی اہمیت بیان کرتے ہوئے موفق خوارزمی نے اپنی سند کے ساتھ سمرقندی کی کتاب ''العالم و المتعلم'' میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ''جو بات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو وہ ہم نے سنی ہو یا نہ سنی ہو بسر و چشم تسلیم ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے اور شہادت دیتے ہیں کہ وہ اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمائی۔''

اسی طرح ابن عبدالبر اپنی کتاب ''الانتقاء'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ انہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی اور عذاب جہنم سے رہائی دلائی۔''

علاوہ ازیں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں مندرجہ ذیل اقوال امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کئے ہیں:

1۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں۔ وہ افتراء پردازی سے کام لیتا ہے۔ نص کی موجودگی میں قیاس کی ضرورت ہی کیا ہے۔
2۔ ہم شدید ضرورت کے بغیر قیاس نہیں کرتے۔ ہم کسی مسئلہ کی دلیل کتاب و سنت یا فتاویٰ صحابہ کرام میں تلاش کرتے ہیں۔ جب وہاں کوئی دلیل نہیں ملتی تو ہم قیاس سے کام لیتے ہیں۔
3۔ ہم پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں پھر حدیث رسول پر اور پھر صحابہ کرام کے اجماعی فیصلہ جات پر۔ اگر صحابہ کرام مختلف الرائے ہوں تو ہم دو مسئلوں میں اتحاد علت کی بناء پر قیاس کرتے ہیں۔
4۔ جو بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو وہ سر آنکھوں پر میرے ماں باپ ان پر فدا

Marfat.com

ہوں۔

ہم آپ کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ جو بات صحابہ کرام سے منقول ہو ہم اس ضمن میں اپنا پسندیدہ قول چن لیتے ہیں اور جو بات صحابہ کرام کے علاوہ دوسروں سے منقول ہو تو ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں۔(1)

الغرض احناف کی تردید میں سرگرم حصہ لینے والے امام ابن حزم اور امام ابن قیم نے بھی کہہ دیا کہ "اصحاب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس اور رائے سے افضل ہے۔ فقہ حنفی کی اساس اسی پر رکھی گئی ہے۔(2)

حدیث صحیح تو درکنار احناف کے نزدیک تو مرسل روایت سے بھی استدلال کرنا درست اور صحیح ہے جبکہ شوافع کے نزدیک مرسل حدیث حجت تو ہے مگر بعض شرائط کے ساتھ۔ لیکن دیگر محدثین کے نزدیک یہ قابل حجت نہیں تو یہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ احناف کے نزدیک کسی بھی صورت میں حدیث کے مقابلہ میں قیاس ارجح نہیں۔ اگر کہیں ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس میں قیاس کو ترجیح دی گئی ہو تو وہ کسی خاص سبب اور مجتہدانہ بصیرت کے تحت ہوا ہے دانستہ اور عمداً ایسا ہرگز نہیں۔

خبر واحد قبول کرنے کی شرائط

چونکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو حدیث کے بارے میں بھی دروغ گوئی سے قطعاً نہیں گھبراتے تھے اور بے شمار مبتدع اور وضاع اپنی جھوٹی شہرت کے حصول کے لئے احادیث گھڑنے یا ایسی باتوں کی نسبت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف کرنے میں مصروف تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نہیں تھے۔ لہٰذا ایسے اقوال سے شریعت اسلامیہ کو محفوظ رکھنے کے لئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی حزم واحتیاط کا پہلو اپناتے ہوئے قبولیت حدیث کے لئے سخت کڑی شرائط مقرر

1۔ میزان شعرانی، جلد 1، صفحہ ۵۱ 2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۵۸۶

Marfat.com

فرمائیں۔ان میں سے چند کا ذکر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مرحوم نے اپنی کتاب ''حدیث رسول کا تشریعی مقام'' میں کیا ہے۔آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حدیث اصول وضوابط کے خلاف نہ ہو جو شرعی ماخذ کی چھان بین کے بعد آپ نے مقرر کئے تھے۔جب خبر واحد ان سے معارض ہو گی تو اسے چھوڑ کر دونوں دلیلوں میں سے جو اقویٰ ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔

2۔ حدیث ظواہر کتاب اور اس کے عمومات سے متصادم نہ ہو۔جب حدیث ان کے خلاف ہو گی تو ظاہر کتاب پر عمل کیا جائے گا اور حدیث متروک العمل ٹھہرے گی۔ البتہ جب حدیث کسی مجمل قرآنی حکم کی وضاحت کرے یا جدید حکم کی تصریح پر مشتمل ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

3۔ حدیث کسی قولی یا فعلی حدیث مشہور کے خلاف نہ ہو۔

4۔ وہ حدیث کسی اپنی ہم مرتبہ حدیث کے خلاف نہ ہو۔اگر دونوں باہم متعارض ہوں گی تو ان میں سے ایک کو ترجیح دی جائے گی۔مثلاً دونوں راوی صحابہ کرام میں سے ہوں ایک فقیہ تر ہو یا ایک فقیہ ہو اور دوسرا فقیہ نہ ہو یا ایک نوجوان اور دوسرا بوڑھا ہو کیونکہ اس میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔اس لئے حدیث مرجوح کے مقابلہ میں راجح پر عمل کیا جاتا ہے۔

5۔ راوی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف نہ ہو۔مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے یہ ان کے اپنے فتویٰ کے خلاف ہے۔

6۔ حدیث کے متن یا سند میں کوئی ایسا اضافہ نہ ہو جو کسی دوسری روایت میں موجود نہ ہو۔

7۔ حدیث کا تعلق کسی ایسے معاملہ سے نہ ہو جو لوگوں میں کثیر الوقوع ہو اس لئے کہ اندریں صورت حدیث کا مشہور یا متواتر ہونا ضروری ہے۔

8۔ جب کسی مسئلہ میں دو صحابہ کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہو تو دونوں میں سے ایک نے

Marfat.com

اس حدیث کے ساتھ احتجاج کرنا ترک نہ کر دیا ہو جس کو ان میں سے ایک نے روایت کیا ہو۔ اس لئے کہ اگر وہ حدیث ثابت ہوتی تو ان میں سے ایک ضرور اس سے احتجاج کرتا۔

9۔ علمائے سلف میں سے کسی نے اس حدیث پر تنقید نہ کی ہو۔

10۔ جب حدود و عقوبات کے بارے میں روایات مختلف ہوں تو اس روایت کو معمول بہا بنایا جائے جس میں خفیف سزا کا حکم دیا گیا ہو۔

11۔ ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ راوی نے جب سے کوئی حدیث سنی ہو اس وقت سے لے کر اس کو آگے پہنچانے تک وہ حدیث اسے یاد رہی ہو اور درمیان میں وہ اسے بھول نہ گیا ہو۔

12۔ صحابہ و تابعین اس حدیث پر بلا تخصیص دیار و بلاد عامل رہے ہوں۔

13۔ راوی اپنی تحریر کی بجائے اپنے حافظہ پر اعتماد کرے۔ (1)

مذکورہ بالا وہ شرائط ہیں جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی خبر واحد کی قبولیت کے لئے عائد کر رکھی تھیں۔ بعد میں آنے والے محدثین نے ان میں سے بعض میں آپ کے ساتھ موافقت نہیں کی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم حدیث ائمہ اور علمائے محققین کی نظر میں

1۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

ما رأیت اعلم بشرح الحدیث من ابی حنیفة رحمة الله علیه۔ (2)

(کہ میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر حدیث کے معانی کو جاننے والا اور ان کی وضاحت کرنے والا نہیں دیکھا۔)

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۵۹۳ تا ۵۹۵　2۔ مقدمہ مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۰

Marfat.com

2۔ حضرت علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "آپ علم حدیث کے بلند پایہ محدثین میں سے ہیں کیونکہ محدثین کے بڑوں نے آپ کے مذہب پر اعتماد اور بھروسہ کیا ہے اور آپ کے رد و قبول کو وقعت دی ہے۔"(1)

3۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شمس الدین محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ کا قول "عقود الجمان" سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ محدثین کے اعیان حفاظ میں سے تھے۔(2)

4۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المستع" اور "طبقات الحفاظ المحدثین" میں فرمایا ہے "اگر حضرت امام ابوحنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث سے زیادہ تعلق نہ ہوتا، وہ مسائل فقہیہ کا استنباط نہ کرسکتے کیونکہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ادلہ سے استنباط کیا ہے۔"(3)

5۔ علامہ محدث اسماعیل العجلونی بن محمد جراح نے کہا ہے "سمجھ لو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول جرح و تعدیل میں قبول کیا گیا ہے۔ اس فن کے علماء نے آپ کے قول کو اس طرح لیا ہے۔ جس طرح امام احمد، بخاری، ابن معین، ابن المدینی وغیرہم کے اقوال لئے جاتے ہیں۔(4)

6۔ اور امام شعرانی اپنی کتاب "المیزان الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں "بچتے رہو اس سے کہ تم حضرات آئمہ پر بلاوجہ نکتہ چینی کرنے والوں کا ساتھ دو اور دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھاؤ۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یقیناً کتاب و سنت کے پابند تھے۔ رائے سے بری تھے اور جو شخص ان کے مذہب کی تفتیش کرے گا اس پر یہ بات واضح ہوگی کہ مذاہب میں آپ کا مذہب بہت محتاط ہے دین میں اور جو شخص اس کے سوا کچھ کہے وہ یقیناً ان متعصب اور منکر جاہلوں میں سے ہے جو حضرات آئمہ دین پر اپنی عقل سے رد و قدح کر رہے ہیں۔"(5)

1۔ سوانح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ۳۶۳
2۔ سوانح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ۳۶۶
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً۔
5۔ ایضاً: ۳۶۸

Marfat.com

تصانیف

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور زیادہ تر تصنیف وتالیف کا نہ تھا بلکہ علوم کا زیادہ تر انحصار قوۃ حفظ پر تھا۔ ضبط کتاب کی بجائے ضبط صدر کو زیادہ پذیرائی حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد کوئی زیادہ نہیں۔ صرف چند کتابیں ہیں جن کی نسبت آپ کی طرف بالتواتر ثابت ہے۔

1۔ الفقہ الاکبر:۔ یہ عقائد کے موضوع پر آپ کا مختصر رسالہ ہے۔ اس کے مسائل اور ان کی ترتیب تقریباً عقائد نسفی کی مثل ہے۔ اس کو ابو مطیع بلخی نے آپ سے روایت کیا ہے اور پھر اس کی متعدد شروحات لکھی گئی ہیں۔ شارحین میں محی الدین محمد بن بہاؤ الدین متوفی 935ھ، حکیم اسحاق، شیخ اکمل الدین اور حضرت ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے سب سے اعلیٰ اور عمدہ شرح حضرت ملا علی قاری کی ہے۔

2۔ کتاب العالم والمتعلم:۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصنیف عقائد اور نصائح کے موضوع پر متعلم کے سوال اور عالم کے جواب کے طور پر تالیف کی گئی ہے۔

3۔ کتاب الوصایا۔(1)

4۔ کتاب المقصود۔

5۔ کتاب الاوسط:۔ قاضی ابوزید دبوسی، ابوسہل غزالی، ابوعلی الدقاق ابومنصور ماتریدی اور ابواللیث سمرقندی نے اپنی تصانیف میں ان کتابوں کے رواۃ اور ناسخین کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تک پوری سند بیان کی ہے۔"(2)

6۔ کتاب الآثار:۔ یہ کتاب ان احادیث پر مشتمل ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کو املاء کرائیں اور پھر اس مجموعہ کا نام کتاب الآثار رکھ دیا۔ اگرچہ اسے مرتب کرنے والے آپ کے شاگرد ہیں مگر آپ کے املاء کرانے کے سبب اس کی نسبت آپ ہی کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسا کہ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یحییٰ بن یحییٰ نے روایت کیا مگر اسے

1۔ کشف الظنون، جلد ۲ 2۔ تذکرۃ المحدثین: ۶۵ بحوالہ حدائق حنفیہ: ۱۰۷

Marfat.com

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے آپ ہی کی تصنیف قرار دیا جاتا ہے پھر اسی کتاب الآثار سے آپ کے شیوخ کی ترتیب پر احادیث جمع کر کے مسانید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ترتیب دی گئی ہیں۔ مثلاً مسند امام قاضی ابو یوسف، مسند امام محمد، مسند حماد بن امام ابی حنیفہ، مسند حافظ ابو نعیم اصفہانی اور مسند علامہ حصفکی جس کی شرح ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھی۔ (1)

وصال

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت تک مطلع علم و عرفان پر مثل آفتاب اپنے نور علم سے ایک عالم کو منور کرتے رہے اور علم کے پیاسے اس بحر ذخار سے اپنے اپنے ظرف اور ہمت کے مطابق گوہر ہائے تابدار حاصل کرتے رہے۔ ابھی ساقی علم کے جام لٹا رہا تھا کہ 146ھ میں خلیفہ وقت ابو جعفر منصور نے آپ کو عہدہ قضا کی پیشکش کی۔ جسے آپ نے کمال استغناء سے رد کر دیا۔ اسی پاداش میں منصور نے آپ کو بغداد کے قید خانہ میں محبوس کر لیا۔

تاریخی روایات کے مطابق اس قید کے دوران ہر روز آپ پر کوڑے برسائے جاتے تھے مگر اس ظلم و تشدد کے باوجود اسلام کے اس جلیل القدر امام کے عزم مصمم اور پائے استقلال میں سرمو لچک پیدا نہ ہوئی اور نہ ہی آپ کے سلسلہ فیض رسانی میں کوئی کمی واقع ہوئی بلکہ اس دوران بھی علم کے پیاسے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ آخر اسی دوران آپ کو خفیہ تدبیر کے ذریعے زہر کھلا دیا گیا۔ جونہی آپ نے اس کے اثرات کو محسوس کیا تو فوراً اپنا سر رب کریم کی بارگاہ میں سجدہ میں رکھ دیا اور اسی حالت سجدہ میں ہی علم و عرفاں کا یہ آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا۔ یہ رجب یا شعبان 150ھ کا زمانہ تھا۔ آپ کے وصال پُر ملال کی خبر سارے شہر میں انتہائی سرعت سے پھیل گئی اور سارا شہر امنڈ آیا۔ قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیا اور اس دوران زبان سے یہ بھی کہے جاتے تھے "واللہ تم سب سے بڑے فقیہ، بڑے عابد اور بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام

1۔ سیرت النعمان: ۱۳۱

Marfat.com

خوبیاں جمع تھیں تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا کہ وہ تمہارے مرتبہ کو پہنچ سکیں۔" (1)

لوگوں کا اتنا ہجوم اور کثیر تعداد تھی کہ پہلی بار آپ کی نماز جنازہ میں کم وبیش پچاس ہزار افراد نے شرکت کی۔ اس کے باوجود آنے والے جوق در جوق آرہے تھے۔ لوگوں کا ایک نہ تھمنے والا سیلاب تھا۔ چنانچہ چھ مرتبہ آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی آخری مرتبہ آپ کے نور نظر حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر عصر کے قریب آپ کی وصیت کے مطابق مقبرہ خیزران میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

خطیب بغدادی اور امام موفق بن احمد مکی کی روایت کے مطابق آپ کی قبر مبارک پر بیس دن تک نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی۔ (2) آپ کا مزار مقدس اس وقت سے مرجع خلائق اور فیوض وبرکات کا مخزن ومصدر ہے اور تا روز قیامت رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اللھم ارحم علیہ رحمۃ واسعہ وادخلہ فی الجنۃ الاعلی امین بجاہ نبیک الکریم۔

نوٹ:۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی تذکرہ کے متصل بعد آپ کے قابل فخر شاگردان رشید حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہے اور بعد ازاں دیگر مجتہدین فقہاء آئمہ کرام کا سوانحی تعارف پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

تبع تابعین آئمہ مجتہدین کا سوانحی تعارف

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

آپ کا اسم گرامی یعقوب بن ابراہیم اور کنیت ابو یوسف ہے۔ آپ نامور فقیہ، مجتہد اور محدث تھے۔ آپ کے نسب نامہ کی تفصیل اس طرح ہے "الامام المجتہد، العلامۃ المحدث، قاضی القضاۃ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن حبیش بن سعد بن بجیر بن معادیہ

1۔ سیرت النعمان: 9ے

2۔ سوانح امام اعظم ابوحنیفہ: ۳۴۶

Marfat.com

بن معاویہ الانصاری الکوفی۔"(1)

وفیات الاعیان میں حبیش کی جگہ خنیس بن سعد لکھا ہے۔آپ کے جد اعلیٰ حضرت سعد بن بجیر حضور نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے اور آپ سعد بن حبتہ کے نام سے معروف تھے۔حبتہ بنت مالک آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھی جو قبیلہ بنی عمرو بن عوف سے تعلق رکھتی تھی۔(2)

ولادت اور تعلیم

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ 113 ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ان دنوں کوفہ علم کا عظیم مرکز تھا۔چنانچہ آپ ایام طفولیت اپنے والدین کے زیر شفقت گزارنے کے بعد حصول علم کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی مرکز علم و حکمت میں پروان چڑھتے رہے اور ترقی کی منازل طے کرتے رہے۔رب کریم نے آپ کو قوۃ حفظ کی فراوانی اور رغبت علم کا وجدانی ذوق عطا فرمایا تھا۔چنانچہ آپ نے مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھنے والے جید اور مستند اساتذہ کی مجالس میں حاضر ہوکر زانوائے تلمذ تہ کئے اور اپنے علمی جذبات کی راحت و تسکین کے لئے حظ وافر جمع کیا۔بنیادی تمام علوم قرأت،فقہ اور حدیث کی تعلیم بھی اسی مرکز علم و حکمت میں رہ کر حاصل کی اور اس قدر مقام رفیع پر فائز ہوئے کہ آپ منفرد، یکتا اور یگانہ روزگار فقیہ کی حیثیت سے مطلع علم پر نمودار ہوئے۔حتیٰ کہ آپ کے بارے میں طلحہ بن محمد بن جعفر نے کہا ہے:

لم یتقدمه احد فی زمانه وکان النهایة فی العلم والحکم والریاسة والقدر۔(3)

"کوئی بھی آپ کے زمانہ میں آپ سے سبقت نہیں لے سکا اور آپ علم و حکمت اور ریاست وقدر میں انتہائی اعلیٰ اور ارفع مقام پر فائز تھے۔"

1۔سیر اعلام النبلاء، جلد ۸، صفحہ ۵۳۵

2۔وفیات الاعیان، جلد ۵، صفحہ ۴۲۱

3۔مقدمہ کتاب الخراج:۱۵

Marfat.com

آپ تیس سال سے زائد عرصہ تک تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اس دوران آپ نے حدیث طیبہ میں مہارت تامہ اور ید طولیٰ حاصل کیا۔ بعد ازاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوئے اور سترہ برس تک آپ کی مصاحبت اور معیت میں رہے۔ جیسا کہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں "صحبت اباحنیفة سبع عشرة سنة۔" (1)

مشائخ حدیث

وہ مشائخ عظام اور محدثین وقت جن سے آپ کو حدیث طیبہ پڑھنے اور روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور جن کی محنت شاقہ اور نظر کیمیا اثر سے آپ فن حدیث میں اوج کمال تک پہنچے ان میں سے چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید الانصاری، عطاء بن سائب، یزید بن ابی زیاد، ابواسحاق شیبانی، عبید اللہ بن عمر، سلیمان بن مہران الاعمش، محمد بن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ رحمہم اللہ تعالیٰ اور انہی کے طبقہ کے دیگر محدثین۔ اور علم فقہ میں درجہ کمال کے حصول کے لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہا اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر اپنی حیات مستعار اسی علم کی تحصیل، ترویج اور اشاعت کے لئے وقف کر دی اور اسی علم کے سبب آپ کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ اگر چہ آپ دیگر علوم میں کہیں زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ جیسا کہ یحییٰ بن ہلال کا قول ہے:

کان ابویوسف یحفظ التفسیر ویحفظ المغازی وایام العرب کان احد علومه الفقه۔ (2)

"امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ تفسیر، مغازی اور ایام العرب یاد کرتے تھے اور آپ کے علوم میں سے ایک علم فقہ تھا۔"

اور وفیات الاعیان میں کان احد علومه الفقه کی جگہ کان اقل علومه الفقه کے الفاظ ہیں (کہ آپ کے دیگر علوم کی نسبت کمترین علم فقہ تھا۔) (3)

1۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۸، ص ۵۳۷
2۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۸، ص ۵۳۷
3۔ وفیات الاعیان، جلد ۵، صفحہ ۴۲۵

Marfat.com

معاشی حالت

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک غریب اور مفلس گھرانے کے چشم و چراغ تھے لیکن آپ میں تحصیل علم کا شوق بحر تلاطم خیز کی مثل موجزن تھا۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زیر شفقت حصول علم میں مشغول تھا، آپ کے فیضان علم سے متمتع ہو رہا تھا کہ اسی اثناء میں ایک دن میرا والد آیا اور مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ پھر مجھ سے یہ کہا:

یابُنَیَّ لاتمد رجلك مع ابی حنیفة فان باحنیفة خبزه مشوی وانت تحتاج الی المعاش۔

''اے بیٹے! تو ابو حنیفہ کے ساتھ زیادہ پاؤں نہ پھیلا ان کا کھانا تو بھونا ہوا گوشت ہوتا ہے اور تو حاجات کا بھی محتاج ہے۔''

چنانچہ میں اپنے باپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں چند دن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر نہ ہو سکا۔ اس دوران آپ میرے بارے دریافت کرتے رہے۔ پھر جب میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا ''ما شغلك عنا'' (کیوں حاضر نہیں ہوا۔ کس چیز نے تجھے ہم سے دور رکھا ہے؟) تو میں نے عرض کی ''الشغل بالمعاش وطاعة والدی'' (معاشی مصروفیت اور اپنے باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے سبب حاضر نہیں ہو سکا۔) میں کافی دیر تک آپ کے پاس بیٹھا رہا۔ جب دوسرے لوگ چلے گئے تو مشفق استاذ نے مجھے ایک تھیلی عطا فرمائی اور شفقت بھرے انداز میں فرمایا اس سے اپنی حاجات پوری کرو اور پابندی کے ساتھ درس میں حاضر رہو۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اس میں سو درہم تھے۔ اور مزید یہ بھی فرمایا جب یہ خالی ہو جائے تو مجھے مطلع کرنا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ آپ نے ایک سو درہم مزید عطا فرمائے۔ پھر اسی طرح آپ میری کفالت فرماتے رہے اور کبھی بھی مجھے آپ سے مانگنے کی نوبت نہ آئی۔ گویا کہ آپ میری ضروریات،

Marfat.com

حاجات اوران پر اٹھنے والے اخراجات سے مکمل آگاہ تھے۔(1)

خطیب بغدادی نے علی بن جعد سے متصل سند کے ساتھ یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان کیا کہ ابھی میں بچپن کے دن ہی گزار رہا تھا کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور ماں نے حالات سے مجبور ہو کر ایک دھوبی کے پاس کام کے لئے بھیج دیا۔ لیکن میں اس وقت دھوبی کو چھوڑ کر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں حاضر ہو جاتا۔ میری والدہ میرے تعاقب میں وہاں آ پہنچتی اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دھوبی کے پاس واپس لے جاتی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب میرا یہ شوق فراواں ملاحظہ فرماتے تو آپ انتہائی محبت و شفقت کا اظہار فرماتے۔ جب مجھ سے اکثر ایسا ہونے لگا تو میری یہ عادت والدہ پر انتہائی گراں گزری۔ بالآخر اس نے ایک دن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کہہ دیا:

مالھذا الصبی فساد غیرك۔ ھذا صبی یتیمٌ لاشئ لہ وانما اطعمہ من مغزلی وآمل ان یکسب دانقا یعود بہ علی نفسہ۔

”آپ کے سوا اس بچے کے فساد کا کوئی سبب نہیں۔ یہ تو یتیم بچہ ہے اس کے پاس کوئی شئ نہیں۔ میں سوت کات کر اسے کھلاتی ہوں اور یہ امید رکھتی ہوں کہ یہ پیسہ کمائے گا اور اپنی حاجات وضروریات پوری کرے گا۔“

یہ سن کر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ ایسا صاحب علم ہوگا کہ یہ ایک دن پستہ کے تیل میں بنا ہوا حلوہ کھائے گا۔ جب میری ماں نے یہ الفاظ سنے تو یہ کہتے کہتے باہر چلی گئی تم تو بوڑھے ہو چکے ہو۔ تمہاری عقل ماؤف ہو چکی ہے۔ لیکن میں نے اس تمام صورت حال کے باوجود آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ حتیٰ کہ رب کریم نے مجھے علم کی دولت سے مالا مال فرمایا اور اتنی عظمت وشان عطا فرمائی کہ میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہوگیا۔ اسی اثناء میں ایک دن ہارون الرشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے دستر خوان پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی آفتاب نصف النہار کی مثل عیاں ہوگئی۔ جب ہارون الرشید کے اصرار پر آپ نے

1۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۸، ص ۵۳۶، وفیات الاعیان، جلد ۵، صفحہ ۴۲۲

Marfat.com

اسے پورے واقعہ سے آگاہ کیا تو اس نے کہا:

لعمری ان العلم لینفع دنیا و دینا و ترحم علی ابی حنیفۃ وقال کان ینظر بعین عقلہ مالا ینظر بعین رأسہ (1)

''مجھے اپنی عمر کی قسم! علم دین و دنیا میں نفع پہنچاتا ہے اور ابوحنیفہ پر رحمتوں کا نزول ہو، انہوں نے اپنی عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھا ہے جو سر کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔''

اس فقر و افلاس اور تنگدستی کے باوجود آپ تحصیل علم میں مصروف رہے اور اپنے آپ کو اوج کمال پر پہنچانے کے لئے جہد مسلسل اور سعی تمام کرتے رہے اور اس مرتبہ پر فائز ہوئے کہ امام ابن جریر طبری نے آپ کے بارے یہ لکھا:

کان ابویوسف یعقوب بن ابراھیم القاضی فقیھا عالما حافظا ذکر انہ کان یُعرف بحفظ الحدیث وانہ کان یحضر المحدث فیحفظ خمسین اوستین حدیثا ثم یقوم فیملیھا علی الناس وکان کثیر الحدیث۔ (2)

''ابویوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی، فقیہ، عالم اور حافظ تھے آپ حفظ حدیث میں معروف تھے آپ محدث کے پاس درس حدیث میں حاضر ہوتے تو پچاس ساٹھ احادیث سن کر حفظ کر لیتے اور پھر کھڑے ہو کر لوگوں کو املاء کرا دیتے۔ آپ کثیر الحدیث (محدث) تھے۔''

وفیات الاعیان میں بھی ابوعمر بن عبدالبر سے اسی طرح منقول ہے۔ (2)

تلامذہ

حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ جب تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو آپ علم کا ایک ایسا

1۔ تاریخ بغداد، جلد ۱۴، صفحہ ۲۴۴　2۔ سوانح امام اعظم ابوحنیفہ: ۱۵۱، مقدمہ کتاب الخراج: ۱۵

3۔ وفیات الاعیان، جلد ۵، صفحہ ۴۲۳

Marfat.com

سمندر تھے جو اپنی پہنائیوں اور وسعتوں میں ایک جہان سمیٹے ہوئے تھا اور اپنی عمیق تہوں میں علم کے انمول اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے حسین موتی لئے ہوئے تھے۔ پھر آپ کی بارگاہ میں اطراف و اکناف سے علم کے متلاشی اپنی علمی تسکین کے لئے کشاں کشاں حاضر ہونے لگے اور آپ کے فیضان علم سے اپنے ذہنوں کو سکون اور قلب و روح کو جلاء بخشنے لگے اور آپ کی نظر کیمیا اثر سے زیور علم سے اس طرح آراستہ ہوئے کہ مطلع علم پر بدر منیر بن کر ضوفگن ہوئے۔ آپ کی جہد مسلسل اور محنت شاقہ کے سبب ہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت ہوئی اور دنیا کے گوشے گوشے میں آپ کے متبعین و مقلدین کو پذیرائی نصیب ہوئی۔ وہ عالی بخت اور بلند ہمت عظیم شخصیات جنہیں آپ کے بحر علم سے سیراب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان میں سے درج ذیل اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت یحییٰ بن معین، ابو الولید بشر بن ولید الکندی القاضی، ابو اسحاق ابراہیم بن یوسف باہلی الفقیہ، ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ، اسد بن فرات، احمد بن منیع، علی بن مسلم الطوسی، عمرو بن ابی عمرو حرانی اور دیگر کثیر تلامذہ نے آپ سے حدیث، فقہ اور دیگر علوم حاصل کئے۔ (1)

عہدہ قضاء

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس قدر پُر وقار، با اعتماد اور مستند شخصیت کے حامل تھے کہ عباسی خلیفہ مہدی نے 169ھ میں منصب قضاء کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد کیں۔ آپ نے اس قدر فرض شناسی اور عزم و ہمت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا کہ مہدی کے بعد 170ھ میں ہادی نے بھی آپ کو اس منصب پر برقرار رکھا اور پھر جب اسی برس ہارون الرشید نے زمام خلافت سنبھالی تو وہ آپ کی دینی بصیرت، فقہی لیاقت اور حسن کردار سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے آپ کو قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کر دیا۔ (2)

1۔ التعلیق الممجد علی مؤطا محمد: ۳۰ 2۔ کتاب الخراج: ۱۶، سوانح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ۱۵۵

Marfat.com

حق گوئی و بیباکی

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ منصب قضاء پر فائز ہونے کے سبب حکومت وقت سے مضبوط تعلقات رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے کبھی بھی خوشامد یا بزدلی کو قریب بھی نہیں آنے دیا۔ کسی نوع کا خوف یا حرص کلمہ حق کہنے میں رکاوٹ نہیں بن سکی۔ کتاب الخراج کے مقدمہ سے ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ خلیفہ وقت کو راست بازی اور رعیت پروری کی ہدایت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھاری ذمہ داری سونپی ہے۔ جس کا ثواب ہر ثواب سے زیادہ ہے اور عذاب ہر عذاب سے شدید تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے معاملات آپ کے سپرد کئے ہیں اور ان کی فلاح و بہبود کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈالا ہے۔ اس بار کے سبب آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اس طرح آپ کی صبح و شام بہت سے لوگوں کی تعمیر حیات کے لئے وقف ہو گئی ہے اور ہر وہ عمارت جس کا سنگ بنیاد خوف الٰہی اور تقویٰ پر نہ ہو وہ دیر پا نہیں ہوتی بلکہ بہت جلد وہ زمین بوس ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ بنانے والے کے سر پر اسے گرا دیتا ہے۔ اس لئے رعایا کی دیکھ بھال اور حفاظت کا جو منصب آپ کے سپرد کیا گیا ہے اسے غفلت اور بے توجہی کے سبب ضائع نہ ہونے دیجئے۔

آج کا کام کل تک مؤخر نہ کیجئے کیونکہ اگر آپ نے ایسا کیا تو وہ کام ضائع ہو جائے گا۔ حاکم وقت رعایا کے بارے اپنے رب کی بارگاہ میں اسی طرح جوابدہ ہے جس طرح چرواہا اپنے مالک کے سامنے ریوڑ کے بارے جوابدہ ہوتا ہے۔ رعایا کے معاملات میں ذاتی خواہش یا میلان طبع کو دخیل نہ ہونے دیجئے اور نہ ہی غیظ و غضب کو فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ بننے دیجئے اور یہ ذہن نشین رہے کہیں اللہ تعالیٰ آپ سے ناراض نہ ہو جائے۔ احکام جاری کرتے وقت اپنے پرائے، عزیز اور اجنبی میں تفریق نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کیجئے۔ خوف الٰہی پیدا کیجئے۔ خوف یہ نہیں کہ اس کا اظہار فقط زبان سے ہو بلکہ دل خوف الٰہی سے معمور ہو کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اسے محفوظ رکھتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں تو آپ کا نامہ اعمال ظلم وستم کی سیاہی سے رنگین ہو کیونکہ یوم جزاء کا مالک تو بندوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ ان کے مراتب اور منصب کا لحاظ نہیں رکھے گا۔ آپ کو بے مقصد اور بیکار پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی آپ کو باز پرس کے بغیر چھوڑا جائے گا۔ آپ اپنی فانی اور عارضی حیات میں جو اعمال کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے آپ سے باز پرس فرمائے گا۔ آپ غور وخوض کیجئے جواب کیا دیں گے؟ آپ یاد رکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تزول قدم عبد یوم القیامة حتّٰی یسأل عن اربع عن علمه، ما عمل فیه؟ وعن عمره فیم افناه؟ وعن ماله، من این اکتسبه، وفیم انفقه؟ وعن جسده، فیم أبلاه؟ اخرجه الترمذی عن ابی برزة الاسلمی وقال هذا حدیث حسن صحیح۔

''قیامت کے دن رب کریم کی بارگاہ میں پیشی سے کسی بندے کو نجات حاصل نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے سوال کیا جائے گا۔ اس سے علم کے بارے سوال ہوگا کہ اس کے مطابق اس نے کیسے عمل کیا؟ عمر کے بارے پوچھا جائے گا کہ اسے کونسے امور سرانجام دیتے ہوئے گزار دیا؟ اور مال کے بارے دریافت کیا جائے گا کہ وہ کہاں سے کس طرح حاصل کیا اور پھر اسے کونسے کاموں میں صرف کیا؟ اور جسم کے بارے پوچھا جائے گا کہ اسے کونسی محنت اور کاوش میں مصروف رکھا۔''

اے امیر المؤمنین! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ان سوالوں کا جواب ذہن میں رکھئے۔ وہ وقت نہ بھولئے جب اللہ تعالیٰ کی بھری مجلس میں ان تمام اعمال کی نقاب کشائی ہوگی جو آپ نے چھپ کر کئے ہوں گے۔ اللہ کی نظر میں تعمیری اور اصلاحی کاموں سے بہتر کوئی کام نہیں اور فساد سے بڑھ کر کوئی مبغوض عمل نہیں۔ معاصی کا ارتکاب کفرانِ نعمت ہے اور جس قوم نے بھی کفران نعمت کا ارتکاب کیا اور پھر توبہ نہ کی، تو اس سے عزت وکرامت کو

Marfat.com

سلب کر لیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔"

ولیس شئ أحب الی الله من الاصلاح، ولا أبغض الیه من الفساد۔ والعمل بالمعاصی کفر النعم، وقل من کفر من قوم قط النعمة ثم لم یفزعوا الی التوبة الا سُلبوا عزهم وسلط الله علیهم عدوهم۔ (1)

امام ابو یوسف آئمہ محققین کی نظر میں

1۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے عمار بن ابی مالک نے کہا ہے "ما کان فی اصحاب ابی حنیفة مثل ابی یوسف۔ لولا ابویوسف ماذکر ابوحنیفة ولا محمد بن ابی لیلی۔" (2)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مثل کوئی نہیں۔ اگر ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو ابوحنیفہ اور محمد بن ابی لیلیٰ رحمہما اللہ تعالیٰ کا ذکر تک نہ ہوتا۔

2۔ ابراہیم بن ابی داؤد برلسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے "ما رایت فی اصحاب الرأی اثبت فی الحدیث ولا احفظ ولا اصلح روایة من ابی یوسف رحمة الله علیه۔" (3)

(میں نے اصحاب رائے میں سے حدیث طیبہ میں مضبوط، حافظ اور روایت کے اعتبار سے اصح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔)

3۔ عباس رحمۃ اللہ علیہ نے ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے "ابویوسف رحمة الله علیه صاحب حدیث، صاحب سنة" (کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صاحب حدیث اور صاحب سنت تھے۔ یعنی (حدیث کے عالم اور سنت کے عامل تھے)۔)

4۔ آپ کے بارے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں اظہار خیال فرمایا

1۔ مقدمہ کتاب الخراج ملخصاً: ۳ تا ۵ ۳
2۔ وفیات الاعیان، جلد ۵، صفحہ ۴۲۲۔۴۲۵
3۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۸، صفحہ ۵۳۷

Marfat.com

"كان ابو يوسف منصفا فى الحديث" (حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حدیث طیبہ میں انتہائی منصف تھے۔)

5۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الحنفیہ میں فرمایا "ابو يوسف رحمة الله عليه ثقة۔" (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ثقہ راوی ہیں۔)

6۔ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں کہا ہے "يكتب حديثه" (آپ کی روایت کردہ حدیث لکھی جائے گی۔)

7۔اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں یہ کہا "لا بأس به" (کہ آپ میں کوئی ضعف اور کمزوری نہیں۔)(1)

8۔ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے اس طرح اظہار خیال کیا "كان صاحب حديث حافظأثم لزم ابا حنيفة فغلب عليه الرأى۔"(2)

(امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حافظ حدیث تھے لیکن طویل عرصہ تک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مصاحبت میں رہنے کے سبب آپ پر رائے غالب آگئی۔)

تصانیف

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ پر دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ اگرچہ عہدہ قضاء کی بے پناہ مصروفیات تھیں۔لیکن اس کے باوجود تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کے سبب بلاشبہ حنفیت کا سر فخر سے بلند ہوا۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1۔کتاب الخراج:۔یہ زمین کے مالیہ کے متعلق آپ کی تالیف ہے۔اس میں ڈیڑھ سو سے زیادہ احادیث اور تین سو کے قریب صحابہ کرام اور تابعین عظام کی قانونی آراء مذکور ہیں۔آپ نے ہارون الرشید کے سوالات کے جوابات تحریر کئے ہیں اور بطور تائید احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کرام ذکر کئے ہیں۔آپ نے اکثرانہی صحابہ کرام کے اقوال ذکر

1۔سیر اعلام النبلاء، جلد ۸، صفحہ ۵۳۷۔۵۳۸

2۔کتاب الخراج:۱۵

Marfat.com

کئے ہیں جن کا سرکاری معاملات سے تعلق رہا ہے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اقوال زیادہ ذکر کئے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے اقوال بھی بطور استشہاد ذکر کئے ہیں۔ علاوہ ازیں کوفہ، حجاز اور شام کے ممتاز شیوخ اور محدثین کے اقوال بھی بطور سند ذکر کئے ہیں۔ مثلاً حضرت حماد، ابراہیم بن ابی لیلیٰ، شعبی، امام مالک، نافع اور حضرت سعید بن المسیب اور زہری رضی اللہ عنہم۔

2۔ کتاب الآثار:۔ یہ کتاب دراصل ان احادیث کا مجموعہ ہے جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوران درس اپنے تلامذہ کو املاء کرائیں۔ اس کتاب سے فقہائے عراق کے ان فتاویٰ جات کا علم ہوتا ہے جنہیں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔

3۔ کتاب اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ:۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں ان مسائل کا تذکرہ کیا ہے جن میں ان دونوں عظیم شخصیات کے مابین اختلاف رہا ہے۔ آپ نے اکثر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید کی ہے اور کبھی قاضی ابن ابی لیلیٰ کے موقف کو بھی ترجیح دی ہے۔

4۔ کتاب الرد علی سیر الاوزاعی:۔ اس کتاب میں جنگ وحرب کے مسائل کا تذکرہ ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی کے مابین جنگی مسائل میں اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید کی ہے۔

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ابن ندیم نے آپ کی درج ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

کتاب فی الاصول، کتاب الامالی، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکاۃ، کتاب الصیام، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب الحدود، کتاب الوکالۃ، کتاب الوصایا، کتاب الصید والذبائح، کتاب الغصب والاستبراء، کتاب اختلاف الامصار، کتاب الرد علی مالک بن انس، کتاب الجوامع۔

وصال

موت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ جو بھی اس جہان رنگ و بو میں قدم رکھتا ہے۔

Marfat.com

اس نے بالیقین موت کا جام لبوں سے لگانا ہے مگر بعض کی حیات دنیوی اتنی حسین، پُر مغز اور نفع بخش ہوتی ہے کہ وہ موت کی آغوش میں جا کر حیات سرمدی حاصل کر لیتے ہیں اور ان کے نام کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی عالی بخت اور بلند ہمت افراد میں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ذی قدر، فقہ حنفی کے عظیم امام اور اپنے وقت کے نامور محدث حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کی ستر بہاریں دیکھیں اور پھر پانچ ربیع الاول 182ھ جمعرات کے دن بوقت ظہر شہر بغداد میں داعی اجل کو لبیک کہا اور علم وعرفان کا یہ نیر تاباں دنیا کی نگاہوں سے خاک کے پردوں میں روپوش ہو گیا مگر اس آفتاب علم کی روپہلی کرنیں رہتی دنیا تک ایک عالم کو منور کرتی رہیں گی۔

اللّٰھم نور مرقدہ ووسع مدخلہ وادخلہ فی جوار القدس

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعبداللہ اور اسم گرامی محمد بن حسن بن فرقد ہے۔ چونکہ آپ کا تعلق شیبان قبیلے سے تھا اس لئے آپ شیبانی کہلاتے ہیں اور بعض محققین کے نزدیک آپ کو شیبانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد بنو شیبان کے غلام تھے۔ آپ کا آبائی وطن دمشق کے نواح میں حرستا نامی گاؤں تھا۔ بعد ازاں آپ کے والد وہاں سے عراق کے شہر واسط منتقل ہوئے اور وہیں 132ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔(1)

تعلیم وتربیت اور اساتذہ کرام

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مستعار کے ابتدائی ایام اپنے والدین کی آغوش محبت میں شہر واسط میں ہی بسر کئے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کے والد نقل مکانی کر کے کوفہ چلے گئے جو اس دور کا ایک عظیم علمی مرکز تھا۔ چنانچہ آپ نے اسی شہر میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا اور بنیادی تمام علوم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تربیت کے تمام مراحل کامیابی کے ساتھ

1۔ تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۲

Marfat.com

طے کیے۔ ابھی آپ سن بلوغت کو پہنچے ہی تھے کہ ایک دن سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی راہنمائی پر آپ کی بارگاہ میں پیش ہوئے اور یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اگر ایک نابالغ بچہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے اور پھر اُسی رات فجر سے پہلے پہلے بالغ ہو جائے تو کیا اس پر نماز کا اعادہ ہے یا نہیں؟ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس پر اعادہ ہے۔ چنانچہ آپ اُسی وقت اٹھے اور ایک جانب ہٹ کر نماز ادا کی۔ جونہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر آپ پر پڑی تو بے ساختہ فرمایا انشاء اللہ یہ لڑکا رجل رشید ثابت ہوگا۔ چونکہ ابھی آپ کم سن تھے اس لئے وقتاً فوقتاً آپ کے درس میں حاضر ہوتے رہے۔ جب آپ نے باقاعدہ آپ کے زیر شفقت رہنے کا اظہار کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرو اور پھر آنا۔ چنانچہ سات دن کے بعد پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی میں نے اپنے سینے کو حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال کر لیا ہے۔ آپ نے باقاعدہ شرف تلمذ کی اجازت مرحمت فرمائی اور پھر چار سال تک سفر وحضر میں وہ آپ کی معیت میں رہے اور علوم دینیہ کے انوار سے قلب وذہن کو منور کرتے رہے۔ آپ ہی کی تربیت اور نظر کیمیا اثر کے فیضان سے علم وحکمت کے افق پر آپ بدر منیر بن کر طلوع ہوئے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ جن اساتذہ اور شیوخ نے آپ کی زلف سنوارنے اور علمی عظمت وجلال عطا کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان میں درج ذیل اسماء خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف، حضرت مسعر بن کدام، حضرت سفیان ثوری، حضرت عمرو بن دینار، حضرت مالک بن مغول، حضرت امام مالک بن انس، حضرت امام اوزاعی، حضرت ربیعہ بن صالح، حضرت بکیر بن عامر اور حضرت عمر بن ذرر حمہم اللہ تعالیٰ۔(1)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد علم فقہ کی تکمیل حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور پھر علم حدیث میں جوہر کمال کے حصول کے لئے امام دار الہجرۃ

1۔ سیر اعلام النبلاء، جلد 9، صفحہ 134، التعلیق الممجد: 28

Marfat.com

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور تین سال کی طویل مدت آپ کے زیر شفقت رہ کر علم حدیث میں تبحر حاصل کیا۔ جیسا کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

اقمت عند مالك ثلاث سنين و كسرا، و سمعت من لفظه سبع مائة حديث (1)

"کہ میں تین سال سے کچھ زائد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مقیم رہا اور اس دوران آپ سے سات سو احادیث کا سماع کیا۔"

اور ابن الحکم نے کہا ہے:

سمعت الشافعي يقول قال محمد اقمت على باب مالك ثلاث سنين و سمعت منه اكثر من سبع مائة حديث۔ (2)

"کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں تین سال تک حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مقیم رہا اور اس دوران میں نے سات سو سے زائد احادیث کا آپ سے سماع کیا۔"

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بالعموم تمام علوم میں تبحر حاصل کیا مگر خصوصیت کے ساتھ علم فقہ و حدیث میں درجہ کمال تک پہنچنے کے لئے اپنے تمام ممکنہ وسائل صرف کئے اور انتھک محنت کی۔ آپ خود فرماتے ہیں:

مات ابي و ترك ثلاثين الف درهم فانفقت خمسة عشر الفا على النحو و الشعر و خمسة عشر الفا على الحديث و الفقه۔ (3)

"جب میرے باپ کا وصال ہوا تو انہوں نے تیس ہزار درہم ترکہ میں چھوڑے۔ ان میں سے پندرہ ہزار درہم میں نے علم نحو اور شعر کے حصول پر

1۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۹، صفحہ ۱۳۵ 2۔ التعلیق المجد: ۲۹

3۔ تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۳

Marfat.com

خرچ کئے اور پندرہ ہزار درہم حدیث وفقہ کی تعلیم پر صرف کئے۔"

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آپ کی علمی وارفتگی اور ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کی جہد مسلسل اور سعی پیہم کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں کہا:

مارأيت افصح منه كنت اظن اذا رأيته يقرء القرآن كان القرآن نزل بلغته وقال ايضاً مارأيت اعقل من محمد بن الحسن۔ (1)

"میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ جب میں آپ کو قرآن کریم پڑھتے دیکھتا ہوں تو مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ قرآن کریم آپ کی لغت کے مطابق نازل ہوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا کہ میں نے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی صاحب عقل نہیں دیکھا۔"

تلامذہ

تحصیل علم کے بعد حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں سکونت پذیر ہوئے اور آپ کے علم کا شہرہ اطراف واکناف میں پھیل گیا۔ چنانچہ تشنگان علم ذوق تجسس اور شوق فراواں لے کر جوق در جوق آپ کے پاس حاضر ہونے لگے اور آپ کے خوان علم سے خوب سیر ہوئے۔ وہ عالی بخت اور بلند ہمت ہستیاں جنہیں آپ کے بحر علم سے فیض یاب ہونے اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کی سعادت اور عظمت حاصل ہوئی ان میں سے چند اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابوعبید قاسم بن سلام، حضرت علی بن مسلم الطوسی، حضرت ابوحفص الکبیر، حضرت خلف بن ایوب، حضرت اسماعیل بن توبہ، حضرت احمد بن حفص فقیہ بخاری اور حضرت عمرو بن ابی عمرو الحرانی وغیرہم۔ (2)

1۔ ایضاً، جلد ۲، صفحہ ۱۷۵، التعلیق الممجد: ۲۹

2۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۹، صفحہ ۱۳۵، تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۲

Marfat.com

تعظیم علم

عالم کا یہ حسن ہے کہ وہ علم کی عزت وتکریم کرتا ہے۔ علمی وجاہت، رعب ودبدبہ اور جاہ وجلال کی پاسداری کرتا ہے۔ کبھی بھی علمی وقار اور تمکنت کا دامن نہیں چھوڑتا۔ حالات کتنے مخدوش اور پُرخطر کیوں نہ ہوں وہ علم کی تعظیم وتوقیر پر حرف نہیں آنے دیتا۔ خطیب بغدادی نے ابوعبید سے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک ایسا ہی واقعہ نقل کیا ہے جو آپ کی ہمت وجرأت اور علم کی تعظیم وتکریم کی روشن دلیل ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھے کہ خلیفہ وقت ہارون الرشید وہاں آ پہنچا۔ تمام لوگ خلیفہ کی عزت وتکریم کے لئے کھڑے ہوئے مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کھڑے نہ ہوئے اور اپنی مسند پر جلوہ فرما رہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ آپ کو خلیفہ کے پاس طلب کیا گیا۔ آپ کے ساتھی پریشان اور خوفزدہ ہو گئے کہ معلوم نہیں اب خلیفہ کی جانب سے آپ پر کیا عتاب نازل ہوتا ہے۔ لیکن جب آپ خلیفہ کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا ''مالك لم تقم مع الناس؟'' (کیا وجہ ہے تم لوگوں کے ساتھ کھڑے نہیں ہوئے؟) تو آپ نے بڑے وقار اور سکون کے ساتھ یہ جواب دیا:

کرهت ان اخرج عن الطبقة التی جعلتنی فیها، انك اهلتنی للعلم فکرهت أن أخرج منه الی طبقة الخدمة التی هی خارجة منه۔

''جس طبقہ میں آپ نے مجھے رکھا ہے اس سے نکلنا میں نے پسند نہیں کیا، بیشک آپ نے مجھے اہل علم میں سے قرار دیا ہے۔ لہٰذا میں نے اہل علم کے طبقہ سے اہل خدمت کے طبقہ کی طرف نکلنا پسند نہیں کیا کیونکہ یہ طبقہ اہل علم سے خارج ہے۔ (یہی وجہ ہے کہ میں آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔''

مزید ارشاد فرمایا آپ کے ابن عم یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من أحب أن یتمثل له الرجال قیاما فلیتبوأ مقعده من

Marfat.com

النار۔

''کہ جو آدمی یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے رہیں تو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مراد علماء لئے ہیں۔ پس جو شاہی اعزاز اور خدمت کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے دشمن کے لئے سامان ہیبت مہیا کیا اور جو بیٹھے رہے انہوں نے اس سنت پر عمل کیا جو تم ہی سے لی گئی ہے اور اس پر عمل کرنا ہی تمہارے لئے حسن و خوبی اور باعث عزت و کرامت ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید نے کہا ''صدقت یا محمد'' (اے امام محمد! تم نے سچ کہا ہے۔)(1)

اسی نوع کا ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جبکہ آپ ہارون الرشید کی جانب سے شام کے علاقہ رقہ میں عہدہ قضاء پر فائز تھے۔ آپ انتہائی دیانتداری اور جرأت و ہمت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے تھے کہ واقعہ اس طرح پیش آیا۔ یحییٰ بن عبداللہ نامی ایک شخص کو خلیفہ ہارون الرشید پہلے امان دے چکا تھا مگر بعد میں کسی سبب سے وہ اس پر غضبناک ہو گیا۔ اب خلیفہ نے اسے قتل کرنا چاہا مگر یہ خواہش کی کہ وہ اپنے اس مذموم ارادے کو قضاۃِ وقت کی تائید سے پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ چنانچہ اس نے تمام قضاۃ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ ان میں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لے گئے، ہارون الرشید نے اپنا مدعیٰ قضاۃ کے سامنے رکھا تو تمام نے شاہی مزاج کو مدنظر رکھا اور نقض امان کی اجازت دے دی لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پوری جرأت اور استقلال کے ساتھ ان کی مخالفت میں فرمایا یحییٰ کو جو امان دی جا چکی ہے وہ صحیح ہے لہٰذا اس امان کو توڑنے اور یحییٰ کے خون کی اباحت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ نتیجتاً اسے قتل کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اسی حق گوئی اور بیباکی کے سبب آپ کو عہدہ قضاء سے معزول کر دیا گیا اور کچھ دن قید کی صعوبت بھی برداشت کرنا پڑی لیکن آپ نے علم کی عزت و توقیر کی خاطر یہ سب پوری قوت سے برداشت کیا۔(2)

1۔ تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۳ 2۔ تذکرۃ المحدثین: ۱۳۵

Marfat.com

تصانیف

تحصیل علم کے بعد حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مستعار کا لحہ لحہ علم کی اشاعت و ترویج کے لئے وقف کر دیا۔ اس مقصد کے لئے جہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ ساتھ ہی تصنیف و تالیف کی طرف بھی کہیں زیادہ توجہ فرمائی اور بحر علم کی عمیق تہوں تک غواصی کر کے بکھرے ہوئے موتی چنے اور پھر انہیں منظم کر کے نوکِ قلم سے صفحہ قرطاس کی زینت بنا دیا۔ آپ نے مختلف عنوانات سے کئی علوم میں طبع آزمائی فرمائی مگر ان میں حدیث اور فقہ سرفہرست ہیں۔

مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ حدیث طیبہ کے بارے آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ اس کی مرویات کی کل تعداد ایک ہزار ایک سو اسی (1180) ہے۔ اس میں مرفوع احادیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال بھی درج ہیں۔ آپ نے اس میں ایک ہزار پانچ (1005) احادیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہیں، تیرہ احادیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے، چار امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اور باقی احادیث دیگر آئمہ کرام سے نقل کی ہیں۔ (1)

مرویات کی تفصیل

مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں ابتداء سے لے کر باب الاذان و التثویب تک سو روایات ہیں۔ ان میں سے بائیس مرفوع احادیث آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہیں۔ چار مرفوع احادیث دیگر اسناد سے مروی ہیں اور باقی تمام آثار ہیں۔ باب الاذان سے باب الجلوس فی الصلواۃ تک انہتر روایات ہیں۔ ان میں سے چار مرفوع احادیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور چار دیگر اسناد سے۔ باقی تمام آثار ہیں۔ باب الجلوس سے باب وقت الجمعہ تک مرویات کی کل تعداد چھہتر (76) ہے۔ ان میں سے اٹھائیس

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۲۰۹

Marfat.com

(28) مرفوع احادیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں اور دو دیگر اسناد سے۔ علاوہ ازیں تمام آثار ہیں۔ باب وقت الجمعه سے باب امر القبلة تک ستر (70) روایات ہیں۔ ان میں سے اٹھارہ مرفوع احادیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور تین دیگر اسناد سے اور باقی تمام آثار ہیں۔ باب امر القبلة سے فضل الجهاد تک اٹھارہ روایات ہیں ان میں سے بارہ مرفوع روایات۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے مروی ہیں اور دو دیگر اسناد سے اور باقی آثار ہیں۔ فضل الجهاد سے کتاب الزکوٰۃ تک مرویات کی کل تعداد ستائیس ہے۔ ان میں سے نو مرفوع احادیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے مروی ہیں اور باقی تمام آثار ہیں۔ کتاب الزکوٰۃ سے ابواب الصیام تک تیس (30) روایات ہیں۔ ان میں سے چھ مرفوع احادیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے مروی ہیں اور تین دوسری اسانید سے۔ علاوہ ازیں تمام آثار ہیں۔ کتاب الصیام سے کتاب الحج تک انتالیس (39) روایات ہیں۔ ان میں سے بیس مرفوع احادیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں اور دو دیگر اسناد سے اور باقی آثار ہیں۔ علی ہذا القیاس ساری کتاب میں یہی انداز اپنایا گیا ہے۔(1)

مؤطا دراصل حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ احادیث کا مجموعہ ہے جنہیں آپ کے تلامذہ نے کتابی صورت میں مدون و مرتب کیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں ذکر کیا ہے کہ مؤطا کے سولہ نسخے ہیں۔ آپ نے تمام کا اجمالی تعارف ذکر کیا ہے(2)۔ لیکن اب ان میں صرف دو نسخے مشہور و معروف ہیں ایک مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہے جسے یحییٰ بن یحییٰ مصمودی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا ہے اور دوسرا مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہے چونکہ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر آئمہ کی مرویات بھی آپ نے شامل کی ہیں اس لئے اس کی نسبت امام مالک کی بجائے آپ کی طرف ہے۔ ''لیکن مؤطا امام محمد، مؤطا امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ سے چند وجوہ کی بناء پر فوقیت رکھتی ہے۔ اولاً یہ کہ امام محمد یحییٰ بن یحییٰ سے علم حدیث میں زیادہ بصیرت اور فقہ میں ان سے بڑھ کر مہارت رکھتے

1۔ التعلیق الممجد: ۳۵، ۳۶ 2۔ بستان المحدثین: ۳۲

Marfat.com

تھے۔ ثانیاً موطا کی روایت میں یحییٰ بن یحییٰ سے متعدد جگہ غلطیاں واقع ہوئیں۔ چنانچہ خود مالکی محدث شیخ محمد عبدالباقی زرقانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے "قلیل الحدیث له اوھام" (ان کو اکثر وہم لاحق ہوئے تھے اور حدیث میں وہ بہت کم معرفت رکھتے تھے) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔ "وكان من بحور العلم والفقه قويافي مار وى عن مالك" (امام محمد رحمۃ اللہ علیہ علم کے سمندر تھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے میں وہ بہت قوی تھے۔) ثالثاً یحییٰ بن یحییٰ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوری موطا کے سماع کا موقع نہ مل سکا کیونکہ جس سال وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی سال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ اسی وجہ سے وہ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں احادیث عن مالک کے صیغہ سے روایت کرتے ہیں۔ برخلاف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے وہ تین سال سے زیادہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور موطا کی تمام روایات کا انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست سماع کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اخبرنا مالک کے صیغہ کے ساتھ موطا میں احادیث روایت کرتے ہیں۔" (1)

موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں جو اسلوب اختیار کیا ہے۔ اس کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

1۔ ترجمة الباب کے متصل بعد آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کرتے ہیں چاہے وہ موقوف ہو یا مرفوع۔

2۔ عنوان کے آغاز میں آپ لفظ الکتاب یا الباب ذکر کرتے ہیں اور کبھی کبھی الابواب بھی ذکر کر دیتے ہیں مگر لفظ الفصل ذکر نہیں کرتے۔

3۔ آپ ایک یا کئی احادیث ذکر کرنے کے بعد ان کے افادہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بھذا ناخذ یا بہ ناخذ کے الفاظ ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد تفصیل ذکر کرتے ہیں اور کبھی انہی کی مثل دیگر ایسے الفاظ ذکر کرتے ہیں جو فتویٰ کی علامت ہوتے ہیں مثلاً علیه

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۱۴۷

Marfat.com

الفتویٰ، بہ یعتمد، بہ یفتی اور بہ ناخذ وغیرہ۔

4۔ آپ اپنے شیوخ سے روایت کرتے وقت صرف اخبرنا کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے سمعت، حدثنا یا کوئی دوسرا صیغہ استعمال نہیں کیا۔

5۔ آپ اکثر اپنا مختار قول ذکر کرنے کے بعد وھو قول ابی خنیفه کے الفاظ کے ساتھ اپنے شیخ سے موافقت کا ذکر کرتے ہیں لیکن جہاں کہیں آپ سے اختلاف ہو تو پھر یہ الفاظ ذکر نہیں کرتے۔

6۔ آپ بعض سنن کا تذکرہ کرتے وقت لا بأس کے الفاظ ذکر کرتے ہیں اس سے آپ کی مراد اس عمل کے جائز ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

7۔ آپ اکثر ینبغی کذا و کذا کے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ متاخرین کے نزدیک ان الفاظ سے مراد امر مستحب ہوتا ہے یعنی ایسا امر جو سنت اور واجب نہ ہو لیکن متقدمین کے نزدیک یہ لفظ عام ہے اور سنت مؤکدہ اور واجب تمام کو شامل ہے۔ آپ اسی معنی میں یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

8۔ آپ کبھی لفظ اثر استعمال کر کے اس سے مراد عام لیتے ہیں یعنی اس کا اطلاق مرفوع حدیث پر اور موقوف روایت پر بھی کرتے ہیں۔

9۔ آپ بعض آثار و اخبار کو غیر مسند ذکر کرتے ہیں اور بعض کو بلغنا کے قول کے ساتھ۔ لیکن ردالمحتار میں ہے کہ آپ کی تمام بلاغات مسند ہیں۔

10۔ مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی موضوع حدیث موجود نہیں۔ البتہ بعض ضعیف روایات موجود ہیں۔ ان میں سے بعض میں ضعف کم پایا جاتا ہے جس کا ازالہ کثرۃ طرق کے سبب ہو جاتا ہے اور بعض میں ضعف شدید بھی ہے لیکن وہ بھی ان کے لئے مضر نہیں کیونکہ وہ روایات صحیح طرق سے بھی مروی ہیں۔(1)

1۔ التعلیق الممجد ملخص: ۳۷ تا ۴۰

Marfat.com

کتاب الآثار

کتاب الآثار دراصل ان احادیث کا مجموعہ ہے جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوران درس اپنے شاگردوں کو املاء کرائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تمام احادیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہی منسوب ہیں۔ بعدازاں آپ کے مختلف تلامذہ نے انہی احادیث کو مرتب کر کے کتاب الآثار کے نام سے شائع کیا چونکہ اس کتاب میں احادیث کے علاوہ کثرت سے آثار موجود ہیں اسی وجہ سے اس کا نام کتاب الآثار رکھا گیا۔ اس کے متعدد نسخے ہیں ان کی ترتیب اور احادیث کی مجموعی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ احادیث کے سماع اور ان کی ترتیب کا زمانہ ایک نہیں بلکہ زمانہ کے اعتبار سے ان میں تقدیم وتاخیر موجود ہے۔ مختصر تعارف یہ درج ذیل ہے۔

1۔ کتاب الآثار بروایت امام زفر بن ہذیل متوفی 158ھ:۔ اس نسخہ کا ذکر حافظ امیر بن ماکولا متوفی 475ھ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف من الاسماء والکنی والانساب'' کے باب الحصینی والجصینی میں کیا ہے۔ آپ محدث احمد بن بکر جصینی کے حالات میں لکھتے ہیں:

> احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصینی ثقة یمیل میل اهل النظر عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة ''کتاب الاثار''۔

> ''احمد بن بکر بن سیف ابوبکر جصینی ثقہ ہیں۔ اہل نظر یعنی فقہاء حنفیہ کی طرف میلان رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب الآثار کو بواسطہ امام زفر بن ہذیل ان کے شاگرد ابووہب سے روایت کرتے ہیں۔''

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے اس نسخہ کا ذکر حافظ ابوسعد سمانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الانساب میں اور حافظ عبدالقادر قرشی حنفی نے ''الجواهر المضیه فی طبقات الحنفیه'' میں بھی کیا ہے۔

2۔ کتاب الآثار بروایت امام ابی یوسف متوفی 182ھ:۔ اس نسخہ کا ذکر حافظ

Marfat.com

عبدالقادر قرشی نے ''الجواھر المضیه فی طبقات الحنفیه'' میں کیا ہے۔ وہ امام یوسف بن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سوانحی خاکہ میں رقمطراز ہیں:

روی کتاب الآثار عن ابیه عن ابی حنیفة وھو مجلد ضخم۔

''کہ یہ اپنے والد کی سند سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ''کتاب الآثار'' کی روایت کرتے ہیں جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔''

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس نسخہ کو ان کے صاحبزادے امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ عمرو بن ابی عمرو نے بھی روایت کیا ہے۔

3۔ کتاب الآثار بروایت امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ:۔ کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں سے یہی زیادہ مشہور اور متداول ہے۔ اسی کے بارے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة'' کے مقدمہ میں لکھا:

والموجود من حدیث ابی حنیفة مفرداً انما ھو ''کتاب الآثار'' التی رواھا محمد بن حسن عنه۔

''امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث طیبہ کے بارے مستقل کتاب موجود ہے اور وہ کتاب الآثار ہے جسے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نسخہ میں جن رواۃ سے احادیث اخذ کی ہیں۔ ان کے حالات کے بارے دو اہم کتابیں لکھی ہیں۔ ایک کتاب کا نام ''الایثار بمعرفة رواة الآثار'' ہے۔ یہ کتاب الآثار کے راویوں کے بارے مستقل کتاب ہے۔ اور دوسری کتاب کا نام ''تعجیل المنفعه'' ہے۔ اس کتاب میں صرف ان رواۃ کا تذکرہ ہے جن سے آئمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتب میں احادیث نقل کی ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نسخہ ان کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ ابوحفص کبیر

Marfat.com

اور امام ابوسلیمان جوزجانی کا روایت کردہ ہے۔ ان کے علاوہ عمرو بن ابی عمرو نے بھی یہ کتاب روایت کی ہے اور محدث خوارزمی نے ''جامع المسانید'' میں اسی نسخہ کو کتاب الآثار امام محمد کے نام سے موسوم کیا ہے۔

حسن ترتیب اور اہمیت

صحابہ کرام اور تابعین عظام اپنے ادوار میں احادیث اور روایات قلمبند تو کرتے تھے لیکن ان کی تحریریں غیر مرتب تھیں۔ جسے جو ملتا وہ اسے ضبط تحریر میں لے آتا۔ ابواب بندی یا فصول کی ترتیب پر کتاب جمع کرنے کا رواج نہیں تھا۔ تابعین میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف اولیت حاصل ہے کہ آپ نے کتاب الآثار کی تمام روایات ایک خاص فقہی ترتیب کے مطابق جمع کیں اور اسی ترتیب کے مطابق اپنے تلامذہ کو احادیث املاء کرائیں۔ یہ ترتیب وتدوین اتنی حسین تھی کہ بعد میں آنے والے محدثین نے آپ کی اتباع اور پیروی کی۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بها انه اول من دون علم الشریعة و رتبه ابوابا ثم تبعه مالك بن أنس فی ترتیب المؤطا ولم یسبق ابا حنیفة احد۔ (1)

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی منفرد خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اسے ابواب کے مطابق مرتب کیا۔ پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا کی ترتیب میں آپ کی پیروی کی۔ اس امر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی کو اولیت حاصل نہیں ہے۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''قرة العینین فی تفضیل الشیخین'' میں ذکر کیا ہے کہ ''کتاب الآثار'' احناف کی امہات الکتب میں سے ہے۔ آپ نے یہ صراحۃً کہا ہے۔

مسند ابی حنیفة وآثار محمد بنائے فقه حنفیه است۔

1۔ تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ: ۳۶

Marfat.com

''فقہ حنفی کی بنا مسند ابی حنیفہ اور آثار محمد پر ہے۔''

مزید اہمیت واضح کرنے کے لئے یہ ایک قول ہی کافی ہے کہ ایک دفعہ یزید بن ہارون نے درس حدیث دیتے ہوئے اپنے طلباء سے ارشاد فرمایا:

همتكم السماع والجمع لو كان همتكم العلم لطلبتم تفسير الحديث ومعانيه ونظرتم في كتب ابي حنيفة واقواله فيفسر لكم الحديث۔ (1)

''تمہارا مقصد تو بس حدیث کا سننا اور جمع کر لینا ہے اگر علم تم لوگوں کا مقصد ہوتا تو حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش رکھتے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اور ان کے اقوال میں غور کرتے تب حدیث کی تفسیر تم پر کھلتی۔''

الحتصر یہ کہ ''کتاب الآثار'' حسن ترتیب اور جودۃ تالیف میں انتہائی عمدہ اور بے مثال ہے کیونکہ اسی کتاب سے حدیث طیبہ کی ابواب بندی کا آغاز ہوا۔

4۔ کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد لؤلؤی متوفی 204ھ:۔ اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لسان المیزان میں کیا ہے۔ آپ نے محدث محمد بن ابراہیم حبیش بغوی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

محمد بن ابراهيم بن حبيش البغوى روى عن محمد شجاع الثلجي عن الحسن بن زياد عن ابي حنيفة كتاب الآثار۔

''محمد بن ابراہیم بن حبیش بغوی نے محمد شجاع ثلجی سے انہوں نے امام حسن بن زیاد سے اور انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کتاب الآثار روایت کی ہے۔''

محدث خوارزمی نے جامع المسانید میں اسی نسخہ کو ''مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیاد'' کے نام سے موسوم کیا ہے اور کتاب کے دوسرے باب میں امام حسن تک اس کی

1۔ مناقب الامام الاعظم، جلد ۲، صفحہ ۱۳۷

Marfat.com

اسناد بھی نقل کی ہے۔(1)

علاوہ ازیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات باعتبار سند کے دو حصوں میں منقسم ہیں ایک ظاہر الروایۃ یعنی جن کی نسبت اور سند واضح ہے اور دوسری غیر ظاہر الروایۃ یعنی جن کی نسبت اور سند پوری طرح ثابت اور واضح نہیں ہے۔

ظاہر الروایۃ چھ کتابیں ہیں: (۱) المبسوط۔ (۲) الزیادات۔ (۳) الجامع الصغیر۔ (۴) الجامع الکبیر۔ (۵) السیر الصغیر۔ (۶) السیر الکبیر۔ یہ چھ کتابیں اصول کہلاتی ہیں۔

غیر ظاہر الروایۃ پانچ کتابیں ہیں: (۱) الکیسانیات۔ (۲) الجرجانیات۔ (۳) الرقیات۔ (۴) الھارونیات۔ (۵) زیادۃ الزیادات۔ فقہ حنفی کا دارومدار ظاہر الرویۃ پر ہے۔ چوتھی صدی کے اوائل میں ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی المشہور بالحاکم الشہید متوفی 334ھ نے ان چھ کتابوں کو ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ انہوں نے مکررات کو حذف کر دیا ہے اور اس کتاب کا نام ''الکافی فی فروع الحنفیہ'' رکھا ہے پھر اس کی متعدد شروح لکھی گئیں لیکن سب سے زیادہ شہرت شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ کی شرح المبسوط کو حاصل ہوئی۔ فقہ حنفیہ میں یہ کتاب اصول کا درجہ رکھتی ہے۔(2)

مذکورہ کتب کے علاوہ بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ محققین کی نظر میں

احمد بن عطیہ نے کہا ہے کہ میں نے ابو عبید کو یہ کہتے سنا ہے:

ما رأیت اعلم بکتاب اللہ من محمد ابن الحسن۔

''میں نے امام محمد بن حسن سے بڑھ کر کتاب اللہ کا کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

ربیع نے کہا ہے کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے:

حملت عن محمد بن الحسن وقر بختی کتبا۔

1۔ مقدمہ کتاب الآثار مترجم ملخص: ۱۸ تا ۲۷ 2۔ سوانح امام اعظم ابوحنیفہ: ۱۶۷، تذکرۃ المحدثین: ۱۵۱

Marfat.com

''میں نے امام محمد بن حسن سے بار شتر کے برابر کتابیں حاصل کیں۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

کان محمد بن الحسن الشیبانی اذا أخذ فی المسألة کأنه قرآن ینزل علیه لایقدم حرفا ولا یؤخر۔ (1)

''امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جب مسئلہ بیان فرماتے تو حرف برابر بھی تقدم وتاخر نہ ہوتا گویا کہ آپ پر قرآن کریم نازل ہورہا ہے۔''

ابراہیم حربی نے کہا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا آپ نے یہ دقیق مسائل کہاں سے حاصل کئے ہیں تو انہوں نے جواب دیا ''من کتب محمد بن الحسن'' (2) (میں نے یہ مسائل امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے حاصل کئے ہیں۔)

مزنی نے کہا ہے کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے:

أَمَنُّ الناس علیّ فی الفقه محمد بن الحسن۔ (3)

''فقہ کے بارے تمام لوگوں سے بڑھ کر امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کا مجھ پر احسان ہے۔''

عبداللہ بن علی ابن المدینی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اسد بن عمرو، حسن بن زیاد اور محمد بن حسن کے بارے پوچھا تو انہوں نے اسد اور حسن بن زیاد کو ضعیف قرار دیا مگر امام محمد کے بارے فرمایا:

محمد بن الحسن صدوق۔ (4)

''کہ امام محمد بن حسن انتہائی سچے راوی ہیں۔''

ربیع کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے:

1۔ تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۶
2۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۹، صفحہ ۱۳۶
3۔ تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۶
4۔ التعلیق الممجد: ۲۹، تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۸۱

Marfat.com

ما ناظرت احداً الا تغير وجهه ما خلا محمد بن الحسن۔ (1)

"میں نے جس کسی سے بھی مسائل کے بارے مباحثہ کیا تو اس کا چہرہ متغیر ہو گیا سوائے امام محمد بن حسن کے (کہ آپ پر کبھی رعب یا گھبراہٹ طاری نہیں ہوئی۔)"

وصال

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ عہدہ قضا سے سبکدوش ہونے کے بعد بغداد میں سکونت پذیر تھے۔ معمولات عبادت جاری رکھتے ہوئے احکام شرعیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے مصروف عمل تھے کہ ہارون الرشید نے آپ کو اپنی مصاحبت میں رے کی طرف چلنے کی گزارش کی۔ چنانچہ آپ اس کی معیت میں وہاں تشریف لے گئے۔ ابھی آپ نے حیات مستعار کی صرف ستاون بہاریں ہی گزاری تھیں کہ یہ سفر آپ کے لئے اس دارِفنا کا آخری سفر ثابت ہوا۔ 189ھ کا سال ہے۔ آپ رے میں نبویہ نامی بستی میں مقیم ہیں۔ آپ کو پیغام اجل آ پہنچا اور اس کے ساتھ ہی فقہ و حدیث میں یکساں مہارت تامہ، شعر و ادب اور نحو میں یدطولیٰ رکھنے والا وہ ماہ تمام دنیا کی ظاہری نگاہوں سے روپوش ہو گیا جس پر بالعموم ساری دنیائے اسلام اور بالخصوص متبعین امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ناز ہے اور دم واپسیں تک آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں گے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن وہاں امام نحو حضرت کسائی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی انتقال ہوا۔ یہ بھی اس سفر میں ہارون رشید کے ساتھ تھے۔ ہارون الرشید کو دونوں آئمہ کے انتقال پر ملال پر انتہائی صدمہ اور رنج ہوا اور اسی دوران اس نے یہ جملہ کہا:

دفنت اليوم اللغة والفقه۔ (2)

"آج میں نے لغت اور فقہ کو رے میں دفن کر دیا ہے۔"

قاضی ابن اُبی رجاء نے بیان کیا ہے کہ میں نے محمویہ سے سنا ہے۔ یہ ایک بہت بڑے

1۔ التعلیق المجد: ۲۹، تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۸۱ 2۔ ایضاً

Marfat.com

بزرگ تھے ہم انہیں ابدال شمار کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا میں نے امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا اے ابوعبداللہ! آپ کیسے ہیں؟ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے اگر میں تمہیں عذاب دینا چاہتا تو پھر تمہیں یہ علم عطا نہ کرتا۔ میں نے پوچھا ابو یوسف کے ساتھ کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا وہ مجھ سے اعلیٰ درجے میں ہیں۔ پھر پوچھا ابوحنیفہ کے ساتھ کیا کیا گیا؟ تو انہوں نے جواب دیا وہ ابو یوسف سے کئی درجے بلند ہیں۔ ''حدثنی ابن أبی رجاء القاضی قال سمعت محمویه۔ وکنا نعده من الابدال۔ قال رایت محمد بن الحسن فی المنام۔ فقلت یا أبا عبدالله الی ماصرت؟ قال قال لی: انی لم أجعلك دُعاء للعلم وأنا أرید أن اعذبك، قلت: فما فعل ابویوسف قال: فوق: قلت: فما فعل أبوحنیفة؟ قال: فوق أبی یوسف بطبقات۔''(1)

حضرت امام مالک بن اَنس رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تبع تابعین کے زمرہ میں ہوتا ہے۔ آپ فقہ مالکیہ کے موجد اور ایک علیحدہ مسلک کے رئیس اور سرخیل ہیں۔ آپ کے نسب کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ امام مالک بن اَنس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی۔ آپ کے پردادا ابوعامر بن عمر جلیل القدر صحابی تھے۔ جنہیں غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ اصبحی کہلاتے ہیں اس کے دو سبب بیان کئے گئے ہیں۔ ایک سبب حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

الاصبحی نسبة الٰی ذی اصبح ملك من ملوك الیمن احد اجداد الامام مالك بن أنس صاحب المذهب۔ (2)

''حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ذی اصبح کی طرف نسبت ہونے کے سبب اصبحی

1۔ تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۸۲ 2۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۸

Marfat.com

کہلاتے ہیں جو کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے تھا اور یمن کے سلاطین میں سے ایک سلطان تھا۔"

یہی سبب علوم الحدیث ص 288 اور تذکرۃ المحدثین ص 97 پر بھی منقول ہے۔ جبکہ دوسرا سبب ڈاکٹر ابوزہو نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ "آپ کا نسب ذی اصبح تک پہنچ جاتا ہے جو یمن میں ایک قبیلے کا نام ہے۔" (1)

بہر حال صورت حال جو بھی ہو آپ کے اجداد میں سے کوئی ایک یمن سے مدینہ منورہ منتقل ہوا اور پھر یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 93ھ میں آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق آپ اپنی ولادت سے قبل خلاف معمول تین سال تک شکم مادر میں رہے۔ (2)

تعلیم و تربیت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ اس لئے آپ کی بنیادی تربیت ہی انتہائی علمی اور پاکیزہ ماحول میں کی گئی۔ نتیجتاً تعلیم کی عمر کو پہنچنے سے قبل ہی علم کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں رچ بس چکی تھی اور حصول علم کے جذبات تلاطم خیز موجوں کی مثل تھے۔ لہٰذا جونہی آپ حلقہ درس میں بیٹھنے کی عمر کو پہنچے تو اپنے مچلتے ہوئے جذبات علم لے کر اپنے زمانہ کے جید اور مستند شیوخ اور اساتذہ کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علم کا وہ نور اور خزانہ جو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس سے صحابہ کرام کو منتقل ہوا اور پھر ان سے تابعین نے اپنے قلوب و اذہان کو منور کیا تو آپ نے اسے ہی تابعین اور تبع تابعین کی وساطت سے اپنے سینہ میں سمیٹا۔ اور اپنے ظاہر و باطن کو اس کے نور سے تابناک بنالیا۔ علم کے بارے آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے:

لیس العلم بکثرۃ الروایۃ وانما ھو نورٌ یضعہ اللہ فی القلبِ (3)

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۳۸۴
2۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۹
3۔ ایضاً، الطبقات الکبریٰ مترجم: ۱۱۵

Marfat.com

''علم کثرۃ روایات سے نہیں آتا بلکہ وہ تو ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتا ہے۔''

اساتذہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم کے لئے تقریباً نو سو شیوخ و اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کئے جن میں سے تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین میں سے تھے (1)۔ ان میں سے اکثر مدینہ طیبہ میں ہی سکونت پذیر تھے۔ آپ ایک طویل مدت تک حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرتے رہے۔ علاوہ ازیں نافع مولیٰ ابن عمر، محمد بن منکدر، ابوالزبیر اور امام زہری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں آپ کے شیوخ اور اساتذہ میں شامل ہیں۔ دیگر شیوخ میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

عامر بن عبداللہ بن عوام، نعیم بن عبداللہ المجمر، زید بن اسلم، حمید الطویل، سعید المقبری، ابوحازم سلمہ بن دینار، شریک بن عبداللہ بن ابی نمر، صالح بن کیسان زہری، صفوان بن سلیم، ربیع بن ابی عبدالرحمٰن، عبداللہ بن دینار، یحییٰ بن سعید، ہشام بن عروہ، یزید بن مہاجر، یزید بن عبداللہ بن خصیفہ، ابوالزبیر مکی، ابراہیم موسیٰ بن عقبہ، ایوب السختیانی، اسماعیل بن ابی حکیم، امام جعفر صادق بن محمد باقر، حمید بن قیس مکی، داؤد بن الحسن، زیاد بن سعد، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، عبداللہ بن الفضل ہاشمی، عبداللہ بن یزید، محمد بن یحییٰ بن حبان اور ان جیسے دیگر کثیر ماہرین فن کو آپ کی زلف سنوارنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اس دوران اتنی انتھک اور مسلسل محنت کی کہ آپ آسمان علم و حکمت پر بدر منیر بن کر چمکے۔ آپ اجتہادی صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بیک وقت جہاں علم حدیث کے امام تھے ساتھ ہی علم فقہ کا بحر بیکراں بھی تھے۔ آپ نے اجتہادی نظریات و تفکرات کے ساتھ دنیائے علم میں قدم رکھا اور فقہ مالکی کی طرح ڈالی اور امیر المؤمنین فی الحدیث، عالم المدینہ اور امام دارالہجرۃ کے القابات سے نوازے گئے۔ (2)

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۸۴، الطبقات الکبریٰ مترجم: ۱۱۵

2۔ تذکرۃ المحدثین: ۹۸، بحوالہ تہذیب التہذیب، جلد ۱۰، صفحہ ۵

Marfat.com

تلامذہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو آپ نے فیضان علم عام کرنے کے لئے اپنا حلقہ درس گنبد خضراء کے سائے میں مسجد نبوی میں قائم کیا۔ آپ کی مسند وہی مقام تھا جہاں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ پھر کیا تھا مدینہ طیبہ اور گردونواح سے علم کے پروانے غول درغول اس شمع علم پر ٹوٹ پڑے۔ آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں میں ایسے ایسے اسماء شامل ہیں جو اپنے دور کے انمول ہیرے اور یگانہ روزگار افراد تھے اور ایک جہان ان پر فخر کناں تھا۔

آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ جہاں چھوٹی عمر کے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے ساتھ ہی ایسے لوگ بھی آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے جو عمر کے لحاظ سے آپ سے بزرگ تھے بلکہ آپ سے حدیث روایت کرنے میں تو بعض وہ شیوخ بھی شامل ہیں جن کے سامنے آپ نے بذات خود زانوئے تلمذ تہ کئے تھے۔ مثلاً ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید انصاری اور یزید بن عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ وہ مشائخ ہیں جن سے آپ نے بذات خود استفادہ کیا تھا مگر بعد میں آپ کے علو مرتبہ اور جلالت شان کے سبب انہوں نے بھی آپ سے احادیث روایت کیں۔

امام اوزاعی، سفیان ثوری، ورقاء بن عمر، شعبہ بن حجاج، ابن جریج، ابراہیم بن طہمان، لیث بن سعد اور ابن عیینہ رحمہم اللہ تعالیٰ تمام آپ کے وہ ہمعصر آئمہ محدثین ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اپنی ثقاہت اور عظمت شان کے سبب ایک خاص مرتبہ پر فائز تھا مگر ان تمام نے آپ کی علمی ثقاہت اور فن جرح وتعدیل میں آپ کی مہارت تامہ کا اعتراف کرتے ہوئے آپ سے احادیث اخذ کرنے کا شرف حاصل کیا۔

علاوہ ازیں ابو اسحاق فزاری، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، حسین بن ولید نیشاپوری، روح بن عبادہ، زید بن الحباب، امام شافعی، ابن المبارک، قاسم بن یزید، معن بن عیسیٰ، یحییٰ بن ایوب مصری، ابو علی حنفی، ابو نعیم، ابو عاصم، ابو الولید طیالسی، خالد بن مخلد،

Marfat.com

عبداللہ بن رجا مکی، عبدالعزیز اویسی، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر، قتیبہ بن سعید، ابومصعب زہری، مصعب بن عبداللہ زبیری اور ابوحذافہ احمد بن اسماعیل جیسے کثیر ایسے تلامذہ ہیں جنہیں علم کے اس بحر بے کنار سے اپنی تشنگی کا مداوا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور اپنے سینوں کو اس آفتاب عالم تاب کی روپہلی کرنوں سے بقعہ نور بنانے کا شرف حاصل ہوا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محبت و عشق دراصل ایسی قلبی کیفیت اور ذہنی میلان کا نام ہے جو کسی میں پائے جانے والے اوصاف و کمالات اور حسن و جمال پر وارفتہ ہونے کے سبب طاری ہوتی ہے۔ چونکہ اس کا حقیقی تعلق قلب و ذہن کے رجحان سے ہے۔ اس لئے کسی دوسرے آدمی پر اس کے حقیقی مقام و مرتبہ سے آگاہ ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس لئے اس کی حقیقت سے آگاہی اور درجہ و رتبہ کے عرفان کے لئے اعمال جوارح کا سہارا لیا جاتا ہے۔ لہٰذا کسی کے اعمال ظاہرہ ہی اس کے قلبی میلان کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ آیئے اسی اصول و ضابطہ کے مطابق عالم حجاز حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جائزہ لیں تو ہم یقیناً یہ کہہ سکیں گے کہ آپ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دم بخود تھے۔ محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارفتہ تھے۔ محبت و عشق کی کیفیت اور عظمت و رفعت کا اندازہ کیجئے۔

مدینہ طیبہ کی سرزمین ہے، شہر مدینہ کی گلیاں ہیں، مہاجر مکہ کا مقام ہجرت ہے اور سید الانبیاء، محبوب رب علیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا مسکن ہے اور ادھر عاشق لفگار امام دارالہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ اس مقدس شہر کے گلی کوچے میں پیدل تو چلتے ہیں مگر کسی سواری پر سوار نہیں ہوتے۔ جب آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھے اس سرزمین مقدس کو سواری کے سموں سے روندتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔ جس میں گنبد خضراء کا والی محو استراحت ہو۔ جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

انا استحیی من الله ان أطأ تربة فیها قبر رسول الله بحافر

Marfat.com

دابۃ۔ (1)

''یہ تو اس سرزمین کے ادب واحترام کا عالم ہے جہاں خالق کائنات کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم لگتے رہے اور جسے آپ کا مسکن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔''

آیئے مزید غور فرمایئے کہ اس مدنی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے کلام کی صورت میں جھڑنے والے پھولوں کے احترام کی کیفیت کیا ہے؟ مرقاۃ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

وکان مبالغا فی تعظیم حدیثہ صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی کان اذا اراد ان یحدّث توضّأ و جلس علی صدر فراشہ وسرّح لحیتہ وتطیب وتمکن من الجلوس علی وقار وھیبۃ ثم حدّث۔ (2)

''حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی کی انتہائی زیادہ تعظیم کرتے تھے یہاں تک کہ جب آپ حدیث طیبہ بیان فرمانے کا ارادہ فرماتے تو اولاً اچھی طرح وضو فرماتے اور اپنے بستر پر تشریف فرما ہوتے۔ اپنی ریش مبارک میں کنگھی کرتے اور خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کرتے پھر بڑے وقار اور تمکنت کے ساتھ اپنی مسند پر جلوہ افروز ہوتے اور پھر حدیث طیبہ بیان فرماتے۔''

پھر کیا مجال ہے کہ درس حدیث کتنا طویل ہی کیوں نہ ہو جائے اپنا پہلو تک بدل لیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایک دن کا واقعہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں ''ایک دن میں درس حدیث میں حاضر ہوا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایتِ حدیث فرما رہے تھے۔ اسی دوران ایک بچھو نے آپ کو بارہ مرتبہ ڈسا۔ مگر آپ نے اس کے شدید درد کے باوجود نہ تو پہلو بدلا اور نہ ہی سلسلہ روایت ترک کیا۔ حتیٰ کہ اپنے کلام میں سرمو فرق نہ آنے دیا۔ درس حدیث سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا میرا اس تکلیف پر اس قدر صبر کرنا کچھ

1۔ بستان المحدثین اردو: ۱۸، مرقاۃ مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۹، الطبقات الکبریٰ مترجم: ۱۱۵، تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۸۷
2۔ مرقاۃ مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۹

Marfat.com

اپنی طاقت کی بناء پر نہ تھا بلکہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔"(1)

مذکورہ دونوں واقعات سے محبت وعشق کے ان جذبات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو آپ کے قلب میں مثل بحر موجزن تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی راحت اور سکون و اطمینان ہی آقا کی اداؤں کو اپنانے میں تھا اور یہی محب کی اپنے محبوب کے ساتھ محبت کے سچا ہونے کی سب سے بڑی علامت اور دلیل ہوتی ہے۔

آپ کے جذبات عشق ومحبت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصعب بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا تذکرہ کیا جاتا تو شدت جذبات سے آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور اسم مبارک کی تعظیم کے لئے بے اختیار سر تسلیم خم کر دیتے۔ مدینہ طیبہ کے ذرہ ذرہ سے عشق آپ میں رچا بسا تھا اور آپ حرم رسول کی گلیوں اور بازاروں کی بھی عزت وتوقیر اور احترام کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو بارگاہ نبوت سے ایسی عظیم نعمتیں عطا ہوئیں جو عام آدمی کے وہم وگمان سے بھی وراء ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو عبداللہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور کافی لوگ آپ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مؤدب کھڑے تھے۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں مشک تھی۔ آپ اس میں سے تھوڑی تھوڑی مشک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرما رہے تھے اور وہ اسے لوگوں میں تقسیم کر رہے تھے۔

مثنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے "میری کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں میں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہ کی ہو۔"

حضرت اسماعیل بن مزاحم مروزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کے بعد مسائل کے بارے کس سے استفسار کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالک

1۔ بستان المحدثین فارسی:٦٠

Marfat.com

بن انس سے۔"(1)

اسی نوع کے کثیر ایسے واقعات ہیں جن سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی سیرت و کردار اور محبت و عشق کے باعث بارگاہ نبوت میں پذیرائی حاصل تھی اور وہاں سے عنایات و نوازشات کی موسلا دھار بارش آپ پر چھم چھم برستی تھی۔

اتنی عظمت و شان اور اعلیٰ درجات و مراتب پر فائز ہونے کے باوجود آپ کی زندگی انتہائی سادہ اور پر وقار تھی۔ تواضع و انکساری آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی طرف بھی خاص توجہ فرماتے تھے۔ فتاویٰ اور مسائل میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ابو مصعب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "میں نے اس وقت تک فتویٰ لکھنا نہیں شروع کیا جب تک ستر علماء نے میری اہلیت کی شہادت نہیں دی۔"

اور ابن مہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے "کہ ایک دفعہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا میں اسے اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ وہ شخص کہنے لگا میں آپ کے نام کی شہرت سن کر بڑی دور سے مسئلہ معلوم کرنے حاضر ہوا تھا تو آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا جب تم واپس اپنے گھر پہنچو تو بتا دینا۔ مالک نے کہا تھا کہ میں یہ مسئلہ اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا۔"(2)

آپ فرماتے تھے "کہ جو علم کا طالب ہو اس کے لئے وقار، دلی سکون اور خدا کا خوف لازمی ہے۔"(3)

تصنیف و تالیف

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ برس کی عمر میں درس حدیث کا آغاز کیا تھا اور آپ کی ثقاہت، جلالت شان اور فن جرح و تعدیل میں مہارت تامہ کا شہرہ دور دور تک پھیل چکا تھا اس لئے آپ کے دروازے پر تشنگانِ علم کا ہمہ وقت تانتا بندھا رہتا تھا۔ پھر عباسی خلیفہ

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۶، صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷

2۔ شرح زرقانی للموطا، جلد ۱، صفحہ ۳، تذکرۃ الحفاظ، جلد ۱، صفحہ ۱۹۴

3۔ الطبقات الکبریٰ: ۱۱۵

Marfat.com

منصور مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو اس نے یہ فرمائش کی کہ آپ ایسی علمی کتاب مدون فرمائیں جس میں نہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سختی پائی جائے اور نہ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رخصتیں ہوں یعنی وہ کتاب ایسی واضح، معتدل اور بین ہو جو لوگوں کے لئے شاہراہ حیات کی حیثیت رکھتی ہو۔ تاکہ تمام لوگ اس پر عمل پیرا ہو کر منزل زیست کو پا سکیں۔ اس کے شدید اصرار کے بعد آپ نے اسی کی عرضداشت کو شرف قبول بخشا اور چالیس سال کی مسلسل محنت شاقہ کے ساتھ ایک لاکھ احادیث میں سے دس ہزار احادیث پر مشتمل کتاب مرتب فرمائی اور اسے ''مؤطا'' (پامال شدہ راہ) کے نام سے موسوم کیا۔ ابن الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعد ازاں آپ اس میں کانٹ چھانٹ فرماتے رہے یہاں تک کہ اس میں پانچ صد احادیث باقی رہ گئیں۔'' (1)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مؤطا کے مقدمہ میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ''ہم نے چالیس دنوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مؤطا سنائی تو آپ نے فرمایا میں نے جو کتاب چالیس سالوں میں مرتب کی تھی وہ تم نے چالیس دنوں میں پڑھ لی تم نے سمجھا کیا ہو گا؟'' (2)

مؤطا کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے ''کہ میں نے یہ کتاب ستر فقہائے مدینہ کے سامنے پیش کی اور سب نے میری تائید کی چنانچہ میں نے اس کا نام ''مؤطا'' (تائید کردہ شدہ) رکھا۔'' (3)

شرف اوّلیت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس اعزاز میں منفرد ہیں کہ امت مسلمہ کے ... احادیث طیبہ پر مشتمل ایک جامع کتاب منظر عام پر لانے کا سب سے پہلے شرف آپ کو حاصل ہوا۔ گویا مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تمام کتب حدیث میں اوّلیت کی سعادت سے بہرہ ور ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جس اخلاص اور محنت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچ...

1۔ التعلیق المجد: ۱۵
2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۱۰۶
3۔ ایضاً

Marfat.com

اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے ''کہ جب مؤطا اپنے اختتام کو پہنچی تو آپ نے سارا مسودہ پانی میں ڈال دیا اور فرمایا اگر ان میں سے ایک کاغذ بھی پانی میں تر ہو جائے تو مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں مگر آپ کی اس کاوش میں اس قدر خلوص اور للہیت تھی کہ ایک کاغذ بھی پانی میں تر نہ ہوا۔''(1)

مؤطا کی تکمیل کے بعد خلیفہ مہدی حج کی غرض سے جب حجاز مقدس حاضر ہوا تو آپ سے مؤطا کے سماع کی سعادت حاصل کی اور پھر اپنی طرف سے آپ کے لئے پانچ ہزار دینار اور طلباء کے لئے دس ہزار دینار بطور ہدیہ پیش کئے۔ بعد ازاں خلیفہ ہارون الرشید اپنے اہل وعیال کے ہمراہ وہاں حاضر ہوا اور آپ سے مؤطا کا سماع کیا اور ساتھ ہی اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ مؤطا کو کعبہ شریف سے آویزاں کر دیا جائے اور لوگوں کو اس کے مطابق عمل کرنے کا پابند بنایا جائے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا ''امیر المؤمنین ایسا نہ کیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام فروغ دین میں مختلف نظریات رکھتے تھے اور الگ الگ دیار و امصار میں سکونت رکھتے تھے اور اپنی جگہ سب حق پر تھے۔'' تو ہارون الرشید نے کہا ابو عبداللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔(2)

آپ کی کتاب کو قبول عام حاصل ہوا اور تمام علمائے وقت نے اسے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ دور ونزدیک سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مؤطا کا درس لینے لگے حتیٰ کہ ایک ہزار سے زائد افراد نے مؤطا آپ سے براہ راست سن کر روایت کی۔ گویا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث نبوی کے مصداق تھے ''کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہ زمانہ کچھ دور نہیں جب لوگ سوختہ جگر اونٹوں پر سوار ہو کر علم کی تلاش کو نکلیں گے اور مدینہ کے عالم سے بڑھ کر کسی کو نہ پائیں گے۔'' اس حدیث کے راوی عبدالرزاق کہتے ہیں کہ اس حدیث صحیح میں عالم مدینہ سے مراد امام مالک ہیں۔''(3)

1۔ شرح زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۲
2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۱۰۶
3۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۳۵

Marfat.com

موطا کے بارے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میرے علم کی حد تک اس کائنات پر کوئی کتاب ایسی نہیں جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے اصح ہو۔''(1) لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس دور سے متعلق ہے جبکہ صحیح بخاری اور مسلم ابھی منصۂ شہود پر نہیں آئی تھیں۔ ان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہر دور کے علماء نے تمام کتب حدیث میں بخاری کے اصح ترین ہونے پر اجماع کیا ہے۔

کتب حدیث میں موطا کا مرتبہ

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حدیث طیبہ کے بارے سب سے اول لکھی جانے والی کتاب موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ ہر دور کے علماء نے اسے بنظر تحسین دیکھا ہے لیکن اس کے باوجود یہ بات قابل توجہ ہے کہ کتب حدیث میں اس کا درجہ اور رتبہ کیا ہے تو اس کے بارے علماء کے مختلف نظریات ہیں۔

1۔ علماء کی ایک جماعت یہ رائے رکھتی ہے کہ موطا صحیحین سے بھی مقدم ہے۔ اس لئے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آئمہ حدیث میں یہی درجہ حاصل ہے۔ علاوہ ازیں نقد و جرح کے اعتبار سے بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ آپ نے چالیس برس میں موطا کو مرتب کیا۔ ابن العربی مالکی نے یہی نظریہ اختیار کیا۔ جمہور مالکیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

2۔ بعض علماء موطا کو صحیحین کے ہم مرتبہ قرار دیتے ہیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہی نقطہ نظر اختیار کیا ہے آپ نے کتب حدیث کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے اور موطا اور صحیحین کو درجہ اولیٰ میں رکھا ہے۔

3۔ جمہور محدثین کے نزدیک موطا کا درجہ صحیحین سے فروتر ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ '''' موطا'' حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مقلدین کے نزدیک صحیح تصور کی جاتی ہے اس لئے کہ آپ مرسل و منقطع روایات

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۶۱۵

Marfat.com

سے احتجاج کرنے کے قائل تھے آپ جان چکے ہیں کہ محدثین مرسل و منقطع روایات سے استدلال نہیں کرتے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مؤطا کا رتبہ ان کے نزدیک صحیحین سے فروتر ہوگا۔" (1)

احادیث کی تعداد

چونکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حدیث مرسل سے بھی استدلال کرتے تھے اور تعامل اہل مدینہ بھی آپ کے نزدیک خاص اہمیت کا حامل تھا۔ اس لئے آپ نے مؤطا میں صرف مرفوع روایات نقل کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مرفوع کے ساتھ ساتھ مرسل، معضل، منقطع اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں۔ آپ نے مؤطا میں جو مرسل اور منقطع روایات نقل کی ہیں حافظ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق دیگر اسناد سے ان کا متصل اور مسند ہونا ثابت ہے۔ صرف چار احادیث ایسی ہیں جن کی سند کا اتصال ثابت نہیں۔ مؤطا کی کل روایات کے بارے مختلف اقوال ہیں ان میں سے ایک قول پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس ابوبکر ابھری کا قول ہے کہ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کل روایات ایک ہزار سات سو بیس (1720) ہیں۔ ان میں سے مرفوع احادیث چھ سو (600) ہیں مرسل روایات کی تعداد دو سو بائیس (222) ہے۔ موقوف روایات چھ سو تیرہ (613) ہیں جبکہ دو سو پچاسی (285) اقوال تابعین ہیں۔ (2)

تعداد روایات میں مختلف اقوال کا سبب مؤطا کے مختلف نسخہ جات ہیں۔ چونکہ آپ سے کثیر افراد نے مؤطا روایت کی ہے اس لئے روایات کی تعداد بھی مختلف ہوتی رہتی ہے۔ مؤطا کے مشہور ترین نسخہ جات چار ہیں۔ (۱) مؤطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ۔ (۲) مؤطا بروایت ابن بکیر۔ (۳) مؤطا بروایت ابن مصعب۔ (۴) مؤطا بروایت ابن وہب۔ ان

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۲۰۷

2۔ علوم الحدیث: ۲۸۹، تاریخ حدیث و محدثین: ۳۳۱

Marfat.com

میں سے مقبول ترین نسخہ یحییٰ کا ہے اور پھر ابن بکیر کا۔(1)

ایک اور روایت کے مطابق مؤطا امام مالک تیس مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے۔ ان میں سے مشہور ترین پانچ نسخہ جات ہیں۔ ان میں مذکورہ بالا چار کے علاوہ پانچواں مؤطا بروایت امام محمد بن حسن شیبانی ہے(2)۔ بعد ازاں مؤطا کی متعدد شروحات لکھی گئیں۔ مثلاً شرح المؤطا مصنفہ حمد بن محمد الخطابی متوفی 388ھ، تفسیر المؤطا مصنفہ ابو مروان عبد الملک بن حبیب بن سلیمان مالکی متوفی 239ھ۔ التمہید فی معانی الموطا والاسانید۔ مصنفہ حافظ ابو عمرو بن عبد البر مالکی متوفی 463ھ۔ شرح المؤطا مصنفہ ابو الولید الباجی سلیمان ابن خلف بن سعد بن ایوب مالکی متوفی 471ھ۔ تنویر الحوالک مصنفہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ، شرح مؤطا امام مالک مصنفہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف مالکی زرقانی متوفی 1128ھ، المصطفیٰ، مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی 1176ھ۔

مالکی مسلک کی اشاعت

چونکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فقہ و حدیث دونوں میں یکساں مہارت تامہ رکھتے تھے حتیٰ کہ مجتہدانہ بصیرت کے سبب درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔ اس لئے آپ نے ایک نئے مسلک مالکی کی بنیاد رکھی۔ اس مسلک کے بنیادی اصول اور ماخذ دیگر مسالک کی طرح قرآن کریم، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماع اور قیاس تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے تعامل اہل مدینہ اور مصالح مرسلہ کا ان میں اضافہ کیا۔ مصالح مرسلہ کا تو دیگر آئمہ کے نزدیک بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔ البتہ اہل مدینہ کا عمل تب حجت قرار پائے گا جب اس پر تمام اہل مدینہ کا اجماع ہو چکا ہو اور ہر دور میں مدینہ طیبہ کے باسی اس پر عمل پیرا رہے ہوں۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ چلتے چلتے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تک پہنچ جائے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود ارشاد فرماتے ہیں ''اہل مدینہ کسی کام کا التزام اسی وقت کرتے ہیں جب وہ ایک شرعی امر ہو۔ عہد رسالت میں صحابہ کرام اس پر عمل پیرا رہے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

1۔ کشف الظنون، جلد ۲، ترتیب نمبر ۱۹۰۸ 2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۲۰۹

Marfat.com

ان کی تائید فرمائی ہو پھر بعد میں آنے والے اس پر عامل رہے ہوں اور نسلاً بعد نسل اس کی پیروی کرتے رہے۔"(1)

درجہ کے اعتبار سے تعامل مدینہ آپ کے نزدیک خبر واحد سے ارجح ہے۔ لہٰذا اگر اہل مدینہ کے عمل اور خبر واحد کے مابین تعارض آ جائے تو اسے خبر واحد پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اس حوالے سے کئی علماء نے آپ کو مورد الزام ٹھہرایا۔ ان میں امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ پیش پیش ہیں۔

جوں جوں آپ کا شہرہ عام ہوتا گیا تو دور و نزدیک سے لوگ اپنی علمی تشنگی کا مداوا کرنے کے لئے آپ کے پاس حاضر ہونے لگے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے مسلک کی اشاعت و ترویج کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ اور عرب اور مغربی ممالک خصوصاً اندلس کی ایک معتدبہ تعداد آپ کے نظریات کی پیروی کرنے لگی اور اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ ان علاقوں سے لوگوں کی کثیر تعداد احکام حج کی ادائیگی اور گنبد خضراء کی حاضری کی نیت سے حرمین شریفین آیا کرتی تھی اور یہاں علم و فضل، زہد و تقویٰ اور عشق و محبت میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی مقبولیت اور علمی ثقاہت کا چرچا عام تھا۔ اس لئے یہ لوگ آپ سے شرف ملاقات حاصل کرتے اور آپ کے فیضان علم سے فیض یاب ہوتے اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں واپس جا کر آپ کے نظریات اور فتاویٰ کا پرچار کرتے۔ چنانچہ قرطبہ سے یحییٰ بن یحییٰ مصمودی مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور مسلسل ایک سال تک آپ کی خدمت میں رہے اور مؤطا کی سماعت کی اور پھر واپس جا کر مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے فتاویٰ کی خوب اشاعت کی۔ اسی طرح اندلس کے ایک اور عالم عیسیٰ بن دینار بھی آپ کے قابل فخر تلامذہ میں شامل ہیں۔ خصوصاً ان دو حضرات کی محنت شاقہ اور مساعی جمیلہ کے سبب مغربی ممالک میں مالکی نظریات کا خوب چرچا ہوا۔ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق حضرت یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کو شاہی دربار میں قرب خاص حاصل تھا اور تمام شہروں میں قضاۃ کا تقرر آپ کی صوابدید پر ہوتا تھا اور آپ اس بات کا خاص اہتمام کرتے تھے کہ ایسا شخص ہرگز

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۱۰۵

Marfat.com

قاضی مقرر نہ کیا جائے جو کسی بھی اعتبار سے مالکی نظریات سے اختلاف رکھتا ہو۔(1)

استقامت فی الدین

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جہاں علم و فضل اور دیگر خصائل حمیدہ اور اوصاف جمیلہ کے اعتبار سے منفرد شخصیت تھے وہاں ساتھ ہی آپ جرأت و بہادری کا پیکر اور ہمت و طاقت کا سرچشمہ بھی تھے۔ اپنے نظریات کی پاسداری کے لئے اور کلمہ حق کی سربلندی کے لئے آپ بڑی سے بڑی آزمائش اور ابتلاء سے گزر جاتے مگر آپ کی استقامت اور پائے استقلال میں ذرہ بھر ضعف نہ آتا۔ 147 ھ کی بات ہے آپ انتہائی شدید اور کربناک آزمائش سے گزرے آپ کو کوڑوں سے پیٹا گیا اور پھر اونٹ پر سوار کر کے سارے شہر میں پھرایا گیا۔ اس ابتلاء کا سبب کیا تھا؟ اس کے بارے ڈاکٹر ابوز ہو نے تاریخ حدیث و محدثین میں دو قول نقل کئے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ چونکہ آپ کا نظریہ اور فتویٰ یہ ہے کہ مُکرَہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ مگر ان دنوں صورت حال یہ تھی کہ جب خلیفہ وقت کسی شخص سے بیعت لیتا تھا تو اسے اس بات پر مجبور کیا جاتا تھا کہ اگر وہ خلیفہ کی بیعت کو توڑے گا تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی تو آپ کے مذکورہ فتویٰ کے سبب حکمران طبقہ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ اس کے باعث لوگ خلیفہ کی بیعت آسانی سے توڑ دیا کریں گے۔ اسی بناء پر حاکم مدینہ نے آپ کو مذکورہ سزا دی۔ اس نے اونٹ پر سوار کر کے آپ کو اس بات کا پابند بنایا کہ آپ اپنے بارے میں خود ہی منادی کریں گے تاکہ لوگوں کو آپ کے بارے مذکورہ فتویٰ سے رجوع کرنے کا علم ہو جائے۔ مگر آپ نے اتنی شدید اور اذیت ناک سزا برداشت کرنے کے باوجود اونٹ پر سوار ہو کر باآواز بلند یہ اعلان کیا کہ ''جو شخص مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے میں ابو عامر مالک بن انس اصبحی ہوں اور میرا مسلک یہ ہے کہ طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی۔'' جب یہ خبر جعفر بن سلیمان تک پہنچی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بلند آواز سے یہ اعلان کر

1۔ بستان المحدثین: ۱۲

Marfat.com

رہے ہیں تو اس نے حکم جاری کیا کہ انہیں اونٹ سے اتار لیا جائے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ ابن قاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کیا حکومت کے باغیوں کے خلاف جنگ کی جاسکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''اگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے خلیفہ کے خلاف بغاوت کی جائے تو بلاشبہ باغیوں کے خلاف جنگ لڑنا درست ہے۔'' ابن قاسم نے کہا اگر خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسا نہ ہو تو پھر؟ آپ نے جواباً فرمایا ''تو پھر چھوڑ یئے ایک ظالم دوسرے ظالم سے بدلہ لے اور اللہ تعالیٰ پھر دونوں سے انتقام لے گا۔'' چنانچہ آپ کا یہی فتویٰ ابتلاء اور سزا کا موجب بنا۔ منصور کی طرف سے مدینہ طیبہ میں متعین عامل نے آپ کو ستر کوڑے لگائے۔ جب خلیفہ منصور کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس پر خوب غیظ وغضب کا اظہار کیا اور اسے معزول کر دیا اور آئندہ سال ایام حج کے دوران آپ کے پاس بنفس نفیس حاضر ہو کر معذرت کی۔ (1)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علمائے محققین کی نظر میں

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں ''مالک امام حدیث تھے۔'' ابوقدامہ کا ارشاد ہے ''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حفظ حدیث میں یگانہ روزگار تھے۔''(2)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میرے نزدیک مالک سے بڑھ کر نہ کوئی زیادہ فصیح تھا نہ دقیع، نہ قابل اعتماد اور نہ ایسا کہ علم حدیث میں اس پر بھروسہ کیا جاسکے۔''(3)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علماء کے درمیان ایک درخشندہ ستارے کی مانند ہیں۔ نیز فرماتے ہیں اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا۔''(4)

ابن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں۔'' اور

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۸۶، الطبقات الکبریٰ: ۱۱۵

2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۶۱۳ 3۔ علوم الحدیث: ۴۸۸

4۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۱، صفحہ ۱۹۴، شرح زرقانی علی الموطا، جلد ۱، صفحہ ۳

Marfat.com

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ابن شہاب زہری کے شاگردوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سب سے فائق تھے۔"(1)

علاوہ ازیں اور بہت سے اقوال ہیں جو علمائے محققین نے آپ کی عظمت شان بیان کرتے ہوئے فرمائے مگر اختصار کے پیش نظر انہی چند ارشادات پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

وصال

علم و آگہی کا یہ ماہ تمام ایک طویل عرصہ تک اپنے نور سے اطراف عالم کو منور کرتا رہا۔ علم و عرفان کے متلاشی اس مرد حق آگاہ کی پابوسی کے سبب شادکام ہوتے رہے۔ بالآخر 179 ھ کا آغاز ہوا تو اس عاشق صادق نے اپنے محبوب حقیقی سے وصال کی تیاریاں شروع کیں۔ طبیعت ناساز ہوئی اور پھر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کے بیان کے مطابق جوں جوں وصال کی گھڑیاں قریب آ رہی تھیں۔ مدینہ طیبہ اور دیگر شہروں سے علماء وفقہاء کا ایک جم غفیر آپ سے آخری ملاقات کی سعادتیں حاصل کرنے، آپ کی وصیتوں اور نصائح سے بہرہ ور ہونے اور آپ کی نظر کیمیا اثر سے اپنے دریچہ دل کو وا کرنے کے لئے آپ کے در اقدس پر حاضر ہونے لگے۔ حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آخری دن میرے سمیت ایک سو تیس علماء عیادت کی غرض سے آپ کے پاس حاضر تھے۔ میں بار بار آپ کے پاس حاضر ہوتا اور سلام عرض کرتا تاکہ اس آخری وقت میں آپ کی نظر عنایت مجھ پر پڑ جائے اور وہی میرے لئے سعادت اُخروی کا وسیلہ بن جائے۔ بس یہی کیفیت تھی کہ آپ نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم کو کبھی ہنسایا اور کبھی رُلایا۔ اس کے حکم سے زندہ رہے اسی کے حکم سے جان دیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا موت آ گئی۔ خدا تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔" حاضرین نے عرض کیا اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے؟ فرمایا میں اس وقت اولیاء اللہ کی مجلس کے سبب بہت خوش ہوں کیونکہ میں اہل علم کو اولیاء اللہ گردانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۱۰۳

Marfat.com

حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شخص پسند نہیں ہے۔ نیز میں اس لئے بھی خوش ہوں کہ میری تمام زندگی علم کی تحصیل اور اس کی تعلیم میں گزری ہے اور میں اس سلسلہ میں اپنی تمام مساعی کو مستجاب اور مشکور گمان کرتا ہوں۔ اس لئے کہ تمام فرائض وسنن اور ان کے ثواب کی تفصیلات ہم کو زبان رسالت سے معلوم ہوئیں۔ مثلاً حج کا اتنا ثواب ہے اور زکوٰۃ کا اتنا اور ان تمام معلومات کو سوائے حدیث کے طالب علم کے اور کوئی شخص نہیں جان سکتا اور یہی علم اصل میں نبوت کی میراث ہے۔

حضرت یحییٰ بن یحییٰ مصمودی رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع کی ایک روایت بیان کی "کہ کسی شخص کو نماز کے مسائل بتلانا روئے زمین کی تمام دولت کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور کسی شخص کی دینی الجھن دور کر دینا سو حج کرنے سے افضل ہے"۔ اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایات سے بیان فرمایا "کہ کسی شخص کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔"(1)

بس یہی وہ آخری گفتگو تھی جو علم وعرفان کے اس نیر اعظم نے دارِ فنا سے دارِ بقاء کی طرف رخت سفر باندھنے سے چند لمحے قبل فرمائی اور پھر ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر کے قضائے الٰہی کو لبیک کہتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی تاریخ وصال کے بارے مختلف اقوال ہیں۔

ابو مصعب اور ابن وہب رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق دس (10) ربیع الاول 179ھ، ابن سحنون کے مطابق گیارہ ربیع الاول اور ابن ابی اویس کے قول کے مطابق چودہ (14) ربیع الاول 179 ہے۔ جبکہ ان تمام کے برعکس مصعب زبیری نے آپ کا وصال ماہ صفر میں ذکر کیا ہے لیکن سن وصال میں کوئی اختلاف نہیں۔(2)

اللّٰھم ارحم علیہ واجعل الجنۃ مثواہ۔

1۔ بستان المحدثین: ۱۳
2۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۱، صفحہ ۱۹۸

Marfat.com

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

صاحب مذہب آئمہ مجتہدین میں سے تیسرے امام حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی اور سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبد مناف القرشی۔(1)

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور اپنے اجداد میں سے شافع بن السائب کی نسبت سے آپ شافعی کہلاتے ہیں۔ آپ کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ آپ کا نسب عبد مناف پر پہنچ کر حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاملتا ہے۔ آپ کے جدامجد حضرت سائب غزوہ بدر کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے اور حضرت شافع رضی اللہ عنہ کا شمار صغار صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ قبیلہ بنی ازد سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی پیدائش 150ھ میں ملک شام کے شہر غزہ میں ہوئی۔(2)

تعلیم وتربیت

ابھی آپ کی عمر دو سال تھی کہ آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ آئیں اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ چونکہ آپ مکہ مکرمہ میں ہی پروان چڑھے اس لئے آپ نے زیادہ تر علوم کی تکمیل مکہ مکرمہ میں ہی کی۔ ابھی آپ کی عمر سات برس تھی کہ قرآن کریم حفظ کرلیا۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ کے عظیم اور نامور قاری اسماعیل بن قسطنطین سے فن تجوید میں کمال حاصل کیا(3)۔ بعد ازاں آپ قبیلہ ہذیل میں سکونت پذیر ہوئے جو کہ عربی فصاحت و بلاغت میں عظیم شہرت رکھتا تھا۔ اور اسی دوران عربی زبان، لغت اور شعر وادب میں کمال حاصل کیا یہاں تک کہ آپ قبیلہ ہذیل کے اشعار کے قابل اعتماد ماخذ اور مخزن قرار دیئے گئے۔ روایت ہے کہ مشہور شاعر، ادیب اور نقاد اصمعی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے

1۔ کشف المحجوب اردو: ۱۷۳ 2۔ علوم الحدیث: ۴۹۱، الطبقات الکبریٰ: ۱۱۰

3۔ علوم الحدیث: ۴۹۱

Marfat.com

اشعار کی تصحیح کرایا کرتا تھا۔(1)

اس کے بعد آپ دیگر علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور مفتی مکہ حضرت مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شریک ہو کر فقہ کی تعلیم مکمل کی اور دیگر اساتذہ فن سے بھی علمی فیضان حاصل کیا۔ اس دوران آپ کی مالی کیفیت اتنی کمزور اور خستہ تھی کہ آپ اساتذہ سے سنی ہوئی روایات اور اقوال قلمبند کرنے کے لئے کاغذ تک مہیا نہیں کر سکتے تھے لیکن آپ کے ذوق علمی اور تجسس کا عالم یہ تھا کہ آپ ہڈیوں پر ان علوم کو لکھ لیا کرتے تھے اور بقول علامہ عبدالوہاب شعرانی اتنے نوشتے جمع کئے کہ خیمے بھر گئے۔(2)

اسی اثناء میں آپ نے مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی حفظ کر لی پھر مکہ مکرمہ کے شیوخ و اساتذہ سے تحصیل علم کی تکمیل اور خزائن معرفت جمع کرنے کے بعد گنبد خضراء کے سائے میں درس حدیث لینے کے لئے امام وقت، عالم حجاز حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ اس وقت ابھی آپ کی عمر تیرہ برس تھی۔ آپ پورے عزم و استقلال، ذوق وشوق اور ادب واحترام کے ساتھ امام دارالہجرہ کے حلقہ درس میں شامل ہونے لگے اور چند ایام میں مؤطا آپ کو پڑھ کر سنا دی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی قوت حفظ اور عمدہ قرأت پر انتہائی فرحت ومسرت محسوس کی جس کے سبب اس قابل فخر تلمیذ رشید کا مقام ومرتبہ آپ کی دوربیں نگاہوں میں خوب بلند ہو گیا۔ حتیٰ کہ آپ نے ایک دن اس تلمیذ ارشد کو فرمایا:

ان اللہ قد القٰی علیک نوراً فلا تطفئه بالمعصیۃ۔(3)

”اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک نور نازل فرمایا ہے معصیت کے ساتھ اسے بجھانہ دینا۔“

اور پھر اس بلند اقبال شاگرد رشید نے بھی اس نصیحت پر اتنی استقامت کا مظاہرہ کیا کہ خود فرمایا:

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۶۱۶ 2۔ الطبقات الکبریٰ: ۱۱۰

3۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۰

Marfat.com

ما ارتکبت کبیرۃ قط۔(1)

''کہ میں نے گناہ کبیرہ کاارتکاب کبھی بھی نہیں کیا۔''

پھر آپ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک مدینہ طیبہ میں ہی سکونت پذیر رہے اور آپ کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے فیض یاب ہوتے رہے۔ جب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا تب آپ مدینہ منورہ سے یمن کی طرف روانہ ہوگئے۔

علاوہ ازیں بھی آپ نے کثیر اساتذہ وشیوخ سے اکتساب فیض کیااور علمی دنیا میں اپنے نام کوشہرت دوام عطا کی۔ان میں سے چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مسلم بن خالد الزنجی، امام مالک بن انس، ابراہیم بن سعد، سعید بن سالم القدواح، دراوردی، عبدالوہاب ثقفی، ابن علیہ، ابن عیینہ، ابی ضمرہ، حاتم بن اسماعیل، ابراہیم بن محمد بن أبی یحییٰ، اسماعیل بن جعفر، محمد بن خالد الجندی، عمر بن محمد بن علی بن شافع، عطاف بن خالد المخزومی اور ہشام بن یوسف الصنعانی۔(2)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سفیان بن عیینہ اور عبدالملک بن ماجشون سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔(3)

خداداد ذہانت وفطانت اور فہم وذکاء کے باعث بیس سال کی عمر تک آپ اتنا تبحر علمی حاصل کر چکے تھے کہ استاذ محترم حضرت مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فتویٰ نویسی کی اجازت عطا فرمادی تھی۔ آپ حدیث وفقہ، لغت وادب اور دیگر مروجہ علوم میں حجت اور دقیق النظر ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی شیریں بیان اور فن مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ کئی مرتبہ علماء عراق ومصر کے ساتھ مناظرانہ مواقع پیش آئے لیکن کوئی بھی آپ کے خلاف حجت قائم کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں دیگر کثیر مشائخ عظام اور اَجلہ اساتذہ فن سے

1۔مرقاۃ شرح مشکوۃ،جلد ا،صفحہ ۲۰ 2۔تہذیب التہذیب،جلد ۹،صفحہ ۲۵ 3۔علوم الحدیث:۱۹۱

Marfat.com

شرف تلمذ حاصل کیا اور ان کے فیضان نظر سے آپ مطلع علم پر بدر منیر بن کر ظاہر ہوئے تو ساتھ ہی آپ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قابل صد فخر شاگرد حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بیشک آپ میں فقہی بصیرت مفتی مکہ حضرت مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت کے سبب پیدا ہو چکی تھی مگر فقاہت کا ملکہ اپنے نقطہ عروج تک تب ہی پہنچا جب آپ نے حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ آپ نے ان سے متاثر ہو کر فرمایا ''جو شخص فقہ میں نام کمانا چاہتا ہو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب سے استفادہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے استنباط مسائل اور استخراج احکام کی راہیں ان لوگوں پر کشادہ کر دی ہیں۔'' نیز فرمایا ''قسم بخدا مجھے فقاہت ہرگز نصیب نہ ہوتی اگر میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ نہ کرتا۔'' پھر ارشاد فرمایا:

اَمَنّ النّاسِ علیّ فی الفقہ محمد بن الحسن۔

''جس شخص کا فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے وہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔''(1)

ڈاکٹر ابوزہو فرماتے ہیں ''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بقدر ایک بار شتر علم محمد بن حسن سے سن کر تحریر کیا۔''(2)

ہارون الرشید کے دربار میں طلبی اور برأت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب آپ مدینہ طیبہ سے یمن تشریف لے گئے تو قاضی یمن مصعب بن عبداللہ قرشی نے آپ کی تنگدستی، غربت اور اہلیت کے پیش نظر خلیفہ ہارون الرشید سے یہ سفارش کی کہ آپ کو کوئی ذمہ داری سونپی جائے۔ چنانچہ اس نے آپ کو یمن کے علاقہ نجران کا حاکم مقرر کر دیا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد بعض ہوس پرست اور حاسد افراد آپ کے اس اعزاز کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکے اور آپ کے خلاف دربار خلافت میں یہ چغلی کھائی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو خلیفہ بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ چنانچہ

1۔ تاریخ بغداد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۶ 2۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۳۹۹

Marfat.com

ہارون الرشید نے آپ کو 184ھ میں بغداد طلب کیا۔ بغداد پہنچ کر ہارون الرشید کی موجودگی میں آپ کی گفتگو حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں آپ کے بارے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے توصیفی کلمات کہے۔ جس سے ہارون الرشید کو یہ اطمینان اور یقین حاصل ہوا کہ آپ کا دامن اس تہمت سے پاک ہے۔ چنانچہ آپ کو بری کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کچھ عرصہ تک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قیام پذیر رہے اور پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ بعد ازاں 195ھ میں دوسری دفعہ آپ عراق تشریف لائے۔ اس مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبل اور ابوثور رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے کئی آئمہ وقت نے آپ سے ملاقات کی اور علمی استفادہ کیا۔

اس دوران آپ نے اپنے قدیم مسلک کے کثیر مسائل اپنے تلامذہ کو املاء کرائے اور پھر واپس مکہ مکرمہ چلے گئے۔ پھر 198ھ میں تیسری بار عراق تشریف لائے اور تھوڑی مدت قیام کرنے کے بعد 199ھ میں مصر تشریف لے گئے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ وہیں آپ نے فقہ شافعی کی تدوین فرمائی اور باقاعدہ حدیث وفقہ کے درس کا اہتمام کیا۔ آپ کی علمی شہرت اور قابلیت کا چرچا دور دور تک پھیل گیا۔ تشنگان علم پروانوں کی طرح اس شمع علم کے گرد منڈلانے لگے اس دوران آپ نے اپنی جدید کتب اپنے تلامذہ کو لکھوائیں۔ آپ کی جلالت علمی اور عظمت شان کا پرچم اتنی بلندی پر لہرایا کہ اہل مصر اور باہر سے آنے والے وہ تمام افراد جنہیں آپ سے شرف صحبت حاصل ہوا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی مدح وستائش میں رطب اللسان رہے۔

تلامذہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان صحبت سے بہرہ ور ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں آئمہ حدیث، ائمہ فقہ اور متنوع علوم کے ماہرین شامل ہیں۔ ان عالی بخت افراد میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل، ابوعبید قاسم بن سلام، سلیمان بن داؤد ہاشمی، ابوبکر عبداللہ بن زبیر

Marfat.com

حمیدی شیخ البخاری، ابراہیم بن منذر حزامی، ابوثور ابراہیم بن خالد بغدادی، یوسف بن یحییٰ البویطی، حرملہ بن یحییٰ، ابویعقوب یوسف بن یحییٰ فرنی، ربیع بن سلیمان مرادی، ربیع بن سلیمان جیزی، عمرو بن سواد عامری، حسن بن محمد بن صباح الزعفرانی، ابوالولید موسیٰ بن جارودمکی، یونس بن عبدالاعلیٰ، ابویحییٰ محمد بن سعید بن غالب عطار، حسین بن علی اور الکرابیسی۔(1)

علم حدیث اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جہاں فقہ شافعی کے مدون اور مجتہد امام تھے ساتھ ہی آپ اپنے دور کے عظیم محدث اور روایت حدیث کے بارے قواعد وضوابط کے واضع اول بھی تھے۔علم حدیث میں آپ کے مقام ومرتبہ کے بارے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عظیم حافظ حدیث تھے اور علل حدیث میں ان کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ اسی حدیث کو قبول کرتے جو ان کے نزدیک صحیح ہوتی اور اگر آپ زیادہ عمر پاتے تو ان کے علم میں اور اضافہ ہوتا۔''(2)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کا از حد احترام کرتے اور انہیں انتہائی قدروشان کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔آپ علم حدیث سے وارفتگی کی حد تک محبت کرتے تھے۔جیسا کہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ''جب میں اصحاب الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کو دیکھ لیا ہے۔اللہ اصحاب الحدیث کو جزائے خیر دے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو ہمارے لئے محفوظ رکھا اس لئے ہم ان کے زیر بار احسان ہیں۔اسی ضمن میں آپ کے یہ اشعار بھی مشہور ہیں: ؎

کل العلوم سوی القرآن مشغلۃ الا الحدیث والا الفقہ فی الدین

قرآن کریم کے سوی تمام علوم ایک مشغلہ ہیں۔بجز حدیث نبوی اور دین میں فقاہت حاصل کرنے کے۔

1۔تہذیب التہذیب، جلد 9 صفحہ 25

2۔علوم الحدیث: 494

Marfat.com

العلم ما کان فیہ ''قال حدثنا'' وما سوی ذاک وسواس الشیاطین (1)

فی الحقیقت علم وہی ہے جس میں ''قال حدثنا'' ہو۔ اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے شیطان کا وسوسہ ہے۔

حدیث طیبہ کے معاملہ میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر آئمہ سے کچھ اختلاف کرتے ہوئے یہ نظریہ قائم کیا کہ جب حدیث صحیح سند متصل کے ساتھ آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تک پہنچ جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ آپ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعامل مدینہ کے مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی بعض شرائط میں موافقت نہیں کی۔

اگرچہ آپ بھی احناف کی طرح مسائل کا استدلال و استنباط قرآن کریم، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماع اور قیاس سے کرتے ہیں لیکن دوسروں کی نسبت آپ کے نزدیک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائرہ وسیع ہے۔ اس لئے کہ ایسی خبر واحد جو ثقہ راویوں کی سند سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جائے وہ آپ کے نزدیک حجت ہے اور آپ اس سے استدلال کرتے ہیں مگر اس کے برعکس اس لحاظ سے یہ دائرہ محدود بھی ہے کہ آپ کے نزدیک حدیث مرسل صرف اس صورت میں حجت ہے جب اسے روایت کرنے والے کبار تابعین ہوں۔ جیسا کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

چونکہ آپ نے خبر واحد کا خوب دفاع کیا اور اس کی حجیت ثابت کرنے میں اپنی صلاحیتوں کا کھل کر اظہار فرمایا اس لئے اصحاب حدیث نے آپ کو انتہائی قدر و عظمت کی نگاہ سے دیکھا اور اہل بغداد نے تو آپ کو ناصر السنۃ کے لقب سے نوازا۔ حدیث طیبہ کے بارے اتنی محبت اور ذوق وشوق کا مظاہرہ فرمانے کے سبب آپ کو اور آپ کے متبعین کو ''اصحاب الحدیث'' کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

اذا صح الحدیث فھو مذھبی واضربوا بقولی الحائط۔ (2)

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۴۰۱

2۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۰

Marfat.com

''جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اس کے مقابلہ میں میرا قول دیوار پر ماردو۔''

آپ کا یہ ارشاد حدیث طیبہ کے ساتھ محبت و وارفتگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سیرت و کردار

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی وجاہت، فقہی متانت اور فاضلانہ وقار کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، عاجزی و انکساری، سخاوت و فیاضی اور مجتہدانہ بصیرت و دانش مندی جیسی عظیم صفات کا مجسمہ تھے۔ آپ کے زہد و تقویٰ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا:

كان يكتب ثلث الليل ثم يصلى ثلثه ثم ينام ثلثه۔ (1)

''آپ رات کا پہلا تیسرا حصہ تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے، دوسرا تہائی نوافل ادا کرتے ہوئے گزارتے تھے اور آخری تیسرے حصہ میں آرام فرماتے تھے۔''

رمضان المبارک آتا تو کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور زیادہ سے زیادہ قرآن کریم ختم کرنے کی کوشش کرتے۔ صدق بیانی ایسی کہ فرمایا:

ما كذبت قط ولا حلفت بالله صادقاً ولا كاذباً۔ (2)

''کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ میں نے اللہ کے نام کی سچی یا جھوٹی قسم کھائی۔''

زہد ایسا تھا کہ فرمایا ''میں نے سولہ برس سے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا سوائے ایک بار کے، مگر اسے بھی نکال دیا۔'' (3)

اسی طرح آپ ایک شب بیت اللہ شریف کے پاس چاند کی روشنی میں مصروف مطالعہ تھے۔ لوگوں نے عرض کی آپ اندر شمع کی روشنی میں مطالعہ کیجئے تو آپ نے جواباً فرمایا ''وہ

1۔ ایضاً، جلد ۱، صفحہ ۲۱
2۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۱
3۔ ایضاً

Marfat.com

روشنی بیت اللہ کے لئے مخصوص ہے اس میں مطالعہ کرنا میرے لئے جائز نہیں۔" (1)

جود وعطا اور فیاضی کا عالم یہ تھا کہ جب آپ صنعاء سے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے پاس دس ہزار دینار موجود تھے۔ جب لوگوں کو آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو وہ سلام و آداب کے لئے آپ کے پاس حاضر ہونے لگے اور آپ نے وہ دینار ان میں تقسیم کرنا شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ ملاقات سے فارغ ہونے تک سارے دینار تقسیم کر دیئے۔(2)

خوف خداوندی اور خشیت الٰہی کی کیفیت یہ تھی کہ ایک مرتبہ قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا:

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ　فتغير الشافعي وارتعد وخر مغشيا عليه۔

(آیت کریمہ سنتے ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ متغیر ہوا، خوف کی شدت سے آپ پر کپکپی طاری ہوئی اور پھر غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔)

جب افاقہ ہوا اور طبیعت سنبھلی تو رب کریم کے حضور یہ التجاء کی:

اللّٰهم انی اعوذبك من مقام الكذابين ومن اعراض الجاهلين هب لی من رحمتك وجللنی بسترك واعف عنی بكرمك ولا تكلنی الی غيرك ولا تقنطی من خيرك۔ (3)

"اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جھوٹوں کے مقام سے اور جاہلوں کے اعراض سے اپنی رحمت کے ساتھ مجھے بخش دے اپنے ستر مغفرت کے نیچے مجھے ڈھانپ لے، اپنے جود و کرم سے میری خطائیں معاف فرما دے، مجھے اپنے سوا کسی غیر کے سپرد نہ کر اور مجھے اپنی خیر و برکت سے محروم نہ کر۔"

روحانی مدارج کی بلندی کے سبب آپ اظہار کرامت کی قدرت بھی رکھتے تھے۔ صورت حال یہ تھی کہ حاکم روم سالانہ کچھ رقم ہارون الرشید کے پاس بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے چند راہبوں کو بھیج کر یہ شرط لگا دی کہ اگر آپ کے دینی علماء مناظرے میں ان

1۔ تذکرۃ الاولیاء: ۱۳۱　2۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ا، صفحہ ۲۱　3۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ا، صفحہ ۲۱

Marfat.com

راہبوں سے جیت گئے تب تو میں اپنی رقم جاری رکھوں گا ورنہ بند کر دوں گا۔ چنانچہ خلیفہ نے تمام علماء کو جمع کر کے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ پر آمادہ کیا۔ تو آپ نے پانی کے اوپر اپنا مصلی بچھا کر فرمایا کہ یہاں آ کر مناظرہ کرو۔ یہ صورت حال دیکھ کر وہ سب ایمان لے آئے۔ جب اس کی اطلاع حاکم روم کو پہنچی تو اس نے کہا" یہ بہت اچھا ہوا۔ اس لئے کہ اگر وہ شخص یہاں آ جاتا تو پورا روم مسلمان ہو جاتا۔"(1)

علاوہ ازیں بھی کثیر ایسے اوصاف و کمالات ہیں جن سے آپ کی ذات متصف تھی۔ بخوف طوالت مذکورہ بالا پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

اقوال زریں

چونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہر و باطن علم و عمل کے نور سے آراستہ تھا اور آپ دل بینا رکھتے تھے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً عوام الناس کو بالعموم اور وابستگان علم کو بالخصوص ایسے پند و نصائح اور اقوال زریں سے نوازا جو فی الحقیقت اپنے ضمن میں دنیا و آخرت کی بھلائی اور قلب و روح کی تسکین و راحت کا سامان لئے ہوئے ہیں۔ ان ہی میں سے چند ارشادات کا مطالعہ آپ بھی فرمائیے۔

1۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا" دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی سعی مت کرو بلکہ عبادت میں برابری کی کوشش کرتے رہو۔ کیونکہ دولت تو دنیا میں رہ جاتی ہے اور عبادت قبر کا ساتھی ہے اور کبھی کسی مرد سے حسد نہ کرو کیونکہ دنیا میں سب مرنے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے سب مردے ہیں لہٰذا کسی سے بھی حسد نہ کرو۔"(2)

2۔ علماء کے لئے فقر و قناعت اور ان پر راضی رہنے سے زیادہ کوئی زینت نہیں ہے۔

3۔ جس نے غرور نفس کے ساتھ علم حاصل کیا وہ ناکام رہا اور جس نے نفس کی خواری اور علماء کی خدمت کے ساتھ علم حاصل کیا وہ کامیاب ہوا۔

1۔ تذکرۃ الاولیاء: ۱۳۱ 2۔ تذکرۃ الاولیاء: ۱۳۱

Marfat.com

4۔ علماء کا حسن نفس کی فیاضی ہے اور علم کا سنگار پرہیزگاری و بردباری ہے۔

5۔ علماء کے لئے کوئی عیب اس سے بدتر نہیں ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا ہے وہ ان کی رغبت رکھیں۔

6۔ جو چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس پر نور قلب کا دروازہ کھول دے اس کو خلوت میں بیٹھنا، کم کھانا، کم عقلوں سے ملنے جلنے کو چھوڑنا اور ایسے علم والوں کو جن کا مقصود اپنے علم سے محض دنیا ہے، دشمن سمجھنا لازم ہے۔

7۔ عالم کے لئے اپنے اعمال میں سے کوئی ایسا وظیفہ ضرور رکھنا چاہئے جسے اس کے اور خدا کے سوا کوئی نہ جانے۔(1)

8۔ ''طلب العلم افضل من صلواۃ النافلۃ ومن ارادالدنیا والآخرۃ فعلیہ بالعلم۔''

(علم طلب کرنا نفل نماز سے افضل ہے اور جو کوئی دنیا و آخرت کی بھلائی کا ارادہ کرے اسکے لئے علم مع عمل ضروری ہے۔)

9۔ ''لولم یکن العلماء اولیاء فلیس للہ ولی ما اتخذ اللہ ولیًا جاھلًا۔''(2)

(اگر علماء اولیاء نہیں تو پھر کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا۔)

10۔ ''اذا رأیت العالم یشتغل بالرخص فلن یجئ منہ شئ۔''(3)

(جب تم کسی عالم کو دیکھو کہ وہ دین کے احکام میں آسانیاں تلاش کرنے میں مشغول ہے تو جان لو کہ اس سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔)

اس قول کی وضاحت میں حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یعنی علماء ہر قسم کے لوگوں کے پیشوا ہوتے ہیں ان کے لئے جائز نہیں کہ کوئی شخص ان سے آگے قدم رکھ

1۔ الطبقات الکبریٰ:۱۱۱، ۱۱۲
2۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۰، ۲۱
3۔ کشف المحجوب: ۱۷۴

Marfat.com

سکے۔ لہٰذا وہ اس وقت تک حق کا راستہ نہیں پا سکتے جب تک وہ اپنے تمام افعال واقوال میں کامل احتیاط اور خوب محنت اختیار نہ کریں۔"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ علمائے محققین کی نظر میں

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عالم قریش یملاء طباق الارض علما۔" (قریش کا ایک عالم تمام روئے زمین کو علم سے بھر دے گا) اس حدیث طیبہ کو امام احمد، ابونعیم، بیہقی اور امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے۔ اس حدیث طیبہ میں جس عالم قریش کا ذکر کیا گیا ہے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس سے مراد ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بعد ازاں دیگر علماء نے بھی آپ کی پیروی میں یہی قول کیا ہے۔(1)

علامہ کرابیسی فرماتے ہیں "ہمیں نہیں معلوم تھا کہ کتاب وسنت کیا چیز ہے حتیٰ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر ان کی حقیقت معلوم ہوئی۔ نہ میں نے شافعی جیسا کوئی شخص دیکھا اور نہ خود شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کوئی نظیر ومثیل ملاحظہ کیا۔ میں نے ان سے بڑا عالم اور فصیح شخص کبھی نہیں دیکھا۔"(2)

امام داؤد بن علی ظاہری کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن فضائل سے متصف تھے وہ کسی دوسرے میں جمع نہ ہو سکے۔ آپ نہایت شریف النسب، صحیح العقیدہ، کریم النفس، زبردست ناقد حدیث، ناسخ ومنسوخ کے جید فاضل، حافظ کتاب وسنت، سیرت خلفاء کے عالم اور بہترین مصنف تھے آپ کے اصحاب وتلامذہ کثیر التعداد اور نہایت لائق تھے۔(3)

ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نے فصاحت بیان اور علم وفضل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی شخص کو دیکھا ہے وہ اپنے قول میں جھوٹا ہے۔"(4)

مشائخ میں سے ایک بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

1۔ مرقاۃ، جلد ا، صفحہ ۲۰　2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۲۱۸

3۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۴۰۲　4۔ تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۲۸

Marfat.com

خواب میں زیارت کی اور عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے آپ کی طرف سے ایک روایت پہنچی ہے کہ زمین میں اللہ کے اولیاء، اوتاد اور ابرار ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ راوی نے میری طرف سے میرے سامنے درست روایت بیان کی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ان میں سے ایک ولی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ محمد بن ادریس الشافعی ان اولیاء میں سے ایک ہیں۔'' (1)

تصنیف و تالیف

حصول علم کے بعد حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ تر درس و تدریس، افتاء اور دیگر مباحث میں مصروف رہے۔ لیکن کثیر مصروفیات کے باوجود آپ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی پیچھے نہیں رہے۔ جب اسحاق بن راہویہ سے دریافت کیا گیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی تھوڑی عمر میں اس قدر کتابیں کیسے لکھ ڈالیں؟ تو موصوف نے جواباً فرمایا ''چونکہ ان کی عمر تھوڑی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان میں عقل کا جوہر بھر دیا تھا۔'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تصانیف جن کے بارے اسحاق بن راہویہ سے پوچھا گیا تھا وہ حدیث و تفسیر اور فقہ و ادب سبھی علوم کے بارے ہیں۔ آپ کی مشہور ترین کتاب ''الرسالہ'' ہے۔ جو آپ نے عبدالرحمٰن بن مہدی کی استدعا پر تحریر کی۔ اس کا موضوع اصول فقہ ہے۔ اسی طرح آپ کی ''کتاب الأم'' بھی بڑی شہرت کی حامل ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اہم ترین اصول دینیہ جمع فرما دیئے ہیں۔ ابو عمرو محمد بن جعفر نیشاپوری نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی المبسوط اور کتاب الام میں سے متصل احادیث جمع کر کے ایک مسند ترتیب دی ہے۔ جسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند خیال کیا جاتا ہے اس کی ایک شرح ابن الاثیر متوفی 606ھ نے تحریر کی ہے۔ (2)

مزنی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو شہسواری اور تیر اندازی میں زبردست مہارت حاصل تھی۔ اس موضوع پر آپ نے ''السبق الرمی'' کے نام سے ایک کتاب سب سے پہلے پیش کی۔ (3)

1۔ کشف المحجوب: ۱۷۵　2۔ علوم الحدیث: ۴۹۲　3۔ تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۱۳

Marfat.com

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسند شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے فرماتے ہیں کہ مسند شافعی ان احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہے جنہیں خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کے سامنے بمع سند بیان فرمایا۔ ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض روایات ربیع بن سلیمان مرادی سے سن کر کتاب الام اور مبسوط کے ضمن میں جمع کر دیا تھا۔ ابوالعباس اصم نے ان تمام روایات کو یکجا کر کے مجموعہ کا نام مسند شافعی رکھ دیا۔(1)

وصال

حضرت ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ان جمیع اوصاف و کمالات سے متصف اور مزین تھی جن کا کسی بھی قائد اور راہنما میں پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کا لمحہ لمحہ اولاً تحصیل علم اور ثانیاً دین اسلام کی اشاعت اور ترویج کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور وعظ و نصیحت آپ کی محبوب ترین مصروفیات تھیں۔ آپ جیسی یگانہ روزگار ہستیاں رب کائنات کی عظیم نعمت و احسان بن کر کبھی کبھار ہی اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس جہان گیتی کو شرف بخشتی ہیں۔ لیکن یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ایسی نادرۂ روزگار ہستیاں قلیل وقت کے لئے ہی آتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے بھی ابھی اپنی حیات مستعار کی صرف چون (54) بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ خالق حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ ماہ رجب کی آخری تاریخ ہے جمعۃ المبارک کی شب آپ نماز مغرب ادا فرما چکے ہیں اور 204ھ ہے اسلام کا یہ نیر تاباں ظاہر بیں نگاہوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو گیا۔ آپ کا مزار پُرانوار مصر کے شہر قرافہ میں آنے والوں کے لئے منبع فیض و برکات ہے۔

مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرض الموت کی حالت میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ عرض کی حضور! حال کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا دنیا سے جانے اور دوست احباب سے جدائی اختیار کرنے کا وقت ہے۔ موت کا جام منہ سے لگانے کا وقت

1۔ بستان المحدثین: ۷۹

Marfat.com

ہے۔ نتیجہ اعمال سامنے آنے والا ہے۔ رب کریم کی بارگاہ میں حاضری ہونے والی ہے۔

فلا ادری روحی تصیر الی الجنة فأهنیها أو الی النار فأعزیها ثم

بکی۔

''میں نہیں جانتا کہ میری روح جنت کی طرف جائے گی کہ میں اسے مبارک باددوں یا جہنم کی طرف جائے گی کہ میں اس سے تعزیت کروں۔''

پھر آپ رونے لگے حتیٰ کہ آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس دوران آپ کی زبان پر یہ شعر جاری ہوگیا: ؎

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته بعفوك ربی كان عفوك اعظما (1)

(میرے گناہ تو بہت بڑے بڑے ہیں لیکن اے میرے رب! جب میں تیرے عفوو رحمت کی طرف نظر کرتا ہوں تو وہ میرے گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔)

رفیع بن سلیمان نے آپ کے وصال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ تو آپ نے فرمایا ''سونے کی کرسی پر بٹھا کر موتی نچھاور کیے گئے اور اپنی رحمت بیکراں سے مجھے نواز دیا۔'' (2)

اللهم ارحمه رحمة واسعة وادخله فی الجنة الاعلی۔ امین۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

آئمہ مجتہدین میں سے چوتھے امام عزم وہمت کا کوہ گراں، استقامت واستقلال کی علامت حافظ حدیث، نامور فقیہ اور زہد وتقویٰ کا پیکر حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی مروزی ثم البغدادی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب امام الائمہ اور حافظ الامۃ ہے۔ آپ کی ولادت 164ھ میں بغداد میں ہوئی اور آپ نے اپنا بچپن ولڑکپن یہیں گزارا۔

1۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد ا، صفحہ ۱۲، ۲۲ 2۔ تذکرۃ الاولیاء: ۱۳۲

Marfat.com

تعلیم وتربیت

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم کا آغاز بغداد سے ہی کیا اور بنیادی تمام علوم مشائخ بغداد کی صحبت میں رہ کر ہی حاصل کئے۔ ابتداء میں آپ قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں داخل ہوئے اور کچھ عرصہ تک آپ کے بحر علم سے سیراب ہوتے رہے۔ بعد ازاں اپنے آپ کو سماع حدیث کے لئے وقف کر دیا اور بغداد کے مشہور محدث اور شیخ ہیثم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پھر ان کے وصال تک انہی کے دامن سے وابستہ رہے اور اپنے سینہ کو حدیث طیبہ کے نور سے جلا بخشتے رہے۔

بعد ازاں جب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے تو آپ نے ان کی صحبت اختیار کی اور فقہ وحدیث سے متعلق وافر معلومات ان سے حاصل کیں۔ علاوہ ازیں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علم کے لئے مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، کوفہ، بصرہ، یمن، شام اور جزیرہ وغیرہ بلاد وامصار کی طرف سفر کیا اور وہاں کے مشائخ کے علوم وفیوض سے اپنے کو بہرہ ور کیا اور پھر واپس بغداد تشریف لائے۔

اساتذہ

وہ مشائخ وقت اور علمائے ربانیین جن کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہ کئے ان کی تعداد کثیر ہے مگر چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ، محمد بن ادریس الشافعی، عبدالرزاق بن ہمام، بشر بن مفضل، اسماعیل بن علیہ، جریر بن عبدالحمید، ابوداؤد طیالسی، عبداللہ بن نمیر، علی بن عیاش حمصی، معتمر بن سلیمان، ہیثم، ابراہیم بن سعد، عبادہ بن عباد اور یحییٰ بن ابی زائدہ۔ (1)

علاوہ ازیں بھی کثیر ایسے مشائخ ہیں جن سے آپ نے اکتساب فیض کیا اور اس مقام پر فائز ہوئے کہ اصحاب حدیث آپ کو اپنا امام اور عظیم فقیہ تسلیم کرنے لگے۔

1۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۲، تہذیب، جلد ۱، صفحہ ۷۲

Marfat.com

تلامذہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم سے فراغت پانے کے بعد علم کی ترویج اور اشاعت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور اس مقصد کی خاطر آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ چونکہ آپ کی علمی شہرت عام تھی اس لئے تشنگان علم جوق در جوق آپ کے حلقہ درس میں آنے لگے اور ایسی ایسی نابغہ روزگار اور منفرد مقام کی مالک ہستیوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے جن پر زمانہ آج تک فخر کناں ہے۔ حتیٰ کہ حدیث طیبہ میں آپ کی ثقاہت اور مہارت کے پیش نظر ان قابل صد تکریم آئمہ ومشائخ نے بھی آپ سے حدیث طیبہ کا سماع کیا جنہیں بذات خود آپ کی زلف سنوارنے کا اعزاز حاصل تھا۔

علاوہ ازیں کثیر ایسے ہمعصر مشائخ تھے جو آپ کی علمی صلاحیت اور سیرت وکردار سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ بھی اپنا عظیم اعزاز اور سعادت سمجھتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے حدیث طیبہ کا سماع کیا۔ وہ عظیم افراد جنہوں نے اپنے سینوں کو آپ کے فیضان علم سے بقعۂ نور بنایا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل البخاری، امام مسلم بن حجاج نیشاپوری، ابوزرعہ، ابوداؤد سجستانی، آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت صالح اور عبداللہ اور آپ کے چچازاد بھائی حنبل بن اسحاق، اسود بن عامر شاذان، ابن مہدی، ابوبکر اثرم، حرب کرمانی، بقی بن مخلد اور شاہین بن سمیدع اور المیمونی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ کے اساتذہ میں سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالولید، عبدالرزاق، وکیع، یحییٰ بن آدم اور یزید بن ہارون نے آپ سے سماع کیا۔ آپ کے ہمعصر اکابرین میں سے قتیبہ، داؤد بن عمرو اور خلف بن ہشام نے بھی آپ سے حدیث طیبہ کا سماع کیا اور ہمعصر مشائخ میں سے احمد بن ابی حواری، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، حسین بن منصور، زیاد بن ایوب، رحیم (عبدالرحمٰن بن ابراہیم)، ابوقدامہ سرخسی، محمد بن رافع اور محمد بن یحییٰ بن ابی سمینہ نے آپ سے سماع حدیث کیا۔(1)

1۔ تہذیب التہذیب، جلد ا، صفحہ ۷۲

Marfat.com

سیرت وکردار

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جہاں علم وفکر کا بحر بیکراں تھے۔ آپ ساتھ ہی صوفی باصفا بھی تھے اور زہد وتقویٰ، دلیری وشجاعت اور استغناء جیسی صفات سے مزین تھے۔ عبادت وریاضت اور محبت مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کے جذبات سے آپ آراستہ تھے۔ چونکہ آپ کو حضرت ذوالنون مصری، حضرت بشر حافی، حضرت سری سقطی اور حضرت معروف کرخی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے عظیم المرتبت مشائخ سے شرف صحبت حاصل ہوا۔ اس لئے آپ پر ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی کیفیات بھی اس قدر غالب تھیں کہ ظاہر کی پرواہ تک نہیں کرتے تھے۔ لڑکپن سے ہی رات بھر بیدار رہنا آپ کا معمول تھا۔ دن رات میں تین سو رکعت نفل نماز ادا کرنا آپ کا وظیفہ تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں کوڑے لگنے کے باعث جب آپ کی قوائے بدنیہ کمزور ہوگئیں تو اس تکلیف اور ضعف کے باوجود بھی ڈیڑھ سو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ شب وروز میں ایک بار قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ پانچ مرتبہ آپ کو فریضہ حج ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور تین بار پاپیادہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ (1)

آپ کے زہد وتقویٰ کا معیار یہ تھا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ اصفہان کے قاضی تھے۔ ایک دفعہ آپ کے خادم نے حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ کے مطبخ سے خمیر لے کر روٹی تیار کی۔ جب روٹی آپ کے سامنے آئی تو دیکھ کر ارشاد فرمایا یہ اس قدر نرم کیوں ہے؟ خادم نے سارا واقعہ عرض کر دیا تو پھر آپ نے فرمایا جو شخص اصفہان کا قاضی رہا ہو اس کے پاس سے خمیر کیوں لیا یہ روٹی میرے کھانے کے لائق نہیں رہی اور یہ کسی فقیر کے سامنے پیش کر کے پوچھ لینا کہ اس روٹی میں خمیر تو صالح کا ہے اور آٹا احمد بن حنبل کا۔ اگر تمہاری طبیعت گوارا کرے تو لے لو۔ لیکن چالیس یوم تک کوئی سائل نہیں آیا اور جب روٹیوں میں بو پیدا ہوگئی تو خادم نے دریائے دجلہ میں پھینک دیں۔ لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا یہ

1۔ الطبقات الکبریٰ: 118، 119

Marfat.com

عالم تھا کہ آپ نے اس دن سے دریائے دجلہ کی مچھلی نہیں کھائی۔

آپ کی کفایت شعاری اور مالی کیفیت اس طرح تھی کہ جن دنوں آپ سماعت حدیث کے لئے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مکہ مکرمہ حاضر تھے تو ایک دن آپ ان کے درس میں حاضر نہیں ہوئے۔ انتہائی شفیق استاذ محترم نے ایک خادم بھیج کر آپ کی خیریت معلوم کی تو خادم نے کیا دیکھا کہ آپ نے اپنے کپڑے دھوبی کو دے رکھے ہیں اور خود برہنہ ہیں۔ اور جب خادم نے عرض کیا آپ مجھ سے کچھ رقم لے کر لباس تیار کروالیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ پھر فرمایا کہ میرے ہاتھ سے تحریر کردہ ایک کتاب ہے اسے فروخت کر کے دس گز ٹاٹ لا دو تاکہ میں کرتہ اور تہبند تیار کروالوں اور جب اس نے یہ عرض کی اگر اجازت ہو تو کتان خریدلوں تو آپ نے فرمایا نہیں ٹاٹ ہی کافی ہے۔(1)

آپ کے استغناء کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ حسن بن عبدالعزیز نے اپنی میراث میں سے تین ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کئے اور عرض کی ''اے ابوعبداللہ! یہ مال حلال میراث میں سے ہے آپ اسے قبول فرمالیں اور اس کے ذریعے اپنے عیال کی حاجات پوری کریں۔ تو آپ نے کمال استغناء سے فرمایا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں اور پھر سب مال واپس لوٹا دیا اور اس میں سے کچھ بھی قبول نہ فرمایا۔''(2)

آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں والد محترم سے اکثر سنتا وہ نماز کے بعد رب کریم کی بارگاہ میں اس طرح التجا کرتے تھے:

اللّٰهم كما صُنت وجهي عن السجود لغيرك فصن وجهي عن المسئلة لغيرك۔(3)

''اے اللہ! جس طرح تو نے میرے چہرے کو کسی غیر کو سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح دیگر مسائل میں بھی مجھے غیر سے محفوظ فرما۔''

آپ اتنے خلوت پسند تھے کہ مسجد، نماز جنازہ اور بیمار کی عیادت کے سوا آپ کہیں نظر

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۱۳۴ 2۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۲ 3۔ ایضاً

Marfat.com

نہ آتے تھے اور بازار میں چلنا تو انتہائی ناپسند کرتے تھے (1)۔ آپ بارگاہ الٰہی میں انتہائی مقرب اور مقبول تھے۔ آپ جب بارگاہ ایزدی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو خالق کائنات انہیں کبھی خالی واپس نہ لوٹاتے۔ مگر آپ مستجاب الدعوات ہونے کے باوجود حد درجہ تواضع پسند اور منکسر المزاج تھے۔ لوگ اپنی حاجات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، دعا کی التجا کرتے لیکن اکثر اوقات آپ انتہائی خوش اسلوبی اور حسین انداز میں انہیں ٹال دیا کرتے تھے۔ لیکن جب بھی قلبی توجہ کسی کی جانب کرتے تو مراد یقیناً بر آتی۔ جیسا کہ علی بن حرارہ کا بیان ہے کہ میری ماں اپاہج تھی۔ چلنے پھرنے سے عاجز تھی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن دروازہ بند تھا۔ دستک دینے پر پوچھا کون ہے؟ میں نے اپنے بارے عرض کی تو پھر فرمایا کیا کام ہے؟ میں نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ میری والدہ چلنے پھرنے سے معذور ہے۔ دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ یہ سن کر ذرا ناراض بھی ہوئے اور فرمایا تمہاری ماں سے زیادہ ہم خود دعا کے محتاج ہیں۔ ان سے کہنا وہ خود ہمارے لئے دعا کریں۔ وہ کہتے ہیں جب میں گھر واپس پہنچا تو کیا دیکھا والدہ نے خود دروازہ کھولا اور وہ صحت و سلامتی کے ساتھ چل پھر رہی تھیں۔ (2)

آپ مشائخ وقت کا اس حد تک احترام کرتے تھے کہ جب کوئی شخص مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوتا تو اگر وہ مسئلہ اعمال سے متعلق ہوتا تو آپ جواب ارشاد فرما دیتے اور اگر اس کا تعلق طریقت کے حقائق سے ہوتا تو حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے۔ چنانچہ ایک دن ایک آدمی نے سوال کیا ''ما الاخلاص'' (اخلاص کیا ہوتا ہے؟) تو آپ نے فرمایا ''الاخلاص ھو الخلاص من آفات الاعمال'' (اخلاص یہ ہے کہ انسان اعمال کی خرابیوں سے نجات پا جائے) یعنی تیرا عمل ریاکاری اور نقصان سے خالی ہو۔ پھر اس نے پوچھا ''ما التوکل'' (توکل کیا ہوتا ہے؟) آپ نے جواب دیا ''الثقة باللہ'' (اللہ پر پوری طرح بھروسہ کرنا) پھر اس نے دریافت کیا ''ما الرضا'' (رضا کیا

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۹، صفحہ ۱۸۴
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۹، صفحہ ۱۸۷

Marfat.com

ہے؟) آپ نے ارشاد فرمایا "تسلیم الامور الی اللہ" (اپنے تمام معاملات کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔) پھر اس نے دریافت کیا "ما المحبۃ" (محبت کیا ہوتی ہے؟) تو آپ نے فرمایا یہ بات جا کر حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو کیونکہ جب تک آپ زندہ ہیں میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔" (1)

آپ کا دل محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور اور دماغ خوشبوئے رسالت سے معطر تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک موئے مبارک تھا آپ اس سے اظہار محبت اس طرح فرماتے کہ کبھی اسے بوسہ دیتے اور کبھی آنکھوں پر سجاتے۔ جب کبھی کوئی بیماری آلیتی تو آپ موئے مبارک پانی میں ڈال کر وہ پانی نوش فرمالیتے اور اس طرح شفا حاصل کرتے۔ (2)

المختصر وہ اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ جن کا کسی بندۂ مومن اور محب صادق میں پایا جانا ضروری ہے آپ ان تمام سے آراستہ اور مرصع تھے۔

استقامت فی الدین

خلفائے بنی عباس میں سے خلیفہ مامون الرشید نے 212ھ میں معتزلی عقائد سے متاثر ہو کر اپنے اس نظریہ کا اعلان کیا کہ قرآن کریم مخلوق ہے۔ ابتداء میں علماء نے اس نظریہ کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا مگر خلیفہ سرمو اپنے نظریہ سے پیچھے نہ ہٹا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مزید پختگی اور شدت پیدا ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ 215ھ تا 218ھ جب وہ سلطنت روم کے ساتھ برسرپیکار تھا اور رومی شہر فتح کرنے میں مصروف تھا تب بھی اس کی توجہ اسی مسئلہ کی طرف تھی۔ چنانچہ اس نے 218ھ میں ایک خط عامل بغداد اسحاق بن ابراہیم خزاعی کے نام تحریر کیا جس میں اس نے اس نوع کے خیالات کا اظہار کیا۔ امیر المؤمنین (مامون الرشید) اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ وہ سوچ بچار اور قوت فکر و نظر سے محروم، بے بصیرت اور علم کی روشنی سے محروم ہیں۔ وہ جاہل،

1۔ کشف المحجوب: ۱۷۶ 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۹، صفحہ ۱۸۳۔ ۱۸۴

Marfat.com

اندھے اور گمراہ ہیں۔ دین کا فہم وادراک انہیں حاصل نہیں۔ وہ نہ اللہ تعالیٰ کے قدر شناس ہیں اور نہ ہی اس کی معرفت سے بہرہ ور ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوقات کو مساوی قرار دے رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن قدیم ہے اور خدا کا پیدا کردہ نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا۔'' (ہم نے قرآن کریم کو عربی بنایا) اور جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے وہ اس کی پیدا کردہ ہے اور وہ مخلوق ہے۔ (1)

یہ ایک طویل خط ہے۔ اس میں آگے چل کر وہ حاکم بغداد کو حکم دیتا ہے کہ تمام قاضیوں کو جمع کر کے انہیں یہ خط سنا دیا جائے۔ جو اس نظریہ کے قائل ہوں ان سے اس کے بارے گواہوں کی موجودگی میں ایک دستاویز لکھوا لیجئے اور جو قرآن کو مخلوق نہ کہے اس کی شہادت قبول نہ کیجئے۔ جو بھی صورت حال پیش آئے مجھے اس سے آگاہ رکھا جائے۔ اس کا یہ خط قضاۃ اور دیگر علماء کے بارے میں تھا۔

چنانچہ مامون نے اس خط کی نقول محمد بن سعد، یحییٰ بن معین، ابوخیثمہ، اسماعیل بن داؤد اور احمد بن ابراہیم رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کو بھی ارسال کیں اور بعد ازاں انہیں اپنے دربار میں طلب کیا تو ان تمام نے اس کے نظریہ سے اتفاق کر لیا۔ اس کے بعد مامون نے عامل بغداد کو متعدد خطوط لکھے جن میں اسے خلق قرآن کے مسئلہ میں اہل حدیث کا امتحان لینے کا حکم دیا اور بعض خطوط میں تو یہ لکھا کہ جو عالم قرآن کو مخلوق نہ کہے اسے فتویٰ اور روایت حدیث سے روک دیجئے اور اپنا ایک عامل مکہ مکرمہ بھیجا کہ جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا انکار کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ اسحاق بن ابراہیم نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے علماء و مشائخ حدیث کی ایک جماعت کو اپنے پاس طلب کیا جس میں حضرت امام احمد بن حنبل، بشر بن ابوولید، ابوحسان الزیادی، علی بن ابی مقاتل، فضل بن غانم، عبیداللہ بن عمر القواریری، محمد بن نوح عجلی اور دیگر عظیم فقہاء اور فضلاء کرام شامل تھے۔

اولاً تو تمام نے کوئی واضح جواب نہ دیا بلکہ مطلق کہا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام ہے مگر

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: 428، تاریخ الخلفاء اردو: 424

Marfat.com

جیسے جیسے سخت احکام آتے رہے اور حالات شدت اختیار کرتے گئے تو یہ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرتے رہے۔ بالآخر حضرت امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح عجلی رحمہما اللہ تعالیٰ استحکام و استقامت کا پہاڑ ثابت ہوئے۔ یہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور قطعاً اپنے انجام کا خوف یا ڈر اپنے قریب تک نہ آنے دیا پھر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے دیگر ساتھیوں کو مامون کے دربار میں بھجوا دیا گیا مگر ان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی وہ موت کی بھینٹ چڑھ گیا۔(1)

احمد بن غسان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گرفتار ہو کر مامون کے پاس گیا تو ہماری ملاقات خلیفہ کے خادم سے ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے اور وہ کہنے لگا اے ابو عبداللہ! جو مصیبت تم پر آئی ہے اس کا مجھے سخت صدمہ ہے۔ امیر المؤمنین نے وہ تلوار نیام سے نکال کر رکھی ہے جو کبھی نہیں نکالی تھی اور چمڑے کا وہ زیر انداز بچھوایا ہے جو کبھی نہیں بچھوایا تھا اور اس نے کہا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک یہ دونوں قرآن کو مخلوق نہ کہیں گے میں اپنی تلوار احمد اور اس کے ساتھی سے الگ نہ کروں گا۔ یہ سن کر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کرنے لگے۔ چنانچہ تہائی رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ نالہ و شیون کی صدائیں بلند ہوئیں اور وہی خادم یہ کہتا ہوا ہماری طرف آیا کہ اے احمد! تم نے سچ کہا قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام ہے اور غیر مخلوق ہے واللہ! امیر المؤمنین مر گیا۔(2)

218ھ میں مامون کے فوت ہونے کے بعد اس کا بھائی معتصم باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کے نظریات بھی مامون ہی کی مثل تھے۔ اس نے بھی معتزلی عقائد و نظریات کو پھیلانے کی خوب کوشش کی۔ وہ پہلے تو مختلف حیلے بہانوں سے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا رہا مگر ناکامی کے بعد 220ھ میں آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ کافی بحث و مباحثہ اور جدل و مناظرہ کے بعد جب اس سے حضرت امام

1۔ تاریخ الخلفاء: ۳۲۶ تا ۳۲۹ ملخص　2۔ الطبقات الکبریٰ: ۱۱۹، ۱۲۰

Marfat.com

احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو آخر کار معتزلی قاضی اور اس کے حواری علماء نے یہ کہہ دیا کہ ہم فتویٰ دیتے ہیں اس شخص کا خون آپ پر مباح ہے۔ آپ اس کو قتل کر دیں۔ چنانچہ آپ کو کوڑے لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔

اس وقت آپ کی عمر چھپن (56) برس تھی آپ بوڑھے اور کمزور ہو چکے تھے اس حالت میں آپ کے ہاتھ شکنجہ میں کس کر آپ کو ہزار کوڑے لگائے گئے تا کہ آپ قرآن کو مخلوق کہہ دیں لیکن آپ نے پھر بھی ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اس دوران آپ کا ازار بند کھل گیا جبکہ آپ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اتنے میں غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے آپ کا ازار بند باندھ دیا۔ لوگوں نے آپ کی یہ کرامت جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تو آپ کو رہا کر دیا۔(1)

227ھ میں معتصم باللہ فوت ہوا اس وقت تک حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی سزا و ابتلاء کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ کونسی سزا تھی جو اس محب صادق کو نہ دی گئی ہو لیکن کیا مجال کہ آپ کی زبان سے اُف بھی نکلے آپ کے نظریہ میں لچک پیدا ہو، عقیدہ میں ذرہ بھر خلل کا احساس ہو۔ نہیں! آپ تو عزم و استقلال کی علامت تھے۔ شجاعت و بہادری کو آپ پر ناز تھا۔ ہمت و استقامت کا آپ کوہ گراں تھے آپ نے سب کچھ برداشت تو کر لیا لیکن کبھی بھی حرف شکایت اپنی زبان پر نہ لائے۔

تصنیف و تالیف

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف آپ کا پسندیدہ اور محبوب ترین مشغلہ تھا۔ چنانچہ تمام تر مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود آپ اپنے کام میں مصروف رہے اور تصنیف و تالیف کے میدان میں ایسے عظیم کارنامے سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک قابل ستائش رہیں گے۔ اس میدان میں آپ کا سب سے عظیم کارنامہ مسند امام احمد

1۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۲، کشف المحجوب: ۱۷۵

Marfat.com

ہے۔آپ نے دوران تعلیم چونکہ کثیر مشائخ حدیث سے مصاحبت اختیار کی اور ان سے درس حدیث لیا تھا۔اس لئے آپ پر حدیث طیبہ کا رنگ ہی غالب رہا۔آپ جید حافظ حدیث تھے۔ایک روایت کے مطابق آپ کو ساڑھے سات لاکھ احادیث یاد تھیں اور دوسری کے مطابق دس لاکھ احادیث آپ کو ازبر تھیں۔اس سے حدیث طیبہ میں آپ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔آپ نے اس وافر ذخیرہ حدیث سے چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ایک مسند مرتب فرمائی۔ان میں دس ہزار احادیث مکرر تھیں۔آپ کی یہ مسند اٹھارہ مسانید پر مشتمل ہے۔جن میں سے پہلی اصحاب عشرہ مبشرہ کی روایات پر مشتمل ہے۔کتاب کی ترتیب اس طرح ہے کہ آپ ایک ہی باب میں ایک صحابی کی تمام روایات ذکر کردیتے ہیں اور اس میں موضوع یا فقہی ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے۔آپ کی مسند کے بارے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ''کوئی مسند بھی کثرت احادیث اور حسن ترتیب میں مسند احمد کے مساوی نہیں ہے۔''(1)

موجودہ مسند میں تمام احادیث آپ کی بیان کردہ نہیں بلکہ اس میں وہ احادیث بھی شامل ہیں جن کا اضافہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن احمد نے کیا اور وہ بھی جن کا اضافہ حضرت عبداللہ سے سن کر امام ابوبکر احمد بن جعفر قطیعی نے کیا۔اب رہا یہ مسئلہ کہ مسند امام احمد کا کتب حدیث میں کیا مقام ہے تو اس کے بارے علمائے محدثین کے تین نوع کے اقوال ہیں۔

1۔ ابوموسیٰ مدینی اور ان کے ہمنوا یہ کہتے ہیں کہ مسند میں موجود جملہ احادیث صحیح اور قابل احتجاج ہیں۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مسند میں بذات خود ارشاد فرماتے ہیں ''جب کسی حدیث میں تمہارے یہاں اختلاف پیدا ہو تو مسند کی طرف رجوع کرو اگر وہ حدیث اس میں موجود ہو تو صحیح ہے ورنہ حجت نہیں۔''

2۔ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک مسند میں صحیح، ضعیف اور موضوع ہر قسم کی روایات

1۔تاریخ حدیث ومحدثین: ۴۹۹

Marfat.com

ہیں۔ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے اور اپنی موضوعات میں مسند کی انتیس (29) احادیث شامل کیں اور ان کو موضوع قرار دیا ہے۔ حافظ عراقی نے مسند کی موضوعات میں نو احادیث کا اضافہ کیا ہے ان کے نزدیک مسند میں اڑتیس (38) احادیث موجود ہیں۔

3۔ علماء کی ایک تیسری جماعت نے مسند کے بارے معتدل موقف اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مسند میں احادیث صحیحہ اور ایسی ضعیف حدیثیں موجود ہیں جو حسن کے درجہ کی ہیں۔ امام ذہبی، ابن حجر، ابن تیمیہ اور علامہ سیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہی ہے۔(1)

بعدازاں علماء محققین نے مسند امام احمد پر مختلف انواع سے کام کیا مثلاً صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں:

''مسند احمد کی غریب احادیث کو ابوعمر محمد بن عبدالواحد المعروف بغلام ثعلب متوفی 345ھ نے ایک کتاب میں جمع کیا۔ شیخ سراج الدین عمر بن علی المعروف ابن الملقن الشافعی متوفی 805ھ نے اسے اختصار سے لکھا۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند کے اعراب سے متعلق ایک حاشیہ ''عقود الزبرجد'' کے نام سے تحریر کیا۔ ابوالحسن بن عبدالہادی سندھی نزیل مدینہ منورہ متوفی 1139ھ نے مسند کی ضخیم شرح لکھی۔ بعدازاں زین الدین عمر بن احمد شماع حلبی نے اس شرح کو مختصر کیا۔''(2)

اصفہان کے بعض حفاظ نے مسند کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا۔ حافظ ابوبکر محمد بن ابی محمد عبداللہ مقدسی حنبلی نے اسے حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا اور علامہ احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد البنا المعروف ساعاتی نے نہایت عمدہ ترتیب وتہذیب کے ساتھ مسند کو نئے انداز میں ڈھالا۔ علامہ ساعاتی نے مسند کو درج ذیل سات اقسام میں منقسم کیا ہے۔

(۱) قسم التوحید واصول الدین (۲) قسم الفقہ (۳) قسم التفسیر (۴) قسم

1۔حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۶۳۱، ۶۳۲ 2۔کشف الظنون، جلد ۲، تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۰۶

Marfat.com

الترغیب (۵) قسم الترھیب (۶) قسم التاریخ (۷) قسم القیامہ واحوال الآخرۃ۔

ان اقسام میں سے ہر قسم چند کتب پر مشتمل ہے۔ ہر کتاب کے تحت چند ابواب ہیں اور بعض ابواب کے تحت چند فصول ہیں۔ اس کتاب کا نام ''الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل شیبانی'' ہے۔(1)

علاوہ ازیں کتاب العلل، کتاب الزھد، کتاب التفسیر، الناسخ و المنسوخ، کتاب فضائل الصحابۃ اور کتاب الاشربۃ آپ کی تصانیف ہیں۔(2)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں علماء محققین کا خراج تحسین

1۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' آپ عظیم فقیہ اور زبردست حافظ حدیث تھے۔ آپ میں ورع وتقویٰ کے اوصاف پنہاں تھے۔ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ نے کوڑے کھانے گوارا کئے مگر بدعت سے آلودہ نہ ہوئے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک قابل اقتداء امام اور مرکز وملجا بنا دیا جن کی جانب رجوع کیا جاتا ہے۔''(3)

2۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھٹی میں داخل ہوئے اور کندن بن کر نکلے۔''(4)

3۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' جب میں عراق سے نکلا تو اپنے پیچھے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر صاحب علم وفضل اور عابد وزاہد شخص نہیں چھوڑا۔''

4۔ حضرت اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کائنات پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان حجت ہیں۔''

5۔ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں'' دنیا اسلام میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسی استقامت کسی شخص نے نہیں دکھائی۔''(5)

6۔ امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے دوسو ماہرین علم سے استفادہ کیا لیکن

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۰۷ 2۔ علوم الحدیث: ۴۹۸ 3۔ علوم الحدیث: ۴۹۹
4۔ الطبقات الکبریٰ: ۱۲۰ 5۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۴۷۴، ۴۷۵

Marfat.com

ان میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مثل کوئی نہ تھا۔ وہ کبھی عام دنیاوی کلام نہیں کرتے تھے۔ جب گفتگو کرتے تو موضوع سخن کوئی علمی مسئلہ ہوتا۔ اسی طرح حافظ زرعہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے تھے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ علم وفن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

7۔ قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک، سفیان ثوری اور اوزاعی رحمھم اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں ہوتے تو علم وفضل میں ان پر مقدم ہوتے۔ نیز وہ کہتے تھے کہ ''اگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو دنیا سے تقوی اٹھ جاتا۔''(1)

8۔ ابوعبداللہ بجستانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس زمانہ میں ہم کس کی اقتداء کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا احمد بن حنبل کی۔''(2)

وصال

صبر واستقامت کی روشن دلیل، عاشق صادق، محافظ ناموس قرآن، امام الائمہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی اشاعت وترویج کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ہزاروں تشنگان علم نے آپ کے فیضان صحبت سے اپنی علمی پیاس بجھائی اور آپ کے فیضان نظر سے اپنے ظاہر وباطن کو منور کرنے کا سامان کیا۔ آپ کوڑے لگنے کے بعد درد اور تکلیف کی شدت کے باوجود بھی آخر عمر تک درس وتدریس اور عبادت وریاضت سے فرائض پوری تندہی سے سرانجام دیتے رہے۔ بالآخر ستتر (77) برس کی عمر پاکر 241ھ میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فناء سے دار بقاء کی طرف عازم سفر ہوئے۔

آپ کے وصال کی خبر بغداد اور نواحی علاقے میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگ ہجوم در ہجوم آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق حاضرین جنازہ میں سے مردوں کا شمار آٹھ لاکھ اور عورتوں کا ساٹھ ہزار تک پہنچا اور وہ لوگ جو اطراف واکناف میں مکانوں کی چھتوں پر عاشق صادق کا جنازہ دیکھنے کے لئے

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۹، صفحہ ۱۶۸ 2۔ ایضا، جلد ۹، صفحہ ۱۹۳

Marfat.com

کھڑے تھے اگر انہیں بھی شامل کیا جائے تو یہ تعداد دس لاکھ تک پہنچ جاتی ہے اور دوسری روایت کے مطابق کل حاضرین پچیس لاکھ تھے۔آپ کے وصال کے دن بیس ہزار غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔(1)

آپ کا مزار مقدس بغداد میں مرجع خلائق اور منبع فیوض و برکات ہے۔آپ کے وصال کے دوسو تیس سال بعد کسی بزرگ کو آپ کے پہلو میں دفن کرنے کے لئے آپ کی قبر مبارک کو کھولا گیا ابھی تک آپ کا کفن صحیح وسلامت تھا وہ میلا اور پرانا نہیں ہوا تھا اور آپ کے جسم اطہر میں بھی کوئی تغیر وتبدل رونما نہیں ہوا تھا۔

وکشف لما دفن بجنبه بعض الاشراف بعد موته بمائتين وثلاثين سنة فوجد كفنه صحيحا لم يبل وجثته لم تتغير۔ (2)

رب کریم نے آپ کو جن فضائل وانعامات سے نوازا ان میں سے ایک آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ احمد بن محمد الکندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا معاملہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی ہے پھر فرمایا ہے اے احمد! تجھے میرے راستہ میں پیٹا گیا ہے۔میں نے عرض کی جی ہاں! اے میرے پروردگار۔تو رب کریم نے فرمایا اے احمد! یہ ہے میرا چہرۂ قدرت اس کی طرف دیکھ میں نے تیرے لئے اس کی طرف دیکھنا مباح قرار دیا ہے۔

رایت احمد بن حنبل فی النوم فقلت ما صنع الله بك قال غفرلی ثم قال یا احمد ضربت فی قال قلت نعم یارب قال یا احمد هذا وجهی فانظر الیه فقد ابحتك النظر الیه۔(3)

اللهم وسع قبره واجعله روضة من رياض الجنة۔

1۔الطبقات الکبریٰ: ۱۲۱:۱، مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۲

2۔مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۲

3۔ایضاً

Marfat.com

ائمہ محدثین کے حالات زندگی

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی اور سلسلہ نسب اس طرح ہے ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بروزبہ الجعفی البخاری۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور القابات ناصر الحدیث النبویہ، ناشر المواریث المحمدیہ، امیر المؤمنین فی الحدیث، طبیب الاحادیث، استاذ الاستاذین، امام المحدثین اور شیخ الحفاظ ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ماوراء النہر کے عظیم شہر بخارا میں تیرہ (13) شوال 194ھ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء ہوئی۔ آپ کے جداعلیٰ مغیرہ بن بروزبہ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں آپ کے خاندان میں نور اسلام سے بہرہ ور ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چونکہ آپ نے حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اس لئے اس نسبت سے آپ جعفی کہلائے اور پھر یہ لقب آپ کے خاندان میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی نسبت سے جعفی کہلائے۔(1)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی پاکیزہ اور علمی ماحول میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد محترم حضرت اسماعیل بن ابراہیم عظیم محدث اور عالم باعمل تھے۔ انہیں حضرت امام مالک، عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے انمول اور یگانہ روزگار محدثین سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہوا اور یحییٰ بن جعفر بیکندی، احمد بن جعفر، نصر بن حسین اور دیگر کثیر محدثین عراق نے آپ سے احادیث روایت کیں۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ کا شمار طبقہ رابعہ کے ثقہ راویوں میں ہوتا ہے اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی

1۔ فیوض الباری، جلد ا، صفحہ ۲۹، المنہل اللطیف: ۲۷۳

Marfat.com

والدہ محترمہ اپنی عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ کے سبب مستجاب الدعوات کے مقام پر فائز تھیں۔

بچپن اور تعلیم وتربیت

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابھی بچے ہی تھے کہ پدر بزرگوار حضرت اسماعیل بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ عاطفت آپ کے سر سے اٹھ گیا اور آپ ایک یتیم کی حیثیت سے اپنی ماں کے زیر شفقت رہنے لگے۔ دوسری وہ آزمائش جس سے آپ کو گزرنا پڑا انتہائی تکلیف دہ اور اذیت ناک تھی۔ وہ یہ کہ انہی ایام میں آپ اپنی بینائی سے محروم ہو گئے۔ جان سے زیادہ محبت کرنے والی ماں بھلا کب آپ کی یہ کیفیت دیکھ سکتی تھی۔ جہاں تک ممکن تھا علاج معالجے کی کوشش کی، مگر کسی طبیب کا کوئی نسخہ باعث شفا اور کارگر ثابت نہ ہوا۔ آپ کی والدہ انتہائی حزن وملال کی حالت میں اس حکیم مطلق کی بارگاہ میں اپنے لخت جگر کی بینائی کی بھیک طلب کرتیں جو علیٰ کل شئ قدیر ہے۔ آخر آپ کی امید بر آئی۔ دعا کو بارگاہ ایزدی میں شرف قبول عطا ہوا۔ ایک رات عالم خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا تو آپ نے فرمایا:

قد ردّ اللہ علی ابنك بصرۃ بكثرۃ دعائكِ لہ فأصبح وقد ردّ اللہُ علیہ بصرۃ۔ (1)

"کہ تیرے بیٹے کو رب کریم نے بصارت واپس لوٹا دی ہے تیری ان کثیر دعاؤں کے وسیلہ جلیلہ سے جو تو اس کے لئے کرتی رہی پس صبح ہوئی تو دیکھا کہ لخت جگر کو اللہ تعالیٰ نے بصارت واپس لوٹا دی ہے۔"

بیٹے کی آنکھوں کو روشن دیکھ کر ماں کا دل فرحت وانبساط سے باغ باغ ہو گیا اور رب کریم کے اس عظیم احسان پر شکر ادا کرنے کے لئے سر سجدہ میں جھک گیا اور پھر اپنے نور نظر کو دین متین کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

1۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۳

Marfat.com

ابھی آپ بنیادی تعلیم کے لئے مکتب میں ہی زیر تعلیم تھے کہ خالق کائنات نے ایک خاص فریضہ اور ذمہ داری کی طرف آپ کی راہنمائی فرمائی اور احادیث نبویہ یاد کرنے کا الہام فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف دس سال یا اس سے بھی کم تھی۔ پھر کیا تھا آپ میں احادیث طیبہ از بر کرنے کی تڑپ پیدا ہوئی اور آپ اپنے شہر کے محدث ''حضرت داخلی رحمۃ اللہ علیہ'' کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور آپ نے علم حدیث میں کمال حاصل کرنے کے لئے اتنی جہد مسلسل اور انتھک کاوش سے کام کیا کہ ایک سال کی مختصر مدت میں احادیث کے متون و اسناد حتیٰ کہ راویوں کے نام تک حفظ کر لئے اور یہ چیزیں آپ کے ذہن رسا میں اس طرح راسخ ہو گئیں کہ استاذ محترم کی بھی تصحیح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ خود فرماتے ہیں ایک دن ایسا ہوا کہ استاذ محترم نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا ''سفیان ابوالزبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابراہیم سے'' یہ سن کر میں نے عرض کی حضور! ''ابوالزبیر نے تو ابراہیم سے کوئی حدیث روایت کی ہی نہیں۔'' تو استاذ محترم نے مجھے ڈانٹ دیا میں نے عرض کی ''اگر آپ کے پاس احادیث کا اصل مجموعہ موجود ہو تو اسے دیکھ لیجئے۔'' چنانچہ استاذ صاحب نے کتاب دیکھی۔ پھر فرمایا اے لڑکے وہ صحیح نام کیا ہے؟ تو میں نے عرض کی ''زبیر بن عدی ابراہیم سے روایت کرتے ہیں نہ کہ ابوالزبیر۔ استاذ صاحب نے قلم لے کر اپنی کتاب درست فرمالی اور مجھے فرمایا آپ کی بات درست ہے۔ ایک شخص نے پوچھا اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ فرمایا گیارہ برس۔ (1)

جب آپ کی عمر سولہ برس ہوئی تو آپ حضرت عبداللہ بن مبارک اور وکیع رحمہما اللہ تعالیٰ کی کتب یاد کر چکے تھے۔ مشائخ بخارا سے علوم حاصل کرنے اور عظیم محدثین کی کتب ازبر کرنے کے بعد علوم و عرفان کے مخزن اور ابدی راحتوں کے مسکن حرمین شریفین کی طرف عازم سفر ہوئے۔ اس پُر وقار اور مقدس سفر میں آپ کی والدہ محترمہ اور برادر اکبر احمد بھی ساتھ تھے۔ مناسک حج سے فراغت کے بعد والدہ محترمہ اور بھائی تو واپس آ گئے مگر آپ

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۵۷۴

مشائخ حرمین شریفین کے فیوض و برکات سمیٹنے اور اپنے علوم دو چند کرنے کے لئے وہیں رک گئے۔ اسی دوران اٹھارہ سال کی عمر میں اپنی کتاب "قضایا الصحابة والتابعین" مرتب فرمائی اور بعد ازاں گنبد خضراء کے پہلو میں بیٹھ کر چاند کی دلکش چاندنی میں اپنی عظیم کتاب "تاریخ کبیر" تصنیف فرمائی۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "تاریخ میں کوئی نام ایسا نہیں جس کے بارے مجھے کوئی واقعہ یاد نہ ہو مگر طوالت کے خوف سے میں نے ایسے واقعات تحریر نہیں کئے۔"(1)

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد آپ نے ذخیرہ حدیث جمع کرنے کے لئے دور دراز کے مختلف دیار و امصار کی طرف سفر کیا اور جہاں کہیں بھی کسی محدث کا علم ہوا اس سے حدیث اخذ کرنے میں آپ نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا" کیونکہ بقول آپ کے محدث کے لئے ضروری ہے کہ وہ بغیر کسی فرق و امتیاز کے ہر اس شخص سے استفادہ کرے جو سنن اور احادیث سے یک گونہ واقفیت رکھتا ہو اور کوئی محدث اس وقت تک ذروہ کمال تک نہیں پہنچتا جب تک وہ سب سے روایت نہ کرے اس شخص سے بھی جو علم میں اس سے فائق ہے۔ اس سے بھی جو رتبہ میں اس کے برابر ہے اور اس سے بھی جو درجہ میں اس سے کم ہے۔

"المحدث لایکون کاملاً حتی یکتب عمن فوقه وعمن مثله وعمن دونه"۔(2)

طلب حدیث کے سلسلہ میں اپنے سفر کے بارے میں جو ارشاد فرماتے ہیں "میں شام، مصر اور جزیرہ میں دو مرتبہ گیا۔ بصرہ میں چار مرتبہ اور حجاز مقدس میں چھ سال قیام کیا۔ کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ہمراہ اتنی مرتبہ گیا کہ صحیح تعداد مجھے یاد نہیں رہی۔"(3)

اساتذہ و مشائخ

چونکہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی تحصیل کے لئے شہر شہر اور قریہ قریہ چکر

1۔ ایضاً، مرقاة جلد ا، صفحہ ۱۳ 2۔ هدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۳

3۔ مرقاة، جلد ا، صفحہ ۱۳، تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۷۴

Marfat.com

لگائے اس لئے وہ اساتذہ ومشائخ جن سے آپ کو سماع حدیث کے مواقع میسر آئے ان کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔آپ کے اساتذہ میں مختلف طبقات کے افراد شامل ہیں یعنی اکابر، اماثل اور اصاغر۔بعض محققین نے آپ کے اساتذہ کو پانچ طبقات میں محصور کیا ہے۔طبقہ اولیٰ میں وہ مشائخ ہیں جو ثقات تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے محمد بن عبداللہ انصاری، مکی بن ابراہیم، ابوعاصم انیس، عبیداللہ بن موسیٰ، اسماعیل بن ابی خالد اور ابونعیم وغیرہ۔

طبقہ ثانیہ میں وہ مشائخ ہیں جو طبقہ اولیٰ کے ہمعصر ہیں لیکن وہ ثقہ تابعین سے روایت نہیں کرتے مثلاً آدم بن ابی ایاس، ابومسہر، سعید بن ابی مریم اور ایوب بن سلیمان وغیرہ۔

طبقہ ثالثہ میں وہ شیوخ ہیں جو کبار تبع تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ۔اس طبقہ سے روایت کرنے میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

طبقہ رابعہ میں ایسے شیوخ ہیں جو طلب حدیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق اور شریک تھے لیکن انہوں نے سماع حدیث کا آغاز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کیا تھا۔جیسے محمد بن یحییٰ ذہلی، ابوحاتم رازی، محمد بن عبدالرحیم، عبد بن حمید اور احمد بن نصر۔اس طبقہ سے اس وقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث روایت کیں جب آپ کے مشائخ کا وصال ہو چکا تھا اور جو احادیث ان سے روایت کیں ہیں وہ ان کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھیں۔

اور طبقہ خامسہ میں وہ مشائخ ہیں جو فی الحقیقت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ تھے جیسے عبداللہ بن حماد آملی، عبداللہ بن عباس خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی۔اس طبقہ سے بھی عند الحاجت اور فائدہ کے پیش نظر احادیث روایت کی ہیں۔اگر چہ ان کی تعداد بہت قلیل ہے۔

اس تحقیق سے یہ ظاہر ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکابر، اماثل اور اصاغر تمام سے ہی احادیث روایت کی ہیں اور آپ نے اپنے اس قول کو سچا کر دکھایا ہے کہ" تب تک

Marfat.com

کوئی کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے سے برتر، مساوی اور کمتر بھی سے حدیث روایت نہ کرے۔''(1)

بے مثال قوۃ حفظ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خالق کائنات کی جانب سے انگنت عنایات اور لاتعداد نوازشات تھیں ان ہی میں سے ایک قوۃ حفظ ہے۔ ذہانت و فطانت اور فہم و فراست اتنی وافر مقدار میں آپ کو ودیعت کی گئی تھی کہ سارا زمانہ تعجب خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے رشک کناں ہے۔ حساد حسد کی آگ میں جل رہے ہیں۔ اپنے علم اور قوۃ حفظ پر ناز اور فخر کرنے والے حیران و پریشان ہیں، آپ کی آزمائش کرنے والوں کی ساری تدبیریں صدا بصحراء ثابت ہو رہی ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ آئے دن ان کی عظمت وشان اور علو مرتبت کا علم اوج ثریا پر لہرانے کے لئے بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔ آیئے اس نعمت خداوندی کا اندازہ کیجئے جو رب کائنات نے آپ کو ذہانت اور قوۃ حفظ کی صورت میں عطا فرما رکھی تھی۔

آپ کے رفیق درس حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں'' کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بچپنے میں ہمارے ساتھ علماء کے پاس حدیث پڑھنے کے لئے جایا کرتے ہم جو کچھ استاذ صاحب سے سنتے اسے سپرد قلم کر دیتے لیکن آپ ایسا نہ کرتے۔ جب کافی روز گزر گئے تو ہم نے ازراہ بہی خواہی انہیں تنبیہ کرنی شروع کی کہ تم کیوں عمر ضائع کر رہے ہو۔ آخر تمہیں اپنے قیمتی وقت کی قدر کرنی چاہئے۔ اگر تم احادیث لکھو گے نہیں تو سب فراموش ہو جائیں گی۔ کچھ روز تو چپکے سے ہماری باتوں کو سن کر ٹالتے رہے۔ آخر ایک روز تنگ آ کر کہنے لگے کہ جو کچھ تم نے آج تک لکھا ہے وہ لے آؤ۔ جب ہم لے آئے تو کہا کہ تم انہیں دیکھتے جاؤ اور میں یاد سناتا جاتا ہوں۔ حاشد کا بیان ہے کہ ہم نے پندرہ ہزار سے زائد احادیث لکھی ہوئی تھیں وہ سب آپ نے یاد سنا دیں اور ہم تصویر حیرت بنے سنتے رہے۔''(2)

1۔ ھدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۴
2۔ سنت خیر الانام: ۱۷۰، ۱۷۱

Marfat.com

آپ ابھی بچے تھے کہ ستر ہزار احادیث آپ کو زبانی یاد تھیں۔ جس کتاب کو آپ ایک نظر دیکھ لیتے تھے وہ آپ کو ازبر ہو جاتی تھی۔ اسی طرح آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بلخ گیا وہاں کے باسیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ میں اپنے ان تمام شیوخ سے ایک ایک حدیث انہیں املاء کرادوں جن سے میں نے ذخیرہ حدیث جمع کیا۔ ''فاملیتُ الف حدیث من الف شیخ'' (1) (تو میں نے انہیں ایک ہزار شیخ کی طرف سے ایک ہزار حدیث املاء کرادی۔)

تحصیل علم سے فراغت پانے کے بعد جب آپ بغداد تشریف لے گئے تو چونکہ آپ کے حفظ وضبط اور علم حدیث میں مہارت کا شہرہ دور دور تک ہو چکا تھا۔ اس لئے علماء بغداد نے آپ کے تبحر علمی کی آزمائش کا پروگرام مرتب کیا طریقہ کچھ اس طرح طے پایا کہ جب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائیں تو آپ کے اعزاز میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی جائے جس میں دس علماء دس دس احادیث آپ کے سامنے پیش کریں مگر ان کی اسناد و متون کو باہم خلط ملط کر دیا جائے پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بارے رائے طلب کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بغداد پہنچنے پر انہوں نے ایک مجلس کا اہتمام کیا جس میں علماء و محدثین اور امراء و عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ زینت محفل بنے اور حسب پروگرام ایک عالم نے کھڑے ہو کر ایک حدیث پیش کی جس میں متن ایک حدیث کا تھا اور سند دوسری حدیث کی حتیٰ کہ راویوں کے نام تک بدل دیئے گئے۔ حدیث طیبہ پڑھنے کے بعد اس نے آپ سے سوال کیا کیا آپ اس حدیث سے آگاہ ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اسے نہیں جانتا۔ اس نے دوسری حدیث پڑھی المختصر یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ باری باری دس علماء نے سو احادیث آپ کے سامنے پڑھ ڈالیں اور آپ خاموشی سے سماعت فرماتے رہے۔ جب وہ تمام فارغ ہو چکے تو پھر امام المحدثین نے سر اٹھایا اور پہلے عالم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم

1۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۴

Marfat.com

نے جو سب سے اول حدیث طیبہ پڑھی تھی اس کا اصلی متن اور صحیح سند اس طرح ہے تم نے اس میں یہ یہ تغیر و تبدیل کیا ہے۔ المختصر یہ کہ آپ نے تمام کو اصلی متون اور صحیح اسناد کے ساتھ تمام احادیث سنا دیں اور انہوں نے ان میں جو تقدیم و تاخیر اور تغیر و تبدل کیا تھا وہ بھی بیان فرما دیا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ساری مجلس آپ کی حیرت انگیز قوۃ یادداشت اور تیزی فہم پر درطہ حیرت بنی بیٹھی تھی۔ تمام کی زبان پر تحسین و مرحبا کے نعرے تھے اس طرح فضلائے بغداد نے آپ کی جلالت علمی اور بے نظیر قابلیت کا اعتراف کر لیا۔ (1)

اسی نوع کی صورت حال اس وقت پیش آئی جب آپ کی ملاقات محدثین سمرقند سے ہوئی تو وہاں کے چار سو محدثین نے آپ کا امتحان لینے کی غرض سے متون و اسانید کو باہم خلط ملط کر دیا۔ اس طرح کہ شامی راویوں کی اسانید عراقی راویوں کے ساتھ لگا دیں اور عراقی راویوں کی اسانید شامیوں کے ساتھ ملا دیں۔ اسی طرح حجازی راویوں کی یمنی راویوں کے ساتھ اور یمنی راویوں کی اسانید حجازی راویوں کے ساتھ لگا دیں۔ یہ سلسلہ نو دن تک جاری رہا، آپ کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے رہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام احادیث اپنی اصلی اسانید کے ساتھ ملا کر بیان کر دیں اور وہ کسی حدیث کی سند و متن کے بارے میں آپ پر حرف گیری نہ کر سکے۔ چنانچہ تمام کے تمام آپ کی خداداد ذہانت اور اعلیٰ علمی صلاحیت کے معترف ہو گئے۔ (2)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس طرح حفظ حدیث میں شیخ الحفاظ کے منصب پر فائز تھے اسی طرح علل حدیث کی معرفت میں بھی انتہائی ارفع اور بلند درجہ رکھتے تھے بلکہ امامت کے منصب پر فائز تھے اور آئمہ وقت علل حدیث کی پہچان کے لئے آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ احمد بن حمدون القصار فرماتے ہیں کہ ”میں نے بچشم خود دیکھا کہ حضرت امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ

1۔ هدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۲۵۱، مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۴

2۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۴، تاریخ حدیث و محدثین: ۴۷۶

Marfat.com

کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور پھر کہا:

دعنی اقبل رجلیك یا استاذ الاستاذین ویاسید المحدثین و یاطبیب الحدیث فی علله۔

''اے استاذ الاساتذہ، اے سید المحدثین اور علل حدیث کے طبیب! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی قدم بوسی کروں۔''

پھر کفارہ کے بارے میں ایک حدیث پوچھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی علت بیان کردی جب فارغ ہوئے تو امام مسلم نے کہا ''آپ سے دشمنی صرف وہی شخص رکھتا ہے جو حاسد ہو۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کا ثانی موجود نہیں۔'' (1)

المختصر یہ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حفظ وضبط کا اندازہ آپ کے اس قول سے کیجئے ''کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دولاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔''

سیرت وکردار

فخر المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سینہ احادیث نبویہ کا مخزن تھا، آپ کا ذہن رسا نور حدیث سے منور تھا اور اس کا عکس آپ کی ساری سیرت وکردار پر تھا۔ آپ عابد شب زندہ دار تھے۔ رمضان المبارک میں ہر روز ختم قرآن، سحری کے وقت ثلث قرآن اور نماز تراویح کی ہر رکعت میں بیس آیات کی تلاوت آپ کا معمول تھا۔ آیات قرآنیہ کی تلاوت میں غور وفکر اور استغراقی کیفیت کا عالم یہ تھا کہ ایک دفعہ دوران نماز زنبور (بھڑ) نے آپ کو سولہ سترہ بار ڈسا مگر آپ نے نماز نہ توڑی۔ جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ سے یہ عرض کی گئی کہ جب پہلی ہی بار اس نے کاٹا تھا تو آپ نے نماز توڑ کیوں نہ دی؟ تو آپ نے فرمایا:

کنت فی سورۃ فاحببت أن اتمھا۔ (2)

''کہ میں قرآن کریم کی ایک سورت تلاوت کر رہا تھا اس سے مجھے اتنا کیف

1۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۴، تاریخ حدیث ومحدثین: ۴۷۷

2۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۴

Marfat.com

آرہا تھا کہ میں نے اسے مکمل کرنا ہی پسند کیا۔"

گویا زنبور ڈستا رہا، جسم میں ورم آتا رہا مگر تلاوت قرآن کریم میں استغراق ایسا تھا کہ درد کا احساس تک نہیں ہوا۔

زہد کی کیفیت یہ تھی کہ چالیس سال تک خشک روٹی کھاتے رہے اس دوران سالن چکھا تک نہیں۔ دنیوی عیش وعشرت کا آپ کے قریب گزر تک نہ تھا۔ اس کے باوجود خدا خوفی ایسی کہ ایک مرتبہ تیراندازی کے دوران آپ کا تیر نہر کے پل پر جالگا جس سے اس کے ایک کیل کو نقصان پہنچا۔ آپ کو بے حد تشویش ہوئی اور فوراً پل کے مالک حمید بن اخضر کو پیغام بھیجا کہ یا تو ہم کو کیل بدلنے کی اجازت دو یا کیل کی قیمت وصول کرلو یا پھر ہماری غلطی معاف کردو۔ حمید بن اخضر نے سلام کے ساتھ یہ پیغام بھیجا "اے ابوعبداللہ! میں صرف یہ کیل نہیں بلکہ اپنی تمام املاک تمہارے تصرف میں دیتا ہوں جس طرح چاہو ان میں تصرف کرسکتے ہو۔ آپ نے جب یہ جواب سنا تو چہرہ کھل اٹھا اور پھر اس خوشی میں پانچ سو احادیث بیان کیں اور تین سو درہم صدقہ کئے۔"(1)

آپ کے تقویٰ اور پارسائی کا عالم یہ تھا کہ کبھی اپنی زبان کو غیبت کی آلائش سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ آپ خود ارشاد فرماتے تھے:

ارجو اللہ أن لا یحاسبنی انی ما اغتبت احدًا۔ (2)

"مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ میرا محاسبہ نہیں فرمائے گا کیونکہ میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔"

تواضع، انکساری اور حسن سلوک اس درجہ کا تھا کہ آپ کے شاگرد خاص محمد بن حاتم وراق کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر پر جاتے تو جہاں بھی سکونت اختیار کرتے وہاں آپ ہم سے علیحدہ کمرہ میں رہائش پذیر ہوتے۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ پندرہ بیس دفعہ رات کو اٹھے، اپنے ہاتھ سے چراغ روشن کیا، مسودہ احادیث

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۱۸۳ 2۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۴

Marfat.com

نکالا۔ چند احادیث کو قلم زد کیا اور پھر تکیہ پر سر رکھ کر آرام فرما ہو گئے۔ میں نے صبح اٹھتے ہی عرض کی "حضور! آپ رات کو اتنی مشقت اٹھاتے رہتے ہیں مجھے بیدار کر لیا ہوتا تو آپ نے کمال شفقت سے فرمایا تم جوان ہو اور گہری نیند سوتے ہو۔ میں تمہاری نیند خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔" (1)

لوگوں سے آپ کے معاملات اتنے شفاف، دلکش اور شستہ تھے کہ حرص و ہوس کا وہاں گزر تک نہ تھا۔ جیسا کہ ابو سعید بکر بن منیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ آپ کی بارگاہ میں ابو حفص نے کچھ سامان روانہ کیا۔ جونہی اس کا علم تجار کو ہوا تو خریدنے کی غرض سے فوراً آپہنچے اور پانچ ہزار درہم کے عوض لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے انہیں رات کے وقت آنے کو فرمایا۔ شام ہوئی تو ایک اور گروہ آپہنچا اور اس نے دس ہزار کی پیشکش کر دی۔ مگر آپ نے فرمایا میں نے تو پہلے گروہ کو سامان بیچنے کا ارادہ کر لیا ہے اس لئے اب پانچ ہزار درہم کی خاطر اپنا ارادہ اور نیت نہیں بدل سکتا۔ (2)

مذکورہ بالا تمام اوصاف و کمالات کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی خوشحالی اور قلب و نظر کے استغناء جیسی صفات بھی آپ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ چونکہ آپ کے والد محترم اسماعیل بن ابراہیم انتہائی متمول اور خوشحال تجارت پیشہ آدمی تھے۔ اس لئے ان کے وصال کے وقت آپ کو وافر مقدار میں مال و دولت بطور میراث ملا اور یہ مال کراہت و حرمت کی آمیزش سے اتنا پاک اور طیب تھا کہ احمد بن حوضی کا بیان ہے "کہ میں ابوالحسن اسماعیل بن ابراہیم کے وصال کے وقت ان کی خدمت میں حاضر تھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے پاس جس قدر مال ہے اس میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں۔" قال لا اعلم فی جمیع مالی درھماً من شبھة۔" (3)

مگر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مال کو کبھی بھی اپنے دل میں جگہ نہ دی بلکہ اسے ہمیشہ فقراء و مساکین کی کفالت اور طلباء دین کی حاجات پوری کرنے کے لئے خرچ کیا۔ کبھی

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۱۸۲ 2۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۵ 3۔ ایضاً، جلد ۱، صفحہ ۱۳

Marfat.com

آپ تین تین سو درہم تک صدقہ کر دیتے تھے اور مال مضاربت سے آپ کو جو آمدن ہوتی اس کا اکثر حصہ آپ طلباء کی ضروریات اور کفالت پر خرچ کر دیتے تھے۔

المختصر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، امانت و شرافت، حلم و بردباری اور شجاعت و سخاوت جیسے تمام اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ صرف محدث اور مستند عالم ہی نہ تھے بلکہ خالق کائنات نے آپ کو مجتہدانہ بصیرت سے بھی نواز رکھا تھا اور آپ حدیث و آثار سے استنباط احکام کا انتہائی اعلیٰ اور عمدہ ملکہ رکھتے تھے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ''کوئی چیز ایسی نہیں جس کی ضرورت ہو اور وہ کتاب و سنت میں موجود نہ ہو'' پھر آپ سے پوچھا گیا کیا علم سے اس کی تائید ہو سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ جی ہاں۔ اسی لئے تو آپ کے استاذ محترم حضرت اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اگر بخاری حسن بصری کے زمانہ میں ہوتے تو پھر بھی لوگ حدیث و فقہ میں ان کے دست نگر ہوتے۔'' ابو نعیم اور حماد رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ''بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس امت کے عظیم فقیہ ہیں۔''

ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''محمد بن اسماعیل بخاری ہم سب میں عظیم فقیہ، جید عالم، نہایت عمیق الفکر اور طلب حدیث میں نہایت کوشش کرنے والے ہیں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں کہا ہے ''بعض لوگوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث و فقہ میں امام احمد اور اسحاق بن راہویہ پر ترجیح دی ہے۔''(1)

اگرچہ حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب تھے مگر اس کے باوجود آپ مجتہد فی المسائل تھے اور طبقات فقہاء میں تیسرے درجہ پر فائز تھے اہل علم کے نزدیک شوافع میں آپ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے احناف میں امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کیونکہ یہ دونوں بعض مسائل میں اپنے اپنے آئمہ سے اختلاف رکھتے ہیں اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں۔

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۴۷۸

Marfat.com

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ علمائے محققین کی نظر میں

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات بیشمار کمالات ظاہرہ اور باطنہ سے آراستہ تھی۔ جن پر آپ کی سیرت و کردار، قول و عمل، نشست و برخاست، جلوت و خلوت، سفر و حضر اور شب و روز کے معمولات آفتاب نصف النہار کی مثل حجت تھے۔ اس لئے علمائے محققین نے آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، ذہانت و فطانت، عشق و محبت اور بالخصوص علم حدیث کی خدمت کے پیش نظر انتہائی محبت بھرے انداز میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ چند علماء و ائمہ کے خیالات و نظریات آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

1۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ما اخرجت خراسان مثلہ'' (1)
(کہ سرزمین خراسان نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مثل کوئی پیدا نہیں کیا۔)

2۔ حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میرے پاس مشرق و مغرب سے بیشمار لوگ علم حدیث کی تحصیل کے لئے آئے لیکن ان میں بخاری جیسا کوئی نہ تھا۔'' (2)

3۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظیر کوئی نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ نے انہیں امت مصطفوی کی زینت بنایا ہے۔''

4۔ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''اس سپہر نیلگوں کے نیچے آپ سے زیادہ اسرار حدیث سے آگاہ اور احادیث کا حافظ کوئی نہیں۔'' (3)

5۔ ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی اپنے جیسا شخص نہیں دیکھا تھا۔''

6۔ محمود بن نظر بن سہل شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں بصرہ، شام اور حجاز جا کر وہاں کے علماء سے مل چکا ہوں باتوں کے سلسلہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آتا تو وہ ان کو اپنے سے افضل قرار دیتے تھے۔'' (4)

1۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۵ — 2۔ ھدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۷
3۔ سنت خیر الانام: ۱۷۲ — 4۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۳۷۷

Marfat.com

7۔ عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حجاز، شام اور عراق کے علماء دیکھے مگر بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔"(1)

تلامذہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے جہاں کہیں بھی آپ تشریف فرما ہوتے تشنگان علم گروہ در گروہ اطراف و اکناف سے آپ کے پاس حاضر ہوتے اور اپنی علمی تشنگی کا مداوا کرتے آپ کے دور میں بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند اور بخارا علوم اسلامیہ کا مرکز تھے۔ دور ونزدیک سے طالبان علم اپنے سینوں کو نور علم سے روشن کرنے کے لئے انہی شہروں کا رخ کرتے تھے اور مقتدر و مستند علمائے وقت کے سامنے زانوئے تلمذتہ کر کے ان کے فیضان علم سے فیض یاب ہوتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی بارہا مرتبہ ان شہروں میں تشریف لے گئے اور کثیر افراد کو احادیث املاء کرائیں۔ بالعموم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ بخارا سے حجاز تک پھیلے ہوئے تھے اور ان کی تعداد ایک لاکھ سے بھی کہیں زیادہ تھی۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے تلامذہ کا مختصر ذکر اس طرح کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے عبداللہ بن محمد سندی، عبداللہ بن منیر، اسحاق بن احمد سرماوی اور محمد بن خلف بن قتیبہ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

ہمعصر علماء و شیوخ میں سے ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی، ابراہیم حربی، ابوبکر بن ابی عاصم، موسیٰ بن ہارون جمال، محمد بن عبداللہ بن مطین، اسحاق بن احمد بن زیرک فارسی، محمد بن قتیبہ بخاری اور ابوبکر الاعین نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔ اور اکابرین میں سے حافظ صالح بن محمد، مسلم بن حجاج، ابوالفضل احمد بن سلمہ، ابوبکر بن اسحاق بن خزیمہ، محمد بن نصر مروزی، ابوعبدالرحمن نسائی اور ابوعیسیٰ ترمذی نے امام بخاری سے روایت کی ہے۔ جن لوگوں نے باقاعدہ شاگرد رہ کر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتماد حاصل

1۔ ھدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۹

Marfat.com

کیا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

عمر بن محمد بجیری، ابوبکر بن ابی الدینا، ابوبکر بزار، حسین بن محمد قبانی، یعقوب بن یوسف بن اخرم، عبداللہ بن محمد بن ناجیہ، سہل بن شاذویہ بخاری، عبید اللہ بن واصل، ابراہیم بن موسیٰ جوہری، حاشد بن اسماعیل بخاری، محمد بن عبداللہ بن جنید، ابوبکر بن داؤد، ابوالقاسم بغوی اور حسین بن اسماعیل حاملی بغدادی، قاسم بن زکریا المطرز، ابوقریش محمد بن جمعۃ، محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی وغیرہم۔(1)

تصنیف وتالیف

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے علوم کی تحصیل اور پھر علم حدیث کی عام ترویج کے لئے اپنی حیات مستعار کا زیادہ وقت مختلف بلاد وامصار کی طرف سفر کرتے ہوئے ان میں عارضی سکونت اختیار کرنے میں صرف کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور امت مسلمہ کی علمی ترقی کے لئے کئی گراں قدر تصانیف کا تحفہ عالم اسلام کی نذر کیا۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) قضایا الصحابۃ والتابعین (۲) التاریخ الکبیر (۳) التاریخ الاوسط (۴) التاریخ الصغیر (۵) الادب المفرد (۶) جزء القرأۃ خلف الامام (۷) جزء رفع الیدین (۸) بر الوالدین (۹) خلق افعال العباد (۱۰) کتاب الضعفاء (۱۱) الجامع الکبیر (۱۲) المسند الکبیر (۱۳) التفسیر الکبیر (۱۴) کتاب الاشربۃ (۱۵) کتاب الھبۃ (۱۶) اسامی الصحابۃ (۱۷) کتاب الوحدان (۱۸) کتاب المبسوط (۱۹) کتاب العلل (۲۰) کتاب الفوائد (۲۱) کتاب الکنیٰ (۲۲) کتاب الجامع الصحیح۔ یہ کتاب صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے اس کے بارے قدرے تفصیل سے ذکر بعد میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

1۔ ھدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۲۰۵

Marfat.com

وطن مالوف کی طرف مراجعت

250ھ کا زمانہ ہے نیشا پور کے باسیوں کی شدید خواہش پر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے۔ انتہائی دیدہ زیب اور پرکشش انداز میں آپ کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ وہاں کی اقلیم علم کے شہنشاہ محمد بن یحییٰ ذہلی بنفس نفیس استقبالیہ انتظام وانص فرمایا ''میں نے اس سے پہلے اتنا عظیم الشان استقبال نہ کسی عالم کا دیکھا تھا نہ کسی حاکم کا۔''

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں درس حدیث کا آغاز کیا تو آپ کے حلقہ درس میں تشنگان علم کا ایک انبوہ کثیر حاضر ہوتا۔ مگر زیادہ دیر تک یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا۔ بعض اختلاف پسند افراد نے آپ سے خلق قرآن کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ''القرآن کلام اللہ غیر مخلوق'' تو انہوں نے الفاظ قرآن کے حکم کے بارے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا ''افعالنا مخلوقۃ والفاظنا من افعالنا'' (ہمارے افعال مخلوق ہیں اور الفاظ بھی ہمارے افعال ہیں۔) جونہی آپ نے یہ کہا تو وہاں ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ چونکہ محمد بن یحییٰ ذہلی الفاظ قرآن کے بارے میں غیر مخلوق ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اس لئے وہ بھی آپ سے علیحدہ ہو گئے اور مسلم بن حجاج کے سوا لوگوں نے آپ کے درس میں حاضر ہونا چھوڑ دیا۔ چنانچہ آپ نے نیشا پور سے واپس بخارا آنے کا پروگرام بنایا۔

جونہی بخارا کے باسیوں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ فرحت و مسرت اور خوشی سے جھومنے لگے اور شہر سے ایک منزل باہر نکل کر آپ کے استقبال کے لئے اپنے خیمے لگا دیئے اور بڑی شدت سے آپ کا انتظار کرنے لگے۔ آپ کے وہاں پہنچنے پر بڑے والہانہ اور پرتپاک طریقے سے آپ کا خیر مقدم کیا گیا اور انتہائی تزک واحتشام اور عظمت و تکریم کے ساتھ شہر میں لایا گیا۔

آپ نے وہاں پہنچ کر بڑے اطمینان اور وقار کے ساتھ درس حدیث شروع کر دیا اور وارفتگانِ علم حدیث اکتساب فیض کے لئے فوج در فوج آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے سینوں کو بقعہ نور بنانے لگے۔ کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن زیادہ دیر تک قائم نہ رہ

Marfat.com

سکا۔ بعض ہوس پرست حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ لہٰذا انہوں نے امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کو مشورہ دیا کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دے کہ آپ اس کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے اس کے دولت کدہ پر حاضر ہوں۔ چنانچہ اس نے فرمائش کر دی لیکن آپ نے انتہائی وقار اور تمکنت کے ساتھ اس کے قاصد کو فرما دیا:

قل لہ انی لا اذل العلم ولا احملہ الی ابواب السلاطین فان احتاج الی شئ منہ فلیحضر فی مسجدی أو داری۔ (1)

''اسے کہہ دو میں سلاطین کے دروازے پر علم کو لے کر جا کر رسوا کرنا نہیں چاہتا اگر اسے کسی شئ کی ضرورت ہے تو اسے چاہئے کہ وہ میری مسجد یا گھر میں میرے حلقہ درس میں حاضر ہو۔''

اس نے پھر درخواست کی کہ میرا لڑکا اس شرط پر آپ کے پاس حاضر ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ درس میں کوئی اور شامل نہ ہو مگر آپ نے یہ کہہ کر اس درخواست کو بھی رد کر دیا کہ میں ارشادات نبویہ کی سماعت سے کسی کو روک نہیں سکتا۔ آپ کے اتنا فرمانے سے حاکم ناراض ہو گیا اور اس نے آپ کے خلاف چند موقع پرست علماء بخارا سے فتویٰ لیا اور پھر آپ کو شہر چھوڑ دینے کا حکم صادر کر دیا۔ آپ کو اس امر پر انتہائی صدمہ اور رنج پہنچا۔ چنانچہ آپ نے دوبارہ سمرقند جانے کا ارادہ کر لیا۔

امیر بخارا کا انجام

امیر بخارا نے اپنی ظاہری شان وشوکت اور حکومتی جاہ وجلال کے بل بوتے پر اس ذی عظمت اور عالی مرتبت ہستی کو شہر بدر کیا جس کا شمار ان محبوبان بارگاہِ الٰہی میں ہوتا ہے جن کے بارے خالق کائنات نے فرمایا:

من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب

''جس کسی نے میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھی میں اس کے خلاف اعلان

1۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۵

Marfat.com

جنگ کروں گا۔"

امیر بخارا کی کیا مجال کہ غضب الٰہی سے بچ سکے، اس کی کیا طاقت کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور گرفت سے محفوظ رہ سکے ہوا یہ! کہ ابھی ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ عباسی خلیفہ وقت نے امیر بخارا کو معزول کر دیا اسے گدھے پر بٹھا کر محل سے باہر لایا گیا، اس کے خلاف منادی کرائی گئی اور پھر قید خانہ میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ وہ سسکتے سسکتے ذلت و رسوائی کی موت مر گیا۔ علاوہ ازیں جتنے افراد بھی امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شہر سے نکالنے میں اس کے ممد و معاون بنے ان میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی شدید تکلیف اور آزمائش میں مبتلا ہوا اور پھر ہلاکت کے گڑھے میں گر گیا۔ (1)

وصال

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب بخارا سے سمرقند منتقل ہونے کے لئے تیار ہوئے تو آپ نے اہل سمرقند کو اپنے آنے کی اطلاع دی اور سفر پر روانہ ہو گئے جب آپ خرتنگ کے مقام پر پہنچے جو سمرقند سے چھ میل کے فاصلے پر تھا۔ تو آپ کو یہ خبر موصول ہوئی کہ اہل سمرقند آپ کے بارے دو متضاد آراء رکھنے کے سبب دو حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے آگے جانے کا پروگرام ترک کر دیا اور موضع خرتنگ میں ہی اپنے اقرباء کے پاس قیام فرما ہو گئے تا کہ سمرقند کی صورت حال واضح ہو جائے۔ اسی مقام پر قیام کے دوران ایک رات نماز تہجد سے فارغ ہونے کے بعد اپنے رب کریم کے حضور التجا کی:

اللّٰھم قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک۔ (2)

"اے اللہ تیری زمین وسیع ہونے کے باوجود میرے لئے تنگ ہو چکی ہے مجھے اپنے جوار قدس میں واپس بلا لے۔"

اس کے بعد آپ کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ قوت و طاقت جواب دینے لگی۔ اہل سمرقند نے کئی پیغامات بھیجے اور وہاں آنے کی التجا کی۔ آپ نے ارادہ بھی فرمایا مگر نقاہت

1۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۵، ھدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۲۰۵　　2۔ ایضاً

Marfat.com

اور کمزوری اتنی شدید ہو چکی تھی کہ آپ سفر پر قادر نہ تھے۔ بالآخر 256ھ شوال کی چاند رات تھی۔لوگ صبح عید الفطر منانے کی خوشیوں میں مصروف تھے کہ بارگاہ رب العالمین کا مقرب عبد مومن، رحمۃ للعالمین آقا کا عاشق صادق، احادیث صحیحہ کا مدون اول، امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات مستعار کی باسٹھ بہاریں اس جہان رنگ و بو میں گزارنے کے بعد اور لاکھوں انسانوں کے دلوں کو نور علم سے روشن کرنے کے بعد مخصوص دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پروردگار عالم کے حضور پیش کرنے کے لئے بستر مرگ پر دراز ہوئے۔جسم پر دمکتے موتیوں کی مثل پسینے کے آثار نمودار ہوئے اور اسی اثناء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا۔ادھر عاشق صادق نے آنکھیں بند کیں ادھر حسن و زیبائی کا مرقع اور غمزدہ دلوں کا سہارا آقا اپنے صحابہ کرام کی معیت میں استقبال کے لئے تشریف لایا کتنا بلند اقبال اور ذی فخر ہے وہ امام وقت جسے اپنی آغوش محبت میں لینے کے لئے کریم آقا بنفس نفیس قدم رنجہ فرما ہوئے۔جیسا کہ حضرت عبد الواحد بن آدم طواویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعه جماعة من اصحابه وهو واقف فسلمت علیه فرد علی السلام فقلت ما وقوفك هنا یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال انتظر محمد بن اسماعیل قال فلما كان بعد ایام بلغنی موته فنظرت فاذا هو قد مات فی الساعة التی رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیها۔ (1)

”میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک مقام پر قیام فرما ہیں میں نے سلام عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سلام کا جواب عنایت فرمایا تو میں نے عرض کی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ یہاں کیسے قیام فرما ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔تو حضرت عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ

1۔مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۵، ھدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۲۰۵

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ چند ہی دن بعد جب مجھے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی اطلاع ملی تو معلوم ہوا کہ اسی رات آپ کا وصال ہوا تھا جس رات مجھے آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرف دیدار عطا فرمایا تھا۔"

بعدازاں آپ کی عظمت وشان کا اظہار کچھ اس طرح بھی ہوا کہ جب نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کو قبر مبارک میں رکھا گیا تو اس مٹی سے کستوری کی مثل خوشبو آنے لگی اور مدت دراز تک زائرین آپ کے مزار مقدس کی وہ مٹی بطور تبرک لے جاتے رہے۔ جیسا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا "ولما صلّی علیه ووضع فی حفرته فاح من تراب قبره رائحة طیّبة کالمسك وجعل الناس یختلفون الی قبره مدة یاخذون من تراب قبره۔"(1)

اسی طرح جب آپ کو وصال فرمائے دو سال کا عرصہ ہو چکا تو اہل سمرقند خشک سالی کا شکار ہو گئے۔ قحط کے اثرات ظاہر ہونے لگے لوگ بار بار نماز استسقاء پڑھ رہے تھے مگر بارش کا ایک قطرہ تک زمین پر نہ گرا۔ ہر طرف مایوسی اور پژمردگی چھائی ہوئی تھی کہ اتنے میں ایک مرد صالح قاضی شہر کے پاس آیا اور کہا تم لوگوں کو حکم دو کہ وہ امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر آپ کے وسیلہ جلیلہ سے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کریں۔ امید واثق ہے کہ رب کریم اپنے اس محبوب بندے کی سفارش رد نہیں فرمائے گا اور بارش عنایت فرما دے گا۔

چنانچہ قاضی شہر کے حکم پر تمام لوگ آپ کے مزار مقدس پر خرتنگ حاضر ہوئے۔ نماز استسقاء ادا کی۔ رو رو کر رب کریم کے حضور التجائیں کیں اور صاحب مزار سے سفارش کی درخواست کی تو پھر کیا ہوا۔ اطراف واکناف سے بادل جمع ہوئے۔ موسلا دھار بارش برسی اور اتنی برسی کہ مسلسل سات دن تک جاری رہی اور اتنے زور سے برسی کہ اہل سمرقند وہاں سے سات دن تک واپس نہ جا سکے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

1۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۶

Marfat.com

وبعد نحو سنتين من موته استسقى اهل سمرقند مرارا فلم يسقوا فقال بعض الصالحين لقاضيها ارى ان تخرج بالناس الى قبر البخاري ونستسقي عنده فعسى الله ان يسقينا ففعل وبكى الناس عند القبر وتشفعوا بصاحبه فارسل الله تعالىٰ عليه السمآء بماء غزيرا قام الناس من أجله نحو سبعة ايام لا يستطيع احدٌ الوصول الى سمرقند من كثرة المطر۔ (1)

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را اللهم نور قبره وادخله فی الجنة الاعلیٰ

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

آئمہ حدیث میں سے دوسرے عظیم امام جن کی شہرت خطہ ارضی کے چہار سو پھیلی۔ جنہوں نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روش پر چلتے ہوئے احادیث صحیحہ کو کتاب کی صورت میں مرتب کرنے کا اہتمام کیا اور علمی دنیا میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تمام محدثین کے امام اور سرخیل قرار دیئے گئے وہ ہیں امام المحدثین ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد قشیری نیشاپوری۔ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے اور نسبت عرب کے مشہور ومعروف قبیلہ بنو قشیر کی طرف ہے۔ آپ کی پیدائش خراسان کے حسین وجمیل اور وسیع وعریض شہر نیشاپور میں 204ھ میں ہوئی۔ اس دور میں یہ شہر علم وعرفان کا مرکز ومصدر تھا اور اطراف واکناف سے لوگ جوق در جوق جذبات علم ودانش سے سرشار ہو کر اس کی طرف رجوع کرتے اور شیوخ نیشاپور کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے علم کے موتی چنتے۔

تعلیم وتربیت

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اٹھارہ برس کی عمر میں بنیادی تمام علوم سے فراغت پا کر ان تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر چکے تھے جن میں اعلیٰ استعداد اور ارفع قابلیت کا ہونا علم

1۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۶

Marfat.com

حدیث میں شروع ہونے سے قبل لازم اور ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں علم حدیث کے حصول کے لئے مقامی شیوخ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کئے اور پھر اس فن کی تحصیل میں آپ نے ایسے ذوق وشوق اور محبت ولگن کا اظہار کیا اور اس کے لئے اتنی پیہم محنت اور سعی کی کہ بالکل قلیل عرصہ میں ہی آپ کا شمار نیشا پور کے نامور اور قابل فخر محدثین میں ہونے لگا۔

بعدازاں اس علم کی تکمیل اور اس کی حکمتوں کے فہم وادراک میں کمال حاصل کرنے اور اعلیٰ وارفع منصب پر فائز ہونے کے لئے آپ نے مختلف اسلامی بلادوامصار کی طرف رخت سفر باندھا۔ اس طرح سفری تکالیف اور صعوبتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آپ نے حجاز، شام، عراق اور مصر کے محدثین اساتذہ وشیوخ سے اکتساب فیض کیا۔ اور بارہادفعہ بغداد بھی حاضر ہوئے اور محدثین وقت کی معیت اور صحبت کے فیضان سے اپنے آپ کو اس درجہ کمال اور مقام رفیع پر پہنچادیا کہ جب تک سلسلہ لیل ونہار قائم رہے گا اور اس عالم رنگ وبو کی رنگینیاں اور رونقیں سجی رہیں گی علمی دنیا میں آپ کا نام زبان زد عام وخاص رہے گا۔

آپ نے خراسان میں یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ اور دیگر علماء سے استفادہ کیا۔ رَی میں محمد بن مہران اور ابوغسان سے سماع حدیث کیا۔ حجاز میں سعید بن منصور اور ابومصعب، عراق میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن مسلمہ القعنبی اومصر میں عمرو بن سواد، حرملہ بن یحییٰ اور دیگر اکابرین کے حلقہ درس میں حاضر ہوکر ارشادات نبویہ کے نور سے اپنے سینہ کو منور کیا۔ (1)

علاوہ ازیں آپ کے اساتذہ میں یہ اسماء گرامی بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ محمد بن یحییٰ ذہلی، احمد بن یونس یربوعی، اسماعیل بن ابی اویس، عون بن سلام، داؤد بن عمرو الضبی، ہیثم بن خارجہ، شیبان بن فروخ اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (2)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخ واساتذہ کے فیضان نظر اور اپنی محنت شاقہ کے سبب فن

1۔ علوم الحدیث: ۵۰۳ 2۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۰

Marfat.com

حدیث میں اتنا کمال پیدا کیا کہ حدیث صحیحہ وسقیمہ کی پہچان اور معرفت میں آپ اپنے دور کے اکثر محدثین پر فوقیت لے گئے حتیٰ کہ بعض امور میں آپ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل شام کی اکثر روایات ان کی کتب سے بطریق مناولہ حاصل کی ہیں اور ان کے مؤلفین سے آپ کا سماع ثابت نہیں۔ اسی لئے ان کی اسناد اور راویوں کے اسماء وغیرہ میں بسا اوقات آپ سے خطاء ہو جاتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بلا واسطہ ان سے سماع کیا اس لئے آپ سے ایسی غلطی کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ (1)

آپ کے علمی جاہ وجلال اور عظمت وشان کی روشن دلیل آپ کی تصنیف لطیف صحیح مسلم ہے اور آپ کے زہد وتقویٰ اور سیرت وکردار کے عالی مرتبہ ہونے کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے کبھی بھی اپنے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ آپ نے کپڑے کی تجارت کا پیشہ اپنایا اور اپنی تمام تر معاشی اور دیگر ضروریات اسی سے پورا کرنے کا اہتمام کیا۔ (2)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ آپ نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی، نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔'' (3)

تلامذہ

تحصیل علم سے فراغت کے بعد حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بحر علم سے امت مسلمہ کو فیض یاب کرنے کے لئے درس وتدریس کا آغاز کیا اور جہاں جہاں تک آپ کی علمی شہرت تھی تشنگان علم گروہ در گروہ اپنے قلوب واذہان کو نور علم سے بقعہ نور بنانے کے لئے آپ کے حلقہ درس میں حاضر ہوئے اور اپنی پیاسی اور بنجر کھیتیوں کو بحر علم سے خوب سیراب کیا اور ارشادات نبویہ کے حسن وجمال سے اپنے آپ کو خوب آراستہ اور مزین کیا۔ آپ

1۔ بستان المحدثین: ۱۷۸
2۔ تہذیب التہذیب، جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۷
3۔ تذکرۃ المحدثین: ۲۲۴

Marfat.com

سے احادیث روایت کرنے والوں میں آپ کے مستقل تلامذہ کے علاوہ کثیر ہمعصر محدثین کے اسماء بھی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد کا احصاء تو ممکن نہیں بہرحال چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت امام ترمذی، ابوحاتم رازی، احمد بن مسلمہ، موسیٰ بن ہارون، یحییٰ بن صاعد، محمد بن مخلد، ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، محمد بن عبدالوہاب الفرأ، علی بن حسین، حسین بن محمد بن زیاد اور ابراہیم بن محمد بن سفیان۔ (1)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ محبت

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ جب آپ نیشاپور میں سکونت پذیر تھے تو وہاں محمد بن یحییٰ ذہلی سے خلق قرآن کے مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ اس سے قبل جب تک حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور میں تشریف فرما رہے حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جب مذکورہ اختلاف میں تیزی اور شدت آئی تو اس وقت حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت اور دفاع میں حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سب سے آگے آگے تھے اور آپ کے ساتھ اپنی قلبی محبت اور لگاؤ کا اظہار اس طرح کیا" کہ جب ایک دن امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محمد بن یحییٰ ذہلی نے اہل مجلس سے آپ کی موجودگی میں کہا کہ جو شخص مسئلہ خلق قرآن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہمنوا ہو۔ وہ ہماری مجلس سے چلا جائے تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور جو احادیث ذہلی سے سن کر لکھی تھیں وہ انہیں واپس کر دیں اور ان سے روایت کرنا چھوڑ دی۔ حتیٰ کہ اپنی کتاب صحیح مسلم میں بھی ذہلی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔" (2)

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ علمائے محققین کی نظر میں

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی خدمات کے سلسلہ میں جس جانفشانی اور لگن سے کام کیا ہے اسے ہر دور کے علمائے محققین نے بنظر تحسین دیکھا اور آپ کے جوہر قابلیت

1۔ علوم الحدیث: ۵۰۳ 2۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۴۸۰

Marfat.com

تسلیم کرتے ہوئے آپ کی عظمت وشان کا اعتراف مختلف توصیفی کلمات کے ذریعے کیا ان میں سے چند آراء درج ذیل ہیں۔

- احمد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے ابوزرعہ اور حاتم کو سنا وہ مسلم بن حجاج کو احادیث صحیحہ کی پہچان میں دیگر مشائخ حدیث کے مقابلہ میں ترجیح دیتے تھے۔''
- اسحاق بن منصور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں ''جب تک آپ آپ مسلمانوں میں موجود ہیں انہیں کوئی خطرہ نہیں۔''(1)
- آپ کے استاذ محمد بن عبدالوہاب فراء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ''مسلم علم کا خزانہ ہے اور میں نے ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں پایا۔''
- ابن اخرم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''نیشاپور نے تین محدث پیدا کئے محمد بن یحییٰ، ابراہیم بن أبی طالب اور مسلم بن حجاج رحمہم اللہ تعالیٰ۔''
- ابوبکر جارودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مسلم علم کے محافظ تھے۔''
- مسلم بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''وہ جلیل القدر امام تھے۔''
- بندار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ''دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں ابوزرعہ، محمد بن اسماعیل، دارمی اور مسلم بن حجاج رحمہم اللہ تعالیٰ۔''(2)

تصنیف وتالیف

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو خالق کائنات کی طرف سے انتہائی قلیل مدت اس دار العمل کی زینت بننے کے لئے ودیعت ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے اس کا اکثر حصہ علم کی تحصیل اور بعدازاں اس کی ترویج کے لئے درس وتدریس میں بسر کیا۔ اگرچہ اس سلسلہ میں آپ کے لئے دیگر مشکلات کے ساتھ ساتھ سفر کی صعوبتیں بھی تھیں مگر آپ نے ان تمام تر مصروفیات اور تکالیف کے باوجود امت مسلمہ کے علمی عروج کو ثریا کی بلندیوں تک لے جانے کے لئے، ان کے سینوں کو احادیث طیبہ کے نور سے رشک مہتاب بنانے کے لئے اور ان کے

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۳۸۱ 2۔ تذکرۃ المحدثین: ۲۲۵

Marfat.com

دلوں میں عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع روشن کرنے کے لئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور متعدد گرانقدر اور انمول ہیرے امت مسلمہ کو بطور تحفہ پیش کئے۔ اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

"(۱) الجامع الصحیح (۲) المسند الکبیر علی اسماء الرجال (۳) کتاب الاسماء والکنٰی (۴) کتاب الجامع الکبیر (۵) کتاب العلل (۶) کتاب الوحدان (۷) کتاب الافراد (۸) کتاب سوالات احمد بن حنبل (۹) کتاب حدیث عمرو بن شعیب (۱۰) کتاب الانتفاع باھب السباع (۱۱) کتاب مشائخ مالک (۱۲) کتاب مشائخ ثوری (۱۳) کتاب مشائخ شعبہ (۱۴) کتاب من لیس له الا راو واحدٌ (۱۵) کتاب المخضرمین (۱۶) کتاب اولاد الصحابة (۱۷) کتاب اوھام المحدثین (۱۸) کتاب طبقات التابعین (۱۹) کتاب التمییز (۲۰) مسند امام مالک (۲۱) مسند الصحابة (۲۲) کتاب افراد الشامیین۔"(1)

وصال

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال بھی عجیب نوعیت کا ہے۔ یہ واقعہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ آپ میں علم کی محبت عشق کی حد تک موجود تھی جب آپ کتب بینی میں منہمک ہوتے تو اس میں اس طرح گم ہو جاتے کہ اپنی ذات تک کا احساس نہ ہوتا حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نیشاپور میں ایک مجلس مذاکرہ انعقاد پذیر ہوئی اس میں ایک ایسی حدیث وضاحت کے لئے آپ کے سامنے پیش کی گئی جس کے بارے اس وقت آپ عرفان وادراک نہیں رکھتے تھے۔ جب اپنے مسکن میں تشریف لائے تو اس حدیث طیبہ کی جستجو کے لئے کتابوں کی ورق گردانی شروع کر دی۔ انداز جستجو کچھ اس طرح تھا کہ آپ کے پاس کھجوروں سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا پڑا تھا۔ اس سے ایک ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالتے جاتے اور ادھر احادیث پر نظر ڈالتے جاتے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ

1۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲

Marfat.com

ادھر کھجوریں ختم ہوئیں اور ساتھ ہی حدیث طیبہ کو بھی پالیا۔ لیکن کھجوروں کی یہ مقدار اتنی زیادہ تھی کہ جان لیوا ثابت ہوئی مگر آپ کے کتب بینی میں انہماک واستغراق کا عالم یہ تھا کہ آپ کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔ اس طرح مطلع علم پر دمکنے والا یہ ماہ تمام جس کے نور سے ایک عالم ضوفگن تھا۔ چوبیس (24) رجب المرجب 261ھ بروز اتوار شام کے وقت اپنی حیات مستعار کی ستاون بہاریں گزار کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور بروز پیر نیشا پور میں آپ کو انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا۔ (1)

اللّٰھم ارحم علیہ رحمۃ واسعہ وادخلہ فی جوارك القدس۔ امین

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ائمہ حدیث میں سے تیسرے امام جن کی کتاب جامع ترمذی کو صحاح ستہ میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور دیگر علمائے محققین اور آئمہ حدیث نے جنہیں بالاتفاق عظیم محدث اور روایت حدیث میں اعلیٰ درجے کا ثقہ راوی قرار دیا ہے وہ ہیں حضرت امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن مورۃ بن موسیٰ بن الضحاک بن سکن سلمی ترمذی۔ 209ھ میں آپ کی ولادت بلخ کے شہر ترمذ میں ہوئی۔ یہ شہر دریائے جیحوں کے کنارے واقع ہے۔ آپ کی کنیت ابوعیسیٰ ہے اور یہ کتب حدیث میں نام کی نسبت زیادہ مشہور ہے۔

تعلیم وتربیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو شوق علم اور ذوق تعلیم کا حظ وافر عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے علاقے کے جید اور مستند اساتذہ سے فیضان علم حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو اوج کمال پر پہنچانے کے لئے دور ونزدیک کے مختلف شہروں کے چکر لگائے اور جہاں کہیں بھی قابل حجت مشائخ حدیث کے بارے علم ہوا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر زانوئے ادب تہ کئے اور جی بھر کر ان کے بحر علم سے اپنے آپ کو سیراب کیا۔ رب کائنات

1۔ بستان المحدثین:179

Marfat.com

نے آپ کو بے مثل قوۃ حفظ سے نواز رکھا تھا۔ آپ نے اس سے خوب استفادہ کیا اور علمی دنیا میں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک قابل فخر رہیں گے۔

آپ کی قوۃ حافظہ کا ایک معروف واقعہ جو احمد بن داؤد المروزی نے خود آپ سے سن کر بیان کیا ہے وہ اس طرح ہے" کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شیخ سے ان کی احادیث کے دو جز نقل کیے تھے ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں وہ میرے ہمراہ تھے۔ مجھے اب تک ان اجزاء کی نظر ثانی کا موقع میسر نہیں آیا تھا تو میں نے شیخ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان احادیث کی قرأت کریں تاکہ میں سن کر ان کا اپنی تحریر سے مقابلہ کرتا جاؤں۔ آپ نے میری عرض کو شرف قبول بخشا مگر تلاش بسیار کے باوجود میرے اجزاء سامان سے نہ مل سکے۔ بالآخر میں نے انہی اجزاء کی مثل سادہ کاغذ اپنے ہاتھ میں لئے اور شیخ سے قرأت کے لئے گزارش کی۔ چنانچہ وہ قرأت کرتے رہے اور میں ان احادیث کو محفوظ کرتا رہا۔ اتفاقاً شیخ کی نظر ان سادہ کاغذوں پر پڑ گئی تو انہوں نے غصے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میں نے ساری عرضداشت پیش کر کے اپنی معذرت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی یہ عرض کی کہ آپ کی سنائی ہوئی تمام احادیث مجھے ازبر ہو گئی ہیں تو آپ نے فرمایا پھر سناؤ۔ میں نے وہ تمام احادیث من وعن گوش گزار کر دیں۔ شیخ نے دوبارہ بغرض امتحان چالیس ایسی احادیث پڑھیں جو صرف انہی سے روایت کی جاتی تھیں تو حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ترتیب سے وہ تمام احادیث بھی سنا ڈالیں۔ اس پر شیخ نے آپ کے لئے تحسین و آفرین کے کلمات کہتے ہوئے بے اختیار فرمایا "ما رایت مثلك" (میں نے تمہاری مثل آج تک کوئی نہیں دیکھا۔)(1)"

آپ نے علم حدیث میں کمال حاصل کرنے لئے خراسان، عراق اور حجاز کے بہت سے شہروں کی طرف متعدد بار سفر کیا۔ اس دوران آپ کو جن جید اور ماہر شیوخ اور اساتذہ سے اکتساب علم اور روایت حدیث کی سعادت نصیب ہوئی ان کی تعداد کثیر ہے مگر چند

1۔ شروط الائمۃ الستۃ: 20، 21، تہذیب والتہذیب، جلد 2، صفحہ 9، صفحہ 388

Marfat.com

اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت قتیبہ بن سعید، اسحاق بن موسیٰ، محمود بن غیلان، سعید بن عبدالرحمٰن، محمد بن بشار، علی ابن الحجر، احمد بن منیع، محمد بن مثنیٰ، سفیان بن وکیع، محمد بن اسماعیل بخاری، مسلم بن حجاج قشیری، امام ابوداؤد ابراہیم بن عبداللہ ہروی، اسماعیل بن موسیٰ السدی، سوید بن نصر، محمد بن عبدالملک بن ابی شوارب اور ابومصعب رحمہم اللہ تعالیٰ۔(1)

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں علم حدیث میں کامل دسترس اور مہارت تامہ حاصل کی، ساتھ ہی اساتذہ کی نظر کیمیا اثر اور احادیث نبویہ کے فیضان سے آپ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور خشیت الٰہی جیسے اوصاف سے بھی خوب مزین اور آراستہ ہوئے۔ لہٰذا آپ عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ عابد شب زندہ دار بھی تھے۔ عشق و محبت سے معمور دل کے مالک تھے اور آپ پر خشیت الٰہی کا غلبہ تو اس قدر تھا کہ اکثر گریہ و زاری کرتے رہتے حتیٰ کہ اپنی حیات مستعار کے آخری حصہ میں اسی کے سبب آنکھوں کی بصارت بھی کھو بیٹھے۔

تلامذہ

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جب حصول علم سے فارغ ہوئے تو آپ نے نور علم کو پھیلانے اور عام کرنے کے لئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جیسے جیسے آپ کا شہرہ عام ہوتا گیا علم کے متوالے کشاں کشاں آپ کی طرف کھنچتے چلے آئے اور آپ کے فیضان علم سے اپنے قلوب واذہان کو جلا بخشی۔ آپ کے ہمعصر ائمہ کرام کی ایک کثیر تعداد ہے جنہیں آپ سے حدیث طیبہ کی روایت کا شرف حاصل ہوا۔ تمام کے اسمائے گرامی کا احصاء اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس لئے صرف چند اسمائے گرامی پیش خدمت ہیں۔

محمد بن احمد بن محبوب محبوبی مروزی، ابوحامد احمد عبداللہ مروزی، ہیثم بن کلیب شامی، محمد بن منذر، احمد بن یوسف نسفی، ابوالحارث اسد بن حمدویہ، داؤد بن نصر بن سہیل بزدوی، عبد

1۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۷

Marfat.com

بن محمد بن محمود نسفی، محمد بن نمیر، محمد بن محمود، محمد بن مکی بن فوج، ابو جعفر محمد بن سفیان بن نضر نسفی اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ۔(1)

امام ترمذی علمائے محققین کی نظر میں

1۔ محدث ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''آپ بہت بڑے حافظ حدیث اور عظیم مصنف مؤلف تھے۔''(2)

2۔ ابو یعلیٰ خلیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق ثقہ تھے آپ کی توثیق و تائید کے لئے یہی امر کافی ہے کہ امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری ان پر اعتماد کرتے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔'' حالانکہ امام ترمذی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ نصر بن محمد خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا تم نے مجھ سے اس قدر استفادہ نہیں کیا جتنا استفادہ میں نے تم سے کیا ہے۔(3)

3۔ عمران بن غیلان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ''امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال کے بعد اہل خراسان کے لئے علم و عمل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی شخص نہیں چھوڑا۔''(4)

نوٹ:۔ ابن حزم نے اپنی کتاب ''محلی ابن حزم'' میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے لکھا ہے کہ وہ مجہول راوی ہیں۔ تو اس کے متعلق علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا ہے جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں امام ترمذی سے روایت کیا ہے۔'' اس لئے محدث ابن حزم کی یہ بات درست نہیں کہ ''ترمذی مجہول ہے۔'' آپ مزید فرماتے ہیں ''اس بات سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا...... اس سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ تو کیا کم ہوگا البتہ ابن

1۔ تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۳۸۷
2۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۳۸۶
3۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۶۳۴
4۔ تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۳۸۹

Marfat.com

حزم کی شہرت کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔'' کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وکیف یصح فی الاذھان شئ اذا احتاج النھار الی دلیل

(ذہن میں کونسی بات صحیح ہو سکتی ہے؟ جب روز روشن کو بھی دلیل ثابت کرنے کی ضرورت ہو۔)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''میزان الاعتدال'' میں فرماتے ہیں ''محمد بن عیسیٰ بن سورہ ابوعیسیٰ ترمذی مؤلف جامع ترمذی باتفاق علماء ثقہ ہیں۔ ابن حزم کا یہ قول ناقابل التفات ہے کہ ترمذی مجہول ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابن حزم کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم تالیف جامع ترمذی اور کتاب العلل کا پتہ ہی نہ چل سکا۔''(1)

تصنیف وتالیف

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود علم حدیث کے بارے متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) جامع ترمذی (۲) کتاب الاسماء والکنی (۳) کتاب الشمائل (۴) کتاب التواریخ (۵) کتاب العلل (۶) کتاب الزہد۔

وصال

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری حیات مستعار خدمت دین کے لئے وقف رکھی۔ امت مسلمہ کی ایک معتدبہ تعداد نے علم کے اس بحر بیکراں سے اپنی علمی تشنگی کا مداوا کیا۔ یہ فیضان جاری تھا پیاسے سیراب ہونے کے لئے جوق در جوق آرہے تھے کہ تیرہ (13) رجب 279ھ کو آپ نے ستر (70) برس کی عمر پا کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی اور آپ کو اپنے آبائی شہر ترمذ میں ہی سپرد خاک کیا گیا۔

اللھم ارحم علیہ الف الف مرۃ۔

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۴۸۶

Marfat.com

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

وہ ائمہ حدیث جنہیں کتب صحاح ستہ مرتب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سے ایک حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ مصنف سنن ابی داؤد بھی ہیں۔ حدیث وفقہ کی معرفت اور ادراک تام کے سبب علماء نے حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا درجہ اور رتبہ بیان کیا ہے۔ آپ کا اسم گرامی اور سلسلہ نسب اس طرح ہے حافظ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سجستانی۔ آپ کی کنیت ابوداؤد ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ عمران حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جنگ صفین میں شریک ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ 202ھ میں آپ کی ولادت معروف قبیلہ بنی ازد میں ہوئی اسی نسبت سے آپ ازدی کہلاتے ہیں اور چونکہ آپ نے ملک سجستان میں آنکھ کھولی۔ اس نسبت سے آپ سجستانی کہلاتے ہیں۔

وطن مالوف

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کا وطن سجستان ہے لیکن اس کے تعین کے بارے علماء نے دو آراء کا اظہار کیا ہے۔ ایک رائے کے مطابق سجستان بصرہ کے قریب ایک گاؤں ہے۔ اس کا اظہار مورخ ابن خلکان نے کیا ہے مگر دیگر علماء نے ان سے اتفاق نہیں کیا ہے۔

دوسری رائے جو صحیح اور عام ہے وہ یہ ہے کہ مقام کے اعتبار سے آپ کی نسبت سیستان (سجستان) کی طرف ہے۔ یہ ایک مشہور ملک ہے جو ہند کے پہلو میں سندھ وہرات کے مابین اور قندھار کے متصل واقع ہے اور بزرگان چشتیہ کا مشہور شہر چشت بھی اسی ملک میں واقع ہے۔ پہلے زمانے میں ''بست'' اس کا پایہ تخت تھا اسی ملک کی نسبت سے عرب لوگ آپ کو سجزی بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس رائے کا اظہار شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ تاج الدین سبکی اور علامہ سمعانی وغیرہ جید اور مستند علماء نے کیا ہے۔ (1)

1۔ بستان المحدثین: ۱۸۰۔۱۸۱، کتاب الانساب: ۲۹۲

Marfat.com

تعلیم وتربیت

آپ بنیادی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔ چونکہ رب کریم کی عطا سے علم حدیث کی تفہیم وتحصیل کی رغبت اور شوق کے جذبات آپ میں مثل بحر موجزن تھے۔اس لئے آپ نے اس کی معرفت اور ادراک کے لئے انتہائی مشقت آمیز اور دشوار گزار سفر اختیار کئے اور دور دور تک مختلف اسلامی شہروں اور بستیوں میں مستند اساتذہ اور شیوخ تک پہنچنے کے لئے صحراؤں اور جنگلوں کی خاک چھانی۔خاص طور پر مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان، بغداد اور بصرہ کے علاقوں میں قیام فرما ہو کر وہاں کے محدثین اور مستند مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کئے اور اپنے سینے کو علم حدیث کے نور سے بقعہ نور بنایا۔

آپ نے اپنے مشائخ سے جن میں حضرت امام بخاری رحمۃاللہ علیہ کے بھی بعض اساتذہ شامل تھے۔ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ علوم معرفت بھی حاصل کئے۔اس لئے آپ عظیم محدث اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ صلحاء واتقیاء کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بھی تھے۔ آپ زہد وتقویٰ کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔عبادت وریاضت کے دلدادہ تھے۔تواضع، انکساری اور سادگی کا پیکر تھے۔ اس لئے جہاں ظاہری علوم کے پیاسے آپ کے گرد پروانوں کی مثل جمع رہتے تھے۔اسی طرح صلحائے امت باطنی فیوض وبرکات کے حصول کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔صرف یہی نہیں! بلکہ آپ حمیت، خودداری اور دینی وقار وتمکنت کے اس ارفع معیار پر فائز تھے کہ شاہان وقت بھی اپنی حاجات لے کر آپ کے دروازے پر دستک دیتے نظر آتے تھے۔المختصر آپ علوم ومعارف کا ایسا بحر بیکراں تھے جس کی طرف طلباء، علماء اور صلحاء اپنا اپنا گوہر مقصود حاصل کرنے کے لئے یکساں رجوع کیا کرتے تھے اور آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوتے تھے۔ ذرا صلحاء کا انداز عقیدت ومحبت تو ملاحظہ فرمایئے۔ "قاضی ابومحمد احمد بن محمد بن لیث بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مشہور عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری امام ابوداؤد سے ملاقات کے لئے آئے جب آپ کو معلوم ہوا تو انتہائی اظہار مسرت فرمایا اور آپ کو خوش

Marfat.com

آمدید کہا۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امام! ذرا وہ مبارک زبان تو دکھایئے جس سے آپ حدیث رسول بیان کرتے ہیں تاکہ میں اس مقدس زبان کو بوسہ دوں تو حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان دہن سے باہر نکالی اور حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی عقیدت کے ساتھ اسے بوسہ دیا۔''(1)

اور آپ کے دینی وقار اور تمکنت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ ''عبداللہ بن محمد سکی فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام ابوداؤد کے ایک خادم ابوبکر بن جابر نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں امام ابوداؤد کے ساتھ بغداد میں تھا۔ ہم مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو کسی آدمی نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھا کہ امیر ابواحمد موفق کھڑا تھا۔ میں نے حضرت امام صاحب کو اطلاع کی تو آپ نے امیر کو بلا لیا اور پوچھا اس وقت کونسی حاجت لے کر آپ یہاں آئے۔ تو امیر نے جواب دیا میں تین سوال لے کر حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا بتلاؤ وہ کیا ہیں۔ تو امیر نے کہا کہ پہلی عرض تو یہ ہے کہ آپ یہاں سے بصرہ تشریف لے چلیں اور اسے اپنا مستقل وطن بنالیں تاکہ وہاں زیادہ سے زیادہ علم کے شیدائی آپ سے فیض یاب ہوسکیں۔ اور دوسری عرض یہ ہے کہ آپ میری اولاد کے لئے کتاب السنن روایت کریں اور تیسری درخواست یہ ہے کہ آپ میرے بچوں کو باقی طلباء سے علیحدہ پڑھائیں کیونکہ خلیفہ کے بچوں کے لئے عام بچوں کے ساتھ مل کر پڑھنا مشکل ہے۔ یہ سن کر حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تیری پہلی دو خواہشیں تو پوری ہوسکتی ہیں لیکن تیسری قطعاً پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ علم کی تحصیل میں عام طلباء اور خلیفہ کے بچوں کے درمیان کوئی تفاوت اور امتیاز نہیں۔ پھر ایسا ہی ہوا آپ بصرہ تشریف لے گئے وہاں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جہاں خلیفہ کے صاحبزادے بھی عام طلباء کی صف میں بیٹھ کر اکتساب علم کیا کرتے تھے۔''(2)

آپ کے تقویٰ اور منکسر المزاجی کا عالم یہ تھا کہ ''ایک آستین فراخ اور دوسری تنگ رکھا

1۔ تہذیب التہذیب، جلد ۴، صفحہ ۱۷۲ 2۔ تذکرۃ المحدثین: ۲۷۶

Marfat.com

کرتے تھے جب آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ لوں اور دوسری کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں۔"(1)

وہ عظیم اور ذی قدر محدثین جن سے آپ کو روایت حدیث اور شرف تلمذ کی سعادت نصیب ہوئی۔ان کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ان میں حضرت امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابوثور رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے بلند پایہ فقہاء محدثین اور یحییٰ بن معین، ہشام بن عبدالملک طیالسی، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ جیسے نامور ناقدین فن اور ائمہ محدثین شامل ہیں۔علاوہ ازیں چند اور قابل ذکر اسماء یہ بھی ہیں۔

حیوۃ بن شریح، خلف بن ہشام بغدادی، ربیع بن نافع حلبی، زہیر بن حرب، سعید بن سلیمان بزار واسطی، سعید بن منصور، سلیمان بن حرب، سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی، شجاع بن مخلد، صفوان بن صالح دمشقی، عبداللہ بن رجاء بصری، عبداللہ بن محمد نفیلی دمشقی، عمرو بن عون بزار واسطی، ابورجا قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار بندار بصری، محمد بن صباح بزار دولابی، محمد بن منہال، مسدد بن مسرہد، ہشام بن خالد ازرق دمشقی، ہناد بن عمرو، ابوالولید طیالسی، قعنبی، مسلم بن ابراہیم اور ابوعمرو رحمہم اللہ تعالیٰ۔(2)

تلامذہ

حضرت امام ابوداؤد رحمۃاللہ علیہ سے اکتساب علم کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے علامہ ابن حجر رحمۃاللہ علیہ نے جو اسماء ذکر کیے ہیں ان میں سے چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولوئی ابوالطیب احمد بن ابراہیم اشنائی، ابوعمرو احمد بن علی بن الحسن البصری رحمہم اللہ تعالیٰ اور انہی کی مثل کئی اور ایسے خوش نصیب ہیں جنہیں آپ سے سنن ابی داؤد روایت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

1۔تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ ۱۷۱، بستان المحدثین: ۱۱۸

2۔التہذیب، جلد ۴، صفحہ ۱۶۹، مقدمہ سنن ابی داؤد مترجم: ۲۳

Marfat.com

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن یعقوب البصری نے آپ سے کتاب الرد علی اھل القدر، ابوبکر احمد بن سلیمان نے کتاب الناسخ والمنسوخ، حافظ ابوعبید محمد بن علی بن عثمان آجری نے کتاب المسائل اور اسماعیل بن محمد صفار نے آپ سے مسند مالک روایت کی۔ علاوہ ازیں امام ابوعبدالرحمٰن النسائی، امام ابوعیسیٰ ترمذی حرب بن اسماعیل کرمانی اور ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون الخلال حنبلی اور ابوبکر بن داؤد رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ وہ قابل صد فخر علماء ہیں جنہیں آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔(1)

امام ابوداؤد علمائے محققین کی نظر میں

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان اور عظمت و بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے محققین وقت نے مختلف انداز میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ان میں سے چند آراء آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ حاکم ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں حدیث کے یکتائے روزگار تھے۔"(2)

2۔ ابراہیم الحربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

أُلین لأبی داؤد الحدیث کما أُلین لداؤد الحدید۔ (3)

"فن حدیث کو ابوداؤد کے لئے اسی طرح نرم کر دیا گیا ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا تھا۔"

3۔ احمد بن محمد یٰسین الہروی فرماتے ہیں:

کان احد حفاظ الاسلام للحدیث وعلمه وعلله وسنده فی اعلی درجة مع النسك والعفاف والصلاح والورع۔ (4)

"آپ حافظ حدیث تھے۔ سند حدیث اور اس کی علل کے ماہر تھے۔ زہد و

1۔ تہذیب التہذیب، جلد ۴، صفحہ ۱۷۰
2۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۱۸۴
3۔ وفیات الاعیان، جلد ۲، صفحہ ۱۳۸
4۔ تاریخ بغداد، جلد ۹، صفحہ ۵۸

Marfat.com

تقویٰ اور عفت وخشیت میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔"

4۔ ابوحاتم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کان احد ائمۃ الدنیا فقہا وعلما وحفظا ونسکا وورعا واتقانا۔

"حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث، علم فقہ، تقویٰ اور خدا خوفی میں دنیا والوں کے امام تھے۔"

5۔ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "احادیث کی تخریج، معلول وثابت اور غلط وصحیح میں تمیز کرنے والے چار آدمی ہیں امام بخاری، امام مسلم اور ان کے بعد ابوداؤد اور نسائی۔" (1)

6۔ موسیٰ بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خلق ابوداؤد فی الدنیا للحدیث وفی الآخرۃ للجنۃ (2)

"حضرت امام ابوداؤد دنیا میں خدمت حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے۔"

تصنیف وتالیف

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی تحصیل علم اور پھر علم حدیث کی خدمت کے لئے وقف کررکھی تھی۔ اس سلسلہ میں آپ نے کثیر مرتبہ سفر اختیار کئے اور درس وتدریس کی صورت میں بھی انگنت تشنگان علم کو علم کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کا شعبہ بھی تشنہ نہیں رہنے دیا بلکہ اس میں عظیم خدمات سرانجام دیتے ہوئے درج ذیل کتابیں بطور یادگار چھوڑیں۔

(۱) کتاب الرد علی اھل القدر۔ (۲) کتاب الناسخ والمنسوخ۔ (۳) کتاب المسائل۔ (۴) مسند مالک۔ (۵) کتاب المراسیل۔ (۶) کتاب المصابیح۔ (۷) کتاب المصاحف۔ (۸) کتاب البعث والنشور۔ (۹) کتاب التفسیر۔ (۱۰)۔

3۔ التہذیب، جلد ۴، صفحہ ۱۷۲ 4۔ سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۳، صفحہ ۲۱۲

Marfat.com

کتاب نظم القرآن۔ (۱۱) کتاب فضائل القرآن۔ (۱۲) کتاب شریعۃ التفسیر۔ (۱۳) کتاب شریعۃ المقارئ۔ (۱۴) فضائل الاعمال۔ (۱۵) کتاب الزھد۔ (۱۶) دلائل النبوۃ۔ (۱۷) کتاب الدعا۔ (۱۸) کتاب بدء الوحی۔ (۱۹) کتاب اخبار الخوارج۔ (۲۰) کتاب التفرد (۲۱) کتاب فضائل الانصار۔ (۲۲) کتاب السنن۔

وصال

امام الحدیث حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ چراغ علم روشن کیے بیٹھے تھے اور علم کے شیدائی اپنے قلوب واذہان کو نور علم سے منور کرنے کے لئے پروانہ وار اُمڈے چلے آرہے تھے کہ اتنے میں قاضی تقدیر نے اپنے اٹل فیصلے کا اعلان کیا تو 16 شوال 275ھ بروز جمعۃ المبارک بصرہ میں وقت کے عظیم محدث اور عالم باعمل نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔(1)

آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل حسن بن مثنیٰ سے دلوایا جائے اور ان کی عدم موجودگی میں حماد بن زید کی روایت کے مطابق مجھے غسل دیا جائے۔آپ کی اس وصیت کو عملی جامہ پہنایا گیا۔(2)

بعدازاں آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا اعزاز عباس بن عبدالواحد کو حاصل ہوا۔(3)

اللھم ادخلہ فی جوارك القدس۔

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

وہ آئمہ حدیث جن کی کتب پر ہر دور کے محدثین اور آئمہ نے اعتماد کیا ہے ان میں سے ایک حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے امام ابوعبدالرحمٰن

1۔تذکرۃ الحفاظ،جلد ۲،صفحہ ۱۵۴،سیر اعلام النبلاء،جلد ۱۳،صفحہ ۲۲۱

2۔تہذیب التہذیب،جلد ۴،صفحہ ۱۷۲ 3۔تذکرۃ المحدثین:۲۷۷

Marfat.com

احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی۔ آپ کی ولادت 215ھ میں خراسان کے مشہور شہر نساء میں ہوئی۔ اسی نسبت سے آپ کو نسائی یا نَسَوِی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔(1)

تعلیم و تربیت

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بنیادی تعلیم سے فراغت کے بعد پندرہ برس کی عمر میں حضرت قتیبہ بن سعید بلخی کے حلقہ درس میں درس حدیث کے لئے حاضر ہوئے اور ایک سال دو مہینے مسلسل ان کے زیر شفقت رہ کر درس حدیث لیا۔ بعد ازاں علم حدیث میں کمال حاصل کرنے کے لئے دیگر اساتذہ فن کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ احادیث نبویہ کی جستجو اور تلاش میں آپ کو دور و نزدیک کے بہت سے شہروں کی طرف سفر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس غرض سے آپ نے خراسان، حجاز، جزیرہ اور مصر و شام کے دور دراز شہروں میں پہنچ کر عظیم محدثین کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کی اور علم حدیث کے نور سے اپنے ظاہر و باطن کو منور کیا۔ بعد ازاں آپ مصر منتقل ہوئے اور کافی عرصہ تک وہیں سکونت پذیر رہے۔

ظاہری علم میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ عبادت و ریاضت کے پابند اور صوم داؤدی کے عادی تھے۔ شب بیداری آپ کا معمول تھا۔ رب کریم نے استغناء کی دولت سے بھی حظ وافر آپ کو ودیعت فرمایا تھا۔ حکام وقت کی مجالس میں جانے سے اکثر احتراز کرتے تھے۔ سخاوت و فیاضی کے وصف سے بھی مالامال تھے اور اکثر مسلمان قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں آزاد کرانے کا انتظام کرتے تھے۔ المختصر کثیر ایسے اوصاف جن کا ایک بلند کردار اور عالی مرتبہ شخص میں پایا جانا ضروری ہوتا ہے آپ ان کا حسین مجموعہ تھے۔

اساتذہ

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے جید اور نابغہ روزگار اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ ان کی تعداد کثیر ہے چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۴۸۱

Marfat.com

اسحاق بن راہویہ، امام ابوداؤد سجستانی، محمود بن غیلان، قتیبہ بن سعید، علی بن خشرم، ہشام بن عمار، عیسیٰ بن زغبہ، محمد بن نضر مروزی، ابوکریب، سوید بن نصر، محمد بن بشار، علی بن حجر اور ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہم اللہ تعالیٰ۔(1)

تلامذہ

دیگر ائمہ حدیث کی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد اس کی ترویج کا سلسلہ شروع کیا تو تشنگان علم گروہ در گروہ اپنی تشنگی کا ازالہ کرنے اور اس بحر علم سے اپنے آپ کو سیراب کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔

عبدالکریم بن احمد نسائی، ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی، ابوعلی الحسن بن الخضر سیوطی، حسن بن رشیق عسکری، حافظ ابوالقاسم اندلسی، علی بن ابوجعفر طحاوی، ابوبکر بن حداد فقیہ، ابوجعفر عقیلی، ابوعلی بن ہارون، حافظ ابوعلی نیشاپوری اور ابوالقاسم طبرانی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم۔(2)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ علمائے وقت کی نظر میں

1۔ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ حافظ ذہبی اور اپنے والد تقی الدین سبکی سے نقل کرتے ہیں کہ "نسائی، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بڑے حافظ حدیث تھے۔"

2۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے کئی مرتبہ دارقطنی کو فرماتے سنا کہ جرح و تعدیل میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے محدثین کے سرخیل تھے۔"(3)

3۔ ابوالحسین بن المظفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے مصر میں اپنے مشائخ سے سنا وہ امام ابوعبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی امامت و تقدم کا اعتراف کرتے تھے۔" دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ابوبکر الحداد جو فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر الحدیث بھی

1۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ ۲۴۱، تاریخ حدیث: ۴۸۲

2۔ تہذیب التہذیب، جلد ۱، صفحہ ۳۷ 3۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۴۸۲

Marfat.com

تھے نسائی کے علاوہ اور کسی شخص سے حدیث کی روایت نہ کرتے۔''(1)

4۔ حافظ ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے کہ ''میں نے اپنے وطن اور بیرون وطن میں صرف چار ائمہ حدیث دیکھے ہیں نیشاپور میں محمد بن اسحاق اور ابراہیم بن ابی طالب رحمہما اللہ تعالیٰ۔ مصر میں نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور اہواز میں عبدان رحمۃ اللہ علیہ۔''

5۔ حافظ علی بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں اپنے تمام ہمعصروں پر فائق تھے۔''(2)

6۔ حافظ شمس الدین ذہبی کا قول ہے ''کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حدیث، علل حدیث اور اسماء الرجال کے علوم میں مسلم، ترمذی اور ابوداؤد رحمہم اللہ تعالیٰ سے زیادہ ماہر ہیں اور اس میدان میں وہ ابوزرعہ اور بخاری سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔''(3)

7۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ امام نسائی نقد رجال میں انتہائی محتاط، معتمد اور اپنے تمام معاصرین پر مقدم تھے۔''(4)

تصنیف وتالیف

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیگر ائمہ کی روش پر چلتے ہوئے اپنی گوناگوں تعلیمی اور دیگر متنوع مصروفیات ہونے کے باوجود تصنیف وتالیف کے میدان میں قابل فخر خدمات سرانجام دیں اور مندرجہ ذیل تصنیفات امت مصطفویہ کی نظر کیں۔

(۱) السنن الکبریٰ۔ (۲) المجتبیٰ۔ (۳) خصائص علی۔ (۴) مسند علی۔ (۵) مسند مالک۔ (۶) مسند منصور۔ (۷) فضائل الصحابہ۔ (۸) کتاب التمییز۔ (۹) کتاب المدلسین۔ (۱۰) کتاب الضعفاء۔ (۱۱) کتاب الاخوۃ۔ (۱۲) کتاب الجرح والتعدیل۔ (۱۳) مشیخۃ النسائی۔ (۱۴) اسمآء الرواۃ۔ (۱۵) مناسک حج۔

1۔ مطالعہ حدیث: ۲۱۴
2۔ التھذیب، جلد۱، صفحہ ۳۸
3۔ تذکرۃ المحدثین: ۲۹۱، بحوالہ توضیح الافکار، جلد۱، صفحہ ۲۲۰
4۔ ھدی الساری، جلد۱، صفحہ ۲۳

Marfat.com

دمشق میں آمد اور وصال

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ 302 ھ میں مصر سے دمشق تشریف لائے وہاں کی اکثر آبادی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کی معترف تھی۔ مدح وستائش کے گن گاتی تھی اور وہ لوگ انتہائی ادب واحترام سے آپ کا نام لیتے تھے لیکن اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے ان کے نظریات اچھے نہیں تھے اور نہ ہی وہ آپ کی عظمت وشان کا اعتراف کرنے کے لئے تیار تھے۔ اس لئے حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے معاشرے کی اصلاح اور ان کے نظریات کو صحیح سمت پر گامزن کرنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ''خصائص علی'' کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ کتاب کی تکمیل کے بعد آپ ایک دن دمشق کی جامع مسجد میں وہ کتاب لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے تھے۔ تو اسی دوران آپ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے سوال کیا گیا تو حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں افضل اور ارجح قرار دیا۔ یہ بات سن کر لوگ مشتعل ہو گئے اور آپ پر حملہ کر دیا اور اتنا سخت زدوکوب کیا اور مارا پیٹا کہ آپ نڈھال ہو گئے۔ خدام نے آپ کو اٹھایا اور گھر پہنچا دیا۔ اسی حالت کے دوران آپ نے فرمایا مجھے مکہ معظمہ پہنچا دیا جائے۔ حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابھی مکہ معظمہ کے راستہ میں رملہ (فلسطین) کے مقام پر ہی پہنچے تھے کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس طرح حدیث طیبہ کا یہ عظیم امام تیرہ (13) صفر 303 ھ کو اس دین حنیف کی پاسبانی کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اہل شام کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر گیا اور پھر صفا و مروہ کے درمیان آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

اللّٰھم نور قبرہ ووسع مدخلہ

Marfat.com

حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

صحاح ستہ کے مصنفین میں سے چھٹے مصنف اپنے وقت کے عظیم محدث اور علم تفسیر و تاریخ کے ماہر حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ کے سلسلہ نسب کی تفصیل اس طرح ہے۔حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی ابن ماجہ القزوینی۔آپ کی ولادت 209ھ میں ایران کے صوبہ آذربائیجان کے مشہور شہر قزوین میں ہوئی۔اسی نسبت سے آپ قزوینی کہلاتے ہیں اور قبیلہ ربیعہ بن نزار کی طرف نسبت ہونے کے سبب آپ ربعی بھی کہلاتے ہیں۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور ماجہ آپ کے والد یزید کا لقب ہے۔بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آپ کی والدہ کا نام ہے۔

تعلیم وتربیت

حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حسب روایت بنیادی تعلیم سے فراغت کے بعد علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس علم کی جستجو میں اپنے وقت کے مستند اور قابل فخر محدثین کی خدمات حاصل کرنے کے لئے مختلف بلاد وامصار کی خاک چھانی اور دور ونزدیک کے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔چند شہروں کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، تہران، اصفہان، اہواز، ایلہ، بلخ، بیت المقدس، حران، دمشق، فلسطین، عسقلان، مرو اور نیشاپور۔آپ نے اپنے ان اسفار کے دوران خوب جدوجہد اور محنت وکاوش سے کام کیا اور اپنے نام کو چار چاند لگائے۔یہاں تک کہ محققین وقت نے آپ کی علمی استعداد اور بالخصوص علم حدیث کے بارے ماہرانہ اور ناقدانہ قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے مختلف انداز میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔مثلاً ابویعلی خلیلی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے جید عالم تھے۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''محمد بن یزید حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کے مصنف ہیں۔اس کتاب سے آپ کے تبحر علمی، وسعت اطلاع اور اصول وفروع میں اتباع سنت کا پتہ چلتا

Marfat.com

ہے۔"(1)

علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کا قزوین کے ممتاز آئمہ میں شمار ہوتا تھا۔

امام ابوالقاسم رافعی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ قزوین میں لکھتے ہیں "کہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ مسلمین کے ایک عظیم امام، ثقہ شخصیت کے مالک اور اہل علم میں بے حد مقبول تھے۔"

علاوہ ازیں بھی تمام مورخین نے آپ کی عظمت وشان کا اعتراف واقرار کیا اور اپنے اپنے انداز میں آپ کی مدح وتوصیف بیان کی ہے۔(2)

اساتذہ

حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر علم سے آراستہ ہونے کے لئے کثیر اساتذہ فن کے سامنے زانوائے ادب تہ کئے اور ان ہی کی نگاہ کیمیا اثر سے مطلع علم پر بدر منیر بن کر ظاہر ہوئے۔ جن عظیم محدثین ومشائخ نے آپ کی زلف کو سنوارا اور آپ کو علمی دنیا کا آفتاب عالم تاب بنایا ان میں سے چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔

محمد بن عبداللہ بن نمیر، جبارہ بن المغلس، ابراہیم بن المنذر الحزامی، عبداللہ بن معاویہ، ہشام بن عمار، محمد بن رمح اور داؤد بن رشید۔(3) ان کے علاوہ ابوبکر بن ابی شیبہ، نصر بن علی الجہضمی، ابومروان محمد بن عثمان، محمد بن یحییٰ نیشاپوری، احمد بن ثابت الجحدری، ابوبکر بن خلاد باہلی، محمد بن بشار، علی بن منذر، محمد بن عباد بن آدم، عباس بن عبدالعظیم، احمد بن عبدہ، عبداللہ بن عامر بن زراۃ، ابوخیثمہ زہیر بن حرب، عثمان بن ابی شیبہ، عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان دمشقی، اسماعیل بن بشر بن منصور اور یحییٰ بن حکیم رحمہم اللہ تعالیٰ بھی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور اساتذہ میں شامل ہیں۔

تلامذہ

دیگر ائمہ کی طرح حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحصیل علم کے بعد احادیث طیبہ کی

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۴۸۷ 2۔ تذکرۃ المحدثین: ۳۱۳ 3۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۹

Marfat.com

اشاعت وترویج کے کام کا آغاز کیا اور درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ جیسے جیسے آپ کے کمالات علمی کا اظہار ہوتا گیا علم کے پیاسے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے اس چشمہ صافی کے پاس جمع ہوتے رہے۔ وہ بلند اقبال اور عالی بخت علماء جو اس چشمہ علم سے سیراب ہوئے ان کی تعداد کثیر ہے۔ چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

ابن سیبویہ، محمد بن عیسیٰ صفار، اسحاق بن محمد القزوینی، علی بن ابراہیم بن سلمہ القطان، حافظ ابن کثیر کے دادا احمد بن ابراہیم القزوینی اور سلیمان بن یزید القزوینی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (1)

علاوہ ازیں علی بن سعید بن عبداللہ الغدانی، ابراہیم بن دینار الجرشی الصمدانی، ابوالطیب احمد بن روح المشعرانی، جعفر بن ادریس، حسین بن علی بن برانیاد، ابوعمرو احمد بن محمد اور حکیم المدنی الاصبہانی رحمہم اللہ تعالیٰ بھی آپ کے تلامذہ میں قابل ذکر ہیں۔ (2)

تصنیف وتالیف

حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی اپنے جوہر قابلیت کا اظہار کیا اور تین عمدہ کتابیں امت مسلمہ کے لئے بطور یادگار چھوڑیں۔ سنن ابن ماجہ، تفسیر ابن ماجہ اور التاریخ۔

وصال

حضرت امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کی خدمت میں مصروف تھے۔ علم کے شیدائی آپ سے فیضان علم لینے کے لئے عقیدت ومحبت کے جذبات لے کر گروہ در گروہ آرہے تھے کہ اتنے میں بائیس (22) رمضان المبارک 273ھ بروز پیر آپ کو پیغام اجل آ پہنچا اور آپ نے اپنی جان مالک حقیقی کے حوالے کر دی پھر بروز منگل آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے بھائی ابوبکر نے پڑھائی اور پھر آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور دو بھائیوں ابوبکر اور ابوعبداللہ نے مل کر آپ کی تدفین کے فرائض سرانجام دیئے۔ (3)

اللّٰھم افتح قبرہ الی حد بصرہ وادخلہ فی جوار ک القدس۔

1۔ تاریخ حدیث: ۲۸۷ 2۔ تہذیب التہذیب، جلد ۹، صفحہ ۵۳۱ 3۔ شروط الائمۃ الستۃ: ۱۹

Marfat.com

کتب صحاح ستہ کا تعارفی بیان

صحیح بخاری

تمام کتب حدیث میں صحیح بخاری وہ ذیشان کتاب ہے کہ صحت کے اعتبار سے کوئی دوسری کتاب اس کی مماثل اور شریک نہیں۔ اگرچہ اس کی تدوین سے قبل متعدد کتب حدیث منظر عام پر آ چکی تھیں مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الآثار، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، مسند امام احمد اور ان ہی کی مثل متعدد دیگر کتب حدیث۔ لیکن ان تمام کتب میں کوئی بھی ایسی کتاب نہ تھی جو صرف صحیح احادیث کی جامع ہو بلکہ ان میں صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ ضعیف احادیث بھی وافر مقدار میں پائی جاتی تھیں کیونکہ ان مصنفین کے پیش نظر صرف اور صرف احادیث طیبہ کو محفوظ کرنا تھا تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ مگر اس کے برعکس حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں صرف ان احادیث کو جگہ دی ہے جو آپ کی شرائط کے مطابق صحت کے معیار پر پورا اترتی ہیں۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں۔ ''ما ادخلت فی الجامع الا ماصح'' (1) اور اسی امر کی تائید صحیح بخاری کے نام سے بھی ہوتی ہے کیونکہ آپ نے اپنی صحیح کو اس نام سے موسوم کیا ہے۔

''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ'' آپ کی کتاب مکمل طور پر اسم بامسمیٰ ہے۔

سبب تالیف

صحیح بخاری کی تصنیف و تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

کنا عند اسحاق بن راھویہ فقال لو جمعتم کتابا مختصرا

1۔ المنہل اللطیف: ۲۷۵

Marfat.com

لصحیح سنة النبی ﷺ (1)

''کہ ہم ایک دن اپنے استاذ حضرت اسحاق بن ابراہیم حنظلی المعروف ابن راہویہ کی مجلس میں موجود تھے کہ آپ نے فرمایا'' کیا ہی اچھا ہو کہ آپ صرف احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک مختصر کتاب مرتب کریں''۔

ان کی یہی بات میرے دل میں راسخ ہوگئی۔ تو میں نے اپنی کتاب میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا عزم مصمم کیا۔ صحیح بخاری کی تدوین و ترتیب کا دوسرا سبب ایک خواب ہے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

رأیت رسول الله ﷺ و کأنني واقف بين يديه وبيدی مروحة اذب عنه۔ (2)

''مجھے ایک رات حالت خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے جس سے میں آپ کے قریب آنے والی مکھیاں اڑا رہا ہوں۔''

صبح ایک معبر سے جب اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو اس نے کہا'' انت تذب عنه الکذب'' (کہ رب کریم تمہیں توفیق عطا فرمائے گا کہ تم حضور نبی کریم ﷺ سے کذب وافتراء کو دور کرو گے۔) چنانچہ اس سے میرے ارادے کو قوت اور استحکام نصیب ہوا۔ لہٰذا میں نے صحیح بخاری مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

انداز تالیف

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی ترتیب کے دوران آداب احادیث کو مکمل طور پر ملحوظ خاطر رکھا بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ جس محبت و عشق میں وارفتہ ہو کر آپ نے صحیح بخاری مرتب فرمائی اس میں آپ لاثانی اور بے مثال ہیں تو یہ عین حقیقت ہے۔ آپ نے صحیح بخاری کی تصنیف کا آغاز بیت اللہ کے سائے میں سرزمین حرم پر بیٹھ کر کیا اور پہلی مرتبہ

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۸۸ 2۔ ھدی الساری، جلد ۱، صفحہ ۴، تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۸۸

Marfat.com

مسودہ کی تکمیل وہیں کی۔ احادیث لکھنے کا انداز یہ تھا کہ ہر حدیث قلمبند کرنے سے قبل آب زمزم سے غسل فرماتے، مقام ابراہیم پر استخارہ کی نیت سے دو نفل ادا کرتے اور پھر وہ حدیث طیبہ صفحہ قرطاس پر ثبت کرتے، جس کی صحت کے بارے یقین محکم ہوتا۔ ایک بار تکمیل مسودہ کے بعد آپ مدینہ طیبہ میں حبیب کبریاء علیہ افضل التحیۃ والثناء کے روضہ اقدس واطہر پر حاضر ہوئے اور پھر روضہ اطہر اور منبر نبوی کے درمیان روضۃ من ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر یہی مسودہ دوبارہ تحریر کیا۔ وہاں بھی لکھنے کا دستور وہی تھا کہ ہر حدیث لکھنے سے قبل آپ دو رکعت نفل استخارہ ادا کرتے پھر مراقبہ فرماتے بعد ازاں حدیث طیبہ تحریر کرتے۔(1)

اور ھدی الساری میں اس طرح ہے ''کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ، بصرہ اور بخارا میں صحیح بخاری کا مسودہ تیار کیا اور اس کی تبییض کا کام مسجد حرام میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ بعد ازاں مدینہ طیبہ میں گنبد خضراء کے پہلو میں بیٹھ کر تراجم ابواب قلمبند کئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید محمد بن ابی حاتم وراق بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے دریافت کیا کیا آپ کو وہ تمام احادیث ازبر ہیں جو آپ نے صحیح بخاری میں ذکر کی ہیں تو جواباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جامع صحیح کی کوئی حدیث مجھ سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اسے تین بار لکھا ہے۔''(2)

ڈاکٹر ابوزہو لکھتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ برس کی طویل مدت میں انتھک محنت وکاوش کے ساتھ چھ لاکھ احادیث میں سے صرف ان ہی احادیث کے ساتھ اپنی صحیح کو مکمل کیا ہے جو صحیح متن اور سند متصل کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول تھیں اور ان کے رواۃ ورجال ضبط وعدالت کی صفات سے متصف تھے۔(3)

تعدادِ احادیث

شارح بخاری حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق احادیث

1۔ ھدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۲۰۲، سنت خیر الانام: ۱۷۳ 2۔ ھدی الساری، جلد ۲، صفحہ ۲۵۱

3۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۰۹

Marfat.com

بخاری کی تعداد مع تعلیقات، شواہد اور مکررات نو ہزار چھ سو بیاسی (9682) ہے اور مسند احادیث مع مکررات سات ہزار تین سو ستانوے (7397) ہیں اور اگر مکررات کو بھی حذف کر دیا جائے تو مرفوع احادیث کی کل تعداد دو ہزار چھ سو تیئس (2623) ہے۔ جملہ معلقات کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس (1341) ہے اور متابعات کی تعداد تین سو چوالیس (344) ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جو احادیث اعلیٰ اسانید پر مشتمل ہیں وہ ثلاثیات ہیں۔(اس سے مراد وہ احادیث ہیں جو تین واسطوں سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک پہنچ جاتی ہیں۔) ان کی کل تعداد بائیس (22) ہے اور اگر مکررات کو حذف کر دیا جائے تو پھر سولہ (16) باقی رہ جاتی ہیں۔(1)

شرائط

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں احادیث درج کرنے کے لئے متعدد شرائط کا التزام کیا ہے۔ گو وہی شرائط حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی صحیح کے لئے لازمی قرار دی ہیں مگر ان کی نسبت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط زیادہ قوی اور مضبوط ہیں۔ ان ہی شرائط کی بناء پر صحیح بخاری صحیح مسلم اور دیگر تمام کتب سے افضل وارجح ہے۔ شرائط حسب ذیل ہیں:

1۔ اتصال سند:۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے حدیث طیبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اس کی سند متصل ہو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر راوی اپنے شیخ سے ایسے صیغہ کے ساتھ حدیث روایت کرے جو صراحۃً سماع حدیث پر دلالت کرتا ہو۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر راوی کی اپنے شیخ سے ملاقات شرط ہے اگرچہ وہ ایک ہی بار ہو۔ جبکہ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ہمعصر ہونا ہی کافی ہے۔

2۔ اتقان رواۃ:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث کے راوی ثقہ، عادل اور ضابط ہوں۔ اس شرط کے اعتبار سے بھی صحیح بخاری صحیح مسلم سے ارجح ہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ

1۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۶

Marfat.com

رواۃ جن کے بارے حفاظ حدیث نے نقد و جرح کی گفتگو کی ہے ان کی تعداد کم ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے راویوں کی تعداد زیادہ ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انفرادی طور پر چار سو پینتیس (435) راویوں سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے اسی (80) رواۃ پر جرح کی گئی ہے اور امام مسلم چھ سو بیس (620) رواۃ سے احادیث نقل کرنے میں منفرد ہیں اور ان میں سے ایک سو ساٹھ (160) رواۃ پر جرح کی گئی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسے رواۃ جن پر تنقید نہیں کی گئی ان سے حدیث روایت کرنا ایسے راویوں کی نسبت بہتر ہے جن پر جرح کی گئی ہے۔ اگر چہ وہ نقد و جرح اس راوی کے حق میں قادح نہ بھی ثابت ہو۔

نیز یہ بھی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جن راویوں پر جرح کی گئی ہے ان سے آپ نے بہت کم احادیث روایت کی ہیں اور ان میں اکثر آپ کے اساتذہ اور شیوخ ہیں۔ جن کی صحبت سے آپ مستفیض ہوتے رہے۔ آپ ان کے حالات سے واقف اور ان کی روایت کردہ احادیث سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ ان کی جید اور ردی روایات کے درمیان تمیز کر سکتے تھے۔ جبکہ اس کے برعکس امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے مجروح راویوں کی کیفیت اس طرح نہیں تھی۔

3۔ عدم شذوذ:۔ تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث شاذ نہ ہو اور نہ ہی اس میں کوئی ایسی علت ہو جو جرح کا سبب بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری و مسلم کی وہ کل احادیث جن پر نقد و جرح کی گئی ہے ان کی تعدا صرف دو سو دس (210) ہے۔ ان میں سے اٹھتر (78) احادیث ایسی ہیں جو صرف بخاری میں پائی جاتی ہیں اور سو (100) احادیث صرف مسلم میں پائی جاتی ہیں۔ باقی بتیس (32) احادیث ہیں جو بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کی نسبت مسلم پر تنقید زیادہ ہے لہٰذا درجہ میں بخاری مسلم سے افضل ہے۔(1)

1۔ الوسیط: ۲۳۶، تاریخ حدیث و محدثین: ۵۲۳

Marfat.com

مذکورہ بالا شرائط کی پابندی کرتے ہوئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں صرف وہی احادیث نقل کی ہیں جو ان پر پوری اترتی ہیں مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو احادیث صحیح بخاری میں درج نہیں وہ ضعیف یا غیر صحیح ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ بہت سی ایسی صحیح احادیث ہیں جو آپ کی شرائط پر پورا اترتی ہیں مگر آپ نے طوالت کے خوف سے انہیں بخاری میں درج نہیں فرمایا۔ جیسا کہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ''ماوضعت فی کتابی الجامع الا ماصح وترکت من الصحاح مخافۃ الطول۔''(1)

صحیح بخاری کے رواۃ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح بخاری کا سماع تقریباً نوے ہزار افراد نے کیا۔ تمام افراد کے اسماء کا احصاء ناممکن اور محال ہے۔ ان میں سے چند معروف افراد کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفِربری متوفی 320ھ۔ انہوں نے دو مرتبہ صحیح بخاری کا سماع کیا ایک دفعہ فِربر کے مقام پر 248ھ میں اور دوسری دفعہ 252ھ کے دوران بخارا میں۔

2۔ ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی متوفی 294ھ۔

3۔ حماد بن شاکر نسوی متوفی 290ھ۔ یہ دونوں صحیح بخاری کا کچھ حصہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سنانے سے قاصر رہے۔

4۔ ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی بزدوی متوفی 329ھ۔ یہی وہ آخری فرد ہے جس نے صحیح بخاری روایت کی ہے۔(2)

تراجم ابواب

چونکہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار آئمہ مجتہدین میں ہوتا ہے اس لئے آپ کی کتاب فقہی احکام ومسائل کی جامع ہے۔ آپ نے صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں اپنے اجتہادات

1۔ الوسیط: ۲۳۸

2 مقدمہ فتح الباری، جلد ۱، صفحہ ۷، ۸

Marfat.com

واستنباطات کا انتہائی خوبصورت اظہار کیا ہے۔جس سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ فقہ اسلامی اور شرعی احکام کے استنباط میں کس قدر ماہر تھے۔تراجم ابواب میں آپ نے دو طرح کا انداز اختیار کیا ہے۔

1۔تراجم ابواب میں آپ کا ایک انداز یہ ہے کہ کسی باب کا جو عنوان مقرر کرتے ہیں وہ ان احادیث کے مطابق وموافق ہوتا ہے جو اس باب میں مذکور ہیں۔بعض اوقات باب کا عنوان مکمل طور پر موضوع کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی بعض الفاظ موضوع سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔جبکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عنوان کے الفاظ موضوع کے ہم معنی ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری کے اکثر عنوانات اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

2۔دوسرا انداز یہ ہے کہ باب کا عنوان عام ہوتا ہے اور اس میں مندرج احادیث خاص ہوتی ہیں۔اس سے آپ کا مقصود اس طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ حدیث اگرچہ خاص ہے مگر اس کا حکم عام ہے اور کبھی صورت اس کے برعکس ہوتی ہے یعنی عنوان خاص ہوتا ہے اور باب میں مذکور حدیث عام ہوتی ہے۔اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ حدیث اگرچہ عام ہے مگر اس کا حکم خاص ہے۔مطلق،مقید،شرح مشکل،شرح غامض،تادیل ظاہر اور تفصیل مجمل کا بھی یہی حال ہے۔

اس کتاب کے تراجم ابواب میں جو دقت اور پیچیدگی پائی جاتی ہے وہ یہی ہے۔اسی لئے علماء کا یہ مشہور قول ہے"فقہ البخاری فی تراجم ابوابہ"(بخاری کی فقاہت ان کے تراجم ابواب میں پائی جاتی ہے۔)

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باب کا عنوان استفہامیہ انداز میں ہوتا ہے مثلاً"باب هل يكون كذا او مَن قال كذا"(کیا ایسا ہو سکتا ہے۔یا کس نے اس طرح کہا ہے؟) آپ ایسا تب کرتے ہیں جب دو احتمالوں میں سے ایک کی تعیین نہ کر سکتے ہوں اور کبھی باب کا عنوان ایسا بیان کر دیتے ہیں جو بظاہر چنداں افادیت کا حامل نہیں ہوتا مگر جب اس میں غور وفکر اور تدبر کیا جاتا ہے تو وہ کثیر النفع ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

بعض اوقات آپ ایسی حدیث کو باب کا عنوان بنا دیتے ہیں جو ان کی شرائط کے مطابق صحیح نہیں ہوتی۔ اور پھر اس کے تحت کوئی قرآن کریم کی آیت یا صحابہ کرام کا اثر ذکر فرمادیتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ میری شرائط کے مطابق اس باب میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔ (1)

صحیح بخاری کی قبولیت اور پذیرائی

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جہد مسلسل، سعی پیہم اور انتہائی خلوص و محبت کے ساتھ صحیح بخاری مرتب فرمائی۔ تو اسے رب کریم اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جو پذیرائی اور قبولیت نصیب ہوئی امت مسلمہ اس پر جتنی بھی فخر کناں ہو وہ کم ہے۔ محمد بن احمد مروزی فرماتے ہیں:

کنت نائمابین الرکن والمقام فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المنام فقال لی یا ابا زید الی متی تدرس کتاب الشافعی ولا تدرس کتابی فقلت یا رسول اللہ وما کتابک۔ قال جامع محمد بن اسماعیل البخاری۔ (2)

"میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا پڑا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے شرف دیدار عطا فرمایا۔ اسی اثناء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوزید! کب تک شافعی کی کتاب پڑھاتا رہے گا میری کتاب کیوں نہیں پڑھاتا؟ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی کتاب کونسی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کی جامع۔"

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت و رحمت سے صحیح بخاری کو اتنی قبولیت حاصل ہوئی کہ ہر دور کے علماء و مشائخ نے اس کی صحت پر اجماع کیا ہے اور انتہائی خوبصورت اور حسین و جمیل انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۵۱۱

2۔ مرقاۃ، جلد ۱ صفحہ ۱۷

Marfat.com

صحیح بخاری مکمل ہونے کے بعد جب امام المحدثین نے اسے اپنے مشائخ اور اساتذہ اسحاق بن راہویہ، علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے آپ کی اس کاوش کو خوب سراہا، اس پر دلی مسرت کا اظہار فرمایا اور چار کے سوا تمام احادیث کو صحیح قرار دیا۔ ان چار کے بارے بھی محدث عقیلی فرماتے ہیں ''الحق مع البخاری فیھا ایضا'' (کہ ان چار کے بارے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے صائب اور زیادہ درست ہے۔)(1)

حافظ ابونصر وائلی سجزی فرماتے ہیں:

اجمع اھل العلم الفقھاء وغیرھم علی ان رجلا لوحلف بالطلاق ان جمیع مافی البخاری مما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد صح عنه فانه لاشك فی انه لایحنث، والمراۃ بحالھا فی حبالته۔

''اس مسئلہ پر تمام اہل علم فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر کسی آدمی نے اس پر طلاق کی قسم کھائی کہ بخاری میں مندرج تمام احادیث نبویہ صحیح ہیں تو بلاشبہ وہ درست ہے حانث نہیں ہوگا اور عورت اس کے حبالہ عقد میں باقی رہے گی۔''

کیونکہ آئمہ حفاظ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اسے (صحیح بخاری کو) اپنے اور اپنے رب کے درمیان حجت بنایا ہے۔ ''وجعلته حجة بینی وبین الله''(2)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری سب سے افضل کتاب ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے سماع کے لئے تین ہزار میل کی مسافت بھی طے کرے تو اس کی کاوش رائیگاں نہ ہوگی۔''(3)

محدث اسماعیلی اپنی کتاب ''المدخل'' میں فرماتے ہیں ''میں نے امام بخاری کی تصنیف کو دیکھا تو اسے سنن صحیحہ کی جامع ہونے کی حیثیت سے اسم بامسمیٰ پایا۔ میں نے اس

1۔ مرقاۃ، جلد ا، صفحہ ۱۶　2۔ المنہل اللطیف: ۲۷۶　3۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۱۲۶

Marfat.com

میں استنباط احکام کی ایسی مثالیں ملاحظہ کی ہیں جو اسی شخص کو نصیب ہو سکتی ہیں جو حدیث کی نقل و روایت اور اس کی علل سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و لغت میں بھی مہارت تامہ رکھتا ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مساعی کو اس کتاب کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس لئے آپ اس میدان میں سب سے آگے بڑھ گئے۔(1)

درجہ اور رتبہ کے اعتبار سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن بخاری کی عظمت بیان کرتے ہوئے دارقطنی فرماتے ہیں ''لولا البخاری لما راح مسلم ولا جاء''(2) (اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم فن حدیث میں اتنا کمال حاصل نہ کر سکتے۔)

شروحات بخاری

صحیح بخاری کو ہر دور میں جس قدر پذیرائی اور قبولیت حاصل ہوئی کوئی کتاب بھی اس کا ہم پلہ نہیں۔ اس لئے ہر دور کے علمائے محققین اس میں مذکور ارشادات نبویہ کی تشریح و وضاحت میں قلم آزمائی کرتے رہے اور جب تک یہ سلسلہ لیل و نہار قائم ہے تب تک علمائے امت یہ خدمت سرانجام دیتے رہیں گے۔ سب سے زیادہ شروح صحیح بخاری کی ہی لکھی گئی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس کی بیاسی (82) شروح تحریر کی جا چکی ہیں۔ ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ اعلام السنن:۔ یہ امام ابو سلیمان احمد بن محمد الخطابی متوفی 338ھ کی تصنیف ہے اور بخاری کی سب سے پہلی شرح ہے۔

2۔ شرح البخاری:۔ یہ امام فخر الاسلام علی محمد البزدوی حنفی متوفی 482ھ کی تالیف ہے اور نہایت مختصر شرح ہے۔

3۔ فتح الباری:۔ یہ شرح حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ کی تصنیف ہے اور اس کا شمار بخاری کی عظیم ترین شروح میں ہوتا ہے۔

1۔ تاریخ حدیث: ۵۲۲　2۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۹۳

Marfat.com

4۔عمدۃ القاری:۔ یہ شرح الشیخ الامام حافظ بدرالدین عینی متوفی 855ھ کی تصنیف ہے اس سے بہتر شرح آج تک نہیں لکھی گئی۔

5۔الکوثر الجاری:۔ یہ شرح احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی متوفی 893ھ کی تحریر ہے۔ اس میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت کا تذکرہ ہے۔

6۔التوشیح علی الجامع الصحیح:۔ یہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ کی شرح ہے۔

7۔ارشاد الساری:۔ یہ شرح شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب قسطلانی شافعی متوفی 923ھ کی تصنیف ہے۔

صحیح مسلم

صحاح ستہ میں صحیح بخاری کے بعد اصح ترین کتاب حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح ہے۔ آپ نے مسلسل پندرہ برس تک انتہائی محنت شاقہ سے کام کیا اور تین لاکھ ذخیرہ احادیث میں سے اپنی جامع میں ایسی صحیح احادیث کا انتخاب کیا جو وقت کے عظیم محدثین کے نزدیک بالاجماع صحیح تھیں اور آپ نے اتنی عمدگی اور ندرت سے اسے مرتب کیا کہ محققین نے اسی جودۃ وضع اور حسن ترتیب کے سبب اسے صحیح بخاری سے بھی ارجح قرار دیا اور یہی حقیقت ہے کیونکہ صحیح بخاری کے تراجم ابواب میں جس نوع کا خفا اور ابہام پایا جاتا ہے صاحب فن کے بغیر اس کی اصلیت اور حقیقت تک رسائی خاصی مشکل ہے۔ اسی طرح اس میں پیچیدگی بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تراجم ابواب کی مناسبت سے ایک ہی حدیث کو بالاجزاء متعدد ابواب میں ذکر کر دیا ہے۔ بعض مقامات پر ضرورت کے پیش نظر حدیث طیبہ میں اختصار بھی کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صحیح بخاری میں مکررات بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ جبکہ ان میں سے کسی شئ کو بھی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بالعموم اپنی صحیح میں جگہ نہیں دی۔ نتیجتاً ہر دور کے محدثین اور محققین نے اسے انتہائی تحسین کی نگاہ سے دیکھا اور صحیح بخاری کے بعد اسے اصح ترین کتاب قرار دیا۔ حتیٰ کہ بعض نے تو اسے صحیح بخاری پر بھی ترجیح دی۔ جیسا کہ ابو علی الحسین ابن علی نیشاپوری، حافظ شیخ الحاکم

Marfat.com

ابی عبداللہ نے کہا ہے "کتاب مسلم اصح وافقہ" (کہ مسلم کی کتاب سب سے زیادہ صحیح او من کتاب البخاری" (1) (جو کچھ اس کتاب میں ہے وہ بخاری کی کتاب سے افضل وعمدہ ہے۔) اور بعض علماء مغرب نے بھی اپنی پسند کا اظہار کرتے ہوئے اسے دیگر کتب حدیث پر ترجیح دی اور اس پر مستزاد یہ کہ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس کاوش، مساعی جمیلہ اور رب کریم کی عظیم عنایت پر اتنے مسرور، مطمئن اور وجد کناں تھے کہ نیشاپور کے عظیم محدث مکی بن عبدان کہتے ہیں کہ میں نے بذات خود حضرت امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا:

لو ان اهل الحديث يكتبون مأتي سنة الحديث فمدارهم على هذا المسند۔ (2)

"کہ اگر محدثین دو سو سال تک بھی حدیث لکھتے رہیں تو ان کا انحصار اسی مسند پر ہوگا۔"

اور ہر دور میں قبولیت عامہ اور صحیح بخاری کے ساتھ صحیح مسلم کی پذیرائی آپ کے قول کی صداقت پر روشن دلیل ہے۔

سبب تالیف

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے صحیح مسلم کی ترتیب و تدوین کا اہم ترین سبب یہ بنا تھا کہ آپ نے اپنے دور میں موجود کتب حدیث کا بنظر غائر مطالعہ کیا۔ تو آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ صحیح بخاری کے سوا دیگر کتب حدیث میں احادیث صحیحہ کے ساتھ ساتھ ضعیف احادیث کی بھی کمی نہیں۔ جبکہ صحیح بخاری اگرچہ صحیح احادیث پر مشتمل اور فقہی ابواب پر مرتب ہے لیکن اس کے باوجود اس میں ایسے ابہامات موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے استفادہ اتنا آسان نہیں۔ اس لئے آپ نے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جس میں ایسی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع کر دی جائیں جو صحیح اور متصل السند ہونے کے ساتھ ساتھ احکام دینیہ اور سنن پر مشتمل ہوں اور انہیں ایسے طریقہ پر مرتب کیا جائے کہ بالعموم عوام و خواص کے لئے

1۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم از امام نووی، جلد ۱، صفحہ ۱۳ 2۔ ایضاً

Marfat.com

استفادہ آسان ہو اور بالخصوص فقہ اسلامی کا شغف رکھنے والوں کے لئے حد درجہ سہولت پیدا ہو جائے۔ انہی اوصاف کی حامل کتاب کی درخواست آپ سے آپ کے تلامذہ نے بھی کی۔ چنانچہ آپ نے صحیح مسلم کی ترتیب و تالیف کا عزم مصمم کیا اور پھر انتہائی احتیاط اور ورع و تقویٰ کے ساتھ جہد مسلسل کرتے ہوئے اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنایا اور پھر آپ نے صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی انحصار و اکتفاء نہیں کیا بلکہ کتاب کی تکمیل کے بعد اسے اپنے دور کے عظیم محدث علل حدیث اور جرح و تعدیل کے ماہر حضرت امام ابوزرعہ رازی کو پیش کیا اور جس حدیث میں انہوں نے کسی بھی علت کا اظہار کیا اسے مسودہ سے خارج کر دیا اور صرف ان احادیث کو ہی باقی رکھا جنہیں انہوں نے مکمل طور پر صحیح اور جرح سے مبرہ قرار دیا۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں "عرضت کتابی ھذا علی ابی زرعة الرازی فکل ما اشار ان له علة ترکته وکل ما قال انه صحیح ولیس له علة خرجته۔"(1)

مرویات کی تعداد

صحیح مسلم کی مکرر احادیث کو ملا کر مجموعی تعداد کے بارے مختلف اقوال ہیں۔

حافظ ابوالفضل احمد بن سلمہ نیشاپوری کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں بشمول مکررات احادیث کی کل تعداد بارہ ہزار (12000) ہے۔ ابوحفص میانجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ احادیث کی کل تعداد آٹھ ہزار (8000) ہے۔(2)

جبکہ ڈاکٹر ابوزہو مصری نے لکھا ہے کہ صحیح مسلم کی کل احادیث سات ہزار دو سو پچھتر (7275) ہیں۔(3)

مکررات کے بغیر صحیح مسلم کی کل احادیث بالاتفاق چار ہزار (4000) ہیں۔(4)

انداز تحریر

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم میں بیان کیا ہے کہ احادیث کی تین قسمیں ہیں۔

1۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم: ۱۳
2۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۰۴
3۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۵۱۴
4۔ تدریب، جلد ۱، صفحہ ۱۰۴

Marfat.com

1۔ وہ احادیث جنہیں روایت کرنے والے بڑے محتاط حفاظ حدیث ہوں۔

2۔ وہ احادیث جن کے راوی حفظ و اتقان میں متوسط درجہ کے حامل ہوں۔

3۔ ایسی احادیث جنہیں روایت کرنے والے ضعیف اور متروک راوی ہوں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی قسم کی احادیث کو روایت کیا ہے اور ان سے فراغت کے بعد دوسری قسم کی احادیث کو اپنی صحیح میں جگہ دی ہے مگر تیسری قسم کی احادیث کی طرف قطعاً توجہ نہیں دی۔(1)

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام احادیث کو فقہی ابواب کی ترتیب پر ہی مرتب کیا ہے مگر طوالت کے خوف سے تراجم ابواب خود ذکر نہیں فرمائے بلکہ بعد میں شارحین مسلم نے تراجم ابواب ذکر کئے ہیں ان میں بعض تو انتہائی عمدہ اور حسین ہیں جبکہ بعض الفاظ رکیک ہونے کی بناء پر ناپسندیدہ ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور بہترین تراجم ابواب حضرت امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کئے ہیں۔(2)

متذکرہ بالا اقسام حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے رواۃ حدیث کے تین طبقات مقرر کئے ہیں۔ پہلے طبقہ، میں وہ راوی ہیں جو ضبط و اتقان میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ دوسرے طبقہ، میں وہ شامل ہیں جو عدالت و ضبط کے اعتبار سے متوسط درجہ کے ہیں اور تیسرے درجہ میں وہ راوی شامل ہیں جو متروک اور متہم بالکذب ہیں۔ لہٰذا آپ نے صرف پہلے دو طبقات سے احادیث لینے کی شرط عائد کر رکھی ہے اور تیسرے طبقہ، کی کوئی حدیث آپ اصالۃً نقل نہیں کرتے۔ ہاں! تیسرے طبقہ سے جو احادیث صحیح مسلم میں موجود ہیں وہ اصالۃً نہیں بلکہ بالتبع ذکر کی گئی ہیں۔ صحیح مسلم کی دیگر تمام شرائط کا تذکرہ صحیح بخاری کی شرائط کے ضمن میں گزر چکا ہے۔(3)

1۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۱۵ 2۔ المنہل اللطیف: ۲۸۲۔

3۔ مقدمہ شرح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۱۵، ۱۶

Marfat.com

خصائص مسلم

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی احتیاط اور حد درجہ اتقان وورع کے ساتھ اپنی صحیح کو مرتب فرمایا اور بعض ایسے امور کو پیش نظر رکھا جو صحیح مسلم سے قبل کتب احادیث میں مفقود تھے۔ مثلاً

حدثنا اور أخبرنا کے مابین فرق

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی حزم و احتیاط کے ساتھ اپنی صحیح میں ان دونوں صیغوں کے درمیان فرق ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ آپ حدثنا کا استعمال تب کرتے ہیں جب حدیث کے الفاظ راوی اپنے شیخ سے سنے اور أخبرنا کا لفظ ایسی روایت کے لئے استعمال کرتے ہیں جو راوی نے شیخ کے سامنے پڑھی ہو اور شیخ نے اس کا سماع کیا ہو۔ یہی مذہب حضرت امام شافعی، ابن جریج، اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ اور جمہور علمائے مشرق کا ہے جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں یہ دونوں لفظ ہر دو معنی کے لئے استعمال کئے ہیں اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی۔ حضرت امام زہری، مالک، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر محدثین کوفہ وحجاز کا مذہب بھی یہی ہے۔

راویوں کے اسماء کی وضاحت

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ آپ راویوں کے اسماء مکمل وضاحت اور احتیاط سے ذکر کرتے ہیں۔ اگر سند میں کسی بھی اعتبار سے ابہام پایا جائے تو آپ اتنی احتیاط سے اس کا ازالہ کر دیتے ہیں کہ شیخ کے الفاظ میں قطعاً خلل واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ ایک سند اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''حدثنا عبد اللہ بن مسلمہ حدثنا سلیمان یعنی ابن بلال عن یحییٰ وھو ابن سعید۔'' اگر آپ یہی سند اسی طرح بیان کرتے ''حدثنا سلیمان بن بلال عن یحییٰ بن سعید۔'' تو آپ اپنے قول میں حق بجانب ہوتے۔ لیکن اس سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ شاید

Marfat.com

شیخ نے سند ذکر کی ہو لیکن آپ نے یعنی اور ھو کے الفاظ کے ساتھ راویوں کے اسماء کی وضاحت بھی کر دی اور ساتھ ہی شیخ کی بیان کردہ سند میں کوئی فرق بھی نہیں آنے دیا۔

مزید برآں آپ کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اگر ایک متن حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو آپ تمام اسانید اپنی احادیث سمیت ایک ہی جگہ نقل کر دیتے ہیں یعنی نہ تو متفرق ابواب میں ان متعدد احادیث کو ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی ایک حدیث کی متعدد اور مختلف ابواب میں تقطیع کرتے ہیں۔ آپ حدیث کو اس کے اصلی الفاظ کے ساتھ ہی بیان کرتے ہیں۔ روایت بالمعنی یا اختصار حدیث کا اسلوب اختیار نہیں کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ خصوصیت بھی ہے کہ باب کے ضمن میں صرف احادیث ذکر کرتے ہیں۔ آثار صحابہ یا اقوال تابعین کا احادیث طیبہ سے قطعاً اختلاط نہیں کرتے۔ (1)

تنبیہ:۔ مذکور بالا تمام اوصاف کے باوجود جمہور علمائے محدثین کے نزدیک صحت کے اعتبار سے صحیح بخاری صحیح مسلم سے ارجح اور افضل ہے اور اس کے بعد دیگر تمام کتب حدیث کی نسبت صحیح مسلم فائق ہے۔

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پورے زہد و تقویٰ اور حزم و احتیاط کے ساتھ احادیث صحیحہ اپنی کتاب میں جمع فرمائیں مگر اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ آپ نے تمام احادیث صحیحہ اپنی جامع میں نقل کر دیں اور ان کے سوا باقی تمام احادیث صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتیں۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ آپ خود فرماتے ہیں "جو احادیث صحیحہ مجھے یاد تھیں وہ سب کی سب میں نے اس کتاب میں شامل نہیں کیں میں نے صرف وہی احادیث اس میں جمع کی ہیں جن کی صحت پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔" (2)

اسی نوع کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا "میں نے اس کتاب میں احادیث صحیحہ جمع کی ہیں مگر میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ جو حدیث میں نے اس کتاب میں شامل نہیں کی وہ ضعیف ہے۔" (3)

1۔ مقدمہ شرح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۱۵ 2۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۴۷ 3۔ ایضاً، توجیہ النظر: ۹

Marfat.com

نوٹ:۔ قابل غور امر یہ ہے کہ شیخین (امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ) نے صحیحین میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی روایت شامل نہیں کی باوجودیکہ ان کی ملاقات امام صاحب کے کم سن اصحاب الاصحاب سے ہوئی تھی اور ان سے اخذ و استفادہ بھی کیا تھا۔ اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی روایت بھی شامل کتاب نہیں۔ حالانکہ ان دونوں کی ملاقات ان کے تلامذہ سے ہوئی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے کے باوجود ان کی صرف دو روایتیں اپنی کتاب میں ذکر کی ہیں۔ وہ بھی ایک تعلیقاً اور دوسری بالواسطہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہونے کے باوجود آپ کی کوئی روایت صحیح مسلم میں ذکر نہیں کی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تقریباً تیس احادیث نقل کی ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے از نافع بطریق شافعی صرف چار حدیثیں روایت کی ہیں۔ حالانکہ یہ صحیح ترین سند ہے یا صحیح ترین اسناد میں سے ایک ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے جو احادیث روایت کی ہیں وہ تعداد میں بیس (20) سے بھی کم ہیں۔ حالانکہ امام احمد، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر ان سے مؤطا امام مالک کا سماع بھی کر چکے تھے۔ مزید برآں آپ کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب قدیم کے راویوں میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔

تو اس کے بارے شیخ محمد زاہد کوثری کا بیان ہے کہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ کی امانت و دیانت کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے سابق الذکر آئمہ مجتہدین کی احادیث کو اپنی کتب میں اس لئے شامل نہیں کیا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے اصحاب و تلامذہ مشرق و مغرب میں ہر سو پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کی مرویات ہر لحاظ سے محفوظ و مصئون ہیں اور ان کے ضائع ہونے کا قطعاً اندیشہ نہیں۔ جبکہ محدثین کی توجہ ایسے راویان حدیث کی جانب مرکوز تھی جن کی روایات ضائع ہونے کا خدشہ تھا۔ لہٰذا انہوں نے ایسے رواۃ کی مرویات کو اپنی کتب میں ذکر کر کے انہیں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔(1)

1۔ حاشیہ شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمیۃ: ۶۴

Marfat.com

دونوں یا ان میں سے ایک بعض اوقات چند اسباب کی بناء پر ایک ثقہ امام کی روایت کو ترک کر دیتے ہیں اور وہ اسباب حسب ذیل ہیں۔

1۔ چونکہ محدث اور امام مجتہد کے درمیان موجود سند ضعیف ہے اس لئے صاحب کتاب محدث اس کی روایت اپنی کتاب میں شامل نہیں کرتا۔

2۔ بعض اوقات صاحب اجتہاد امام کے جلیل القدر اصحاب و تلامذہ ہوتے ہیں جو اس کی مرویات کے محافظ ہوتے ہیں اس لئے صاحب کتاب محدث اس کی روایات کو اپنی کتاب میں شامل نہیں کرتا کیونکہ ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

3۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجتہد امام سے روایت کرنے میں واسطے زیادہ ہونے کے سبب سند طویل ہو جاتی ہے جبکہ اس کے برعکس دوسری سند کے واسطے کم ہوتے ہیں تو صاحب کتاب محدث علو اسناد کی خاطر امام مجتہد پر مشتمل سند کو چھوڑ کر دوسرے طریق سے روایت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اسناد عالی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب پایا جاتا ہے۔(1)

مذکورہ بالا وضاحت سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ مجتہدین کی مرویات کا صحیحین میں مذکور نہ ہونا اور کم مذکور ہونا قطعاً اس سبب سے نہیں کہ وہ حدیث طیبہ میں بے بضاعتی اور کم مائیگی کا شکار تھے اور اس علم میں ان کا مقام و مرتبہ بلند نہ تھا ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ تفصیلات آئمہ مجتہدین کے حالات میں گزر چکی ہیں بلکہ متذکرہ بالا اسباب و وجوہ کی بناء پر ان کی مرویات ان کتب میں ذکر نہیں کی گئیں اس لئے اس سبب سے ان کی ذات پر طعن نہیں کیا جا سکتا۔

مستخرجات صحیح مسلم

چونکہ صحیح بخاری کی طرح صحیح مسلم کو بھی قبول عام حاصل ہوا اس لئے جس طرح صحیح بخاری پر مستخرجات اور اس کی شروح ہر دور میں لکھی جاتی رہیں اسی طرح صحیح مسلم کے بارے بھی ہر زمانہ کے محققین نے طبع آزمائی کی اور متعدد مستخرجات اور مختصرات کے ساتھ

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۵۳۲

Marfat.com

ساتھ اس کی متعدد شروح تحریر کی گئیں۔ چند کے اسماء یہ ہیں۔

1۔ المسند الصحیح علی مسلم:۔ یہ حافظ محمد بن محمد بن رجاء نیشاپوری الاسفرائینی متوفی 286ھ کی تصنیف ہے انہوں نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر اساتذہ سے استفادہ کیا ہے۔

2۔ التخریج علی صحیح مسلم:۔ یہ ابوجعفر احمد بن حمدان علی نیشاپوری متوفی 311ھ کی تالیف ہے۔

3۔ مستخرج حافظ احمد بن سلمہ نیشاپوری البزار متوفی 288ھ:۔ یہ بلخ وبصرہ کے سفر میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔

4۔ المسند الصحیح علی مسلم:۔ یہ حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ جوزقی نیشاپوری متوفی 388ھ کی تالیف ہے۔ جوزق نیشاپور کے نواح میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

شروحات صحیح مسلم

1۔ المفہم فی شرح غریب مسلم:۔ یہ امام عبدالفاخر بن اسماعیل الفارسی متوفی 529ھ کی تالیف ہے۔

2۔ الاکمال فی شرح مسلم:۔ یہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ کی تالیف ہے۔

3۔ المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج:۔ یہ شرح حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی متوفی 676ھ نے لکھی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مجھے لوگوں کی پست ہمتی اور قلت رغبت کا خیال نہ ہوتا تو میں سو جلدوں میں اس کی شرح لکھتا۔

4۔ منہاج الابتہاج بشرح مسلم بن الحجاج:۔ یہ شرح شیخ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی متوفی 923ھ کی تالیف ہے۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تقریباً نصف کتاب کی شرح ہے۔

5۔ شرح مسلم:۔ یہ شرح ملا علی قاری متوفی 1014ھ نے لکھی ہے۔ یہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

مختصرات صحیح مسلم اوران کی شروح

صحیح مسلم کی تلخیص کی صورت میں اس پر مختصرات بھی لکھی گئی ہیں اور پھر بعض علماء نے ان مختصرات کی شروح تحریر کی ہیں۔ چند کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ مختصر صحیح مسلم:۔ یہ کتاب ابوالفضل محمد بن عبداللہ المریسی متوفی 655ھ کی تالیف ہے۔

2۔ مختصر صحیح مسلم:۔ یہ حافظ ذکی الدین عبدالعظیم متوفی 656ھ نے لکھی ہے۔

3۔ شرح مختصر صحیح مسلم:۔ یہ شرح عثمان بن عبدالملک الکروی المصری متوفی 737ھ نے لکھی ہے۔

4۔ شرح مختصر صحیح مسلم:۔ یہ شرح محمد بن احمد الاسنوی متوفی 763ھ کی تالیف ہے۔ (1)

سنن ابی داؤد

مؤلفین صحاح ستہ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد فقہی اعتبار سے جو مقام حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا اس میں کوئی اور آپ کا ثانی نہیں۔ اس لئے سنن کی تالیفات میں اولیت کا اعزاز آپ کو حاصل ہے۔ آپ سے قبل محدثین صرف جوامع اور مسانید تصنیف کرتے تھے اس لئے ان کی تصانیف سنن واحکام کے علاوہ اخبار وقصص اور آداب ومواعظ سب کی جامع ہوا کرتی تھیں۔ آپ سے پہلے کسی نے بھی خالص سنن اور احکام کو یکجا نہیں کیا مگر آپ نے صرف احادیث احکام جمع فرما کر حدیث طیبہ کی وہ خدمت سرانجام دی جو صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

فقہاء نے فقہی مسائل کا جن احادیث سے استنباط کیا ہے وہ آپ کی سنن میں موجود ہیں اسی خاصیت کے پیش نظر یہ کتاب طبقہ فقہاء میں بالخصوص اور عوام الناس میں بالعموم بے حد مقبول ہے۔ یہاں تک کہ محدثین نے کہا ''اسلام کی بنیاد قرآن کریم اور اس کا ستون سنن

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۲۳۵

Marfat.com

ابی داؤد ہے۔''(1)

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''دین کے مقدمات کا علم حاصل کرنے کے لئے کتاب اللہ اور سنن ابی داؤد کافی ہے۔''

اور اس پر مستزاد یہ کہ حسن بن محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں ''کہ ایک بار عالم خواب میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرف دیدار عطا فرمایا اور فرمایا جو شخص سنن کا علم حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ سنن ابی داؤد کا علم حاصل کرے۔'' تو یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ سنن ابی داؤد کو بارگاہ نبوت میں خاص پذیرائی اور قبولیت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے علماء وفقہاء کے مابین بھی اسے قبول عام حاصل ہوا۔

مرویات کی تعداد اور ان کے مراتب

سنن ابی داؤد کی ترتیب و تالیف کا سلسلہ 241ھ سے قبل آپ نے بغداد میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ نے پانچ لاکھ احادیث کے عظیم ذخیرہ سے چار ہزار آٹھ سو (4800) احادیث منتخب فرمائیں۔ بعد ازاں اپنی کتاب کو اجزاء، کتب اور ابواب میں تقسیم کر دیا۔ آپ نے رسالہ مکیہ میں ذکر کیا ہے کہ مراسیل کے علاوہ کتاب السنن کے سترہ (17) اجزاء ہیں۔ کتاب السنن میں کل پینتیس (35) کتابیں ہیں۔ ان میں سے تین ایسی کتابیں ہیں جن میں ابواب بندی نہیں کی گئی۔ کتاب میں مجموعی طور پر ابواب کی تعداد ایک سو ستاسی (187) ہے۔(2)

احادیث کے مراتب کے بارے علامہ ابن الصلاح مقدمہ میں رقمطراز ہیں ''کہ سنن ابی داؤد میں بھی احادیث حسن پائی جاتی ہیں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ''میں نے اس کتاب میں احادیث صحیحہ اور ان سے قریب المرتبہ احادیث جمع کی ہیں۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں کسی باب میں اس حدیث کو شامل کرتا ہوں جو میری دانست میں سب سے زیادہ صحیح ہوتی ہے۔ جس حدیث میں شدید قسم کا ضعف پایا جاتا ہو

1۔ شروط الائمۃ الستۃ لابی الفضل المقدسی: ۲۰

2۔ مقدمہ سنن ابی داؤد مترجم، جلد ۱، صفحہ ۲۸

Marfat.com

میں اسے ساتھ بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے بارے میں کچھ نہیں کہتا وہ قابل احتجاج ہوتی ہے۔ بعض احادیث بعض کی نسبت زیادہ صحیح ہوتی ہیں۔" اس قول پر ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو حدیث ابوداؤد میں مطلقاً مذکور ہو اور صحیحین میں مذکور نہ ہو اور کسی ناقد حدیث نے اس کے صحیح ہونے کی تصریح بھی نہ کی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ حدیث ابوداؤد کے نزدیک حسن کے درجہ کی ہے۔ اس قسم کی بعض احادیث آپ کے نزدیک حسن نہیں ہوتیں کیونکہ حسن کی جو تعریف ہم نے ابوداؤد سے نقل کی ہے وہ اس کے تحت نہیں آتیں۔" حافظ ابوعبداللہ بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد باوردی کو یہ فرماتے سنا "امام عبدالرحمٰن نسائی ہر اس روای کی احادیث کو روایت کرتے ہیں جس کی روایات ترک کرنے پر اجماع منعقد نہ ہوا ہو۔ امام ابوداؤد بھی اسی روش پر گامزن رہے۔ جب کسی مسئلہ سے متعلق انہیں صحیح حدیث نہ ملتی ہو تو وہ ضعیف ہی ذکر کر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی رائے کی نسبت زیادہ قوی ہے۔" (1)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تدریب میں فرماتے ہیں "امام ابوداؤد سے جو الفاظ منقول ہیں میں "صالح" (لائق وقابل) کا لفظ ہے۔ اس میں یہ احتمال ہے کہ ان کی اس سے مراد قابل اعتبار ہو نہ کہ لائق احتجاج۔ اس لئے اس میں احادیث ضعیفہ بھی شامل ہوں گی لیکن علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے "وما سکت عنه فهو حسن فان صح ذالك فلا اشكال" (کہ جس حدیث کے بارے آپ نے سکوت اختیار کیا وہ حسن ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں۔)" (2)

شرائط اور اسلوب بیان

سنن ابی داؤد میں احادیث درج کرنے کی شرائط کا علم امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اس گرامی نامہ سے ہوتا ہے جو آپ نے اہل مکہ کے نام تحریر فرمایا تھا اور اسی میں اسلوب بیان کی وضاحت بھی موجود ہے۔ اس لئے تاریخ حدیث ومحدثین سے اس گرامی نامہ کا اقتباس

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۸، تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۶۷
2۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۶۸

Marfat.com

پیش خدمت ہے۔'' آپ نے مجھے یہ بات بتانے کو کہا ہے کہ میں نے جو احادیث ابوداؤد میں درج کی ہیں آیا وہ ان مسائل میں واردشدہ احادیث میں سے صحیح تر ہیں؟ تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بلاشبہ وہ احادیث اس باب میں صحیح تر ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی حدیث دو سندوں سے منقول ہو۔ایک سند صحیح تر ہو اور دوسری کے راوی حفظ وضبط میں بڑھ کر ہوں۔ بسا اوقات میں اس کی وضاحت کر دیتا ہوں۔میری کتاب میں ایسی دس احادیث بھی نہیں ہیں۔اگر کسی مسئلہ سے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہوں۔تاہم میں ایک دو احادیث پر اکتفاء کرتا ہوں۔اس لئے کہ میرا مقصد افادیت اور اختصار ہے۔

جب میں ایک باب میں کسی حدیث کو دو یا تین سندوں کے ساتھ مکرر لاتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں کچھ اضافہ ہوتا ہے۔بعض اوقات میں طویل حدیث کو مختصر بھی کر دیتا ہوں اس لئے کہ اگر پوری حدیث کو شامل کر دیا جائے تو یہ بات واضح نہیں ہوگی کہ اس حدیث کو اس باب میں لانے کا مقصد کیا ہے اور اس حدیث سے کونسے مسئلہ کا استنباط کرنا مقصود ہے؟ لہٰذا میں اس کو مختصر کر کے حدیث کا وہی حصہ ذکر کرتا ہوں جو باب سے متعلق ہوتا ہے۔ جہاں تک مراسیل کا تعلق ہے ماضی میں علماء ان سے احتجاج کرتے تھے۔مثلاً سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم۔جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا تو وہ اس پر معترض ہوئے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس ضمن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی۔ جب کسی مسئلہ میں مرفوع متصل حدیث موجود نہ ہو تو پھر مرسل سے احتجاج کیا جائے گا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرسل حدیث میں وہ قوت نہیں ہو سکتی جو متصل حدیث میں ہوتی ہے۔

سنن ابی داؤد میں کوئی حدیث کسی متروک راوی سے منقول نہیں۔اس میں جہاں بھی کوئی منکر حدیث پائی جاتی ہے۔میں نے اس کی وضاحت کر دی اور بتا دیا کہ اس مسئلہ میں بجز اس حدیث کے اور کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی۔میری کتاب کی جس حدیث میں زیادہ ضعف پایا جاتا تھا۔میں نے اس کی نشاندہی کر دی ہے۔اس میں بعض احادیث ایسی

Marfat.com

بھی ہیں جن کی سند صحیح نہیں ہے۔ جس حدیث پر میں نے کوئی جرح نہیں کی وہ قابل احتجاج ہے۔ بعض احادیث دوسری احادیث سے صحیح تر ہیں۔ کوئی سنت رسول ﷺ ایسی نہیں جو اس کتاب میں مذکور نہ ہو۔ قرآن کے بعد سنن ابی داؤد کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جس کا پڑھنا لوگوں کے لئے ضروری ہو۔

اگر کوئی شخص سنن ابی داؤد لکھ لے اور اس کے سوا کوئی علمی چیز نہ لکھے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اس کتاب کی قدر ومنزلت کا اندازہ اس میں غور وفکر کرنے سے ہوتا ہے۔ امام مالک، شافعی اور سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو فقہی احکام ومسائل بیان کئے ہیں۔ ان کی اساس انہیں احادیث پر رکھی گئی ہے جو سنن ابی داؤد میں مذکور ہیں۔ اس میں مشمولہ اکثر احادیث مشہور حدیث کے درجہ کی ہیں۔ جس شخص نے بھی احادیث نبویہ لکھی ہیں۔ اس کے پاس یہ احادیث موجود ہیں مگر ان کی تمیز ومعرفت ہر کس وناکس کا کام نہیں۔ جو حدیث مشہور بھی ہو اور صحیح متصل بھی، اس کو کوئی شخص رد نہیں کر سکتا۔ البتہ غریب حدیث کے ساتھ احتجاج درست نہیں۔ اگرچہ اس کے راوی آئمہ ثقات ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "غریب حدیث کو ناپسند کیا کرتے تھے" یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "جب تم کوئی حدیث سنو تو اسے اس طرح تلاش کرو جس طرح گمشدہ چیز کو تلاش کیا جاتا ہے اگر پہچان میں آجائے تو بہتر ورنہ اسے چھوڑ دیجئے۔"

میں نے سنن ابی داؤد میں صرف وہی احادیث شامل کی ہیں جن کا تعلق احکام کے ساتھ ہے۔ اس میں کل چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں۔ سب احکام سے متعلق ہیں۔ زہد اور اس کے فضائل کے سلسلہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں میں نے انہیں شامل کتاب نہیں کیا۔ (1)

جامع احادیث

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی سنن میں چار ایسی جامع احادیث نقل کی ہیں جو ہر انسان کے لئے اس کے دین کے بارے کافی ہیں وہ درج

1۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۵۶

Marfat.com

ذیل ہیں۔

1۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

(اعمال کا انحصار نیت پر ہے۔)

2۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ۔

(کسی کے اچھا مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی (بے فائدہ) کاموں کو ترک کر دے۔)

3۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔

(تم میں سے کوئی ایک کامل مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔)

4۔ اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِھَاتٌ فَمَنْ اِتَّقَی الشُّبُھَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِیْنِہٖ۔

(حلال اور حرام دونوں واضح ہیں۔ ان دونوں کے درمیان امور مشتبہات ہیں۔ جو شخص امور مشتبہات سے بچتا رہا اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا۔)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے دین کے لئے کافی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان میں شریعت کے قواعد کلیہ مشہورہ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے معلوم ہو جانے کے بعد جزئیات مسائل میں کسی مجتہد اور مرشد کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لئے فقط ان چار احادیث کا جان لینا ہی انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ صحت عبادات کے لئے پہلی حدیث کافی ہے۔ دوسری حدیث عمر عزیز کی حفاظت کی ضامن ہے، ہمسائیگان، خویش و اقارب اور دوسرے اہل معاملہ سے حسن سلوک کی دعوت تیسری حدیث دیتی ہے اور اختلاف علماء یا اختلاف دلائل سے جو شکوک پیدا ہوتے ہیں ان کے ازالہ کے لئے چوتھی حدیث کافی ہے۔ گویا ایک عقلمند اور دانا انسان کے لئے یہ چاروں حدیثیں استاذ اور مرشد کا حکم رکھتی ہیں۔(1)

1۔ المنہل اللطیف: ۲۹۸

Marfat.com

سنن ابی داؤد محققین کی نظر میں

سنن ابی داؤد جب منظر عام پر آئی تو علماء اس کی جامعیت، ابواب بندی، حسن ترتیب اور احکام فقہیہ کا مصدر و ماخذ ہونے کے سبب سے انتہائی متاثر ہوئے۔ اس کی اہمیت اور درجہ ورتبہ کا اظہار مختلف کلمات تحسین سے کیا۔ ان میں سے چند آراء آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ حضرت امام ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 328ھ اپنی کتاب معالم السنن میں رقمطراز ہیں "خوب جان لیجئے کہ سنن ابی داؤد بہترین کتاب ہے۔ علم دین میں ایسی کتاب تاہنوز تصنیف نہیں کی گئی۔ سب لوگوں کے ہاں اسے خلعت قبول سے نوازا گیا ہے۔ علماء کے سب گروہ اور فقہاء کے تمام طبقات اختلاف مذاہب و مسالک کے باوجود اسے حکم تسلیم کرتے ہیں۔ سب لوگ اسی چشمہ کے پاس آتے ہیں اور اپنے کو سیراب کرتے ہیں۔ اہل عراق و مصر، بلاد مغرب اور اکثر دیار و امصار کے لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ البتہ اہل خراسان صحیحین اور ان کتب کے شیفتہ و فریفتہ ہیں جو ان دونوں کی شرائط کے مطابق تحریر کی گئی ہیں۔ البتہ ابوداؤد وضع و ترتیب کے اعتبار سے بہت عمدہ کتاب ہے اور اس میں زیادہ فقاہت پائی جاتی ہے۔" (1)

2۔ امام ابوجعفر بن زبیر غرناطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

لأبي داؤد في حصر أحاديث الأحكام واستيعابها ما ليس لغيره۔ (2)

"احادیث احکام کے حصر و احصاء میں جو مقام ابوداؤد کو حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔"

3۔ ایک دن حافظ سعید بن سکن کے پاس اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور کہا کہ ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ شیخ ان میں سے ایسی کتابوں کی طرف ہماری راہنمائی فرمائیں جن پر ہم اکتفاء کر سکیں۔ یہ سن کر آپ خاموشی سے

1۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۲: ۶۳

2۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۷۰

Marfat.com

گھر تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار تھیلے اٹھا کر لائے اور انہیں اوپر نیچے رکھ دیا اور فرمایا:

هذه قواعد الاسلام كتاب مسلم و كتاب البخاري و كتاب ابي داؤد و كتاب النسائي۔ (1)

"یہ کتابیں اسلام کی بنیاد ہیں یعنی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح مسلم، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری، امام ابوداؤد کی سنن ابی داؤد اور امام نسائی کی سنن نسائی۔"

4۔ حضرت امام ابوحامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انها تكفي للمجتهد في العلم بأحاديث الاحكام۔ (2)

"احادیث احکام جاننے کے لئے یہی ایک کتاب (سنن ابی داؤد) مجتہد کے لئے کافی ہے۔"

5۔ حافظ محمد بن مخلد متوفی 331ھ جو امام موصوف کے شاگرد ہیں۔ بیان فرماتے ہیں:

لما صنف السنن وقرأه على الناس صار كتابه لاهل الحديث كالمصحف يتبعونه۔ (3)

"کہ جب امام ممدوح نے سنن تالیف فرما کر عوام کے سامنے پڑھی تو یہ اہل حدیث کے نزدیک مصحف کی حیثیت اختیار کر گئی وہ اس کی اتباع کیا کرتے تھے۔"

شروحات

چونکہ سنن ابی داؤد کو ہر دور میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس لئے علمائے محققین نے اس کی کثیر شروح تحریر کی ہیں۔ ان میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ معالم السنن :۔ یہ شرح ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی متوفی 388ھ کی تصنیف ہے۔

2۔ شرح سنن ابی داؤد :۔ یہ شیخ قطب الدین ابوبکر احمد بن وعین یمنی شافعی متوفی

1۔ شروط الائمۃ الستۃ: ۱۹ 2۔ المنہل اللطیف: ۲۹۹ 3۔ تہذیب التہذیب، جلد ۴، صفحہ ۱۷۲

Marfat.com

652ھ کی تالیف ہے اور اس کی چار مبسوط جلدیں ہیں۔

3۔ شرح سنن ابی داؤد:۔ یہ شرح حافظ علاؤالدین مغلطائی حنفی متوفی 762ھ کی تالیف ہے اور نامکمل ہے۔

4۔ شرح عینی:۔ اسے حافظ بدرالدین عینی متوفی 855ھ نے ایک جز میں تالیف کیا ہے۔

5۔ شرح الزوائد علی الصحیحین:۔ یہ شرح شیخ سراج الدین عمر بن علی الشافعی متوفی 804ھ کی تصنیف ہے۔

6۔ شرح سنن ابی داؤد:۔ یہ شرح ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقی متوفی 826ھ نے لکھی لیکن نامکمل رہی۔

7۔ مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد:۔ یہ شرح حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ کی تصنیف ہے۔

8۔ غایۃ المقصود:۔ یہ شرح علامہ ابوطیب شمس الحق عظیم آبادی کی ایک مبسوط تالیف ہے۔

9۔ بذل المجہور فی حل ابی داؤد:۔ یہ شرح مشہور حنفی عالم خلیل احمد سہارنپوری کی تصنیف ہے۔

مختصرات

شروح کی طرح سنن ابی داؤد پر مختصرات بھی لکھی گئیں دو کے نام یہ ہیں۔

1۔ مختصر سنن ابی داؤد:۔ یہ حافظ ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری متوفی 656ھ کی تالیف ہے۔

2۔ تہذیب السنن:۔ یہ علامہ ابن قیم بن ابی بکر الجوزی متوفی 751ھ کی تالیف ہے۔

Marfat.com

سنن نسائی

کتب صحاح ستہ میں سے سنن نسائی انتہائی اہم حیثیت رکھتی ہے اور درجہ و رتبہ کے لحاظ سے صحیحین کے بعد شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب کی اکثر احادیث صحیح ہیں البتہ کچھ معلول احادیث بھی اس میں پائی جاتی ہیں اور آپ نے جس قدر احادیث کی صحت اور ان کی علل بیان کرنے کا التزام کیا ہے علمائے محدثین نے اسے خوب سراہا ہے اور اسے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

حافظ ابوعبداللہ بن رشید فرماتے ہیں ''کہ علم حدیث میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں یہ کتاب تصنیف کے لحاظ سے ان سب سے بہتر اور ترتیب کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہے۔ خصوصیات کے لحاظ سے یہ بخاری اور مسلم کے اسلوب کی جامع اور بیان علل میں یہ ان سے منفرد اور ممتاز ہے۔''(1)

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ راویوں کی چھان پھٹک میں اتنے ماہر تھے اور علل حدیث تلاش کرنے کا اتنا قوی ملکہ رکھتے تھے کہ علماء نے آپ کے بارے میں یہ کہا کہ نسائی امام مسلم سے بھی بڑے حافظ حدیث تھے۔(2)

اسی عظیم اور اعلیٰ وصف کی بناء پر بعض علمائے مغرب نے سنن نسائی کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے۔ چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ بعض مغربی محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح سے زیادہ بہتر ہے۔(3)

نام اور سبب تالیف

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداءً صحیح اور معلول احادیث پر مشتمل ایک ضخیم اور مبسوط کتاب تالیف فرمائی اور اسے ''السنن الکبریٰ'' کے نام سے تعبیر کیا اور ہر قسم کی احادیث اس میں جمع فرما دیں۔ بعد ازاں ان مخلوط احادیث میں سے صحیح احادیث کا علیحدہ انتخاب کیا

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۲۹۸ بحوالہ فتح المغیث: ۱۲　2۔ تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۵۰

3۔ تذکرۃ المحدثین: ۲۹۸ بحوالہ فتح المغیث: ۱۲

Marfat.com

اور "السنن الصغریٰ" مرتب فرمائی اور اس کا نام "المجتبیٰ" تجویز فرمایا۔ آپ کے نزدیک یہ احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے اور یہی سنن نسائی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں "السنن الکبریٰ میں صحیح و معلول دونوں قسم کی احادیث شامل ہیں اور اس سے جو مجموعہ "المجتبیٰ" (سنن نسائی) کے نام سے منتخب کیا گیا ہے وہ صرف احادیث صحیحہ کا جامع ہے۔"(1)

اس کا سبب تحریر یہ ہے کہ جب آپ السنن الکبریٰ مرتب کر چکے تو آپ رملہ (فلسطین) کے امیر کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی تصنیف لطیف بطور ہدیہ پیش کی تو اس نے دریافت کیا کیا اس میں درج شدہ تمام احادیث صحیح ہیں؟ تو آپ نے فرمایا "نہیں۔" تو امیر نے عرض کی کہ آپ میرے لئے اس میں سے احادیث صحیحہ علیحدہ جمع کر دیجئے۔ تو آپ نے اس کی عرضداشت پر سنن کبریٰ میں سے ان احادیث کا انتخاب کیا جو تمام تر صحیح تھیں اور اس مجموعہ کا نام "المجتبیٰ" رکھا اور بعد میں یہی نسخہ سنن نسائی کے نام سے مشہور ہوا۔ لہٰذا جب بھی مطلقاً یہ کہا جائے "رواہ النسائی" تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ آپ نے یہ حدیث سنن نسائی میں ذکر کی ہے۔ اسی نسخہ کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔

شرائط اور اسلوب

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حدیث ذکر کرنے کے لئے انتہائی قوی اور مضبوط شرائط قائم کی تھیں یہاں تک کہ محدثین نے یہ کہا کہ حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط امام بخاری اور مسلم کی شرائط سے زیادہ اشد اور قوی ہیں۔ حافظ ابو بکر حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے شروط آلائمہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح نسائی بھی پہلے، دوسرے اور تیسرے طبقہ کے رواۃ سے حدیث نقل کرتے ہیں۔ جبکہ چوتھے طبقہ کی مرویات قبول نہیں کرتے۔ ہاں اگر شواہد اور متابعات کے طور پر چوتھے طبقہ سے حدیث روایت کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو پھر ذکر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا جو احادیث بھی چوتھے طبقہ سے ذکر کی گئی

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۵۵۰

Marfat.com

ہیں۔ان میں سے کوئی بھی اصالۃً مذکور نہیں۔حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حدیث اخذ کرنے میں اتنے محتاط واقع ہوئے ہیں کہ کئی ایک ایسے رواۃ جن سے امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حدیث قبول کر لیتے ہیں۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ان سے حدیث روایت نہیں کرتے۔

جیسا کہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''بہت سے راوی ایسے ہیں جن سے ابوداؤد اور ترمذی تو روایت کرتے ہیں مگر نسائی ان کی مرویات سے احتراز کرتے ہیں بلکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین کے بہت سے راویوں کی روایات کو بھی قبول نہیں کیا۔دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ احمد بن نصر فرماتے ہیں ''امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جیسا حوصلہ اور کون کر سکتا ہے ان کو ابن لہیعہ کی بے شمار احادیث یاد تھیں مگر آپ نے ایک حدیث بھی روایت نہ کی۔''(1)

ابن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے امام ابوالقاسم سعد بن علی الزنجانی سے مکہ مکرمہ میں ایک راوی کی حالت کے بارے پوچھا تو انہوں نے اسے ثقہ قرار دیا۔میں نے کہا کہ امام ابوعبدالرحمٰن نسائی نے تو اسے ضعیف قرار دیا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

ان لابی عبد الرحمٰن فی الرجال شرطاً اشد من شرط البخاری و مسلم۔(2)

''کہ امام ابوعبدالرحمٰن النسائی کی راویوں کے بارے شرائط امام بخاری و مسلم کی شرائط کی نسبت زیادہ سخت ہیں۔''

اسی طرح ابوالقاسم فضل بن ابی حرب جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جب کوئی حدیث ابن خزیمہ اور امام نسائی بیان کریں تو ان میں سے مقدم کون ہوگا؟ تو انہوں نے کہا ''امام نسائی'' کیونکہ وہ زیادہ قابل اعتماد ہیں اگرچہ ابن خزیمہ ثقہ اور معدوم النظیر امام ہیں لیکن میں امام نسائی پر کسی کو مقدم نہیں سمجھتا۔(3)

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب بیان مختلف کتب صحاح کے اسالیب کا جامع ہے۔ مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اثبات مسائل کے لئے ایک حدیث کو مختلف ابواب میں ذکر

1۔تاریخ حدیث و محدثین:551 2۔شروط الائمۃ الستۃ:21 3۔ایضاً:22

Marfat.com

کرتے ہیں۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی طرز پر ایک حدیث کی مختلف اسانید کو ایک جگہ پر جمع کر دیتے ہیں۔آپ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے انداز پر صرف احکام فقہیہ سے متعلقہ احادیث نقل کی ہیں اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح احادیث کے ذیل میں ان پر فنی نقطہ نگاہ سے بھی گفتگو کی ہے۔علاوہ ازیں بھی مزید خوبیاں پائی جاتی ہیں جو یہ ہیں۔

1۔ ایک حدیث جس قدر طرق اور اسانید سے مروی ہو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام طرق سے ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا انداز ہے لیکن امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ خوبی زائد ہے کہ وہ تمام طرق ذکر کرنے کے بعد بسا اوقات ان طرق میں جو اسانید مجروح ہوں ان کی نشاندہی کر دیتے ہیں اور بسا اوقات ان طرق کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے یہ واضح کرتے ہیں کہ ان میں سے کونسا طریقہ صحیح اور کونسا مبنی بر خطا ہے اور اگر تمام اسانید صحیح ہوں تو یہ وضاحت کر دیتے ہیں کہ ان میں سے اصح اور ارجح کون سی اسناد ہے۔

2۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث سند غریب کے ساتھ مرفوع روایت ہوتی ہے جبکہ سند مشہور کے ساتھ وہی حدیث موقوف ہوتی ہے تو ایسی صورت میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس کی غرابت اور وقف کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

3۔ اگر حدیث مضطرب المتن ہو تو امام موصوف اس میں پائے جانے والے اضطراب کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

4۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث فی نفسہٖ مشہور ہوتی ہے۔جبکہ اپنے بعض الفاظ کے اعتبار سے وہ غریب ہوتی ہے تو اس صورت میں آپ اس غرابت کی علت بیان کر دیتے ہیں۔

5۔ اگر حدیث شاذ، غیر محفوظ اور منکر ہو تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

6۔ بعض اوقات کوئی حدیث کسی راوی سے موصولاً ذکر کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ روایت مرسل ہوتی ہے۔تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

7۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مرسل اور منقطع کے مابین کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ حدیث منقطع پر بھی مرسل کا اطلاق کردیتے ہیں۔

8۔ بعض دفعہ شیخ کی بیان کی ہوئی سند میں کسی راوی کا نام صحیح نہیں ہوتا تو حدیث ذکر کرنے کے بعد امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ راوی کی اصلاح کردیتے ہیں۔

9۔ اگر سند حدیث میں کوئی غریب راوی ہو یا ایسا راوی ہو جو قوی نہ ہو یا ضعیف ہو تو امام موصوف اس کی نشاندہی کردیتے ہیں۔

10۔ اگر ایک نام کے دو راوی ہوں ان میں سے ایک قوی اور دوسرا ضعیف ہو تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کردیتے ہیں اور اگر کسی راوی میں کوئی ابہام ہو تو اس کا کوئی وصف ذکر کر کے اس ابہام کا ازالہ کردیتے ہیں۔

11۔ بسااوقات آپ راویوں کے مراتب اور ایک استاذ کے متعدد شاگردوں کے درجات کا بھی تعین کرتے ہیں۔

12۔ اگر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ تخریج حدیث میں دوسرے ائمہ کے ساتھ اختلاف کریں تو اپنے موقف کے حق میں عقلی اور نقلی دلائل بیان کرتے ہیں۔

13۔ اگر متن حدیث میں کوئی مشکل لفظ مستعمل ہو تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اس کا آسان لفظ کے ساتھ معنی بیان کردیتے ہیں۔

14۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن صغریٰ کی تالیف میں انتہائی غوروفکر، تتبع اور تحقیق سے کام لیا ہے۔ اس کے باوجود جس بات کی کنہ تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں صاف کہہ دیتے ہیں لم افهم كما اردت۔ میں اس بات کو حسب منشا نہیں سمجھ سکا۔(1)

مرویات کی تعداد

بعض تذکرہ نگاروں نے تصریح کی ہے کہ سنن نسائی کی مرویات کی کل تعداد پانچ ہزار سات سو اکسٹھ (5761) ہے۔

1۔ تذکرۃ المحدثین: ملخصا: ۳۰۸

Marfat.com

شروح وحواشی

سنن نسائی کی متعدد شروح تحریر کی گئی ہیں چند کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ الامعان فی شرح سنن النسائی لأبی عبد الرحمٰن:۔ یہ شرح علامہ ابوالحسن علی بن عبداللہ الانصاری متوفی 567ھ کی تالیف ہے۔

2۔ زوائد نسائی:۔ یہ شرح ابن الملقن متوفی 804ھ نے تحریر کی ہے۔

3۔ زھر الربٰی علی المجتبٰی:۔ یہ شرح حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ کی تالیف ہے۔

4۔ حاشیہ محمد بن عبدالہادی سندھی متوفی 1138ھ:۔ یہ حاشیہ بہت شہرت کا حامل ہے۔

جامع ترمذی

جامع ترمذی حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ تصنیف ہے۔ کتب صحاح کی ترتیب اور مراتب کے اعتبار سے جامع ترمذی سنن نسائی اور سنن ابی داؤد کے بعد شمار میں آتی ہے۔ مگر اپنی جامعیت، افادیت، حسن ترتیب وتالیف اور دیگر کثیر فوائد پر مشتمل ہونے کے باعث عرف عام میں صحیحین کے بعد ذکر کی جاتی ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا قول نقل کرتے ہیں کہ جب میں اس مسند صحیح کی تصنیف سے فارغ ہوا تو میں نے اسے علمائے حجاز کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے انتہائی پسند کیا۔ پھر میں نے علمائے عراق پر پیش کیا تو انہوں نے اسے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور پھر میں نے علمائے خراسان کے سامنے رکھی تو انہوں نے بھی انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ بعد ازاں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ومن کان فی بیتہ ھذا الکتاب فکأنما فی بیتہ نبی یتکلم۔

"جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہو وہ یہ جان لے گویا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

Marfat.com

اس کے گھر میں کلام فرما رہے ہیں۔"(1)

جامع ترمذی کے محاسن اور خوبیاں بیان کرتے ہوئے علامہ ابن اثیر جامع الاصول کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

وهٰذا كتابه "الصحيح" احسن الكتب واكثرها فائدة واحسنها ترتيباً واقلها تكرارًا وفيه ماليس في غيره من ذكر المذاهب ووجوه الاستدلال وتبيين انواع الحديث من الصحيح والحسن والغريب وفيه جرح وتعديل وفي آخره كتاب العلل وقد جمع فيه فوائد حسنة لايخفٰى قدرها على من وقف عليها۔(2)

"امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (الصحیح) تمام کتب سے زیادہ حسین اور مفید ہے۔ اس کی ترتیب انتہائی عمدہ ہے اور اس میں تکرار حدیث بالکل قلیل ہے۔ مذاہب و مسالک کے ذکر، وجوہ استدلال کے بیان اور انواع حدیث صحیح، حسن اور غریب کی وضاحت کے اعتبار سے تمام کتب میں اسے انفرادی حیثیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں رواۃ کی جرح وتعدیل کا تذکرہ بھی ہے۔ اس کے آخر میں کتاب العلل ہے۔ علاوہ ازیں اس میں اتنے کثیر فوائد مجتمع ہیں کہ علم حدیث کا شغف رکھنے والے پر ان کی عظمت و قدر قطعاً مخفی نہیں۔"

تسمية الكتاب

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تصنیف لطیف "جامع ترمذی" اور "سنن ترمذی" دونوں ناموں سے پہچانی جاتی ہے۔ مگر خطیب بغدادی نے اس کا نام "الجامع الصحيح للترمذی"

1۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۸

2۔ المنہل اللطیف: ۳۰۲

Marfat.com

ذکر کیا ہے اور صاحب کشف الظنون کے قول کے مطابق بھی یہی نام زیادہ مشہور ہے۔(1)

اندازِ بیان

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی ہے اور اس میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی احادیث ذکر کی ہیں۔لیکن ہر حدیث کے ساتھ اس کا درجہ بھی ذکر کر دیا ہے۔اگر وہ حدیث ضعیف ہو تو اس کی علت ضعف بھی بیان کر دیتے ہیں۔اس پر طرہ یہ کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، تابعین عظام اور علماء وفقہاء کے مذاہب ومسالک بھی بڑے جلی انداز میں بیان فرماتے ہیں۔آپ کا معمول یہ بھی ہے کہ حدیث صرف ایک سند سے ذکر کرتے ہیں البتہ اسناد زیادہ ہونے کی صورت میں ان کی طرف اشارہ ضرور کرتے ہیں۔کتاب کے آخر میں کتاب العلل ہے جو وجوہ جرح وتعدیل سے آگاہ ہونے کے لیے انگنت فوائد کی حامل ہے۔

مذکورہ بالا انداز بیان اور وجوہ واسباب کی بناء پر جامع ترمذی بے نظیر اور عدیم المثال کتاب ہے۔حدیث وفقہ سے متعلقہ جو فوائد اس میں موجود ہیں، دوسری کتب انہیں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔آپ فرماتے ہیں "میں نے اس کتاب میں وہی احادیث درج کی ہیں جو فقہاء کی معمول بہا ہیں مگر یہ حدیث کہ "اگر کوئی شخص چوتھی مرتبہ بھی شراب پیے تو اسے قتل کر دو۔" نیز یہ حدیث کہ "حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مدینہ طیبہ میں بغیر کسی خوف اور سفر کے عذر کے ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کیا۔" (ما اخرجت فی کتابی هذا الاحديثا عمل به بعض الفقهاء سوى حديث "فان شرب فى الرابعة فاقتلوه" وحديث جمع بين الظهر والعصر بالمدينة من غير خوف ولا سفر۔ ")(2)

تنبیہ:۔اگر مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں بھی یہ نظریہ اپنا لیا جائے کہ چوتھی بار شراب پینے کی سزا قتل یہ تعزیری سزا ہے اور بغیر کسی ظاہری عذر کے نمازوں کو جمع کرنا جمع صوری کے اعتبار سے ہے نہ کہ جمع فی الوقت کے اعتبار سے۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر اخیر وقت

1۔تاریخ حدیث ومحدثین: ۵۵۷، المنہل اللطیف: ۳۰۱ 2۔شروط الائمۃ الستۃ: ۷۳

Marfat.com

میں اور نماز عصر اول وقت میں ادا فرمائی تو پھر یہ دونوں حدیثیں بھی آئمہ فقہاء کے نظریات کے عین مطابق ہیں تو اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامع ترمذی کی تمام احادیث فقہاء کی معمول بہا ہیں۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 795ھ علل ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں "کہ امام ترمذی پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ اکثر و بیشتر باب کے شروع میں غریب اسناد پر مشتمل احادیث ذکر کرتے ہیں مگر یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں اس لئے کہ آپ ساتھ ہی وہ علت بھی بیان کر دیتے ہیں جو ان احادیث میں پائی جاتی ہے۔ بعد ازاں آپ احادیث صحیحہ بھی ذکر کرتے ہیں تو اس سے آپ کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ان احادیث میں پائی جانے والی علت کو بیان کر دیا جائے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز بھی یہی ہے کہ وہ بھی پہلے ضعیف الاسناد حدیث ذکر کرتے ہیں اور پھر صحیح الاسناد۔"(1)

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ میں رقمطراز ہیں کہ امام ابو عیسیٰ ترمذی کی کتاب حدیث حسن کی پہچان میں اصل اور اساس کا حکم رکھتی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جنہوں نے لفظ حسن کو شہرت بخشی اور کثرت سے اس کا تذکرہ کیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ امام بخاری اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے بھی بعض مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے۔(2)

شرائط اور مدارج

حافظ ابوالفضل بن طاہر حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے شروط الائمہ میں ذکر کیا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع میں راویوں کے چار طبقات سے مکمل طور پر احادیث روایت کرتے ہیں۔ 1۔ کامل الضبط والاتقان وکثیر الملازمۃ مع الشیخ۔ 2۔ کامل الضبط والاتقان وقلیل الملازمۃ مع الشیخ۔ 3۔ ناقص الضبط والاتقان وکثیر الملازمۃ مع الشیخ۔ 4۔ ناقص الضبط والاتقان وقلیل الملازمۃ مع الشیخ۔ علاوہ ازیں راویوں کا ایک پانچواں طبقہ بھی ہے جس میں ضعیف اور مجہول راویوں کے نام آتے ہیں۔ امام

1۔ شروط الائمۃ الخمسۃ: ۵۷
2۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۸،۱۷

Marfat.com

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حسب ضرورت ان سے بھی روایت لے لیتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کا ضعف بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اس لئے آپ کی وہ حدیث شواہد اور متابعات کے ضمن میں آتی ہے۔(1)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الحق الیوسفی نے کہا ہے کہ جامع ترمذی کی احادیث چار قسموں پر مشتمل ہیں۔

1۔ وہ احادیث جو امام بخاری اور امام مسلم رحمہا اللہ تعالیٰ کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں۔

2۔ وہ احادیث جو امام نسائی اور امام داؤد کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں۔

3۔ وہ احادیث جنہیں امام ابو داؤد اور نسائی رحمہا اللہ تعالیٰ نے روایت کیا اور ان کی علت بھی بیان کر دی۔

4۔ وہ احادیث جنہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بذات خود روایت کیا اور ان کی علت بھی واضح کر دی۔(2)

جامع ترمذی کی احادیث کا درجہ بیان کرتے ہوئے حافظ ابن رجب علل ترمذی کی شرح میں فرماتے ہیں ''کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جو غریب احادیث ذکر کی ہیں ان میں بعض منکر روایات بھی ہیں بالخصوص ایسی روایات کتاب الفضائل میں ہیں مگر آپ کا یہ وصف ہے کہ آپ ضعف کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ اس معاملہ میں آپ سکوت اختیار نہیں کرتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ترمذی نے کسی ایسے راوی سے روایت نقل کی ہو جو بالاتفاق متہم بالکذب ہو اور آپ اس سے روایت کرنے میں منفرد ہوں۔ البتہ آپ بعض اوقات ایسی حدیث ضرور ذکر کر دیتے ہیں جو متعدد اسناد سے مروی ہوتی ہے اور اس کی بعض اسناد میں کوئی ایسا راوی ہوتا ہے جو متہم بالکذب ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے محمد بن سعید مصلوب اور محمد بن سائب کلبی سے اسی انداز میں روایت کی ہے اور انہی سے روایت کرنے کے سبب امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''چونکہ ترمذی مصلوب اور کلبی جیسے راویوں سے روایت کرتے ہیں اس لئے جامع ترمذی کا مرتبہ سنن ابی داؤد اور نسائی سے فروتر ہے۔''(3)

1۔ شروط الائمۃ الخمسۃ: ۵۷ 2۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ ۱۸۸

3۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۵۵۹، تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۷۱

Marfat.com

مرویات کی تعداد

شیخ محمد فواد مصری نے جامع ترمذی کی کل احادیث مقصودہ کی تعداد ایک ہزار تین سو پچاسی (1385) ذکر کی ہے۔ جبکہ متابعات اور شواہد سمیت جملہ احادیث کی تعداد شیخ ابراہیم مصری نے تین ہزار نو سو چھپن (3956) تحریر کی ہے۔

اعلیٰ اسانید

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی جو حدیث اعلیٰ اسانید پر مشتمل ہے وہ ثلاثی ہے یعنی اس میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مابین صرف تین واسطے ہیں۔ جامع ترمذی میں صرف ایک روایت ہی ثلاثی ہے اور وہ یہ ہے:

حدثنا اسماعیل بن موسٰی الفزاری ابن ابنة اسدی الکوفی حدثنا عمر بن شاکر عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یأتی علی الناس زمان الصابر فیهم علی دینه کالقابض علی الحجر۔ (1)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو جامع ترمذی کی ثنائی حدیث قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ''فاسنادہ اقرب من اسناد البخاری و مسلم وابی داؤد فان لهم ثلاثیات'' کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی سند امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد کی اسناد سے قریب تر ہے کیونکہ ان کی اسانید ثلاثی ہیں۔ (2)

مگر مذکورہ سند میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا تسامح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شروحات ومختصرات

جامع ترمذی کی اہمیت اور جامعیت کے پیش نظر ہر دور میں اس کی شروحات اور مختصرات تحریر کی گئیں لیکن ان میں سے بعض کا انداز اتنا مفصل تھا کہ تکمیل کے مراحل تک

1۔ تذکرۃ المحدثین: ۲۶۸
2۔ مرقاۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۳

Marfat.com

پہنچنے سے قبل ہی بعض شارحین اس دار فنا سے رحلت فرما گئے اور بعض تکمیل مراحل سے ہمکنار ہوئیں مگر اب نایاب ہیں۔ چند کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ عارضۃ الاحوذی:۔ یہ شرح حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی مالکی متوفی 546ھ کی تالیف ہے۔ آپ ابن الولی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ شرح مصر سے تیرہ (13) اجزاء میں شائع ہو چکی ہے مگر اس میں مطبعی اغلاط کی بھرمار ہے۔

2۔ المنقح الشذی:۔ یہ شرح حافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس الیعمری الشافعی متوفی 734ھ کی تصنیف ہے۔ یہ دو تہائی ترمذی کی شرح ہے اور دس مجلدات پر مشتمل ہے۔ مصنف اس کی تکمیل نہ کر سکے بعد ازاں حافظ زین الدین بن عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی 806ھ نے اسے مکمل کیا۔

3۔ العرف الشذی:۔ یہ شرح سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی متوفی 805ھ کی تالیف ہے مگر نامکمل ہے۔

4۔ شرح الترمذی:۔ یہ شرح حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن نقیب حنبلی کی تالیف ہے۔ یہ شرح بیس جلدوں پر مشتمل تھی مگر ایک فتنہ میں جل کر ضائع ہو گئی۔

5۔ شرح الترمذی:۔ یہ شرح حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب حنبلی متوفی 795ھ کی تالیف ہے۔

6۔ قوت المغتذی علی جامع الترمذی:۔ یہ شرح حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ کی تصنیف ہے۔

7۔ مختصر الجامع:۔ یہ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی حنبلی متوفی 710ھ کی تالیف ہے۔

8۔ مختصر الجامع:۔ یہ نجم الدین محمد ابن عقیل الشافعی متوفی 729ھ کی تالیف ہے۔

سنن ابن ماجہ

صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ ترتیب کے اعتبار سے دیگر تمام کتب کے آخر میں شمار ہوتی

Marfat.com

ہے۔ دراصل متقدمین، محدثین اور بعض متاخرین کے نزدیک حدیث طیبہ کے بارے پانچ کتب ہی امہات الکتب شمار ہوتی ہیں مگر پانچویں صدی کے آخر میں فقہی ابواب کی عمدہ ترتیب اور دیگر فوائد کے پیش نظر سب سے پہلے حافظ ابوالفضل بن طاہر مقدسی متوفی 507ھ نے سنن ابن ماجہ کو کتب صحاح میں شمار کیا اور اس کا اظہار اپنی کتاب ''اطراف الکتب الستة'' اور دوسری تصنیف ''شروط الائمة الستة'' میں کیا۔ بعد ازاں عبدالغنی مقدسی نے اپنی کتاب ''الاکمال فی اسماء الرجال'' میں ان کی پیروی کرتے ہوئے صحاح ستہ کے راویوں پر نقد و جرح کی اور پھر حافظ المزی نے الاکمال کی تہذیب و تنقیح کی اور بعد میں آنے والے ہر دور کے محدثین نے ان کی اتباع کرتے ہوئے سنن ابن ماجہ کو کتب صحاح میں شمار کیا۔ اگرچہ اس سے قبل صحیح ابن حبان، سنن دارمی اور سنن دارقطنی وغیرہ ایسی کتاب منظر عام پر آچکی تھیں جو صحت و قوت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ سے کہیں بڑھ کر تھیں مگر اس کے باوجود جو قبول عام اور شہرت دوام سنن ابن ماجہ کو حاصل ہوئی ان میں سے کوئی کتاب بھی اس مقام تک نہ پہنچ سکی۔

سنن ابن ماجہ کی افادیت اور مقبولیت کا اندازہ اس سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ جب امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی تصنیف و تالیف سے فارغ ہوئے تو یہ کتاب امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی۔ جونہی آپ نے ملاحظہ فرمائی تو بے ساختہ یہ کہا'' کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو اس دور کی اکثر جوامع اور مصنفات بیکار اور معطل ہو کر رہ جائیں گی۔'' (1)

اور پھر فی الحقیقت ایسا ہی ہوا کہ اس کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد دیگر کئی کتابوں کی شہرت دم توڑ گئی۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''سنن ابن ماجہ نہایت مشہور کتاب ہے۔ یہ کتاب امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی کی منہ بولتی تصویر ہے۔'' (2)

1۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد ۲، صفحہ: ۱۸۹
2۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۶۳۶

Marfat.com

مگر اس کے باوجود چونکہ ابن ماجہ میں ایسی احادیث بھی ہیں جو متہم بالکذب اور سارقین حدیث راویوں سے نقل کی گئی ہیں اس لئے بعض محدثین نے مؤطا امام مالک کو صحت اور جلالت شان کے پیش نظر سنن ابن ماجہ کی جگہ کتب صحاح میں شمار کیا ہے۔ یہ موقف محدث رزین بن معاویہ مالکی سرقسطی متوفی 535ھ نے اپنی کتاب تجرید الصحاح والسنن میں اور علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الاصول میں اختیار کیا ہے۔ ان کے اس موقف کی تائید اگرچہ علمائے مغرب نے کی ہے مگر علمائے مشرق نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور وہ بدستور سنن ابن ماجہ کے فائق اور ارجح ہونے کے نظریہ پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ بعد میں متاخرین کی اکثریت ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی افضلیت پر متفق ہوگئی۔

اسی طرح آٹھویں صدی میں حافظ صلاح الدین خلیل متوفی 761ھ نے کہا کہ کتب صحاح کے چھٹے درجے میں سنن ابن ماجہ کی بجائے سنن دارمی کا اعتبار کرنا چاہئے کیونکہ اس میں ابن ماجہ کی نسبت ضعیف راویوں کی تعداد کم ہے۔ علاوہ ازیں منکر اور شاذ روایات کی تعداد بھی انتہائی قلیل ہے۔ اگرچہ دارمی میں مرسل اور موقوف روایات بھی پائی جاتی ہیں لیکن ابن ماجہ کی نسبت بہرحال بہتر ہے مگر جمہور علماء نے اس سلسلہ میں ان کا ساتھ نہیں دیا۔ لہٰذا آج مشرق و مغرب میں سنن ابن ماجہ کتب صحاح کے چھٹے درجے میں شمار ہوتی ہے۔(1)

اسلوب اور مدارج حدیث

سنن ابن ماجہ بھی سنن نسائی، ابوداؤد اور جامع ترمذی کی طرح فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے اور اس میں صرف وہی احادیث درج کی گئی ہیں جو مسائل اور احکام سے متعلق ہیں۔ فضائل و مناقب سے متعلقہ روایات شامل کتاب نہیں کی گئیں۔ اس کی ترتیب انتہائی عمدہ ہے اور تراجم ابواب اپنے ضمن میں بیان ہونے والی احادیث سے اعلیٰ درجے کی مطابقت و موافقت رکھتے ہیں۔ یہی وہ اوصاف ہیں جن کے سبب سنن ابن ماجہ کو ہر دور کے

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۵۶۱

Marfat.com

علمائے محدثین نے بنظر تحسین دیکھا۔

ابن ماجہ میں زیادہ تر وہ احادیث درج کی گئی ہیں جو دیگر کتب صحاح میں موجود نہیں اور اس انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لئے امام ابن ماجہ نے اسانید احادیث کی طرف چنداں توجہ نہیں فرمائی۔لہٰذا وافر مقدار میں ضعیف احادیث بھی اس میں درج کر دیں۔

آپ کے اسلوب بیان کی عظیم تر خوبی یہ ہے کہ آپ نے کوئی حدیث مکرر ذکر نہیں کی۔ جبکہ دیگر کتب صحاح میں سے کوئی بھی اس وصف سے آراستہ نہیں۔

اختصار کے باوجود اس کی احادیث تمام تر ضروری احکام و مسائل کو محیط ہیں۔اگر کسی حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہو یا کسی مخصوص شہر کے راویوں سے وہ حدیث مختص ہو تو امام موصوف اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ مدارج حدیث کے سلسلہ میں محققین کا موقف یہ ہے کہ اگرچہ سنن ابن ماجہ دیگر کتب سنن کی مثل فقہی ابواب پر ترتیب دی گئی ہے مگر درجہ میں ان سے کم ہے کیونکہ اس میں کثرت سے ضعیف احادیث درج کی گئی ہیں حتیٰ کہ یہ مشہور ہو گیا کہ جس حدیث کی روایت میں ابن ماجہ منفرد ہوں وہ ضعیف ہوتی ہے مگر اسے ضابطہ یا کلیہ نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ حافظ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ابن ماجہ چند احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں اور وہ صحیح ہیں۔اس لئے کسی حدیث کے ضعیف یا صحیح ہونے کا انحصار اس کے رواۃ و رجال پر ہوگا نہ کہ ابن ماجہ کے روایت کرنے پر۔''(1)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح نسائی زہر الربیٰ میں لکھتے ہیں ''کہ ابن ماجہ ایسی احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں جو انہوں نے متہم بالکذب اور سارقین حدیث راویوں سے نقل کی ہیں۔حتیٰ کہ بعض احادیث تو صرف انہی راویوں سے منقول ہیں۔مثلاً حبیب بن ابی حبیب کاتب مالک، علاء بن زید، داؤد بن حجر، عبدالوہاب بن ضحاک، اسماعیل بن زیاد کوفی، عبدالسلام بن یحییٰ اور دیگر راویان حدیث۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ ابن طاہر نے ابوزرعہ رازی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے

1۔شروط الائمۃ الستۃ: ۷

Marfat.com

ابن ماجہ کو دیکھ کر کہا ''اس میں تیس احادیث بھی ضعیف نہ ہوں گی'' مگر یہ بات درست نہیں اس لئے کہ اس کی سند منقطع ہے اگر اس روایت کو درست قرار دیا جائے تو ممکن ہے ابوزرعہ کا مطلب یہ ہو کہ ابن ماجہ میں حد درجہ کی ضعیف احادیث تیس ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے مکمل کتاب ملاحظہ نہ فرمائی ہو بلکہ جو حصہ ان کی نظر سے گزرا ہو اس میں اس قدر احادیث ضعیفہ موجود ہوں کیونکہ ابوزرعہ کے نزدیک ابن ماجہ کی بہت سے احادیث باطل، ساقط الاعتبار اور منکر ہیں۔ جیسا کہ محدث ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلل میں ابوزرعہ سے نقل کیا ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ابن ماجہ عظیم حافظ، صادق القول اور واسع العلم تھے۔ ان کی سنن کا پایہ اس لئے بلند نہ ہو سکا کہ اس میں منکر اور موضوع احادیث ہیں۔''(1)

مرویات کی تعداد

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ بتیس (32) کتب پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک ہزار پانچ سو (1500) ابواب ہیں اور احادیث کی کل تعداد چار ہزار (4000) ہے۔(2)

ثلاثیات ابن ماجہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی کتب میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی اسانید تین واسطوں سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک پہنچ جاتی ہیں ایسی روایات کی تعداد صحیح بخاری میں بائیس اور سنن ابی داؤد اور ترمذی میں ایک ایک ہے۔ کتب سنن میں ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں اس نوع کی پانچ روایات نقل کی ہیں اور پانچوں احادیث اس سند سے مروی ہیں۔ ''حدثنا جبارۃ بن المغلس حدثنا کثیر بن سلیم عن انس بن

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۵۶۲، تذکرۃ المحدثین: ۳۱۹

2۔ البدایہ والنہایہ، جلد ۱۱، صفحہ ۵۲، حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۶۳

Marfat.com

مالک۔''(1)

اس سند میں پہلے راوی جبارہ بن مغلس امام ابن ماجہ کے شیخ ہیں۔ان کے متعلق آئمہ محققین کی دو آراء ہیں۔ حافظ ابوزرعہ، ابن معین، ابن سعد اور بزار رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ محدثین نے انہیں انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ جب ان کی روایات امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھی گئیں تو آپ نے بعض کو موضوع اور بعض کو کذب قرار دیا۔ جبکہ بعض محدثین انہیں صدوق اور احفظ قرار دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ یہ عمداً روایات میں دروغ گوئی سے کام نہیں لیتے تھے۔ البتہ غفلت کے مرتکب ہوتے تھے۔ یہ ابن نمیر، ابن عدی اور عثمان بن ابی شیبہ کے ملے جلے خیالات ہیں۔

سند کے دوسرے راوی جبارہ کے شیخ کثیر بن سلیم ہیں۔انہیں جملہ محدثین نے انتہائی ضعیف راوی قرار دیا ہے۔ کسی نے بھی ان کی تعدیل کے بارے قول نہیں کیا۔ان کے لئے منکر الحدیث، متروک الحدیث، واہی الحدیث اور وضاع وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ نتیجتاً ابن ماجہ کی پانچوں ثلاثیات مذکورہ دونوں راویوں کے ضعف کی نظر ہوگئیں اور ان کا مرتبہ علیا باقی نہ رہا۔

شروح وحواشی

اگر چہ کتب صحاح میں ابن ماجہ آخری درجہ میں آتی ہے اور اس میں دوسری کتابوں کی نسبت ضعیف احادیث کی تعداد بھی زیادہ ہے مگر اس کے باوجود کثیر تعداد میں اس کی شروح اور حواشی لکھے گئے۔ جو اس کتاب کی افادیت اور مقبولیت پر روشن دلیل ہیں۔ان میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ **شرح سنن ابن ماجہ:**۔ یہ شرح حافظ علاؤالدین مغلطائی حنفی متوفی 762ھ کی تالیف ہے یہ ابن ماجہ کے ایک حصہ کی شرح ہے اور پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

2۔ **الدیباجہ علی سنن ابن ماجہ:**۔ یہ شرح شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری

1۔ شروط الائمۃ الستۃ: 7

Marfat.com

متوفی 808ھ کی تالیف ہے۔ یہ بھی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے لیکن اس کی تکمیل سے قبل ہی مصنف رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

3۔ شرح ابن ماجه:۔ یہ شرح حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 841ھ کی تالیف ہے۔

4۔ مصباح الزجاجه علی سنن ابن ماجه:۔ یہ حافظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ کا مختصر حاشیہ ہے۔

5۔ انجاح الحاجه:۔ یہ شرح عبدالغنی بن ابی سعید حنفی دہلوی متوفی 1295ھ کی تالیف ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لاتعداد فضل و احسان اور اس کی توفیق سے یہاں جزء اول اختتام پذیر ہوا۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ أنیب۔

اللّٰهم تقبل منّی هذا الجهد بجاه نبیّك الاكرم وهب لی قوّة وملكة وافرة۔

لخدمة دینك الحنیف الی ساعة الارتحال۔

امین بجاة نبیه الكریم علیه الصلوٰة والتسلیم۔

خادم العلم

محمد انور مگھالوی

Marfat.com

ضیاء علم الحدیث

الجزء الثانی

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء

والمرسلین وعلی الہٖ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

علم اصول حدیث کی تعریف

1۔ علم بقوانین یُعرف بھا احوال السند والمتن۔

(علم اصول حدیث ایسے قوانین کا علم ہے جن کے ذریعے سند اور متن کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔)

یہ تعریف شیخ عزالدین ابن جماعۃ نے کی ہے۔

2۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصول حدیث کی سب سے بہترین اور اعلیٰ تعریف یہ ہے۔

معرفۃ القواعد المعرفۃ بحال الراوی والمروی۔ (1)

''اصول حدیث سے مراد ایسے قواعد کی پہچان ہے جن کے سبب راوی اور مروی کی حالت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔''

اصول حدیث کا موضوع

''السند والمتن۔'' اصول حدیث کا موضوع سند اور متن ہے۔

اصول حدیث کا فائدہ

معرفۃ المقبول من المردود و تمییز الصحیح من الحسن والحسن من الضعیف۔ (2)

فائدہ اس علم کا یہ ہے کہ اس کے سبب مقبول اور مردود احادیث کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور صحیح احادیث حسن سے اور حسن احادیث ضعیف سے ممتاز ہو جاتی ہیں۔

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۴۱ 2۔ الوسیط: ۲۶

Marfat.com

غرض وغایت

صیانۃ الأحادیث من الکذب والاختلاق۔ (1)

اس علم کی غرض وغایت کذب واختلاق سے احادیث کومحفوظ رکھنا ہے۔

اصول حدیث کاحکم

انه من فروض الکفایة اذا قام به البعض سقط عن الباقین

فان فرطت فیه الامة اثمت کلها۔ (2)

یہ علم فرائض کفایہ میں سے ہے۔ جب امت کے بعض افراد یہ علم حاصل کرلیں تو باقی افراد سے اسے حاصل کرنے کافرض ساقط ہوجاتا ہےاوراگرتمام امت نے اس کے حصول میں غفلت اورسستی کی توپھرساری امت گنہگارہوگی۔

اصول حدیث کی فضیلت

انه من اشرف العلوم وأجلها اذ هو یتعلق بالذب عن حدیث

رسول اللہ ﷺ وسنته۔

فضیلت کےاعتبار سے یہ علم تمام علوم کی نسبت افضل اوراعلیٰ ہے کیونکہ اس میں تمام تر کاوش رسول اللہ ﷺ کی حدیث طیبہ اورسنت کی حمایت اوردفاع کے لئے ہوتی ہے۔

تعدادرواۃ کےاعتبار سےحدیث کی اقسام

راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی دوقسمیں ہیں: (۱) خبرمتواتر۔ (۲) خبر واحد۔

1۔خبرمتواتر کابیان

لغوی تعریف:۔"المتواتر اسم فاعل مشتق من التواتر ای التتابع تقول تواتر المطر ای تتابع نزوله۔"

1۔الوسیط: ۲۶ 2۔ایضاً

Marfat.com

(لغوی طور پر متواتر اسم فاعل کا صیغہ ہے اور تواتر سے مشتق ہے جس کا معنی ہے پے در پے ہونا، لگاتار ہونا۔ مثلاً آپ کہتے ہیں بارش متواتر رہی یعنی اس کا نزول مسلسل جاری رہا۔)

اصطلاحی تعریف:۔ ''ماروا ہ جمع تحیل العادۃ تواطؤھم علی الکذب ویستمر ذالک من اولہ الی آخرہ ویکون مرجعہ الی الحس من مشاھد او مسموع أو نحوھما۔''(1)

''متواتر سے مراد ایسی خبر ہے جسے اتنے کثیر راوی روایت کریں جن کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کو عقل انسانی محال قرار دے۔ پھر یہ کثرت سند کی ابتداء سے انتہاء تک مسلسل برقرار رہے اور اس کا مرجع امر حس ہو یعنی امر مشاہد ہو یا امر مسموع وغیرہ۔''

خبر متواتر کی شرائط

خبر متواتر کے ثبوت کے لئے چار شرائط ہیں:

(۱) راویوں کی تعداد کثیر اور غیر محصور ہو۔ (۲) تعداد کا اتنا کثیر ہونا کہ جھوٹ پر ان کا اتفاق کرنا عقلاً محال ہو اور ان سے اس خبر کا روایت ہونا اتفاقی اور بلا قصد ہو۔ (۳) سند کے تمام مراحل میں اس کثرت کا برقرار رہنا یعنی تعداد کم نہ ہو البتہ اس میں زیادتی نفع بخش ہے۔ (۴) سند کی انتہاء امر حس پر ہو یعنی سند کا آخری راوی رأینا اور سمعنا وغیرہ الفاظ کہے۔ صرف قضیہ عقل تواتر کے ثبوت کے لئے کافی نہیں۔

خبر متواتر کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) متواتر لفظی۔ (۲) متواتر معنوی۔

1۔ متواتر لفظی کی تعریف:۔ ''ھو ما تواتر لفظہ ومعناہ''(2) وہ خبر جس کے الفاظ اور معنی دونوں متواتر ہوں متواتر لفظی کہلاتی ہے۔ مثلاً

1۔ الوسیط: ۱۸۹ 2۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۸۰

Marfat.com

1۔ رُوِی عن رسول اللہ ﷺ "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" رواہ البخاری والمسلم۔ اس حدیث کو ستر سے زائد صحابہ کرام نے روایت کیا ہے اور یہ اپنے ان الفاظ کے ساتھ متواتر ہے۔

2۔ روی البخاری و مسلم وغیرھما من ائمۃ الحدیث بأسانیدھم الی النبی ﷺ "أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ"۔

امام بخاری، مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے اپنی اسانید سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے خفین پر مسح فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث میں سے ایک جم غفیر نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اسے ستر سے زائد صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔

2۔ متواتر معنوی کی تعریف

"ھو ما تواتر معناہ دون لفظہ" (1) وہ خبر جس کے معنی متواتر ہوں مگر لفظ متواتر نہ ہوں مثلاً

1۔ وہ احادیث جن میں دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ ہے۔ یہ تقریباً سو احادیث ہیں۔ جن میں سے ہر حدیث میں یہ موجود ہے "أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ" کہ آپ ﷺ نے دعا میں اپنے ہاتھ بلند فرمائے، اگرچہ یہ عمل مختلف اوقات اور مختلف مواقع پر ہوا۔ ان میں سے ہر واقعہ تو متواتر نہیں مگر ان تمام میں قدر مشترک یعنی ہاتھ اٹھانا متواتر ہے۔ (2)

2۔ وہ اخبار جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا تذکرہ ہے۔ وہ بھی متواتر معنوی میں شمار ہوتی ہیں اگرچہ ان کا تعلق مختلف واقعات سے ہے مگر ان تمام میں قدر مشترک شجاعت ہے۔

فائدہ:۔ خبر متواتر علم یقینی قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔ اس سے مراد ایسا علم ہے جسے تسلیم کرنا انسان پر لازم ہوتا ہے اور اس کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۸۰ 2۔ ایضاً۔

Marfat.com

یقین کی تعریف

ھو الاعتقاد الجازم المطابق للواقع۔ (1)

یقین سے مراد ایسا پختہ اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو۔ اس بارے یہی قول معتمد علیہ ہے۔ اگرچہ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ خبر متواتر علم یقینی کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ علم نظری کا فائدہ دیتی ہے لیکن علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس نظریہ کی کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں۔ کیونکہ خبر متواتر سے علم اسے بھی حاصل ہو جاتا ہے جس میں نظر و فکر کی صلاحیت نہ ہو جیسے کم علم۔ اگر یہ علم نظری کا فائدہ دیتی تو پھر عامی کو اس سے علم کا فائدہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ نظر کا مفہوم یہ ہے:

ترتیب امور معلومة او مظنونة لیتوصل بھا الی علوم او ظنون۔ (2)

''امور معلومہ یا امور مظنونہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ اس سے علوم وظنون تک پہنچا جاسکے۔''

عامی میں اس کی صلاحیت موجود نہیں ہوتی۔

خبر متواتر کا حکم

مذکورہ شرائط پائے جانے کی صورت میں خبر متواتر پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس کے راویوں کے حالات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

خبر متواتر سے متعلقہ مشہور کتب

1۔ ''الازھار المتناثرة فی الاخبار المتواترة'' مصنفہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

2۔ ''قطف الازھار'' مصنفہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہ مذکورہ کتاب کی تلخیص ہے۔

3۔ ''نظم المتناثر من الحدیث المتواتر'' مصنفہ محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ۔

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۱۴ 2۔ ایضاً

Marfat.com

خبر واحد کا بیان

لغوی تعریف :۔ ''خبر الواحد لغة ما رواہ شخص واحد۔''(1)

لغوی اعتبار سے خبر واحد سے مراد وہ روایت ہے جسے ایک شخص نقل کرے۔

اصطلاحی تعریف :۔ ''ھو مالم یجمع شروط المتواتر۔''(2)

وہ خبر جس میں خبر متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں وہ خبر واحد کہلاتی ہے۔

خبر واحد کا حکم :۔ خبر واحد علم نظری کا فائدہ دیتی ہے یعنی ایسا علم جس کا حصول نظر و استدلال پر موقوف ہوتا ہے۔

خبر واحد کی اقسام

خبر واحد کی تین قسمیں ہیں: (۱) خبر مشہور (۲) خبر عزیز (۳) خبر غریب۔ یہ تینوں اخبار آحاد کہلاتی ہیں۔

1۔ خبر مشہور

لغوی تعریف :۔ ''ھو ما اشتھر علی الألسنة۔''(3)

لغوی طور پر خبر مشہور سے مراد ایسی خبر ہے جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو جائے۔

اصطلاحی تعریف :۔ ''ما رواہ فی کل طبقة ثلاثة أو اکثر ولم یبلغ حد التواتر۔''(4)

اصطلاح میں خبر مشہور سے مراد ایسی خبر ہے جسے ہر طبقہ میں تین یا تین سے زائد راویوں نے روایت کیا ہو اور راویوں کی تعداد حد تواتر تک نہ پہنچے (یعنی اس میں خبر متواتر کی مکمل شرائط نہ پائی جائیں۔)

وجہ تسمیہ :۔ چونکہ یہ خبر انتہائی واضح اور ظاہر ہوتی ہے اس لئے اس کا نام مشہور رکھا گیا ہے۔

نوٹ :۔ فقہاء کے نزدیک خبر مشہور ہی خبر مستفیض کہلاتی ہے۔ چونکہ یہ خبر عام اور بہت زیادہ پھیلی ہوتی ہے اس لئے انہوں نے اس کا نام مستفیض رکھا ہے مگر بعض علماء نے مشہور

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث:۲۱	2۔ ایضاً، شرح نخبة الفکر:۲۱
3۔ اطیب المنح فی علم المصطلح:۱۰	4۔ حاشیہ شرح نخبة الفکر:۱۷

Marfat.com

اور مستفیض کے مابین فرق بھی بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ خبر مستفیض وہ ہوتی ہے جس کی سند کی ابتداء اور انتہاء میں راویوں کی تعداد برابر ہو۔ جبکہ خبر مشہور کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔

راویوں کی صفات کے اعتبار سے خبر مشہور کی اقسام

اس اعتبار سے خبر مشہور کی تین قسمیں ہیں:

(۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔

نوٹ:۔ جس طرح خبر مشہور کا اطلاق اس خبر پر ہوتا ہے جو محدثین کے درمیان مشہور ہو اسی طرح اس خبر پر بھی ہوتا ہے جو فقہاء اور اصولیین کے درمیان مشہور ہو اور اس خبر پر بھی جو محدثین اور دیگر علماء وعوام کے مابین مشہور ہو بلکہ کبھی اس کا اطلاق اس خبر پر بھی ہوتا ہے جس کا راوی ایک ہو یا دو یا کوئی بھی نہ ہو۔ امثلہ درج ذیل ہیں۔

1۔ مشہور اصطلاحی صحیح کی مثال:۔ ''روی عن النبی ﷺ ''اِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعاً يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ'' رواہ الشیخان۔''

''بیشک اللہ تعالیٰ علم کو فوراً نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء کو اٹھا لینے کے ساتھ علم کو اٹھا لے گا۔''

اسی کی مثال میں حاکم اور ابن صلاح رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ'' بیان کی ہے۔

2۔ مشہور اصطلاحی حسن کی مثال:۔ 'طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ۔'

''علم تلاش کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔''

اس حدیث کے بارے محدث مزی کا قول ہے کہ یہ حدیث کئی طرق سے روایت ہونے کے سبب رتبہ حسن تک پہنچ چکی ہے۔

3۔ مشہور اصطلاحی ضعیف کی مثال:۔ ''اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ۔''

(دونوں کان سر کا جز ہیں۔)

حاکم نے کہا ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔

Marfat.com

4۔اس حدیث کی مثال جوصرف اہل حدیث کے درمیان مشہور ہے:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ۔ أخرجه الشيخان۔

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک بنی رعل، ذکوان اور عصیہ کے لئے بددعا فرماتے رہے۔''

5۔فقہاء کے درمیان حدیث مشہور صحیح کی مثال:۔

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ۔ صححه الحاكم۔

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال کاموں میں سے سب سے ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔''

اسے حاکم نے صحیح کہا ہے۔

6۔حدیث حسن کی مثال:۔''مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ اُلْجِمَ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ حسنه الترمذی۔''

''وہ آدمی جس سے کسی شئ کے بارے سوال کیا گیا مگر اس نے جانتے ہوئے اسے چھپالیا تو اسے قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی۔'' اسے ترمذی نے حسن کہا ہے۔

7۔حدیث ضعیف کی مثال:۔''لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ۔''

''مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی۔'' اس حدیث کو حفاظ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔

8۔ایسی حدیث کی مثال جو اصولیین کے درمیان مشہور ہے:۔''رُفِعَ عَنْ اُمَّتِيْ الْخَطَاُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ۔ صححه ابن حبان۔''

''میری امت سے خطا، نسیان اور ہر وہ شئ جسے انہوں نے مکروہ سمجھا اسے اٹھا لیا گیا ہے۔'' اسے ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

Marfat.com

9۔ایسی حدیث کی مثال جو محدثین اور عام علماء کے درمیان مشہور ہے:۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

اس حدیث کو صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے مابعد تمام طبقات میں تین سے زائد افراد نے روایت کیا ہے۔

10۔ایسی حدیث کی مثال جو عامۃ الناس میں مشہور ہے:۔''اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ۔''

(تیزی شیطان کی جانب سے ہوتی ہے۔) اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

11۔ایسی خبر مشہور کی مثال جس کی کوئی اصل نہیں:۔''مَنْ شَمَّ الْوَرْدَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَقَدْ جَفَانِي۔''

''جس کسی نے گلاب کا پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ پڑھا تحقیق اس نے میرے ساتھ جفا کی۔''

خبر مشہور کا حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے علم طمانینت حاصل ہوتا ہے اور اس سے ثابت ہونے والا حکم واجب العمل ہوتا ہے۔(1)

خبر مشہور کے بارے مشہور تصنیفات

1۔اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشہورۃ: مصنفہ علامہ بدر الدین زرکشی۔

2۔المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الألسنة: مصنفہ الشیخ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن السخاوی متوفی 902ھ۔

3۔تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنة الناس من الحدیث: مصنفہ شیخ

1۔سنت خیر الانام:۱۹۱

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن الدیبع الزبیدی۔

4۔کتاب اللآلی المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ : مصنفہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

5۔ کشف الخفا ومزیل الالباس عما اشتھر من الاحادیث علی السنۃ الناس: مصنفہ امام عجلونی رحمۃ اللہ علیہ۔

خبر عزیز کا بیان

اخبار آحاد میں سے دوسری قسم عزیز ہے۔

لغوی تعریف

هو صفة مشبهة من عَزَّ یَعِزُّ ای قَلَّ وَنَدَرَ أو من عَزَّ یَعَزُّ بالفتح ای قَوِیَ وَاشْتَدَّ۔

عزیز صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور عَزَّ یَعِزُّ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے قلیل ہونا اور نادر ہونا۔ یا یہ عَزَّ یَعَزُّ سے مشتق ہے اور اس کا معنی ہے قوی ہونا اور سخت ہونا۔

اصطلاحی تعریف

هو ما یکون فی طبقة منه راویان فقط وفی غیرها راویان او اکثر۔ (1)

عزیز ایسی خبر ہوتی ہے جس کی سند کے ایک طبقہ میں صرف دو راوی ہوں اور علاوہ ازیں تمام مراحل میں دو یا دو سے زائد راوی موجود ہوں۔

وجہ تسمیہ

اس کا نام عزیز رکھنے کی دو وجہیں ہیں:

(ا) چونکہ اس کا وجود انتہائی قلیل اور نادر ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عزیز رکھا گیا ہے۔

1۔ بحاشیہ شرح نخبۃ الفکر: ۱۸

Marfat.com

(۲) چونکہ یہ حدیث دوسری سند کے ساتھ مل جانے کے سبب پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط اور قوی ہو جاتی ہے اس لئے اس کا نام عزیز رکھ دیا گیا۔ جیسا کہ لغوی تعریف سے اس کے دونوں معنی واضح ہیں۔

حکم

خبر عزیز ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ اس میں جن قرائن وشواہد کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے ان کے پائے جانے کی صورت میں جو حکم اس سے ثابت ہوگا اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

خبر عزیز کی شرائط

(۱) راوی عاقل ہو (۲) عادل ہو (۳) ضابط ہو (۴) مسلمان ہو (۵) حدیث کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو (۶) سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو (۷) یہ خبر ایسے مسائل سے متعلق نہ ہو جن کا وقوع عام ہوتا ہے۔ (۸) بوقت ضرورت کسی صحابی نے اس حدیث کو بطور حجت پیش کرنا ترک نہ کیا ہو۔

مثال

خبر عزیز کی مثال وہ حدیث طیبہ ہے جسے شیخین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

اس حدیث طیبہ کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت قتادہ اور عبد العزیز بن صہیب رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے پھر قتادہ سے حضرت شعبہ اور سعید رحمہما اللہ تعالیٰ نے عبد العزیز سے اسماعیل بن علیہ اور عبد الوارث نے روایت کیا ہے۔ بعد ازاں ان میں سے ہر ایک سے ایک پوری جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تنبیہ:۔ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا شرط نہیں۔ مگر اس کے برعکس ابوعلی

Marfat.com

جبائی معتزلی، حاکم ابوعبداللہ اور قاضی ابوبکر بن عربی کا موقف یہ ہے کہ حدیث صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط ہے۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط قرار دیا ہے۔ لیکن یہ نظریہ باطل ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے شروع میں حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ نقل کی ہے۔ جسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے صرف حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے پھر آپ سے صرف حضرت علقمہ بن وقاص اللیثی رضی اللہ عنہ نے، آگے ان سے حضرت محمد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ نے اور پھر ان سے حضرت یحییٰ بن سعید الانصاری رضی اللہ عنہ نے اکیلے روایت کیا ہے۔ اگر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط ہوتا، تو آپ قطعاً صحیح بخاری کے شروع میں یہ حدیث طیبہ ذکر نہ فرماتے۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور معروف ہے لیکن عزیز نہیں۔

خبر غریب کا بیان

اَخبارِ آحاد میں سے تیسری قسم غریب ہے۔

لغوی تعریف

ھو صفة مشبھة بمعنی المنفرد۔

غریب صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کا معنی منفرد ہونا ہے۔

اصطلاحی تعریف

ھو الحدیث الذی تفرد بروایتہ راو واحد فی کل الطبقات أو بعضھا۔ (1)

وہ حدیث جسے روایت کرنے والا راوی سند کے تمام طبقات میں یا بعض میں ایک ہو۔

مثال:۔ اس کی مثال حدیث انما الاعمال بالنیات ہے۔ اس کی تفصیل خبر عزیز کے بیان میں گزر چکی ہے۔

1۔ الوسیط: ۲۰۱

Marfat.com

2۔فرد نسبی کی تعریف

''ھو ما کانت الغرابۃ فی اثناء سندہ''(1)

فرد نسبی وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند کے درمیان میں غرابت ہو یعنی اصل سند میں تو راوی کثیر ہوتے ہیں مگر اثناء سند میں ان میں سے کوئی ایک منفرد ہو جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ

اس کا نام فرد نسبی اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ کیونکہ اس پر فرد ہونے کا حکم شخص معین کی نسبت سے لگایا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ حدیث فی نفسہ مشہور ہو۔

مثال

اس کی مثال وہ حدیث طیبہ ہے جسے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم دَخَلَ مَکَّۃَ وَعَلٰی رَأْسِہِ الْمِغْفَرُ۔ اخرجہ الشیخان۔

''کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔''

اس حدیث کو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اکیلے حضرت زہری سے نقل کیا ہے جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں کی تعداد کثیر ہے چونکہ اس پر فرد ہونے کا اطلاق حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ہے۔ اس لئے یہ فرد نسبی کہلاتی ہے۔

نوٹ:۔ حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ بنیادی طور پر لغۃً اور اصطلاحاً الفرد اور الغریب دونوں لفظ باہم مترادف اور ہم معنی ہیں مگر استعمال کی کثرت و قلت کے سبب اہل اصطلاح نے ان کے مابین فرق اور تغایر بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ جب یہ الفاظ بحیثیت اسم استعمال ہوں تو اکثر الفرد کا اطلاق فرد مطلق پر اور الغریب کا اطلاق فرد نسبی

1۔تیسیر مصطلح الحدیث:۲۸

Marfat.com

جبائی معتزلی، حاکم ابو عبداللہ اور قاضی ابوبکر بن عربی کا موقف یہ ہے کہ حدیث صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط ہے۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط قرار دیا ہے۔ لیکن یہ نظریہ باطل ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے شروع میں حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ نقل کی ہے۔ جسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے صرف حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے پھر آپ سے صرف حضرت علقمہ بن وقاص اللیثی رضی اللہ عنہ نے، آگے ان سے حضرت محمد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ نے اور پھر ان سے حضرت یحییٰ بن سعید الانصاری رضی اللہ عنہ نے اکیلے روایت کیا ہے۔ اگر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث صحیح کے لئے عزیز ہونا شرط ہوتا، تو آپ قطعاً صحیح بخاری کے شروع میں یہ حدیث طیبہ ذکر نہ فرماتے۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور معروف ہے لیکن عزیز نہیں۔

خبر غریب کا بیان

اَخبارِ آحاد میں سے تیسری قسم غریب ہے۔

لغوی تعریف

ھو صفة مشبھة بمعنی المنفرد۔

غریب صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کا معنی منفرد ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف

ھو الحدیث الذی تفرد بروایته راو واحد فی کل الطبقات أو بعضھا۔ (1)

وہ حدیث جسے روایت کرنے والا راوی سند کے تمام طبقات میں یا بعض میں ایک ہو۔

مثال:۔ اس کی مثال حدیث انما الاعمال بالنیات ہے۔ اس کی تفصیل خبر عزیز کے بیان میں گزر چکی ہے۔

1۔ الوسیط: ۲۰۱

Marfat.com

غریب کی اقسام

غریب کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرد مطلق (۲) فرد نسبی۔

1۔فرد مطلق کی تعریف:۔ ''ھو ما کانت الغرابۃ فی أصل سندہ۔''(1)

فرد مطلق وہ حدیث ہوتی ہے جس کی اصل سند میں غرابت ہو۔ اصل سند سے مراد سند کی وہ طرف ہے جس میں صحابی ہوتا ہے یعنی تابعی صحابی سے روایت کرنے میں منفرد ہو۔

جیسے نھی عن بیع الولاء کی حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَلَاءُ لُحْمَۃٌ کَلُحْمَۃِ النَّسَبِ لَا یُبَاعُ وَلَا یُوْھَبُ وَلَا یُوْرَثُ۔

''ولاء نسبی رشتے کی مثل رشتہ ہے اسے نہ بیچا جا سکتا ہے، نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا وارث بنایا جا سکتا ہے۔''

اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اکیلے روایت کیا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس منفرد راوی سے آگے روایت کرنے والا راوی بھی منفرد ہوتا ہے۔ جیسے حدیث ''شعب الایمان عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ''اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ'' رواہ البخاری۔''

''ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔''

اس حدیث طیبہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ نے اور پھر ان سے حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ نے منفرد روایت کیا ہے۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تفرد تمام سند میں جاری رہتا ہے۔ اس کی کثیر مثالیں مسند بزار اور معجم الاوسط للطبرانی میں ہیں۔

1۔تیسیر مصطلح الحدیث: ۲۸

Marfat.com

پر ہوتا ہے اور اگر فعل مشتق کی حیثیت سے استعمال ہوں تو پھر ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ مثلاً تفرد بہ فلان اور اغرب بہ فلان بولا جائے تو ہر ایک سے دونوں قسمیں مراد لی جاسکتی ہیں۔(1)

حکم:۔ خبر غریب ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ شرائط پائے جانے کی صورت میں اس سے ثابت ہونے والے حکم پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کی شرائط وہی ہیں جن کا ذکر عزیز کی بحث میں کر دیا گیا ہے۔

مشہور کتب

1۔ غرائب مالک: مصنفہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ۔

2۔ الأفراد: مصنفہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ۔

3۔ السنن التی تفرد بکل سنة منها اهل بلدة: مصنفہ ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ۔

قوۃ وضعف کے اعتبار سے اخبار آحاد کی تقسیم

قوۃ وضعف کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقبول (۲) مردود۔

1۔ مقبول کی تعریف:۔ "هو ما ترجح صدق المخبر به۔"(2)

مقبول وہ حدیث ہوتی ہے جس میں مخبر بہ کی سچائی راجح ہو۔

حکم:۔ جمہور علماء محدثین کے نزدیک اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک خبر مقبول دلیل شرعی ہے۔

2۔ مردود کی تعریف:۔ "هو ما لم يترجح صدق المخبر به۔"(3)

مردود وہ حدیث ہوتی ہے جس میں مخبر بہ کی سچائی راجح نہ ہو۔

حکم:۔ خبر مردود کے مطابق عمل کرنا واجب نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے بطور حجت بیان کیا جاسکتا ہے۔

نوٹ:۔ ایسی خبر جس میں جانب قبول اور جانب رد دونوں برابر ہوں اور کسی ایک کو

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۳۰ 2۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۳۱ 3۔ ایضاً

Marfat.com

غریب کی اقسام

غریب کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرد مطلق (۲) فرد نسبی۔

1۔فرد مطلق کی تعریف:۔ ''هو ما كانت الغرابة فی أصل سنده۔''(1)

فرد مطلق وہ حدیث ہوتی ہے جس کی اصل سند میں غرابت ہو۔ اصل سند سے مراد سند کی وہ طرف ہے جس میں صحابی ہوتا ہے یعنی تابعی صحابی سے روایت کرنے میں منفرد ہو۔

جیسے نهی عن بيع الولاء کی حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُوَرَّثُ۔

''ولاء نسبی رشتے کی مثل رشتہ ہے اسے نہ بیچا جا سکتا ہے، نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا وارث بنایا جا سکتا ہے۔''

اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اکیلے روایت کیا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس منفرد راوی سے آگے روایت کرنے والا راوی بھی منفرد ہوتا ہے۔ جیسے حدیث ''شعب الایمان عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ''اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذىٰ عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ'' رواه البخاری۔''

''ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔''

اس حدیث طیبہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ نے اور پھر ان سے حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ نے منفرد روایت کیا ہے۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تفرد تمام سند میں جاری رہتا ہے۔ اس کی کثیر مثالیں مسند بزار اور معجم الاوسط للطبرانی میں ہیں۔

1۔تیسیر مصطلح الحدیث:۲۸

Marfat.com

دوسرے پر ترجیح حاصل نہ ہو اور نہ ہی کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو اسے ایک جانب سے ملانے کا فائدہ دے تو ایسی خبر متوقف فیہ کہلاتی ہے۔ حکماً یہ خبر مردود کی مثل ہوتی ہے۔

خبر مقبول کی اقسام

مراتب کے لحاظ سے خبر مقبول کی چار اقسام ہیں۔

(۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔

1۔ صحیح لذاتہ کی تعریف

ھو الحدیث المسند الذی اتصل اسنادہ بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتھاہ ولا یکون حدیثاً شاذاً ولا معللاً۔ (1)

''صحیح لذاتہ سے مراد وہ حدیث مسند ہے جس کی سند متصل ہو، ابتداء سے انتہاء تک عادل ضابط راوی عادل ضابط سے روایت کرے اور وہ حدیث شاذ اور معلل نہ ہو۔''

فائدہ:۔ مذکورہ تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ صحیح لذاتہ میں پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) سند متصل ہونا (۲) راوی کا عادل ہونا (۳) راوی کا ضابط ہونا (۴) حدیث کا شاذ نہ ہونا (۵) حدیث کا غیر معلل ہونا۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو حدیث صحیح لذاتہ نہیں کہلا سکتی۔

شرائط کی مختصر وضاحت

1۔ اتصال السند:۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ سند کا ہر راوی اپنے سے اوپر والے راوی سے حدیث روایت کرے اور اثنائے سند میں کسی مقام پر کوئی راوی حذف نہ ہو بلکہ ابتدائے سند سے لے کر انتہائے سند تک یہ اتصال برقرار رہے۔

1۔ الوسیط: ۲۲۵، مقدمہ ابن الصلاح: ۷

Marfat.com

2۔عدالت:۔ ''ملکة تحمل علی ملازمة التقوی والمروۃ۔'' (1)

عدالت سے مراد ایسا ملکہ ہے جو راوی کو ہمیشہ تقویٰ اور مروۃ اختیار کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔

تقویٰ کی تعریف

''ھی امتثال المأمورات و اجتناب المنھیات من کفر اوفسق اوبدعة وذالك بان لایفعل کبیرة ولا یصر علی صیغرة''۔(2)

''تقویٰ سے مراد اوامر کی پیروی کرنا اور نواہی مثلاً کفر، فسق اور بدعت وغیرہ سے اجتناب کرنا ہے اس طرح کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کرے۔''

مروّۃ کی تعریف

ھی آداب نفسانیة تحمل مراعاتھا الانسان علی التحلی بمحاسن الاخلاق وجمیل العادات۔(3)

''مروّت سے مراد ایسے نفسانی آداب ہیں جن کی رعایت انسان کو حسن اخلاق اور اچھی عادات سے مزین ہونے پر ابھارتی ہے۔''

3۔ضبط کی تعریف:۔ ''الحزم فی الحفظ۔'' (4)

(ضبط سے مراد قوۃ حفظ میں محتاط ہونا ہے۔)

ضبط کی اقسام

ضبط کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضبط صدر (۲) ضبط کتاب۔

1۔ضبط صدر کی تعریف:۔ ''ھو ان یثبت ما سمعه بحیث یتمکن من استحضارہ

1۔الوسیط:۲۲۶، شرح نخبۃ الفکر:۳۲ 2۔ایضاً۔
3۔الوسیط:۲۲۶ 4۔اطیب المنح فی علم المصطلح:۳۱

Marfat.com

متٰی شآء''(1)

ضبط صدر سے مراد یہ ہے کہ راوی حدیث سن کر اس طرح ذہن میں محفوظ کر لے کہ پھر جب چاہے اسے بیان کرنے پر قادر ہو۔

2۔ضبط کتاب کی تعریف:۔''هو صيانته لديه منذ سمع وصححه الى أن يؤديه منه۔''(2)

ضبط کتاب سے مراد یہ ہے کہ راوی حدیث سن کر اپنے پاس کتاب میں محفوظ کر لے اور ساتھ ہی اس کی تصحیح بھی کر لے۔ یہاں تک کہ اسے آگے روایت کر دے۔

شاذ کی تعریف

هو ما خالف فيه الثقة من هو أوثق منه۔ (3)

شاذ سے مراد ایسی حدیث ہے جسے روایت کرتے وقت ثقہ راوی اپنے سے ثقہ تر کی مخالفت کرے۔

علۃ کی تعریف

العلّة سبب غامض خفي يقدح في صحة الحديث مع أن الظاهر السلامة منه۔ (4)

''علت سے مراد وہ مخفی اور پوشیدہ سبب ہے جس کے سبب حدیث کی صحت میں جرح کی جا سکتی ہو۔ اس کے باوجود کہ ظاہراً وہ حدیث اس نقص سے سلامت اور محفوظ ہو۔''

صحیح لذاتہ کی مثال

حدثنا عبدالله بن يوسف قال أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن مطعم عن أبيه قال سمعت رسول

1۔شرح نخبۃ الفکر: ۳۲
2۔ایضاً
3۔الوسیط: ۲۲۸
4۔تیسیر مصطلح الحدیث: ۳۴

Marfat.com

اللہ ﷺ قرأ فی المغرب بالطور۔ اخرجہ البخاری

''عبداللہ بن یوسف نے مذکورہ سند کے ساتھ محمد بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ ان کے والد جبیر بن مطعم نے کہا میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۂ طور تلاوت فرمائی۔''

صحیح لغیرہ کی تعریف

ھو ما قصر عن الدرجة العليا فی بعض الشروط کالضبط لکن انجبر ذالک القصور بتعدد الطرق فان لم ینجبر الطرق ھو الحدیث الحسن لذاتہ۔ (1)

''وہ حدیث جو بعض شرائط میں درجہ علیا سے قاصر ہو جیسے ضبط وغیرہ لیکن وہ کمی طرق متعدد ہونے کے سبب پوری ہو جائے (تو وہ حدیث صحیح لغیرہ ہوتی ہے) اور اگر تعدد طرق کے سبب وہ کمی پوری نہ ہو تو پھر وہ حدیث حسن لذاتہ ہوتی ہے''

مذکورہ تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ صحیح لغیرہ فی الحقیقت حسن لذاتہ ہوتی ہے اور پھر طرق متعدد ہونے کے سبب درجہ صحت تک پہنچ جاتی ہے۔

مثال

روی محمد بن عمرو بن علقمة عن أبی سلمة عن أبی ھریرة رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال ''لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِیْ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ'' قال الترمذی حدیث ابی ھریرة انما صح لأنہ قد روی من غیر وجہ۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں اپنی امت پر شاق (گراں) نہ سمجھتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' اس حدیث طیبہ کے بارے امام ترمذی

1۔ الوسیط: ۲۳۰

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے کیونکہ یہ کئی اسناد سے مروی ہے۔

حدیث صحیح کا حکم

حكم الحديث الصحيح أنه مقبول وحجة ويجب العمل بِهِ۔ (1)

حدیث صحیح کا حکم یہ ہے کہ یہ مقبول ہے، حجت ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

تنبیہ:۔ صحیح خبر واحد کے مطابق عمل کرنا واجب ہے یہ موقف علماء قدیم وجدید کا ہے۔ جبکہ معتزلہ، روافض اور انہی جیسے دیگر افراد نے اُخبار اُحاد کے مطابق عمل واجب ہونے کا انکار کیا ہے مگر ان کا یہ نظریہ باطل ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اس پر اجماع ہے کہ اُخبار اُحاد کے ساتھ عمل کرنا واجب ہے۔

نوٹ:۔ کیا حدیث صحیح علم قطعی یقینی کا فائدہ دیتی ہے یا علم ظنی کا؟ تو اس کے بارے بہت سے علماء کا موقف یہ ہے کہ حدیث صحیح علم قطعی کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ ظنی الثبوت ہونے کے سبب علم ظنی کا فائدہ دیتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے التقریب میں یہ قول ترجیحاً نقل کیا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس بعض کا نظریہ یہ ہے کہ حدیث صحیح علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ یہ مذہب داؤد ظاہری، حسن بن علی الکرابیسی اور حارث بن اسد المحاسبی کا ہے اور ابن خویز منداد نے اسے ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مختار مذہب کے طور پر نقل کیا ہے۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الإحکام'' میں یہی نقل کیا ہے۔ جیسا کہ کہا:

ان خبرالواحد العدل عن مثله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوجب العلم والعمل معًا۔ (2)

''ایک عادل راوی کا اپنے جیسے راوی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی خبر کو نقل کرنا علم وعمل دونوں کو ایک ساتھ واجب کر دیتا ہے۔''

1۔ الوسیط: ۲۳۰ 2۔ التقریب: الوسیط: ۲۵۸

Marfat.com

اس سے بڑھ کر اس پر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک عادل آدمی نے تحویل قبلہ کی خبر دی تو انہوں نے بالفور اسے قبول کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل کیا حالانکہ وہ بیت المقدس (قبلہ اول) کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کر رہے تھے مگر نماز کے دوران ہی انہوں نے اپنے چہرے بیت اللہ شریف کی طرف پھیر لئے۔ اسی طرح آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہان وقت کو جو خطوط ارسال فرمائے اور انہیں ایمان لانے کی دعوت دی اور پھر دیگر قبائل کی طرف جن صحابہ کرام کو والی یا مبلغ بنا کر روانہ فرمایا تا کہ انہیں قرآن وسنت کے مطابق عمل پیرا ہونے کی دعوت دیں تو یہ تمام منفرد افراد تھے لہٰذا ان کی دعوت و ارشاد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط کا شمار اَخبار اُحاد میں ہی ہوتا ہے۔ جنہیں تمام نے قبول کیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عادل کی خبر واحد کو قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا تواتر معنوی سے ثابت ہے جو علم قطعی کا فائدہ دیتا ہے۔ نتیجتاً یہ معلوم ہوا کہ صحیح خبر واحد علم قطعی اور یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔(1)

حدیث صحیح کے مراتب کا بیان

وہ اوصاف جو کسی حدیث کے صحیح ہونے کا تقاضا کرتے ہیں ان کے مختلف ہونے کے سبب حدیث صحیح کے مراتب میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ حدیث جس میں صحت کی اعلیٰ صفات مثلاً عدالت ضبط اور دیگر معتبر صفات پائی جائیں گی وہ حدیث درجہ اور رتبہ میں اس حدیث سے اعلیٰ اور بلند ہوگی جس میں وہ صفات نسبتاً کم پائی جاتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اعلیٰ صفات کے حامل رواۃ کو "اوثق الناس" کہا ہے۔ ان سے کم درجہ کے راویوں کے لئے "ثقۃ ثقۃ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور پھر جو ان سے بھی درجہ میں کم ہیں انہیں صرف ثقہ کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ حدیث نے راویوں کے اوصاف متفرق ہونے کے سبب حدیث صحیح کے سات مراتب بیان کئے ہیں۔

1۔ وہ حدیث جسے حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں نے اپنی صحیحین

1۔ الوسیط: ۲۳۰

Marfat.com

میں ذکر کیا ہو۔

2۔ وہ حدیث جسے صرف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہو۔

3۔ وہ حدیث جسے صرف حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں بیان کیا ہو۔

4۔ وہ حدیث جو شیخین کی شرائط کے مطابق ہو مگر صحیحین میں درج نہ ہو۔

5۔ وہ حدیث صحیح جس میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تمام شرائط موجود ہوں مگر صحیح بخاری میں منقول نہ ہو۔

6۔ وہ حدیث صحیح جس میں حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی مقرر کردہ تمام شرائط موجود ہوں مگر آپ کی صحیح میں وہ حدیث نقل نہ کی گئی ہو۔

7۔ وہ حدیث صحیح جسے شیخین کے سوا کسی اور محدث نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہو لیکن اس میں نہ تو ان دونوں کی شرائط موجود ہوں اور نہ وہ ان میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق ہو۔

مثلاً وہ احادیث جنہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے اور وہ احادیث جنہیں اصحاب سنن اربعہ نے نقل کیا ہے اور ساتھ ہی ان کے صحیح ہونے کا قول بھی کیا ہو اور وہ احادیث جنہیں ابن حزیمہ اور ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیحین میں اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ مستدرک میں نقل کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث وہ ہے جس پر صحاح ستہ متفق ہوں۔

نوٹ:۔ وہ اوصاف جو صحت کا تقاضا کرتے ہیں ان میں تفاوت کے سبب چونکہ راویوں کے درجات مختلف ہوتے ہیں اس لئے بعض ائمہ حدیث نے معین اسانید پر اصح الاسانید ہونے کا اطلاق کیا ہے۔ مثلاً امام احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اصح الاسانید یہ ہے ''زهری عن سالم بن عبد الله بن عمر عن أبيه۔'' علی بن مدینی اور فلاس نے کہا ہے کہ اصح الاسانید یہ ہے ''محمد بن سيرين عن عُبيد بن عمرو السلماني عن علي رضي الله عنه'' اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اصح الاسانید'' یہ ہے

Marfat.com

''مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما'' یہی وہ سند ہے جو محدثین کے درمیان سلسلہ ذہبیہ کے نام سے معروف ہے۔

مگر اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ مطلق کسی سند پر اصح الاسانید ہونے کا اطلاق نہ کیا جائے کیونکہ بہت کم ایسا پایا جاتا ہے کہ سند کے راویوں میں سے ہر فرد میں اعلیٰ درجہ کی صفات قبول موجود ہوں اور وہ اپنے دور کے تمام راویوں کی نسبت زیادہ صحیح ہو۔ اس لئے اُولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ اسے صحابی یا شہر کے ساتھ مقید کر دیا جائے مثلاً یہ کہا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اصح الاسانید یہ ہے ''اسماعیل بن أبی خالد عن قیس بن أبی حازم عن أبی بکر رضی اللہ عنه۔'' حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اصح الاسانید یہ ہے ''زهری عن سالم عن أبیه عن أبیه عمر رضی اللہ عنه'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اصح الاسانید یہ ہے ''مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما۔''

اہل مکہ کی اصح الاسانید یہ ہے ''سفیان بن عیینه عن عمرو بن دینار عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنه'' اہل مدینہ کی اصح الاسانید یہ ہے ''اسماعیل بن أبی حکیم عن عبیدۃ بن سفیان عن ابی هریرة'' اور اہل مصر کی اصح الاسانید یہ ہے ''لیث بن سعد عن یزید بن أبی حبیب عن أبی الخیر عن عقبه بن عامر'' (1)

اس بارے میں طویل بحث ہے تفصیل کے لئے تدریب الراوی مصنفہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع فرمائیے۔

تنبیہ: ۔ وہ اسانید جن پر ائمہ حدیث نے اصح الاسانید ہونے کا اطلاق کیا ہے وہ درجہ اور رتبہ میں ان اسانید کی نسبت اعلیٰ اور برتر ہیں جن پر ائمہ نے اس کا اطلاق نہیں کیا۔

حدیث صحیح سے متعلقہ تصنیفات

1۔ صحیح بخاری: ۔ یہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری کی تصنیف ہے۔

2۔ صحیح مسلم: ۔ اسے امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری نے مرتب فرمایا۔

1۔ الوسیط: ۲۳۲

Marfat.com

3۔ صحیح ابن حبان :۔ اسے امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد التمیمی نے تالیف کیا۔
4۔ صحیح ابن خزیمہ :۔ یہ امام الحافظ الکبیر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری کی تصنیف ہے۔
5۔ المنتقیٰ لابن جارود :۔ اسے امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری نے مرتب فرمایا۔ علاوہ ازیں بھی حدیث صحیح کے بارے کثیر کتب موجود ہیں جیسے سنن اربعہ وغیرہ۔

حدیث حسن کا بیان

حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں: (۱) حسن لذاتہ (۲) حسن لغیرہ۔

1۔ حسن لذاتہ

لغوی تعریف :۔ ''ھو صفة مشبھة من الحسن بمعنی الجمال۔''

حَسَن صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور حُسن سے مشتق ہے۔ اس کا معنی جمال (حسین ہونا) ہے۔

اصطلاحی تعریف

1۔ ''أن یکون راویه من المشھورین بالصدق والأمانة غیر أنّهٗ لم یبلغ درجة رجال الصحیح لکونه یقصر عنھم فی الحفظ والاتقان ولا یُعدّ ماینفرد به منکراً ولا یکونُ المتن شاذًا ولا معللاً''۔ (1)

حسن لذاتہ وہ حدیث ہوتی ہے جس کے راوی صدق وامانت کے اعتبار سے مشہور ہوں مگر حفظ واتقان میں کم ہونے کے سبب حدیث صحیح کے راویوں کے درجہ تک نہ پہنچیں۔ ان میں سے کسی کی منفرد روایت منکر شمار نہ ہوتی ہو اور حدیث کا متن شاذ اور معلل نہ ہو۔

2۔ ''ما رواہ عدل خف ضبطه متصل السند غیر معلل ولا شاذ۔'' (2)

وہ حدیث جس کا راوی عادل ہو، اس کا ضبط خفیف ہو، سند متصل ہو اور متن میں شذوذ

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۶
2۔ الطیب الشذی فی علم المصطلح: ۱۵، شرح نخبۃ الفکر: ۴۰

Marfat.com

وعلت نہ ہو۔

مثال:۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

حدثنا قتيبة حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي عن أبي عمران الجوني عن ابي بكر بن ابي موسى الاشعري قال سمعت أبي بحضرة العدو يقول قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم " إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ " الحديث:۔ قال الترمذي هذا حديث حسن غريب۔

"مذکورہ سند کے ساتھ قتیبہ ابوبکر بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے دشمن کی موجودگی میں اپنے باپ کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بیشک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں۔" ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔"

حکم

الحسن وان تقاصر عن الصحيح في درجته وشروطه لكن يشارك الصحيح في العمل به والاحتجاج عند جميع الفقهاء وعند اكثر العلماء من المحدثين وغيرهم۔ (1)

"اپنے درجہ اور شرائط میں اگرچہ حدیث حسن حدیث صحیح سے کم ہے لیکن معمول بہ اور حجت بننے میں یہ حدیث صحیح کی مثل ہے۔ یہی موقف تمام فقہاء اور اکثر علماء محدثین وغیرہ کا ہے۔"

حدیث حسن کے مراتب

جس طرح حدیث صحیح کے مراتب میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ اسی طرح حدیث حسن

1۔ الوسیط: ۲۷۱

Marfat.com

کے درجات بھی متفاوت ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے دو مراتب کا ذکر کیا ہے۔

1۔ اعلیٰ مرتبہ:۔ اعلیٰ مرتبہ میں وہ حدیث شامل ہوگی جسے درج ذیل اسناد جیسی اسناد سے بیان کیا گیا ہو۔ ''بھز بن حکیم عن أبیه عن جده'' ''عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده'' اور ''ابن اسحاق عن التیمی۔''

2۔ دوسرا مرتبہ ایسی احادیث کا ہے جن کے حسن اور ضعیف میں اختلاف ہو جائے جیسے حارث بن عبداللہ، عاصم بن ضمرہ اور حجاج بن ارطاۃ وغیرہ کی روایات۔

حدیث حسن لغیرہ کی تعریف

وهو الذی یکون حسنه بسبب الاعتضاد نحو حدیث المستور اذا تعددت طرقه۔ (1)

''حسن لغیرہ وہ حدیث ہوتی ہے جو کسی امر خارج کے سبب تقویت پا کر درجہ حسن تک پہنچتی ہے۔ جیسے کسی مستور الحال راوی کی روایت کے طرق کا متعدد ہو جانا وغیرہ۔''

نوٹ:۔ فی الحقیقت حسن لغیرہ ضعیف حدیث ہوتی ہے اور پھر طرق متعدد ہونے کے سبب ترقی پا کر درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر ہر ضعیف حدیث اس طرح درجہ حسن پر فائز نہیں ہو سکتی بلکہ حدیث ضعیف کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ایسی ضعیف حدیث جس کا ضعف طرق متعدد ہونے کے باوجود زائل نہیں ہوتا بلکہ طرق میں جتنا اضافہ ہوتا جائے اس کے ضعف میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جیسے کذاب، متروک الحدیث، متہم بالکذب اور فاسق راوی کی روایت وغیرہ۔ مثلاً یہ روایت ''اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ'' اگرچہ اس روایت کے طرق متعدد ہیں مگر تمام کے تمام ضعیف ہیں۔

2۔ ایسی ضعیف حدیث جس کا ضعف طرق متعدد ہونے کے سبب زائل ہو جاتا ہے اور وہ

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۱۴

Marfat.com

حدیث درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔ مثلاً ایسے راوی کی روایت جو اصلاً تو اہل صدق و دیانت میں سے ہو مگر کسی عارضہ کے سبب سوء حفظ میں مبتلا ہو جائے تو جب ایسے راوی کی روایت کی تصدیق دیگر طرق سے ہو جائے تو وہ درجہ حسن میں داخل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہر وہ حدیث جس میں ضعف ارسال اور تدلیس کے سبب ہو تو جب اس کی متابع روایت مل جائے تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ حدیث درجہ حسن میں ترقی کر جاتی ہے۔(1)

حسن لغیرہ کی مثال

عن عاصم بن عبداللہ قال سمعت عن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ عن أبیہ ''أَنَّ اِمْرَاَةً مِنْ بَنِیْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰی نَعْلَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَرَضِیْتِ مِنْ نَفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَیْنِ قَالَتْ نَعَمْ، فَأَجَازَہٗ'' قال الترمذی وفی الباب عن عمر وابی ہریرۃ وسھل بن سعد وابی سعید وأنس و عائشۃ وجابر وأبی حدرد الأسلمی حدیث عامر بن ربیعہ حدیث حسن صحیح(2)

''عاصم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے سنا وہ اپنے والد عامر بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں کے عوض نکاح کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا کیا تو اپنے نفس اور مال کے بدلہ میں دو جوتوں کے معاوضہ پر راضی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت فرما دی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سہل بن سعد، حضرت ابو سعید، حضرت انس، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت جابر اور حضرت ابو حدرد اسلمی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور عامر بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔''

1۔ الوسیط: ۲۶۱ 2۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم مترجم: ۱۱۰

Marfat.com

مذکورہ سند میں حضرت عاصم سوءِ حفظ کے سبب ضعیف راوی ہیں لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اسناد متعدد ہونے کے سبب اسے حسن کہا ہے۔

مرتبہ میں فرق

رتبہ میں حسن لغیرہ حدیث حسن لذاتہ سے کم ہوتی ہے اس لئے اگر کہیں ان دونوں کے مابین تعارض آجائے تو حدیث حسن لذاتہ کو ترجیح دی جائے گی۔

حکم:۔ ''وھو من المقبول الذی یحتج بہ'' (1)

یہ حدیث مقبول ہوتی ہے اور اسے بطور حجت پیش کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ:۔ محدثین کبھی ہذا حدیث صحیح یا حدیث حسن کی بجائے ہذا حدیث صحیح الاسناد یا ہذا حدیث حسن الاسناد کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے صحیح یا حسن ہے یعنی اس کے راویوں میں تو صحیح یا حسن کی تمام شرائط موجود ہیں مگر اس کا متن صحیح یا حسن کے درجہ کا نہیں بلکہ اس میں شذوذ و علت پائے جانے کا امکان ہے کیونکہ جس طرح سند میں کوئی علت پائی جاتی ہے اسی طرح کبھی متن میں بھی علت پائی جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی معتمد علیہ حافظ حدیث یہی الفاظ استعمال کرے اور حدیث کے متن میں پائی جانے والی کسی علت یا اس پر ہونے والے کسی طعن وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو پھر مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ حدیث اپنی ذات کے اعتبار صحیح اور حسن ہے۔(2)

وہ کتب جن میں حدیث حسن کا تذکرہ ہے

اس موضوع پر الگ کتب تصنیف نہیں کی گئیں البتہ درج ذیل کتابوں میں یہ کثرت سے موجود ہے۔

(۱) جامع ترمذی: یہی وہ بنیادی کتاب ہے جس میں حدیث حسن کا ذکر کثرت سے موجود ہے۔ جبکہ آپ سے قبل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے کلام میں جزوی طور پر اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۵۱ 2۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۶۱

Marfat.com

(۲) سنن ابی داؤد۔

(۳) سنن دار قطنی۔ ان کتب میں بھی حدیث حسن کثرت سے موجود ہے۔

دو یا زیادہ اوصاف سے متصف حدیث کا بیان

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث ایک ہوتی ہے مگر اس میں دو یا زیادہ اوصاف پائے جاتے ہیں جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کبھی یہ کہہ دیتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح۔ تو اس کا مفہوم کیا ہوتا ہے حالانکہ درجہ اور رتبہ کے اعتبار سے حدیث حسن حدیث صحیح کی نسبت کم ہوتی ہے۔ جیسا کہ تعریفات کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے تو اس کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں کہ وہ حدیث جس میں دو وصف جمع ہوں اس کی دو صورتیں ہیں۔

1۔ وہ حدیث صرف ایک سند سے مروی ہوگی۔

2۔ اس کی اسناد ایک سے زیادہ ہوں گی۔

1۔ ایسی حدیث جو صرف ایک سند سے مروی ہو اور اس میں دو مختلف وصف جمع ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ امام مجتہد کو ناقل کی حالت میں تردد ہے۔ جس کے سبب وہ اسے ایک وصف سے متصف نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ کمال تقویٰ اور عدالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ حدیث بعض کے نزدیک حسن ہے اور بعض کے نزدیک صحیح ہے۔ اس میں چاہیے تو یہ تھا کہ دونوں اوصاف کے مابین حرف تردد (أو) ذکر کر دیا جاتا تا کہ کسی الجھن اور مشکل کا سامنا نہ ہوتا اور اس طرح کہا جاتا ہذا حدیث حسن او صحیح مگر اس سے حرف تردد کو حذف کر دیا گیا ہے اور ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

حکم:۔ وہ حدیث جس کے بارے یہ کہا جائے ہذا حدیث حسن صحیح وہ حدیث رتبہ اور قوۃ میں اس حدیث سے کم ہوتی ہے جس کے بارے یہ کہا جائے ہذا حدیث صحیح اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں تردد پایا جا رہا ہے جبکہ دوسری صورت میں جزم اور یقین ہے اور جزم بالیقین تردد کی نسبت قوی ہوتا ہے۔

Marfat.com

2۔ایسی حدیث جومختلف اوصاف سے متصف ہواور وہ دو یا زیادہ اسناد سے مروی ہوتو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث ایک سند کے اعتبار سے حسن ہے اور دوسری سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔اس صورت میں کہنا تو یہ چاہئے تھاھٰذا حدیث حسن ''وصحیح۔''یعنی دونوں وصفوں کے درمیان حرف عطف ذکر کیا جاتا مگر اسے حذف کر دیا گیا۔جیسا کہ پہلی صورت میں حرف تردد حذف کیا گیا ہے اور ایسا کرنا جائز ہے۔

حکم:۔ایسی حدیث جس کے متعلق یہ کہا جائے ہٰذا حدیث حسن صحیح وہ رتبہ میں اس حدیث کی نسبت اعلیٰ اور فائق ہوگی جس کے بارے صرف یہ کہا جائے ہٰذا حدیث صحیح بشرطیکہ اس کی سند ایک ہو کیونکہ کثرۃ طرق قوۃ کا سبب ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اشکال یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث حسن وہ ہوتی ہے جو متعدد اسناد سے مروی ہو لیکن اس کے باوجود پھر وہ کبھی کہہ دیتے ہیں ہٰذا حدیث حسن غریب لا نعرفہ الا من ھٰذا الوجہ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس ایک سند کے سوا اسے نہیں جانتے۔تو یہ حدیث غریب حدیث حسن کیسے ہوسکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق حدیث حسن کے لئے اسناد متعدد ہونے کی شرط ذکر نہیں کی بلکہ انہوں نے ایک نوع خاص کی تعریف کی ہے جو ان کی اپنی تصنیف لطیف جامع ترمذی میں موجود ہے۔لہٰذا ان کی تعریف کا اطلاق صرف اس حدیث پر ہوتا ہے جس کے بارے وہ فقط یہ کہیں ھذا حدیث حسنٌ۔

اور اگر کسی حدیث میں حسن کے ساتھ دوسرا وصف بھی شامل ہو تو اس پر ان کی مذکورہ تعریف صادق نہیں آتی بلکہ اس سے مراد وہی حسن ہوتی ہے جو عام محدثین کے نزدیک حسن ہو۔اور عام محدثین کے نزدیک حدیث حسن کے لئے متعدد اسناد سے مروی ہونا شرط نہیں۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے آخر میں اس جانب اشارہ بھی فرمایا ہے ''وما قلنا فی کتابنا حدیث حسن فانما اردنا بہ حسن اسنادہ عندنا''یعنی وہ احادیث جن کے

Marfat.com

متعلق ہم نے اپنی کتاب میں حدیث حسن کہا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اسناد ہمارے نزدیک حسن ہیں (1)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محتف بالقرائن اخبار کا بیان

اخبار آحاد کے ساتھ کبھی ایسے قرائن متصل ہوتے ہیں جن کے سبب وہ ان اخبار آحاد سے ارجح اور افضل ہو جاتی ہیں جو ان قرائن سے خالی ہوتی ہیں۔ ان کی تین اقسام ہیں:

1۔ وہ حدیث جسے شیخین نے صحیحین میں نقل کیا ہو اور وہ درجہ تواتر تک نہ پہنچی ہوئی ہو۔ اس میں متعدد قرائن پائے جاتے ہیں مثلاً فن حدیث میں شیخین کی جلالت شان، دیگر آئمہ حدیث کی نسبت صحیح اور غیر صحیح کے مابین امتیاز کرنے میں زیادہ ماہر ہونا اور ہر دور کے علماء محدثین و محققین کا ان کی کتابوں کو قبول کر لینا۔ یہ آخری قرینہ تنہا اتنا قوی ہے کہ یہ اس حدیث کی نسبت سے زیادہ علم کا فائدہ دیتا ہے جس کے طرق کثیر ہوں مگر حد تواتر سے کم ہوں۔

نوٹ:۔ مذکورہ قرائن صحیحین کی صرف ان احادیث کے ساتھ مختص ہیں جن پر حفاظ حدیث میں سے کسی نے تنقید نہیں کی اور نہ ہی ان کے مدلول و مفہوم کے درمیان ایسا تضاد اور اختلاف واقع ہو کہ ان میں سے کسی کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔ علاوہ ازیں تمام احادیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے اور مذکورہ قرائن ان تمام کے ساتھ متصل ہیں۔

وہ ائمہ حدیث جنہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ احادیث جنہیں شیخین روایت کرتے ہیں وہ علم نظری کا فائدہ دیتی ہیں ان میں الاستاذ ابو اسحاق الاسفرائنی، امام ابو عبداللہ الحمیدی اور ابو الفضل بن طاہر وغیرہ شامل ہیں۔

2۔ مشہور

محتف بالقرآئن کی دوسری قسم وہ مشہور حدیث ہے جس کے طرق متعدد ہوں اور وہ راویوں کے ضعف و علل سے محفوظ ہو۔ ایسی مشہور حدیث بھی علم نظری کا فائدہ دیتی ہے اس کا اظہار الاستاذ ابو منصور بغدادی اور الاستاذ ابو بکر بن فورک نے کیا ہے۔

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۴۳، ۴۴، تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۶۳

Marfat.com

3۔ مسلسل

محتف بالقرائن اخبار میں سے تیسری قسم مسلسل ہے اس سے مراد وہ حدیث ہے جسے محققین حفاظ آئمہ حدیث نے تسلسل کے ساتھ روایت کیا ہو اور وہ حدیث غریب نہ ہو۔ مثلاً وہ حدیث جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہو مگر روایت کرنے میں ایک دوسرا راوی بھی آپ کے ساتھ شریک ہو۔ اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہو مگر آپ کے ساتھ بھی اس روایت میں ایک دوسرا راوی شریک ہو۔ تو ایسی روایت بھی اپنے راویوں کی جلالۃ شان کے سبب سامع کو علم بالاستدلال کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ ان محققین آئمہ میں اتنی اعلیٰ صفات قبول موجود ہیں جو دیگر راویوں کی کثیر تعداد کے قائم مقام ہیں۔ لہٰذا ایسا شخص جسے علم اور اخبار الناس کے ساتھ کچھ بھی شغف ہو تو جونہی اسے یہ معلوم ہوگا کہ حدیث کے راوی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو بالیقین وہ خبر کی صداقت کو تسلیم کرلے گا تو پھر جب آپ ہی کے درجہ اور رتبہ کے دیگر ائمہ اس حدیث کی روایت میں آپ کے ساتھ شامل ہوں گے تو بلاشبہ اس حدیث کی قوت اور صداقت میں مزید اضافہ ہوگا۔

نوٹ:۔ مذکورہ بالا تینوں انواع سے علم کا فائدہ صرف اسے ہی حاصل ہوتا ہے جو حدیث کا متبحر عالم ہو، راویوں کے احوال اور ان کی علل کو کلیۃً جاننے والا ہو۔

اگر مذکورہ بالا تینوں اقسام کے اوصاف ایک حدیث میں جمع ہو جائیں تو بالیقین وہ حدیث علم قطعی کا فائدہ دے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خبر مقبول کی دوسری تقسیم

معمول بہ اور غیر معمول بہ کے اعتبار سے خبر مقبول کی تین قسمیں ہیں:

(۱) محکم (۲) مختلف الحدیث (۳) ناسخ و منسوخ۔

Marfat.com

1۔محکم کا بیان

لغوی تعریف:۔"ھو اسم مفعول من "أحکم" بمعنی أتْقَنَ" محکم اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اُحکم سے مشتق ہے۔اس کا معنیٰ"اتقن"یعنی پختہ کرنا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔"ھو الحدیث المقبول السالم من معارضة حدیث آخر مثلہ فی القبول۔"(1)

محکم سے مراد وہ حدیث مقبول ہے جو ایسی دوسری حدیث کی معارضت سے محفوظ ہو جو اسی کی مثل مقبول ہو۔

امثلہ:۔احادیث کی اکثر تعداد اسی نوع سے متعلق ہے صرف دو احادیث بطور مثال درج کی جاتی ہیں۔

1۔اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ الَّذِیْنَ یُشَبِّھُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰہِ۔رواہ البخاری ومسلم

"قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کے لئے ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی شکلیں (تصویریں) بناتے ہیں۔"

2۔لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوةً بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ۔رواہ مسلم

"اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے ادا کی گئی نماز قبول نہیں فرماتا اور خیانت کرنے والے سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔"

حکم:۔"ھو الذی یُعمل بہ بلا شبھة۔"(2)

یہ وہ حدیث ہے جس پر بلا شبہ عمل کیا جاتا ہے یعنی اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

2۔مختلف الحدیث کا بیان

لغوی تعریف:۔"مختلف ھو اسم فاعل ماخوذ من الاختلاف ضد الاتفاق۔"

1۔الوسیط:۳۶۵ 2۔ایضا

Marfat.com

مُخْتَلِف اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اختلاف سے بنایا گیا ہے جو کہ اتفاق کی ضد ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''هو الحديث المقبول المعارض بمثله مع امكان الجمع بينهما۔''(1)

وہ حدیث مقبول جس کی معارض اُسی کی مثل مقبول حدیث ہو اور ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو۔

امثلہ:۔ احادیث الاُحکام میں اس کی مثال یہ احادیث ہیں۔ ''اِذَا بَلَغَ الْمَآئُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلِ الْخُبْثَ۔'' رواہ احمد واصحاب سنن الاربعہ۔ (جب پانی دو قلے ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔)

جبکہ دوسری حدیث اس طرح ہے ''خَلَقَ اللّٰهُ الْمَآءَ طَهُوْرًا لَا یُنَجِّسُهٗ اِلَّا مَا غَیَّرَ طَعْمَهٗ اَوْ لَوْنَهٗ اَوْ رِیْحَهٗ۔'' رواہ ابن ماجہ

(اللہ تعالیٰ نے پانی کو پاک پیدا فرمایا اسے کوئی شئ پلید نہیں کرتی مگر جو اس کے ذائقہ یا رنگ یا بُو کو تبدیل کر دے۔)

مذکورہ پہلی حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر پانی کی مقدار دو قلے ہو جائے تو وہ پاک ہی رہتا ہے قطعاً پلید نہیں ہوتا۔ چاہے اس میں کوئی تغیر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ جبکہ دوسری حدیث طیبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر متغیر پانی مطلقاً پاک ہوتا ہے چاہے اس کی مقدار دو قلے ہو یا اس سے کم ہو۔

بظاہر دونوں حدیثوں کے مابین تعارض اور تضاد موجود ہے مگر فی الحقیقت ان کے درمیان تطبیق ممکن ہے۔ اس طرح کہ ہر حدیث دوسری کے عموم کو خاص کرنے کا سبب ہے یعنی اگر پانی کی مقدار دو قلے ہو اور اس میں نجاست کی صرف اتنی قلیل مقدار شامل ہو جائے جو اس میں تغیر کا سبب نہ بنے تو وہ پانی پاک رہے گا اور اگر مذکورہ تغیرات میں سے کوئی تبدیلی اس میں ظاہر ہو جائے تو وہ پانی پلید ہو جائے گا۔

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث:۵۵

Marfat.com

اسی طرح دوسری حدیث پہلی حدیث کے عام حکم کو خاص کرنے کا سبب ہے کیونکہ دوسری حدیث کے مطابق مطلق پانی پاک ہے چاہے اس کی مقدار دو قلے ہو یا اس سے کم۔ بشرطیکہ اس میں کوئی نجاست ملی ہوئی نہ ہو اور اگر اس میں معمولی نجاست مل جائے تو پھر وصف طہارت پر اس کے باقی رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی مقدار دو قلے ہو۔ ورنہ قلیل سی نجاست کے سبب بھی وہ ناپاک ہو جائے گا تو اس طرح پہلی حدیث دوسری کے عام حکم کو خاص کرنے کا سبب ہے۔

علاوہ ازیں دیگر احادیث میں سے علامہ ابن الصلاح اور علامہ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ نے بطور مثال درج ذیل احادیث بیان کی ہیں۔

1۔ ''لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ۔'' (رواہ الشیخان)

(نہ کوئی مرض متعدی ہوتا ہے اور نہ ہی بدفال کی چیز کی کوئی حقیقت ہے۔)

2۔ ''فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ۔'' (رواہ البخاری)

(جذام (کوڑھ) کے مریض سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔)

مذکورہ دونوں احادیث صحیح ہیں اور بظاہر ان میں تعارض بھی موجود ہے مگر ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے۔ علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے مابین اس طرح تطبیق بیان کی ہے کہ پہلی حدیث میں مرض کے متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے اس میں زمانہ جاہلیت کے باطل نظریہ کا رد ہے کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ امراض ایک آدمی سے دوسرے کی جانب بذات اور بالطبع متعدی ہو جاتی ہیں تو جب حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کوئی بیماری بذات خود متعدی نہیں ہوتی بلکہ بالواسطہ اور بارادۂ الٰہی امراض متعدی ہوتی ہیں اور اس کا سبب مریضوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ جہاں بھی اختلاط مریض کا سبب پایا جائے وہاں مرض کا متعدی ہونا بھی لازمی اور ضروری ہو ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سبب بھی دیگر اسباب کی طرح ہی ہے یعنی جس طرح کبھی عام سبب پائے جانے سے مسبب پایا جاتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ بالکل اسی

Marfat.com

طرح کبھی اختلاط مریض ہوتا ہے مگر مرض متعدی نہیں ہوتا۔ دوسری حدیث طیبہ میں بالواسطہ بیماری متعدی ہونے کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی لئے اس میں احتیاط برتنے کا حکم فرمایا گیا۔ یہی تطبیق زیادہ موزوں ہے کیونکہ اس میں عقیدہ کی صحت بھی ہے اور موجودہ طبی تحقیق سے مطابقت بھی ہے۔(1)

علاوہ ازیں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور طرح بھی تطبیق بیان کی ہے۔ وہ اس طرح کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ارشاد میں جو مرض متعدی ہونے کی نفی فرمائی ہے اسے اپنے عموم پر باقی رکھتے ہوئے کہا جائے کہ کوئی مرض کسی بھی طرح متعدی نہیں ہوتا اور اس کی تائید اس ارشاد نبوی سے بھی ہوتی ہے:

لَا یُعْدِیْ شَیْءٌ شَیْئًا۔

''کوئی شئ کسی شئ کی طرف متعدی نہیں ہوتی۔''

اسی طرح یہ واقعہ بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے کہ ایک دفعہ ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے پاس ایک خارش زدہ اونٹ ہے وہ جب دوسرے تندرست اونٹوں سے اختلاط کرتا ہے تو وہ بھی خارش زدہ ہو جاتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ'' (یہ بیماری پہلے کی طرف کسی نے متعدی کی ہے؟) گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یہ فرمایا کہ جس رب کریم نے پہلے اونٹ کو بیماری میں مبتلا کیا اسی نے دوسرے کو بھی مرض لگا دیا یعنی بیماری اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتی ہے اس کی منشاء کے بغیر کوئی شئ اس کا سبب نہیں بن سکتی۔ رہا دوسرا ارشاد گرامی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جذام کے مریض سے بھاگنے کا حکم ارشاد فرمایا تو وہ سدّ ذرائع کے باب سے ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ جو آدمی مریض سے اختلاط اور میل جول رکھتے ہوئے بتقدیر الٰہی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو وہ یہ گمان کرنے لگے کہ اختلاط مریض کے سبب وہ بیماری میں مبتلا ہوا ہے کیونکہ اس گمان سے وہ صحت عدویٰ کا معتقد ہو جائے گا اور

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۴۳

Marfat.com

اس نظریہ کے سبب وہ گنہگار ہوگا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گناہ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کے لئے مذکورہ حکم ارشاد فرمایا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تدریب الراوی میں بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

حکم:۔ ایسی دونوں حدیثیں جن کے مابین تطبیق ممکن ہو ان دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔

اس نوع سے متعلقہ مشہور کتب

1۔ اختلاف الحدیث:۔ یہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 204ھ کی تصنیف ہے۔ اس نوع کے بارے آپ نے ہی سب سے پہلے یہ کتاب لکھی۔

2۔ تاویل مختلف الحدیث:۔ یہ امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری متوفی 276ھ کی تصنیف ہے۔

3۔ مشکل الآثار:۔ یہ کتاب امام حافظ فقیہ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی المصری متوفی 321ھ نے تحریر فرمائی۔

4۔ مشکل الحدیث وبیانہ:۔ یہ کتاب امام ابوبکر محمد بن حسن بن فورک الانصاری الاصبہانی متوفی 406ھ نے تحریر فرمائی۔

ناسخ ومنسوخ کا بیان

ایسی دو متعارض حدیثیں جن کے مفہوم کو باہم جمع کرنا ممکن نہ ہو اور تاریخ سے ان کا مقدم ومؤخر ہونا معلوم ہو تو مؤخر حدیث کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہا جاتا ہے۔

نسخ کی تعریف

لغوی اعتبار سے اس کے دو معنی ہیں: (۱) ''اَلْاِزَالَۃُ'' زائل کرنا جیسے کہا جاتا ہے ''نسخت الشمس الظل'' (دھوپ نے سائے کو ختم کر دیا۔)

(۲) ''اَلنَّقْلُ'' نقل کرنا مثلاً ''نَسَخْتُ الْکِتَابَ'' (میں نے ایک کتاب سے دوسری میں نقل کیا۔)

Marfat.com

اصطلاحی تعریف

رفع تعلق حکم شرعی بدلیل شرعی متأخر عنہ۔ (1)

نسخ سے مراد سابقہ حکم شرعی کو اس سے متاخر دلیل شرعی کے ساتھ ختم کرنا ہے۔

اس تعریف کی رُو سے سابقہ حکم شرعی منسوخ کہلائے گا اور متاخر دلیل ناسخ کہلائے گی لیکن اس کی طرف ناسخ ہونے کی نسبت مجازی ہے کیونکہ فی الحقیقت ناسخ تو رب کریم کی ذات اقدس ہے۔

نسخ کی پہچان

نسخ کی معرفت اور پہچان انتہائی دقیق اور مشکل امر ہے۔ حتیٰ کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک کہا:

أعیی الفقهاء واعجزهم ان یعرفوا الناسخ من المنسوخ، ولایتأهل لمعرفته الا الائمة الکبار الذین لهم علم بالروایات و مقدّمها و مؤخرها۔ (2)

(ناسخ و منسوخ کی معرفت اور پہچان حاصل کرنے نے فقہاء کو تھکا دیا اور انہیں عاجز کر دیا۔ اس کی اہلیت صرف وہی آئمہ کبار رکھتے ہیں جن کے پاس روایات اور ان کی تقدیم و تاخیر کا علم ہے۔ تاہم آئمہ حدیث نے اس کے چند طرق بیان کئے ہیں۔

1۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صراحۃً ثابت ہو۔ مثلاً حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کنت نهیتکم عن زیارة القبور، فزوروها، وکنت نهیتکم عن لحوم الأضاحی فوق ثلاث فکلوا ما بدالکم وادخروا وکنت نهیتکم عن النبیذ الآفی سقاء فاشربوا فی الاسقیة کلها ولاتشربوا مسکرا۔ رواہ مسلم

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۵۸ 2۔ الوسیط: ۳۵۹

Marfat.com

''میں نے تمہیں زیارۃ قبور سے منع کیا تھا اب تم زیارت کیا کرو، میں نے تمہیں تین دن سے زائد قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا اب تم جتنا چاہو کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور میں تمہیں نبیذ سے منع کرتا تھا مگر چمڑے کے برتن میں، اب تم ہر قسم کے برتن میں پیؤ اور مسکر (نشہ لانے والی) نہ پیؤ۔''

2۔ صحابی کی تصریح:۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابی یہ تصریح کر دے کہ آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو اعمال میں سے یہ عمل متاخر ہے۔ مثلاً حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترک الوضوء مما مسته النار۔ رواہ ابوداؤد والنسائی

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگ پر پکی ہوئی شئ تناول فرمانے کے بعد وضو کرنا ترک فرما دیا تھا۔''

اسی طرح حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان الماء من الماء رخصة فی اول الاسلام، ثم أمر بالغسل۔ رواہ ابوداؤد والترمذی

''ابتدائے اسلام میں یہ رخصت تھی کہ انزال کے بغیر صرف مباشرت سے غسل واجب نہ ہوتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کا حکم ارشاد فرما دیا۔''

3۔ تاریخ کی پہچان:۔ نسخ کی پہچان کا تیسرا طریقہ تاریخ کا معلوم ہونا ہے۔ جس روایت کی تاریخ مؤخر ہوگی وہ ناسخ ہوگی اور جس کی تاریخ مقدم ہوگی وہ منسوخ ہوگی۔ جیسے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے ''أفطر الحاجم والمحجوم'' (فصد لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔) رواہ ابوداؤد والنسائی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے منسوخ ہے۔ وہ روایت اس طرح ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احتجم وھو

Marfat.com

مُحرِم صائم۔ اخرجہ البخاری والمسلم۔

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے درآنحالانکہ آپ محرم اور روزہ دار تھے۔''

حضرت شداد رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے اس لئے کہ آپ نے فتح مکہ کے سال 8ھ میں وہ حدیث روایت فرمائی جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ناسخ ہے کیونکہ آپ 10ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ عمل فرمایا۔

4۔ دلالت اجماع:۔ نسخ پہچاننے کا چوتھا طریقہ دلالت اجماع ہے جیسے حضرت ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

من شرب الخمر فاجلدوہ فانہ عاد فی الرابعۃ فاقتلوہٗ۔

''جو شراب پیئے اسے کوڑے لگاؤ پھر اگر وہ چوتھی بار پیئے تو اسے قتل کردو۔''

تو اس بارے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اجماع اس کے نسخ پر دلالت کرتا ہے یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ شرابی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس میں اجماع حدیث کا ناسخ تو نہیں مگر نسخ پر دلالت ضرور کرتا ہے اور اس کی تائید حدیث طیبہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان شرب الخمر فاجلدوہ فان شرب فی الرابعۃ فاقتلوہ ثم أُتِیَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذالک برجل قد شرب فی الرابعۃ فضربہٗ ولم یقتلہٗ۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شراب پیئے تو اسے کوڑے لگاؤ پھر اگر چوتھی بار پیئے تو اسے قتل کردو اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک

Marfat.com

ایسا آدمی لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوڑے لگائے اور اسے قتل نہ کیا۔"

اسی طرح کی ایک روایت زہری رحمۃ اللہ علیہ نے قبیصہ بن ذویب سے بھی نقل کی ہے۔

نوٹ:۔ وہ صحابی جس نے بعد میں اسلام قبول کیا ہو اس کی روایت ایسے صحابی کی روایت کی ناسخ نہیں ہوسکتی جس نے اس سے پہلے اسلام قبول کیا ہو کیونکہ اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ متاخر الاسلام صحابی نے وہ روایت کسی ایسے صحابی سے نقل کی ہو جو اسلام لانے میں اس متقدم الاسلام سے بھی پہلے ہو یا اس کے مساوی ہو۔ ہاں اگر بعد میں اسلام لانے والا صحابی اس کی تصریح کردے کہ اس نے یہ روایت بذات خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کی ہے تو پھر اس کی روایت متقدم الاسلام کی روایت کے لئے ناسخ ہوسکتی ہے۔ اس کی مثال بیان کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی مقدمہ شرح صحیح مسلم میں رقمطراز ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کیونکہ ہر چند کہ وضو پہلے سے فرض تھا لیکن اس کی فرضیت کا بیان سورۂ مائدہ کی آیت وضو میں نازل ہوا اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے اور انہوں نے موزوں پر مسح کرنے کی حدیث بیان کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو پیر دھونے کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور اس کی ناسخ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ جو سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے ہیں۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن همام بن الحارث قال بال جرير بن عبدالله ثم توضأ ومسح على خفيه قيل له أتفعل هذا قال وما يمنعني وقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله وكان يعجبهم حديث جرير لأن اسلامه كان بعد نزول المائدة۔

"ہمام بن حارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا ان سے کہا گیا آپ اس طرح کر

Marfat.com

رہے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھ کو اس چیز سے کیا مانع ہے جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے اور ان کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث پسند تھی کیونکہ وہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے۔"

نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن شهر بن حوشب قال رأيت جرير بن عبد الله توضأ ومسح على خفيه فقلت له في ذالك فقال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ ومسح على خفيه فقلت له أقبل المائدة أو بعد المائدة فقال ما اسلمتُ الا بعد المائدة۔

"شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا میں نے پوچھا سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے یا بعد؟ انہوں نے کہا میں سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد ہی تو مسلمان ہوا ہوں۔"

لہٰذا حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی تاریخ سے موزوں کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے۔"(1)

حکم:۔ اس نوع میں ناسخ پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور منسوخ کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

اس نوع کی مشہور کتب

1۔ ناسخ الحدیث و منسوخه:۔ مصنف حافظ ابوبکر بن محمد الاثرم متوفی 261ھ۔

2۔ ناسخ الحدیث و منسوخه:۔ یہ الشیخ المحدث الحافظ ابوحفص عمر بن احمد البغدادی المعروف بابن شاہین متوفی 385ھ کی تصنیف ہے۔

3۔ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار:۔ یہ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان

1۔ شرح صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸

Marfat.com

الحازمی الہمدانی متوفی 548ھ کی تصنیف ہے۔

4۔ الناسخ والمنسوخ:۔ مصنفہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔

5۔ تجرید الأحادیث المنسوخة:۔ مصنفہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ۔

راجح ومرجوح کا بیان

اسباب ترجیح

اگر دو حدیثوں کی تاریخ معلوم نہ ہو اور ان میں ناسخ ومنسوخ کا اعتبار ممکن نہ رہے تو پھر وجوہ ترجیح میں سے کسی کے سبب اگر ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو تو ایسی صورت میں راجح حدیث پر عمل کیا جائے گا اور مرجوح کو چھوڑ دیا جائے گا۔ ترجیح کے اسباب کثیر ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح کی سات اقسام بیان کی ہیں اور پھر ہر نوع کے تحت کئی وجوہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ راوی کی حالت کے اعتبار سے ترجیح

اس نوع کے تحت چالیس وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

(۱) راویوں کی تعداد کثیر ہونا (۲) سند کا مختصر ہونا (۳) راوی کا فقیہ ہونا (۴) راوی کا لغت میں ماہر ہونا (۵) علم نحو میں کامل دسترس رکھنا (۶) قوۃ حفظ کا مضبوط ہونا (۷) ضبط کا کثیر ہونا (۸) راوی کا متقی اور پرہیزگار ہونا (۹) اعتقادی اعتبار سے بدعت سے محفوظ ہونا (۱۰) اور راوی کا اکابر صحابہ کرام سے حدیث نقل کرنا وغیرہ۔

2۔ اخذ حدیث کے اعتبار سے ترجیح

اس نوع کے تحت مندرجہ ذیل وجوہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

1۔ الوقت:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی جس نے سن بلوغت کو پہنچنے کے بعد احادیث اخذ کی ہوں اس کی روایت کو ایسے راوی کی روایت پر ترجیح دی جائے گی جس نے بعض احادیث سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے اخذ کی ہوں اور کچھ بعد میں۔

Marfat.com

2۔ایک راوی نے حدثنا کے صیغہ سے روایت اخذ کی ہو جبکہ دوسرے نے وہ روایت شیخ کے سامنے پیش کی ہو تو پہلے کی روایت ارجح ہوگی۔

3۔ایک راوی نے شیخ کے سامنے روایت پیش کی اور اجازت طلب کی جبکہ دوسرے نے کتابۃ، مناولۃ یا وجادۃ کے ذریعے اخذ کی تو پہلے کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔اس نوع میں آسان طریقہ یہ ہے کہ حدیث لینے کے اعتبار سے پہلا درجہ سماع کا ہے دوسرا عرض کا اور اس کے بعد باقی صیغے ہیں۔

3۔روایت کی کیفیت کے اعتبار سے ترجیح

اس کے تحت دس وجوہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) روایت باللفظ کو روایت بالمعنی پر ترجیح دی جائے گی۔(۲) ایسی روایت جس کے ساتھ سبب مذکور ہو اسے اس روایت پر ترجیح دی جائے گی جس کے ساتھ سبب مذکور نہ ہو۔(۳) راوی روایت کے بارے متردد نہ ہو۔(۴) روایت کے الفاظ اس کی سند متصل ہونے پر دلالت کرتے ہوں جیسے حدثنا اور سمعت وغیرہ۔(۵) روایت کے مرفوع یا متصل ہونے پر اتفاق ہو۔

4۔روایت بیان کرنے کے وقت کے اعتبار سے ترجیح

اس ضمن میں پانچ وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔

1۔ مدنی روایت کو مکی روایت پر مقدم کیا جائے گا۔

2۔ ایسی روایت جو حضور نبی رحمت ﷺ کی عظمت و رفعت پر دلالت کرتی ہو اسے اس روایت پر ترجیح دی جائے گی جو ضعف پر دلالت کرتی ہو۔

3۔ تخفیف پر دلالت کرنے والی روایت کو ایسی روایت پر ترجیح دی جائے گی جو تغلیظ کو متضمن ہو۔

4۔ کسی بھی راوی کی وہ روایت جو قبولیت اسلام کے بعد اس نے اخذ کی ہو اسے اس روایت پر ترجیح دی جائے گی جو اس نے قبولیت اسلام سے قبل اخذ کی ہو یا اس کے

Marfat.com

بارے اسلام قبول کرنے سے قبل اسے لینے کا شبہ ہو۔

5۔ ایسی روایت جس کی تاریخ بیان نہ کی گئی ہو اسے تاریخ متقدم کے ساتھ ترجیح دی جائے گی۔

5۔ خبر کے الفاظ کے اعتبار سے ترجیح

اس نوع کے تحت پینتیس وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں چند درج ذیل ہیں۔

(۱) خاص کو عام پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (۲) عام غیر مخصوص کو عام مخصوص پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (۳) مطلق حکم کو حکم بالسبب پر ترجیح دی جائے گی۔ (۴) حقیقت کو مجاز پر ترجیح دی جائے گی۔ (۵) ایسا مجاز جو حقیقت کے مشابہ ہو اسے ایسے مجاز کے مقابلہ میں ترجیح دی جائے گی جو حقیقت کے مشابہ نہ ہو۔ (۶) حقیقت شرعیہ کو حقیقت لغویہ اور عرفیہ پر ترجیح دی جائے گی۔ (۷) حقیقت عرفیہ کو حقیقت لغویہ پر ترجیح دی جائے گی۔ (۸) قول کو فعل پر ترجیح دی جائے گی یعنی حدیث قولی کو حدیث فعلی پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (۹) مفہوم موافق کو مفہوم مخالف پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (۱۰) ایسی حدیث قولی جس کے ساتھ فعل بھی متصل ہو اسے ایسی حدیث قولی پر ترجیح دی جائے گی جس کے ساتھ فعل متصل نہ ہو۔

6۔ حکم کے اعتبار سے ترجیح

اس کے تحت مندرجہ وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔

1۔ تحریم پر دلالت کرنے والی روایت کو اباحت و وجوب پر دلالت کرنے والی روایت پر ترجیح دی جائے گی۔

2۔ اَحوط روایت (جس میں احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہو۔) کو غیر اَحوط روایت پر ترجیح دی جائے گی۔

3۔ ایسی روایت جو حد کی نفی پر دلالت کرتی ہو اسے حد کے ثبوت پر دلالت کرنے والی روایت پر ترجیح دی جائے گی۔

Marfat.com

7۔ خارجی امور کے اعتبار سے ترجیح

اس نوع کے تحت گیارہ امور کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

1۔ ایسی روایت کو مقدم کرنا جو ظاہر قرآن کریم کے موافق ہو۔

2۔ ایسی روایت کو مقدم کرنا جو کسی دوسری سنت کے موافق ہو۔

3۔ ایسی روایت کو مقدم کرنا جس کے مطابق خلفائے راشدین کا عمل ہو۔

4۔ ایسی روایت کو مقدم کرنا جس کے مطابق ساری امت کا عمل ہو۔

5۔ ایسی روایت کو مقدم کرنا جس کے ساتھ کوئی دوسری مرسل یا منقطع روایت ہو۔

6۔ ایسی روایت کو مقدم کرنا جسے روایت کرنے میں شیخین متفق ہوں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ترجیح دینے والے یہ امور سو سے زائد ہیں۔ علاوہ ازیں بھی غیر محصور تعداد ہے تمام امور کا انحصار ظن غالب پر ہے۔(1)

نوٹ:۔ اگر دو متعارض حدیثوں کے مابین وجوہ ترجیح کے سبب ترجیح ممکن نہ ہو تو پھر ان کے بارے توقف کیا جائے گا۔ لہٰذا وہ حدیث مردود کی مثل ہو جائیں گی مگر اس لئے نہیں کہ ان میں اصل صفات رد پائی جا رہی ہیں بلکہ اس لئے کہ ان میں اصل صفات قبول موجود نہیں۔ لہٰذا ان کے لئے تساقط کی بجائے توقف کا لفظ استعمال کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے کیونکہ توقف موجودہ حالت کے اعتبار سے ہے اور اس میں یہ ممکن ہے کہ مستقبل میں کوئی وجہ ترجیح سے آگاہ ہو جائے جس کے سبب وہ حدیث قابل عمل ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث مردود کا بیان

مردود کی تعریف

ھو الذی لم یترجح صدق المخبر بہ۔ (2)

وہ حدیث جس میں مخبر بہ کی سچائی ارجح نہ ہو، وہ مردود کہلاتی ہے۔

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۲ 2۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۶۱

Marfat.com

حدیث مردود کی اقسام

علماء محدثین نے حدیث مردود کی کئی اقسام ذکر کی ہیں۔ان میں سے بعض پر مخصوص اسماء کا اطلاق کیا ہے۔جبکہ بعض کے لئے عام لفظ ضعیف استعمال کیا ہے۔

ضعف کی تمام اقسام میں بنیادی طور پر دو سبب پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک سند سے راوی کا ساقط ہونا ہے اور دوسرا راوی پر طعن کا ہونا ہے۔پھر ان میں سے ہر سبب کے تحت متعدد انواع ذکر کی گئی ہے۔انشاءاللہ ہر نوع کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔ان سے قبل حدیث ضعیف کی تعریف اور حکم کا تذکرہ ضروری ہے جو درج ذیل ہے۔

حدیث ضعیف کی تعریف

هو كل حديث لم تجتمع فيه صفات الحديث الصحيح ولا صفات الحديث الحسن۔ (1)

وہ حدیث جس میں صحیح اور حسن حدیث کی صفات جمع نہ ہوں وہ ضعیف ہوتی ہے۔

حدیث صحیح اور حسن کی شرائط بالتفصیل پہلے گزر چکی ہیں۔ان کا خلاصہ یہ ہے

(۱) سند متصل ہو (۲) راوی عادل ہوں (۳) راوی ضابط ہوں یعنی کثرۃ خطأ اور غفلت سے سلامت ہوں (۴) روایت شاذ نہ ہو (۵) اس میں کوئی علت نہ ہو (۶) وہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہو جبکہ سند میں کوئی مستور الحال راوی ہو اور وہ متہم بالکذب اور کثیر الغلط نہ ہو۔وہ حدیث جس میں یہ تمام شرائط یا ان میں سے بعض نہ پائی جائیں وہ حدیث ضعیف ہوگی۔

ضعیف حدیث کی اقسام

اس کی کثیر اقسام ہیں۔ابو حاتم محمد بن حبان نے انچاس (49) انواع بیان کی ہیں۔ان میں سے بعض ایسی ہیں جن کے لئے کوئی معین نام نہیں بلکہ عمومی نام ضعیف ذکر کیا گیا

1۔الوسیط:۲۷۶

Marfat.com

ہے جبکہ بعض کے لئے مخصوص اسماء ذکر کئے گئے ہیں مثلاً مرسل، منقطع، معضل، معلق، مدلس، شاذ، منکر، متروک، معلل، مضطرب، مدرج، مقلوب اور موضوع۔ ضعیف حدیث کی تمام اقسام میں ارذل قسم یہی ہے۔

ضعیف حدیث کی مثال

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من أتی حائضا أو امرأة فی دبرها أو کاهنا فقد کفر بما أنزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ رواہ الترمذی

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے حالت حیض میں حق زوجیت ادا کیا یا دبر کے راستے سے دخول کیا یا کسی کاہن کے پاس گیا تو اس طرح اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔''

اس حدیث کے متعلق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''ضعف محمد هذا الحدیث من قبل اسناده'' (کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سند کی جانب سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

روایت وعمل کے اعتبار سے حدیث ضعیف کا حکم

ایسی ضعیف حدیث جو موضوع ہو یا اس کی سند سے راوی ساقط ہو یا پھر اس کی کوئی اصل نہ ہو تو اسے اس وقت تک روایت کرنا صحیح نہیں جب تک اس کی وضع، راوی کے سقوط یا اس کی اصل نہ ہونے کی وضاحت نہ ہو جائے۔ جس کسی نے علم کے باوجود بغیر وضاحت کے ایسی حدیث بیان کی وہ سخت گنہگار ہوگا۔ ایسی روایت کے مطابق عمل کرنا قطعاً جائز نہیں چاہے اس کا تعلق حلت وحرمت سے ہو یا ترغیب وترہیب سے، قصص ومواعظ سے ہو یا تفسیر سے کیونکہ اس کے مطابق عمل کرنا شریعت میں ایسی شئ کا اضافہ کرنے کے مترادف ہے جو شریعت میں سے نہیں۔

Marfat.com

مگر اس کے برعکس ایسی حدیث جو سقوط و وضع کی حد تک نہ پہنچے تو اس کی روایت اور اس کے مطابق عمل کرنے کے متعلق علماء نے مختلف آراء بیان کی ہیں۔

علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موضوع روایت کے سوا ضعیف حدیث کی بقیہ تمام انواع کو سبب ضعف بیان کئے بغیر روایت کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کا تعلق صفات باری تعالیٰ اور احکام شریعت مثلاً حلال و حرام وغیرہ سے نہ ہو۔ مثلاً مواعظ و قصص، فضائل اعمال، ترغیب و ترہیب کے تمام طرق اور وہ تمام امور جن کا تعلق اَحکام اور عقائد سے نہ ہو۔ جن آئمہ کرام نے اس بارے تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل رحمہا اللہ تعالیٰ ہیں۔ (1)

ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ضعیف حدیث کے مطابق قطعاً عمل نہیں کیا جائے گا چاہے اس کا تعلق حلال و حرام سے ہو یا فضائل وغیرہ سے۔

بعض ائمہ حدیث نے ضعیف حدیث کی روایت اور اس پر عمل کرنے کو جائز قرار دیا ہے اگرچہ اس کے ساتھ سبب ضعف نہ بیان کیا جائے۔ بشرطیکہ اس میں درج ذیل شرائط موجود ہوں۔

1۔ حدیث کا تعلق قصص، مواعظ اور فضائل اعمال وغیرہ سے ہو۔ صفات باری تعالیٰ، ایسی اشیاء جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا محال ہے، تفسیر القرآن اور دیگر احکام شرعیہ مثلاً حلال و حرام وغیرہ سے اس کا تعلق نہ ہو۔

2۔ حدیث میں ضعف شدید نہ ہو۔ جس کا راوی کذاب یا متہم بالکذب منفرد ہو یا راوی فحش غلطیاں کرنے والا ہو۔ وہ روایت قابل عمل نہیں ہوگی۔

3۔ وہ حدیث اصول شریعت میں سے کسی خاص قاعدہ کے تحت درج ہو۔

4۔ اس حدیث پر عمل کرنے والا اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو بلکہ اس کا ارادہ احتیاط اور ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کا ہو۔

5۔ اس سے قوی دلیل اس روایت سے معارض نہ ہو۔ (2)

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۹۴ 2۔ الوسیط: ۲۷۸، تیسیر مصطلح الحدیث: ۶۵

Marfat.com

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ حلال و حرام اور دیگر احکام شرعیہ کے بارے حدیث ضعیف سے استدلال کرنا جائز نہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ بسا اوقات محدثین ترغیب و ترہیب، فضائل اعمال، قصص، زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کے بارے ضعیف راویوں سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ اس قسم کی احادیث میں محدثین کے نزدیک تساہل جائز ہے اور یہ قابل عمل ہیں بشرطیکہ موضوع نہ ہوں کیونکہ ان کے قواعد شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں۔ بہر حال ایسا کوئی راوی اگر احکام سے متعلق کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہو تو آئمہ اس سے استدلال نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جسے آئمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین میں سے کسی عالم نے نہیں کیا۔

اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ درست نہیں بلکہ قبیح امر ہے کیونکہ اگر انہیں راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لئے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ احکام میں ضعیف حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور اگر وہ راوی کے ضعف سے واقف نہیں تو پھر بھی بحث و تمحیص یا اہل علم سے دریافت کئے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ (1)

المختصر حدیث ضعیف تب تک روایت کرنا جائز نہیں جب تک اس کا سبب ضعف ساتھ بیان نہ کیا جائے پھر ضعیف حدیث کی دو کیفیتیں ہیں۔

1۔ ایسی ضعیف حدیث جس کی کمی کو متعدد طرق وغیرہ سے پورا کرنا ممکن ہوتا ہے۔ فضائل اور دیگر اس نوع کے امور میں اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اور اس کی کمی کو درجہ میں اس کے مساوی یا اس سے اقویٰ روایت کے ساتھ پورا کیا جا سکتا ہے۔ جو حدیث درجہ میں اس سے کم ہو گی وہ اس کی کمی کو پورا نہیں کر سکتی۔

2۔ ایسی ضعیف حدیث جس کی کمی کو پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا اور کوئی دلیل شرعی اس کی شاہد بھی نہیں ہوتی ایسی روایت قطعاً قابل عمل نہیں ہوتی۔ چاہے اس کا تعلق فضائل سے ہو یا دیگر

1۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم از امام نوویؒ، جلد ۱، صفحہ ۲۱

Marfat.com

امور سے۔

نوٹ:۔آئمہ حدیث نے بیان کیا ہے کہ جو راوی بغیر سند کے صحیح حدیث نقل کرے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اسے صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کرے مثلاً وہ اس طرح کہے قال رسول اللہ ﷺ کذا، سمعت عن رسول اللہ ﷺ کذا، وغیرھما۔ صحیح حدیث کو ایسے صیغہ تمریض کے ساتھ بیان کرنا انتہائی قبیح امر ہے جو حدیث کے ضعیف ہونے کا وہم دلاتا ہو کیونکہ ایسے صیغہ کے سبب قاری اور سامع دونوں کے ذہنوں میں یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

اور اگر کوئی راوی ضعیف حدیث بغیر سند کے نقل کرے یا ایسی حدیث بیان کرے جس کی حالت سے وہ واقف نہ ہو چاہے وہ صحیح ہو یا ضعیف تو اس پر لازم ہے کہ وہ صیغہ تمریض کے ساتھ اسے روایت کرے۔ مثلاً اس طرح کہے: رُوِیَ عن رسول اللہ ﷺ کذا، ذُکِرَ یا بَلَغَنَا وغیرہ۔

اس بارے میں محتاط اور اَولیٰ امر یہ ہے کہ جس حدیث کے ضعیف ہونے کے بارے یقین ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کا تذکرہ کرے تاکہ قاری یا ایسا سامع جو اس اصطلاح سے واقف نہیں وہ کسی دھوکہ میں مبتلا نہ ہو اور ناقل کے لئے ایسی روایت کو صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کرنا قطعاً جائز نہیں کیونکہ اس سے حدیث کے صحیح ہونے کا وہم ہوتا ہے۔ بالخصوص جبکہ ناقل ان اہل علم میں سے ہو جن پر لوگ اعتماد اور یقین رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم

حدیث ضعیف سے متعلقہ مشہور کتب

1۔ کتاب الضعفأ:۔ مصنفہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ۔

2۔ کتاب میزان الاعتدال:۔ مصنفہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ۔

3۔ کتاب المراسیل:۔ مصنفہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ۔

4۔ کتاب العلل:۔ مصنفہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ۔

Marfat.com

سقط کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان

سقط سے مراد یہ ہے کہ کوئی راوی سند کی ابتداء، وسط اور آخر میں سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی عمداً یا بلاقصد حذف کر دے چاہے وہ سقط ظاہر ہو یا خفی ہو۔

ظہور وخفا کے اعتبار سے سقط کی اقسام

اس اعتبار سے سقط کی دو قسمیں ہیں: (۱) سقط ظاہر (۲) سقط خفی۔

1۔ سقط ظاہر:۔ اس سے مراد ایسا سقط ہے جو بالکل واضح ہو۔ اس کی پہچان آئمہ حدیث کے سوا دیگر علماء حدیث کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلاً راوی اور اس کے شیخ کا زمانہ ایک نہ ہو یا زمانہ تو ایک ہو مگر ان کی ملاقات ثابت نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ شیخ کی جانب سے راوی کے پاس نہ تو حدیث روایت کرنے کی اجازت ہو اور نہ ہی وجادت ہو۔ سقط کی اس قسم کو پہچاننے کے لئے تاریخ سے واقفیت لازم اور ضروری ہے کیونکہ اس میں راویوں کی تاریخ ولادت، تاریخ وفات کا ذکر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں حصول علم کے اوقات اور سفر کی تفصیلات درج ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ کئی راویوں نے اپنے شیوخ سے احادیث کے سماع کا دعویٰ کیا مگر تاریخ نے اسے باطل ثابت کر دیا۔

2۔ سقط خفی:۔ اس سے مراد ایسا سقط ہے جو واضح نہ ہو۔ اس پر صرف آئمہ کرام مطلع ہو سکتے ہیں جو طرق حدیث اور علل حدیث کی معرفت میں مہارت تامہ اور ید طولیٰ رکھتے ہوں۔

سقط ظاہر کی اقسام

اس کی چار اقسام ہیں: (۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع۔

1۔ معلق کا بیان

لغوی تعریف:۔ "ھو اسم مفعول من "علق الشئ بالشئ""۔

معلق اسم مفعول کا صیغہ ہے اور یہ علق الشئ سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے علق الشئ بالشئ۔ (اس نے ایک شی کو دوسری سے لٹکا دیا۔)

Marfat.com

وجہ تسمیہ

سمّی هذا السند معلقاً بسبب اتصاله بالجهة العليا فقط وانقطاعه من الجهة الدنيا فصار کالشیٔ المعلق بالسقف۔

اس کا نام معلق اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی سند جھۃ علیا سے متصل ہونے اور جھۃ سفلی سے منقطع ہونے کے سبب اس چیز کی مثل ہوتی ہے جو چھت سے لٹکی ہوئی ہو۔

اصطلاحی تعریف

اذا کان السقط من مبادی السند من تصرف المصنف فھو المعلق۔ (1)

''جب سند کی ابتداء سے کوئی راوی مصنف کے تصرف کے ساتھ ساقط ہو تو وہ حدیث معلق ہوتی ہے۔''

معلق کی مختلف صورتیں

معلق روایت کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً 1۔ کبھی مکمل سند حذف کر دی جاتی ہے اور صرف یہ کہہ دیا جاتا ہے قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کذا وغیرہ۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں ''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَحَبُّ الدِّیْنِ الی اللهِ الحنیفةُ السَّمْحَةُ'' (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جس میں شرک سے اعراض ہو اور وہ سہل ہو۔)

2۔ کبھی مکمل سند حذف کر دی جاتی ہے مگر صحابی یا صحابی اور تابعی دونوں کا ذکر کر دیا جاتا ہے مثلاً قال ابوموسیٰ الاشعری رضی الله عنه غطیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رُکبتیه حین دخل عثمان۔ ''رواہ البخاری۔

(حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنے مبارک ڈھانپ لئے۔)

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ٦٠

Marfat.com

3۔اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی جس سے حدیث سنتا ہے اسے حذف کر کے حدیث کی نسبت اس سے اوپر والے شیخ کی طرف کر دیتا ہے۔ اگر اس سے اوپر مصنف کا اپنا شیخ ہو تو پھر اس کے بارے اختلاف ہے کہ آیا اس روایت کو تعلیق کہا جائے گا یا نہیں؟ تو اس کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ اگر نص یا استقراء سے یہ ثابت ہو جائے کہ ایسا کرنے والا راوی مدلس ہے تو پھر اس روایت پر تدلیس کا حکم لگایا جائے گا اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو پھر اسے تعلیق ہی کہا جائے گا۔

مردود کی اقسام میں ذکر کرنے کی وجہ

معلق روایت کو مردود کی اقسام میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ سند سے محذوف راوی مجہول الحال ہوتا ہے اور مجہول الحال کی روایت پر صحیح ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ ہاں! اگر کسی دوسری سند سے محذوف راوی کی ثقاہت ثابت ہو جائے تو پھر اس پر بھی صحیح کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

اور اگر کسی راوی نے یہ کہہ دیا کہ میں نے جتنے راویوں کو حذف کیا ہے وہ سب ثقہ ہیں تو جمہور کے نزدیک اس کا یہ قول اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا جب تک راویوں کے نام ظاہر نہ ہوں کیونکہ اس سے مسئلۃ التعدیل علی الابہام لازم آتا ہے۔

علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایسے مصنفین جنہوں نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے مثلاً امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ اگر وہ کسی حدیث کو صیغہ جزم کے ساتھ روایت کریں جیسا کہ قَالَ، ذَکَرَ، حَکیٰ اور سَمِعْتُ وغیرہ۔ اور سند ذکر نہ کریں تو وہ حدیث مقبول ہوگی کیونکہ صیغہ جزم اس کی علامت ہے کہ حدیث کی سند اس مصنف کے نزدیک تو ثابت ہے مگر کسی غرض یعنی اختصار کے لئے یا تکرار سے بچنے کے لئے سند کو حذف کر دیا ہے اور اگر وہ حدیث صیغہ تمریض یعنی صیغہ مجہول کے ساتھ مروی ہو مثلاً قِیْلَ، ذُکِرَ، رُوِیَ، سُمِعَ اور حُکِیَ وغیرہ تو اس میں بحث کی گنجائش ہے۔(1)

1۔اہتمام المحدثین بنقد الحدیث سنداً ومتناً: ۲۲۵

Marfat.com

حکم :۔''الحدیث المعلق مردود لانه فقد شرط من شروط القبول وھو اتصال السند۔''

معلق حدیث مردود ہوتی ہے کیونکہ اس میں شرائط قبول میں سے ایک شرط اتصال سند مفقود ہوتی ہے۔

2۔مرسل کا بیان

لغوی تعریف :۔''لغة ماخوذ من الارسال بمعنی الاطلاق۔''

لغوی طور پر مرسل ارسال سے ماخوذ ہے اس کا معنی اطلاق ہے یعنی کسی چیز کو بغیر قید کے بیان کرنا۔

اصطلاحی تعریف :۔''ھو ما رواہ التابعی سواء أکان کبیرا أم صغیرا عن النبی ﷺ من قوله او فعله او تقریرہ۔''(1)

مرسل حدیث وہ ہوتی ہے جسے تابعی چاہے کبیر ہو یا صغیر حضور نبی رحمت ﷺ سے روایت کرے خواہ وہ آپ ﷺ کا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر۔مثلاً وہ کہے قال رسول اللهﷺ کذا، اوفعل رسول اللهﷺ کذا او فُعِلَ بحضرته کذا۔

مذکورہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرسل حدیث وہ ہوتی ہے جس میں سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی حذف ہو۔

نوٹ :۔تابعی کبیر سے مراد ایسا تابعی ہے جس نے اکثر صحابہ کرام سے ملاقات کی ہو اور اس کی اکثر روایات صحابہ کرام سے ہی منقول ہوں۔مثلاً حضرت سعید بن المسیب ،عبید اللہ بن عدی بن خیار اور قیس بن أبی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ اور تابعی صغیر وہ ہوتا ہے جسے قلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا شرف حاصل ہو یا ملاقات تو کثیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہو لیکن اس کی اکثر روایات تابعین سے منقول ہوں جیسے حضرت زہری، یحییٰ بن سعید انصاری اور ابو حازم وغیرہ۔

1۔الوسیط:۲۸۰

Marfat.com

حدیث مرسل کی امثلہ

1۔عن سعید بن المسیب أن رسول اللہ ﷺ نھی عن المزابنۃ۔رواہ مسلم

''حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (بیع) مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔''

2۔روی مالک عن زید بن أسلم عن عطاء بن یسار أن رسول اللہ ﷺ قال اِنَّ شدّۃ الحرّ من فَیْحِ جھنّم فاذا اشتدّ الحرّ فأبردوا عن الصلواۃ۔

''حضرت مالک زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی گرمی میں سے ہے اس لئے جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز کے ساتھ اسے ٹھنڈا کرو۔''

3۔روی یحییٰ عن مالک عن ابن شھاب عن سعید بن المسیب أن رسول اللہ ﷺ قال مَن اکل مِن ھٰذہ الشجرۃ فلا یقرب مسجدنا یؤذینا بریح الثُّوم۔

''یحییٰ نے مالک اور ابن شہاب کے واسطہ سے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس درخت سے کھالے اسے چاہئے کہ وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ وہ ہمیں تھوم کی بو سے تکلیف پہنچائے گا۔''

حدیث مرسل کا حکم

جمہور محدثین کے نزدیک حدیث مرسل ضعیف اور مردود ہے۔اس کا سبب تابعی کے بعد محذوف راوی کی حالت کا مجہول ہونا ہے۔کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ محذوف راوی

Marfat.com

صحابی ہو یا کوئی اور تابعی ہو۔ اگر وہ تابعی ہے تو پھر یہ احتمال ہے کہ آیا وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ پھر دوبارہ وہی احتمال ہوگا کہ کیا اس نے صحابی سے حدیث روایت کی ہے یا تابعی سے؟ اگر اس نے تابعی سے روایت کی ہے تو پھر سابقہ احتمال لوٹ آئے گا کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ المختصر تجویز عقلی کے تحت یہ احتمال لا الی نہایہ تک چلتا رہتا ہے لیکن استقراء سے یہ معلوم ہوا ہے کہ زیادہ سے زیادہ چھ یا سات واسطوں تک ایک تابعی دوسرے تابعی سے روایت کر سکتا ہے بہر حال یہی وجہ ہے کہ مرسل حدیث کا شمار مردود روایات میں کیا گیا ہے۔

اگر کسی تابعی کی عادت معروفہ یہ ہو کہ وہ ہمیشہ کسی بھی حدیث کو ثقہ راوی سے مرسلاً ذکر کرتا ہو تو اس کے متعلق بھی جمہور محدثین نے توقف کا قول کیا ہے کیونکہ اس میں بھی مذکورہ احتمال باقی رہتا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول اسی طرح ہے جبکہ آپ کا دوسرا قول، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور احناف کا موقف یہ ہے کہ اسے مطلق قبول کیا جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اگر اس کی تائید دوسری سند سے ہو جائے تو وہ مقبول ہوگی ورنہ مردود۔ چاہے وہ دوسری سند متصل ہو یا مرسل۔

اور اگر راوی کی عادت یہ ہو کہ وہ کبھی ثقہ اور کبھی غیر ثقہ دونوں قسم کے راویوں سے حدیث کو مرسل بیان کرتا ہو تو اس کے متعلق احناف میں سے ابوبکر رازی اور مالکیہ میں سے ابوالولید باجی نے یہ کہا ہے کہ ایسے راوی کی مرسل روایت بالاتفاق قبول نہیں کی جائے گی۔

علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مرسل کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان حکم المرسل حکم الحدیث الضعیف الا ان یصح مخرجہ بمجیئہ من وجہ آخر فوردۃ من وجہ آخر یدل علی صحۃ مخرج المرسل۔ (1)

"مرسل حدیث کا حکم حدیث ضعیف کی مثل ہے مگر جب اس کی تصحیح کسی دوسری سند سے روایت ہونے کے سبب ہو جائے تو اس کا دوسری سند سے

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۲۶

Marfat.com

روایت ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث مرسل کا مخرج صحیح ہے۔''

اور علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مرسل کی قبولیت پر تابعین کا اجماع نقل کیا ہے۔ جیسا کہ الوسیط میں ہے:

وقد حکی ابن جریر اجماع التابعین علی قبول المرسل وأنه لم یأت عن أحد منهم انکاره ولا عن أحد من الائمة الی رأس المائتین الّذین هم من اهل القرون الفاضلة المشهود لهم من الشارع صلوات الله وسلامه علیه بالخیریة۔ (1)

''امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث مرسل قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی بھی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں اور نہ ہی اس کے بعد دو سو سال تک آئمہ میں سے کسی نے اس کا انکار کیا ہے اور یہی وہ قرون فاضلہ ہیں جن کے خیر پر برقرار رہنے کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے۔''

نوٹ:۔ حدیث مرسل کی قبولیت میں مذکورہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ وہ تابعی یا تبع تابعی کی روایت ہو اور اگر وہ مرسل روایت کسی صحابی سے منقول ہو تو وہ بالاجماع مقبول ہے اور حجت ہے۔ جیسا کہ حاشیہ نخبۃ الفکر میں ہے:

هذا الخلاف کله فی مراسیل غیر الصحابة وأما مراسیلهم فحجة علی المختار لأن اکثر روایاتهم عن الصحابة وکلهم عدول۔ (2)

اسی طرح الوسیط میں ہے ''حکمه، انه حجة عند المحدثین والفقهاء وهو فی حکم الموصول المسند لأن اکثر روایتهم عن الصحابة والجهالة بالصحابة لا تضر لانهم کلهم عدول۔''(3)

1۔ الوسیط: ۲۸۳ 2۔ حاشیہ نخبۃ الفکر: ۶۴ 3۔ الوسیط: ۲۸۵

Marfat.com

''صحابی کی مرسل روایت کا حکم یہ ہے کہ وہ محدثین اور فقہاء کے نزدیک حجت ہے اور وہ سند متصل کے حکم میں ہے کیونکہ ان کی زیادہ تر روایات صحابہ سے ہی مروی ہوتی ہیں اور صحابہ کی حالت کا مجہول ہونا باعث ضرر نہیں کیونکہ وہ تمام کے تمام عادل ہیں۔''

الختصر مرسل روایت کے بارے علماء کے متعدد اقوال کا خلاصہ یہ ہے۔

1۔مرسل روایت ضعیف اور مردود ہے۔یہ موقف جمہور محدثین کا ہے۔

2۔مرسل حدیث صحیح اور قابل حجت ہے یہ نظر آئمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

3۔مرسل حدیث شرائط کے ساتھ مقبول ہے۔یہ نظریہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اہل علم کا ہے۔

مرسل روایت سے متعلقہ مشہور کتب

1۔المراسیل:۔مصنفہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ۔

2۔المراسیل:۔مصنفہ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ۔

3۔جامع التحصیل لأحکام المراسیل:۔مصنفہ حافظ محقق ابوسعید خلیل بن کیکلدی متوفی 694ھ۔

3۔''معضل حدیث کا بیان''

لغوی تعریف:۔''ھو ماخوذ من أعْضَلَهُ الْأمْرُ بمعنی أعْیَاهُ۔''

لغوی طور پر یہ اعضلہ الامرُ سے مشتق ہے یعنی سخت تھکا دینے والا اور مشکل کام معضل کہلاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔''ھو ما سقط من اسنادہ اثنان فصاعِدًا علی التوالی۔''(1)

معضل وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی مسلسل ساقط ہوں۔

1۔الوسیط:۲۹۰

Marfat.com

مثلاً تبع تابعی یہ کہے قال رسول اللہ ﷺ کذا أوفعل رسول اللہ ﷺ کذا۔

یا تبع تابعی سے نیچے والا کوئی راوی واسطے ذکر کیے بغیر حضور نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت نقل کرے۔

بطور مثال مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت پیش کی جاسکتی ہے:

بلغنی عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال ''للمملوك طعامه وكسوته بالمعروف ولا يكلف من الاعمال الا مايطيق''۔

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غلام کو دستور کے مطابق کھانا اور کپڑے دیئے جائیں اور اسے ایسے کام کا مکلف نہ بنایا جائے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔''

اس حدیث کی سند میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سے دو راوی محذوف ہیں۔ فی الحقیقت یہ روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عجلان سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے باپ عجلان سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ چونکہ اس حدیث کی سند میں دو راوی مسلسل محذوف ہیں اس لئے یہ حدیث معضل ہے۔(1)

حکم :۔''المعضل حديث ضعيف وهو اسوأ حالاً من المرسل والمنقطع لكثرة المحذوفين من الاسناد وهذا الحكم على المعضل بالاتفاق بين العلماء۔''(2)

''معضل حدیث ضعیف ہے یہ درجہ اور رتبہ کے اعتبار سے مرسل اور منقطع سے کم ہے کیونکہ اس کی سند سے کثیر راوی محذوف ہوتے ہیں۔ معضل کے

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۴۸
2۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۷۴

Marfat.com

اس حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔"

نوٹ:۔ معلق اور معضل کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ پائی جاتی ہے۔ معضل معلق کے ساتھ ایک صورت میں جمع ہو جاتی ہے اور دو صورتوں میں اس سے جدا رہتی ہے۔

1۔ جب سند کی ابتداء سے دو راوی مسلسل حذف ہوں تو اس صورت میں وہ روایت بیک وقت معضل اور معلق ہوتی ہے۔

2۔ جب سند کے درمیان سے دو راوی لگاتار محذوف ہوں تو وہ روایت صرف معضل ہوتی ہے معلق نہیں ہوتی۔

3۔ جب سند کی ابتداء سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو اس صورت میں وہ روایت صرف معلق ہوتی ہے معضل نہیں ہوتی۔

معضل سے متعلقہ مشہور کتب

1۔ کتاب السنن:۔ مصنفہ سعید بن منصور۔

2۔ ابن ابی الدنیا کی تالیفات بھی معضل سے متعلق ہیں۔

4۔ "منقطع حدیث کا بیان"

تعریف:۔ منقطع حدیث کی تعریف کے بارے علماء کی مختلف آراء ہیں مثلاً حاکم ابی عبداللہ نے کہا ہے۔

هو ما سقط فی قبل الوصول الی التابعی راو فی موضع أو فی مواضع ذُكِرَ فيه بعض الرواة بلفظ مبهم نحو رجل او شیخ۔ (1)

"منقطع حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند سے تابعی تک پہنچنے سے پہلے ہی ایک مقام سے یا کئی مراحل سے ایک راوی ساقط ہو۔ یا پھر وہ حدیث ہوتی ہے جس میں کسی راوی کا ذکر مبہم لفظ کے ساتھ کیا جائے جیسے لفظ رجل یا شیخ وغیرہ۔"

1۔ الوسیط: ۲۸۶

Marfat.com

پہلی صورت کی مثال

ما رواه عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن أبی اسحاق عن زید بن یُثَیع عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ ان ولیتموها ابابکر فقوئ امینٌ......۔

''عبدالرزاق نے سفیان ثوری سے انہوں نے ابوسحاق سے، انہوں نے زید بن یثیع سے اور انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ قوی اور امین ہیں الحدیث''

اس روایت کی سند بظاہر متصل دیکھائی دیتی ہے حالانکہ اس میں دو مقامات پر انقطاع ہے کیونکہ عبدالرزاق نے سفیان ثوری سے روایت نہیں سنی بلکہ انہوں نے نعمان بن اَبی شیبہ الجندی سے اور پھر انہوں نے سفیان ثوری سے یہ حدیث سنی۔ اسی طرح سفیان ثوری نے ابواسحاق سے سماع نہیں کیا بلکہ انہوں نے شریک سے اور پھر انہوں نے ابواسحاق سے سماع کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ سند کے دو مراحل میں انقطاع ہے جن میں راوی مطلقاً ساقط ہے۔

دوسری صورت کی مثال

یعنی ایسی منقطع روایت کی مثال جس کی سند میں راوی کا ذکر مبہم لفظ کے ساتھ کیا جائے۔

رواه ابوالعلاء بن الشِّخِّیر عن رَجُلَیْنِ عن شداد بن اوس عن رسول الله ﷺ فی الدعاء فی الصلوٰة ''اللّٰهم انی اسئلك الثبات فی الامور وعزیمة الرُّشد واسألك قلباً سلیماً ولساناً صادقاً واسئلك شکر نعمتك وحسن عبادتك واستغفرك لما تعلم واعوذ بك من شر ما تعلم وأسئلك من خیر ما تعلم''۔

''أبوالعلاء بن شخیر نے دو آدمیوں سے، انہوں نے شداد بن اوس سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز کے دوران

Marfat.com

یہ دعا کی۔ اے اللہ! میں تجھ سے معاملات میں ثابت قدمی اور مضبوط راہنمائی کی التجاء کرتا ہوں، میں تجھ سے قلب سلیم اور سچ بولنے والی زبان کی دعا کرتا ہوں، میں تجھ سے تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور اچھی طرح عبادت کرنے کی التجاء کرتا ہوں، میں تجھ سے ان تمام امور کے لیے استغفار کرتا ہوں جنہیں تو جانتا ہے۔ میں ہر اس شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں جسے تو جانتا ہے اور اس خیر (بھلائی) کی التجاء کرتا ہوں جسے تو جانتا ہے۔''

حاکم نے کہا ہے یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ اس میں دو آدمی مجہول الحال ہیں۔

2۔ **دوسری تعریف:۔** فقہاء اور بعض محدثین مثلاً خطیب بغدادی اور علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے یہ تعریف کی ہے۔

المنقطع هو مالم يتصل اسنادهٔ على اى وجه كان سواء أكان الساقط منه الصحابى اوغيرة۔ (1)

''منقطع وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند متصل نہ ہو چاہے عدم اتصال کا سبب کوئی ہو۔ خواہ ساقط ہونے والا راوی صحابی ہو یا کوئی اور ہو۔''

پھر چاہے یہ انقطاع سند کی ابتداء میں ہو یا درمیان میں یا آخر میں۔ اس اعتبار سے مرسل، معلق اور معضل بھی اس کی تعریف میں شامل ہو جاتی ہیں۔

اس کی منفرد صورت یہی ہے کہ تابعی سے نیچے درجے کا راوی صحابی سے روایت کرے مثلاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کریں کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بلاواسطہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی حدیث نہیں سنی بلکہ آپ کا سماع حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے ہے۔

3۔ **تیسری تعریف:۔** ''هو مالم يتصل اسناده مما لا يشمله اسم المرسل او المعلق او المعضل۔''(2)

1۔ تدریب الراوی، جلد 1، صفحہ 207، حاشیہ نخبۃ الفکر: 64

2۔ تیسیر مصطلح الحدیث: 76

Marfat.com

''منقطع وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند متصل نہ ہو بشرطیکہ وہ مرسل، معلق اور معضل میں سے نہ ہو۔''

یہ تعریف متاخرین محدثین مثلاً علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کی ہے۔ اس تعریف کے مطابق منقطع کا اطلاق ہر اس حدیث پر ہوتا ہے جس کی سند میں انقطاع ہو بشرطیکہ وہ مذکورہ تین قسموں میں سے نہ ہو۔

منقطع کا حکم

ضعیفٌ بالاتفاق بین العلماء وذالك للجهل بحال الراوی المحذوف۔ (1)

''باتفاق علماء منقطع حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں محذوف راوی مجہول الحال ہوتا ہے۔''

سقط خفی کی اقسام

سقط خفی کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں: (۱) مدلس (۲) مرسل خفی۔

مدلس کا بیان

لغوی تعریف :۔''هو ماخوذ من الدلس وهو اختلاط الظلام بالنور واطلقه المحدثون على الانواع الآتية لاشتراكهما فی الخفاء وعدم الوضوح۔''

(مدلس دَلَس سے بنایا گیا ہے اس کا معنی ہے تاریکیوں کا نور کے ساتھ مل جانا۔ محدثین نے آنے والی اقسام پر تدلیس کا اطلاق اس لئے کیا ہے کیونکہ وہ خفاء اور واضح نہ ہونے میں مشترک ہیں۔

اصطلاحی تعریف

اخفاً عیب فی الاسناد وتحسین لظاهره(2)

1۔تقریب النواوی مع تدریب الراوی، جلد۱، صفحہ ۲۰۸ 2۔تیسیر مصطلح الحدیث:۷۸

Marfat.com

''اصطلاح میں تدلیس سے مراد سند میں موجود عیب کو چھپانا اور اس کی ظاہ
صورت کو حسین بنانا ہے۔''

تدلیس کی اقسام

تدلیس کی دو قسمیں ہیں: (۱) تدلیس الاسناد (۲) تدلیس الشیوخ۔

1۔ تدلیس الاسناد کی تعریف :۔''هو ان یروی الراوی عمن سمع منه مالم یسمعه منه موهما أنّه سمعهٔ منه "کأن یقول عن فلان أو قال فلان أو نحو ذالك۔''(1)

''تدلیس الاسناد یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ سے حدیث سننے کا وہم دلاتے ہوئے ایسی حدیث روایت کرے جو فی الحقیقت اس نے شیخ سے نہ سنی ہو اور روایت کرتے وقت عن فلان یا قال فلاں وغیرہ کے صیغے استعمال کرے۔''

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ایک راوی اپنے شیخ سے متعدد احادیث کا سماع کرتا ہے مگر جس حدیث میں وہ تدلیس کا مرتکب ہو رہا ہے وہ اپنے شیخ سے نہیں بلکہ کسی دوسرے سے سنی ہوتی ہے۔ پھر روایت کرتے وقت کسی خاص مقصد کے تحت اس دوسرے راوی کو حذف کر کے حدیث کی نسبت اپنے شیخ کی طرف کر دیتا ہے اور صیغ محتملہ میں سے ایسا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ جس سے یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے اس حدیث کا سماع اپنے شیخ سے کیا ہے۔ مثلاً قال اور عن وغیرہ۔ اس میں صیغ صریح سمعت اور حدثنی وغیرہ استعمال نہیں کرتا تاکہ کذاب نہ ہو جائے۔ اس غرض سے کبھی ایک راوی حذف ہوتا ہے کبھی زیادہ۔

تدلیس الاسناد کی مثال

ما روی عن علی بن خشرم قال کنا عند ابن عیینة فقال قال الزهری کذا فقیل له حدثکم الزهری؟ فسکت ثم قال قال الزهری فَقِیلَ له سمعته من الزهری؟ فقال لا، لم اسمعه من الزهری ولا ممن سمعه من الزهری حدثنی عبدالرزاق عن

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۳۴، حاشیہ نخبۃ الفکر: ۶۵

Marfat.com

معمر عن الزهری۔ (1)

اس کی مثال وہ حدیث ہے جو علی بن خشرم سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ہم ابن عیینہ کے پاس تھے تو انہوں نے کہا زہری نے اس طرح کہا۔ تو ان سے پوچھا گیا کیا تم سے زہری نے حدیث بیان کی ہے؟ تو وہ خاموش ہو گئے۔ تھوڑے وقفے سے پھر کہا۔ زہری نے کہا تو ان سے دوبارہ پوچھا گیا کیا تم نے زہری سے حدیث سنی ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے یہ حدیث نہ زہری سے سنی اور نہ ہی اس سے جس نے زہری سے سنی بلکہ اصل سند اس طرح ہے کہ عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے زہری سے یہ حدیث مجھے بیان کی ہے۔

تدلیس الاسناد کا حکم

مکروہ جدا ذمہ اکثر العلماء وکان شعبۃ من اشدھم ذمًا له۔ (2)

اسناد میں تدلیس کرنا انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ عمل ہے۔ کثیر علماء نے اس کی مذمت کی ہے اور مذمت میں شعبہ نے انتہائی شدت اور سختی کا اظہار کیا ہے۔ حتیٰ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے یہاں تک کہا ''التدلیس أخو الکذب'' (3) (یعنی تدلیس جھوٹ کے مترادف ہے۔)

مدلس راوی کی روایت قبول کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ محدثین وفقہاء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ تدلیس کے سبب راوی مجروح ہو جاتا ہے اس لئے اس کی روایت کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں ہونی چاہیے وہ اپنا سماع ذکر کرے یا نہ کرے۔ مگر اس کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ اگر اس نے صیغہ محتملہ میں سے کوئی ذکر کیا اور اپنے سماع کی وضاحت نہ کی تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی اور اگر ایسا صیغہ صریح ذکر کیا جو واضح طور پر اتصال و

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۲۴　2۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۳۵

3۔ اہتمام المحدثین بنقد الحدیث: ۲۶۳

Marfat.com

سماع پر دلالت کرتا ہو تو پھر وہ روایت قبول بھی کی جائے گی اور بطور حجت بھی پیش کی جا سکے گی۔ صیغ صریحہ سے مراد سمعتُ، حدثنا، اخبرنا اور ان کے ہم مثل الفاظ ہیں۔

تدلیس التسویۃ

تدلیس التسویۃ فی الحقیقت تدلیس الاسناد کی ہی ایک قسم ہے۔

تعریف:۔ "هو رواية الراوي عن شيخه ثم اسقاط راو ضعيف بين ثقتين لقي احدهما الآخر" (1)

(اس سے مراد وہ حدیث ہے جسے راوی اپنے شیخ سے روایت کرے پھر سند میں دو ایسے ثقہ راویوں کے درمیان سے ضعیف راوی کو حذف کر دے جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کی ہو۔)

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ایک راوی اپنے ثقہ شیخ سے حدیث روایت کرے مگر شیخ نے وہ حدیث ایسے ضعیف راوی سے نقل کی ہو جس نے ایک ثقہ راوی سے وہ حدیث روایت کی۔ پھر پہلا راوی اس حدیث کو نقل کرتے وقت اپنے شیخ اور دوسرے ثقہ راوی کے درمیان سے ضعیف راوی کو حذف کر دے تاکہ یہ ثابت ہو کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ یہ قسم تدلیس التسویہ کہلاتی ہے۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلل میں بیان کیا ہے:

سمعت أبي ...... وذكر الحديث الذي رواه اسحاق بن راهويه عن بقية حدثني أبو وهب الاسدي عن نافع عن ابن عمر "لاتحمدوا اسلام المرء حتى تعرفوا عقدة رأيه۔

"میں نے اپنے باپ سے سنا۔ اس کے بعد وہ حدیث ذکر کی جسے اسحاق بن راہویہ نے بقیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہب اسدی نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ تم کسی انسان کے اسلام کی

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۸۰

Marfat.com

تعریف نہ کرو یہاں تک کہ تم اس کے عقیدے کی مضبوطی سے آگاہ ہو جاؤ۔''

اس میں ابو وہب اسدی کا نام عبید اللہ بن عمر ہے۔ان کی کنیت ابو وہب ہے اور اسدی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ثقہ راوی ہیں۔ بقیہ نے ان کا تعلق بنو اسد سے قائم کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ انہیں نہ سمجھا جا سکے۔ انہوں نے یہ حدیث اسحاق بن أبی فروہ سے روایت کی ہے جو کہ ایک ضعیف راوی ہے اور انہوں نے اسے نافع سے نقل کیا ہے جو کہ ثقہ راوی ہے تو اسے بیان کرتے وقت بقیہ نے اسحاق بن ابی فروہ کو کلی طور پر حذف کر دیا تا کہ اس کا قصور بھی باقی نہ رہے اور دو ثقہ راویوں کو آپس میں ملا دیا تو اس طرح یہ تدلیس التسویہ ہے۔

حکم:۔ فهو اشد كراهة منه حتى قال العراقي ''انه قادح فيمن تعمد فعله۔''(1)

یہ تدلیس الاسناد کی نسبت زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ یہاں تک کہ حافظ عراقی نے یہ کہہ دیا ''جو شخص ایسا کرنے کا عادی ہو یہ اس کے حق میں زہر قاتل ہے۔''

تدلیس الشیوخ کی تعریف

هو أن يروي الراوي عن شيخ حديثا سمعه منه فيسميه أو يكنيه أو ينسبه أو يصفه بما لا يعرف به كي لا يعرف۔ (2)

''تدلیس شیوخ سے مراد یہ ہے کہ راوی ایسے شیخ سے روایت کرے جس سے اس نے حدیث سنی ہو پھر اسے ایسے نام کنیت، نسب یا وصف سے یاد کرے جو غیر معروف ہو تا کہ اس کی پہچان نہ ہو سکے۔''

مثال

آئمہ قراء میں سے ابوبکر بن مجاہد کا قول ہے ''حدثنا عبد الله بن ابي عبد الله'' کہ ہمیں عبد اللہ بن ابی عبد اللہ نے حدیث بیان کی تو اس سے ان کی مراد ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی ہیں۔ آپ پہلے نام کی نسبت دوسرے نام سے زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

1۔ ...نی، جلد ۱، صفحہ ۲۲۶　　2۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۳۵، الوسیط: ۲۹۸

Marfat.com

حکم:۔ ''فکراھتہ أخف من تدلیس الاسناد۔'' (1)

تدلیس الاسناد کی نسبت اس میں کراہت کم اور خفیف ہے۔ اس کی کراہت راوی کی اغراض و مقاصد کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً اگر راوی شیخ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کے نام میں تبدیلی کرتا ہے تو یہ بدترین قسم ہے۔ ابن الصباغ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس راوی نے یہ اس لئے کیا کہ اس کا شیخ لوگوں کے نزدیک غیر ثقہ تھا اور اس نے نام بدل دیا تاکہ حدیث مقبول ہو جائے تو ایسے راوی کی حدیث کو قبول نہ کرنا واجب ہے اگرچہ راوی کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کا شیخ ثقہ ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ دوسروں کو اس کے متعلق ایسی جرح کا علم ہو جس کا راوی کو علم نہ ہو۔ علامہ آمدی نے کہا ہے کہ اگر راوی نے اپنے شیخ کے ضعف کے سبب ایسا کیا ہے تو پھر وہ حدیث مجروح ہے اور اگر اس وجہ سے کیا کہ اس کی نسبت ضعیف ہے یا اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے تو پھر اس کی حدیث مجروح نہیں ہوگی۔ علامہ ابن سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول کیا ہے کہ اگر راوی سے اس کے شیخ کے متعلق دریافت کیا جائے مگر وہ پھر بھی اس کا اصل نام بیان کرنے سے گریز کرے تو اس کی روایت مجروح ہوگی ورنہ نہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن رافع سے یہ نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص نام سے معروف ہو مگر اس کی کنیت ذکر کر دی جائے یا وہ کنیت سے مشہور ہو اور اس کا نام ذکر کر دیا جائے تو یہ تزیین ہے تدلیس نہیں۔ (2)

2۔ مرسل خفی کا بیان

تعریف:۔ لغت میں ارسال کا معنی اطلاق ہے اور خفی جلی کی ضد ہے چونکہ مرسل کی یہ قسم ظاہر نہیں ہوتی اس لئے اس پر مستقل بحث ہے۔

ھو الحدیث الذی رواہ الراوی عمن عاصرہ ولم یسمع منہ ولم یلقہ۔ (3)

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۸۲ 2۔ الوسیط: ۲۹۸ 3۔ اہتمام المحدثین بنقد

Marfat.com

''مرسل خفی سے مراد وہ حدیث ہے جسے راوی اپنے ہمعصر سے روایت کرے مگر راوی کا سماع اور ملاقات اس سے ثابت نہ ہو۔''

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مدلس اور مرسل خفی کے درمیان ایک باریک سا فرق بیان کیا ہے وہ اس طرح کہ تدلیس ایسے راوی کے ساتھ خاص ہے جو ایسے ہمعصر سے روایت نقل کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت اور معروف ہو۔ جبکہ مرسل خفی کا اطلاق ایسی روایت پر ہوتا ہے جو راوی نے ایسے ہمعصر سے نقل کی ہو جس سے اس کی ملاقات معروف اور ثابت نہ ہو۔ آپ نے مرسل خفی کے اثبات پر بطور دلیل یہ ذکر کیا ہے کہ مخضرمین (وہ لوگ جنہوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں کو پایا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف انہیں حاصل نہ ہوا۔) مثلاً ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم وغیرہ نے جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہیں ان کے مرسل خفی ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ اگر تدلیس کی تعریف میں فقط معاصرۃ کافی ہوتی تو بالیقین ان کی روایات مدلس ہوتیں کیونکہ انہوں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ مقدس تو یقیناً پایا ہے۔ البتہ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات بھی کی ہے یا نہیں؟

وہ آئمہ کرام جنہوں نے تدلیس کے لئے ملاقات شرط قرار دی ہے۔ ان میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو بکر بزار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ خطیب بغدادی نے بھی ''الکفایہ'' میں یہی کہا ہے اور یہی معتمد علیہ قول ہے۔ (1)

مرسل خفی کی مثال

عن عمر بن عبد العزیز عن عقبہ بن عامر الجھنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ حارس الحرس۔ رواہ ابن ماجہ

''حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ لشکر کے محافظ پر رحم فرمائے۔''

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۶۶، ۶۷

Marfat.com

اس روایت کے بارے علامہ ابن حجر اور حافظ مزی رحمہما اللہ تعالیٰ نے صراحۃً بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے یہ حدیث عقبہ بن عامر جہنی سے مرسل نقل کی ہے کیونکہ آپ کی ان سے ملاقات ثابت نہیں۔(1)

مرسل خفی کی پہچان

حافظ صلاح الدین ابوسعید خلیل ابن کیکلدی العلائی الشافعی نے ارسال خفی کی پہچان کے چار طرق بیان کئے ہیں۔

1۔ راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حسن نے اُبی بن کعب، سعد بن عبادہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت تو کی ہیں مگر آپ کی ان سے ملاقات ثابت نہیں۔ اسی طرح آپ نے ثوبان، عمار بن یاسر، ابوہریرہ، عثمان بن ابی العاص اور معقل بن سنان سے بھی احادیث روایت کی ہیں حالانکہ آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے آپ کی ایسی تمام روایات مرسل ہیں۔

2۔ راوی بذات خود عدم ملاقات یا عدم سماع کی خبر دے۔ جیسا کہ علی بن خشرم بن عبدالرحمٰن بن عطا المروزی نے کہا کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس تھے کہ انہوں نے کہا زہری نے حدیث بیان کی ہے تو ان سے دریافت کیا گیا کیا زہری نے تمہارے سامنے حدیث بیان کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا "لم اسمعه من الزهري" میں نے زہری سے کوئی حدیث نہیں سنی بلکہ عبدالرزاق نے معمر کے واسطہ سے زہری سے حدیث مجھے بیان کی ہے۔ چونکہ راوی نے عدم سماع کا خود اقرار کیا ہے اس لئے ان کی زہری سے روایت مرسل کہلائے گی۔

3۔ راوی بلاواسطہ مروی عنہ سے ایک حدیث بیان کرے پھر وہی حدیث ایک یا زیادہ واسطوں کے ساتھ اس سے روایت کرے تو اس صورت میں پہلی حدیث پر مرسل ہونے کا

1۔ اہتمام المحدثین بنقد الحدیث: 267، تہذیب التہذیب، جلد 7، صفحہ 475، تحفۃ الاشراف، جلد 7، صفحہ 379

Marfat.com

حکم لگایا جائے گا۔ کیونکہ اگر اس کا مروی عنہ سے سماع ثابت ہوتا ہے تو وہ بالواسطہ اس سے حدیث روایت نہ کرتا۔ اس کی مثال عبداللہ بن مبارک کی یہ حدیث ہے:

لاتجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها۔

''تم قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔''

اس حدیث کی سند اس طرح بیان کی گئی ہے:

روى ابن المبارك عن ابن جابر عن بشر بن عبدالله عن ابي ادريس عن واثله عن ابي مرثد الغنوي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الحديث۔

اور اس کی ایک سند اس طرح بیان کی گئی:

قال عبدالله بن المبارك حدثنا سفيان الثوري عن عبدالرحمٰن بن يزيد بن جابر حدثني بشر بن عبيدالله قال سمعت أبا ادريس الخولاني يقول سمعت واثلة ابن الأسقع يقول سمعت أبا مرثد الغنوي يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الحديث۔

حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ دوسری سند میں ابن مبارک اور ابن جابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان سفیان ثوری کا ذکر زائد ہے جو کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نیچے والے راوی نے کیا ہے۔ لہٰذا پہلی سند کے مطابق یہ روایت مرسل ہے۔

4۔ کوئی امام حدیث یا راوی بذات خود یہ وضاحت کرے کہ اس نے صرف یہ حدیث مروی عنہ سے نہیں سنی اگرچہ اس کے علاوہ کئی احادیث کا سماع اس سے کیا ہے۔ اس کی مثال بھی مذکورہ بالا حدیث ہی ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے بارے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو وہم ہوا ہے اور انہوں نے بشر بن عبداللہ اور

Marfat.com

واثلہ بن اسقع کے درمیان ابوادریس خولانی کو داخل کر دیا ہے اور پھر یہ کہا "بشر قد سمع من واثلة" کہ بشر نے واثلہ سے سماع کیا ہے۔ اس کے باوجود کہ کثیر احادیث بشر ابوادریس سے نقل کرتے ہیں لیکن اس حدیث کے بارے ابن مبارک سے سہو ہوئی کیونکہ یہ حدیث بشر نے واثلہ سے ابوادریس کے واسطہ سے نہیں سنی بلکہ بغیر واسطہ کے بذات خود سنی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے بارے میں بشر کا سماع ابوادریس سے ثابت نہیں۔ (1)

مرسل خفی کا حکم

هو ضعيف لانه من نوع المنقطع فاذا ظهر انقطاعه فحكمه حكم المنقطع

مرسل خفی روایت ضعیف ہوتی ہے کیونکہ یہ منقطع کی ایک قسم ہے۔ لہٰذا جب اس کا انقطاع ظاہر ہوگا تو یہ منقطع کے حکم میں ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

انقطاع خفی سے متعلقہ مشہور تصانیف

1۔ التبیین لأسماء المدلسین:۔ مصنفہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔

2۔ التبیین لأسماء المدلسین:۔ مصنفہ برہان الدین بن حلبی رحمۃ اللہ علیہ۔

3۔ تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس:۔ مصنفہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ۔

4۔ کتاب التفصیل لمبهم المراسیل:۔ مصنفہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔

روایت معنعن اور مؤنن کا بیان

سقط کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان مکمل ہو چکا ہے۔ مگر چونکہ روایت معنعن اور مؤنن کے بارے یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا ان کا تعلق منقطع سے ہے یا متصل سے؟ اس لئے ان دونوں کو مردود کی اقسام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

1۔ اہتمام المحدثین بنقد الحدیث: ۲۶۷ تا ۲۶۹

Marfat.com

تعریف :۔لغوی اعتبار سے معنعن اسم مفعول کا صیغہ ہے اور عَنْعَنَ سے ماخوذ ہے۔اس کا معنی ہے عَنْ عَنْ کہنا۔

حدیث معنعن کی تعریف

هو الذی یقال فی سنده "فلان عن فلان" من غیر تصریح بالسماع والتحدیث۔(1)

حدیث معنعن وہ ہوتی ہے جس کی سند میں صیغہ سماع اور تحدیث کی تصریح کے بغیر صرف فلان عن فلان کہا جاتا ہے۔

مثال :۔حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا معاویة بن هشام حدثنا سفیان عن اسامة بن زید عن عثمان بن عروة عن عروة عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ إن الله وملائکته یصلّون علی میامن الصفوف۔رواہ ابن ماجہ

"عثمان بن ابی شیبہ، معاویہ بن ہشام اور سفیان نے اُسامہ بن زید سے انہوں نے عثمان بن عروہ سے انہوں نے عروہ سے اور انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہمیں حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں میں دائیں جانب پر رحمت بھیجتے ہیں۔"

حدیث معنعن کا حکم

حدیث معنعن کے بارے بعض نقاد ومحدثین کا نظریہ یہ ہے کہ یہ مرسل منقطع کے قبیلے سے ہے۔لہٰذا اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔یہاں تک کہ صیغہ سماع وغیرہ کی تصریح کے ساتھ اس کی سند کا متصل ہونا ظاہر ہو جائے۔(2)

لیکن جمہور محدثین، فقہاء اور علماء اصول کا نظریہ یہ ہے کہ یہ روایت چند شرائط کے ساتھ متصل ہوتی ہے یہی قول اصح ہے۔

1۔اہتمام المحدثین بنقد الحدیث: ۲۸۴ 2۔ایضاً

Marfat.com

حدیث معنعن کے لئے جو شرائط ذکر کی گئی ہیں ان میں سے دو پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ جبکہ بعض نے چند اضافی شرائط کا ذکر بھی کیا ہے۔

وہ شرائط جن پر تمام محدثین کا اتفاق ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ روایت کو معنعن ذکر کرنے والا راوی مدلس نہ ہو۔ اور دوسری یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو۔ علاوہ ازیں اضافی شرائط درج ذیل ہیں۔

1۔ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔ اس شرط کا اضافہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، علی بن مدینی اور دیگر آئمہ حدیث نے کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی کے مطابق ہے اور حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ کہا ہے کہ اگر حدیث معنعن میں تین شرائط پائی گئیں تو وہ بالاجماع مقبول ہوگی۔ (۱) راوی کا عادل ہونا (۲) راوی کا مدلس نہ ہونا (۳) راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات کا ثابت ہونا۔ (1)

2۔ دونوں کے درمیان طویل عرصہ تک مصاحبت کا ہونا۔ اس شرط کا اضافہ ابو المظفر ابن سمعانی نے کیا ہے کیونکہ طویل صحبت اغلباً سماع کو متضمن ہوتی ہے۔

3۔ راوی کو مروی عنہ سے روایت کی معرفت حاصل ہو۔ اس شرط کا اضافہ ابو عمرو الدانی نے کیا ہے۔ (2)

حدیث مؤنَّن کی تعریف

لغوی اعتبار سے یہ بھی اسم مفعول کا صیغہ ہے اور أَنَّنَ سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہوتا ہے أنّ أنّ کہنا۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''ھو قول الراوی حدثنا فلان أنّ فلانا قال'' (3)

اصطلاح میں اس سے مراد راوی کا یہ قول ہے کہ فلاں نے ہمیں بیان کیا بیشک فلاں نے ایسا کہا۔

1۔ اہتمام المحدثین بنقد الحدیث: ۲۸۵ 2۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، جلد ا، صفحہ ۲۱۶
3۔ تدریب الراوی، جلد ا، صفحہ ۲۱۷

Marfat.com

یعنی وہ حدیث جسے راوی أنّ فلاناً قال اور أن فلاناً فعل وغیرہ الفاظ کے ساتھ روایت کرے وہ مؤنّن کہلاتی ہے۔

مؤنّن کا حکم:۔ امام احمد اور محدثین کی ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ مؤنّن روایت منقطع ہوتی ہے مگر جب اتصال ظاہر اور واضح ہو تو پھر متصل ہوتی ہے۔

لیکن جمہور محدثین کا موقف یہ ہے روایت مؤنّن روایت معنعن کی طرح متصل ہوتی ہے۔ اگر اس میں مذکورہ شرائط پائی جائیں تو پھر اسے مطلقاً سماع پر محمول کیا جائے گا۔(1)

راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کی اقسام

راوی میں طعن کا مفہوم یہ ہے کہ اس پر جرح کی جائے اور اس کی عدالت، دینداری، ضبط، قوۃ حفظ اور بیدار مغزی کے بارے بحث کی جائے۔

راوی میں طعن کے اسباب

راوی میں طعن کے اسباب دس ہیں۔ ان میں سے پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا ضبط سے۔

1۔ عدالت سے متعلقہ اسباب یہ ہیں:۔ (۱) کذب بیانی (۲) کذب کی تہمت (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت۔

2۔ ضبط سے متعلقہ اسباب یہ ہیں:۔ (۱) فحش غلطی کرنا (۲) قوۃ حفظ کا کمزور ہونا (۳) غفلت (۴) اوہام کا کثیر ہونا (۵) ثقہ راویوں کی مخالفت کرنا۔

موضوع روایت کا بیان

تعریف:۔ لغوی طور پر موضوع اسم مفعول کا صیغہ ہے اور وضع الشی سے بنایا گیا ہے۔ اس کا معنی ہے کسی شئ کو اتار کر رکھ دینا چونکہ یہ روایت رتبہ میں حد درجہ کمزور اور گری ہوتی ہے اس لئے اس کا نام موضوع رکھا گیا ہے۔

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۱۷

Marfat.com

اصطلاحی تعریف :۔ ''الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب الراوي۔''(1)
موضوع وہ حدیث ہے جس میں راوی کی کذب بیانی کے سبب طعن ہو۔

اثبات وضع

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم ظن غالب کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ یقین کے ساتھ کسی بھی حدیث کو موضوع نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے والا بھی سچ بول دیتا ہے۔ لیکن علماء حدیث کو ایسی مہارت اور قوی ملکہ حاصل ہوتا ہے جس کے سبب وہ موضوع اور غیر موضوع روایات کے مابین فرق اور امتیاز کر لیتے ہیں۔ مگر یہ استعداد فقط ان میں پائی جاتی ہے جنہیں علم حدیث کے بارے کامل دسترس حاصل ہو، ان کا ذہن روشن ہو اور فہم قوی ہو۔

وضع پر دلالت کرنے والے الفاظ

وہ الفاظ جو کسی حدیث کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہیں درج ذیل ہیں: ''هذا حديث موضوع'' یہ حدیث موضوع ہے۔ ''هذا كذب'' یہ جھوٹ ہے۔ ''هذا باطل'' یہ باطل ہے۔ ''لا اعرافه'' میں اسے نہیں پہچانتا۔ بشرطیکہ یہ تصریح آئمہ کبار میں سے کوئی کرے۔ ''هذا الحديث لا اصل له'' یہ وہ حدیث ہے جس کی کوئی اصل نہیں (یعنی اس کی سند معروف نہیں) علامہ ابن جوزی اور شیخ عمر بن بدر موصلی نے اپنی کتب میں وضع پر دلالت کرنے کے لئے زیادہ تر ''لایثبت'' اور ''لم یصح'' کے الفاظ ذکر کئے ہیں۔

وہ الفاظ جو کنایۃً وضع پر دلالت کرتے ہیں وہ یہ ہیں' هذا الحديث من بلايا فلان'' یہ حدیث فلاں کی بلیات میں سے ہے۔ ''سنده مظلم'' اس کی سند تاریک ہے۔ ''عليه ظلمات'' اس میں تاریکیاں ہیں۔ یہ الفاظ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میزان'' میں اور علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''لسان المیزان'' میں کثرت سے استعمال کئے ہیں۔ اور ''هذا مطروح'' (اسے چھوڑ دیا گیا ہے) بعض محدثین نے اس لفظ کو بھی موضوع قرار دیا ہے،

1۔ حاشیہ نخبۃ الفکر: ٦٩

Marfat.com

بعض نے موضوع سے کم اور بعض نے متروک کے مشابہ قرار دیا ہے۔

موضوع روایت کا حکم

أجمع العلماء على انه لا تحل روایته لأحد عَلِمَ حالة فی ای معنى كان الامع بيان وضعه لحديث مسلم ''من حدث عنی بحديث يُرىٰ أنه كذب فهو احد الكاذبين''۔(1)

''علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص روایت کے موضوع ہونے کا علم رکھتا ہو اس کے لئے کسی بھی معنی کے لئے تب تک موضوع حدیث کو روایت کرنا جائز نہیں، جب تک اس کا موضوع ہونا ساتھ بیان نہ کرے کیونکہ مسلم شریف کی حدیث ہے جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کی جس کے بارے گمان یہ ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے کا حکم

شریعت اسلامیہ نے جھوٹ کو حرام قرار دیا ہے اور تمام اُمور میں اسے قبیح ترین امر قرار دیا ہے۔ جب شریعت نے عام جھوٹ کو حرام قرار دیا ہے تو بالیقین جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی جائے گی اس کا حکم زیادہ شدید اور سخت ہوگا۔ کیونکہ یہ ایسا جرم ہے جس کی اجازت نہ اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور نہ ہی اس کا صدور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ

''تو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو بہتان باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو اپنی جہالت سے۔'' (الانعام:144)

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ

''اور روز قیامت آپ دیکھیں گے انہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے۔ اس

1۔ مصطلحات الحدیث:۸۹

Marfat.com

حال میں کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔'' (الزمر:60)

تو رسول اللہ ﷺ پر افتریٰ باندھنا اللہ تعالیٰ پر ہی افتریٰ باندھنا ہے کیونکہ فرمان عالی شان ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

(النجم:3,4)

''اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے، نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

اِنَّ كِذْبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكِذْبٍ عَلٰى اَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ رواہ البخاری والمسلم

''میری طرف جھوٹ کی نسبت کرنا کسی عام آدمی کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے کی طرح نہیں ہے۔ پس جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کی نسبت کی تو اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا۔''

جمہور علماء نے رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ ایسا کرنے والے کو کافر تو نہیں کہا مگر جب کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ آپ ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا حلال ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ لیکن امام الحرمین کے والد محترم امام ابو محمد الجوینی نے کہا ہے کہ جس نے حضور نبی کریم ﷺ کی طرف جان بوجھ کر جھوٹ کی نسبت کی وہ کافر ہے۔ اس قول میں مالکیہ میں سے امام ناصر الدین بن منیر نے بھی ان کی تائید کی ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس کسی نے حلال وحرام کے متعلق آپ ﷺ کی طرف بالقصد جھوٹ کی نسبت کی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور بطور استشہاد یہ آیت طیبہ بیان فرمائی:

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

Marfat.com

اس آیت میں ان سے ایمان کی نفی کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتریٰ باندھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتریٰ باندھنا اللہ تعالیٰ پر ہی افتریٰ باندھنے کے مترادف ہے۔

اگر کسی نے شریعت میں فساد برپا کرنے اور دین کے بطلان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کی تو اس کے بارے جمہور محدثین کا نظریہ یہ ہے کہ وہ ایک حدیث میں بھی جھوٹ بولنے کے سبب فاسق ہو جائے گا۔ اس کی روایت مردود ہوگی اور اس کی تمام روایات قابل حجت نہیں رہیں گی۔ اگرچہ اس نے توبہ کرلی۔ یہ نظریہ امام احمد بن حنبل، ابوبکر الحمیدی، صیرفی اور سمعانی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ محدثین نے پیش کیا ہے۔ یہی نظریہ زیادہ محتاط ہے اور شکوک وشبہات سے بالاتر ہے مگر اس کے برعکس امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس کی روایات مقبول اور قابل حجت ہوں گی۔ (1)

موضوع کی اقسام

موضوع روایت کی مختلف اقسام ہیں:

1۔ واضع کا اپنا کلام:۔ کبھی موضوع روایت فی الحقیقت واضع کا اپنا کلام ہوتی ہے بعد ازاں وہ اس کی نسبت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یا کسی صحابی کی طرف کر دیتا ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کی مثال ''لو أحسن احد کم ظنه بحجر لنفعه'' (اگر تم میں سے کوئی پتھر کے بارے اپنا گمان اچھا بنا لے تو یقیناً وہ اسے نفع پہنچائے۔) یہ کسی بت پرست کا قول ہے۔ اسی طرح روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

لما غسلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شربت من سرته ومحجن عينيه فورثت علم الاولين والآخرين۔

''جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناف اور آنکھوں کا پانی پیا جس کے سبب مجھے اولین وآخرین کا علم حاصل ہو گیا۔''

1۔ الوسیط: ۳۲۴

Marfat.com

2۔ صحابہ، تابعین یا حکماء کا قول:۔ کبھی موضوع روایت صحابہ کرام، تابعین یا حکماء کا قول ہوتی ہے۔ یا پھر اس کا تعلق اسرائیلی روایات سے ہوتا ہے مگر واضع اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

قول صحابی کی مثال:۔ ''أحبب حبيبك هونًا ماعسٰى ان يكون بغيضك يومًا مّا، وابغض بغيضك هونًا ماعسٰى ان يكون حبيبك يومًا مّا۔''

''اپنے دوست سے آہستہ آہستہ محبت کر قریب ہے کہ وہ کسی دن تیرا دشمن ہو جائے اور اپنے دشمن کے ساتھ تھوڑا بغض رکھ، ہو سکتا ہے وہ کسی دن تیرا دوست بن جائے۔''

صحیح روایت کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

قول تابعی کی مثال:۔ ''حب الدنیا رأس کل خطیئة''

(دنیا کی محبت ہر خطا کی بنیاد ہے۔) یہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (1) اسی طرح یہ قول ہے:

کانك بالدنیا لم تکن وبالآخرة لم تزل۔

(تو اس طرح رہ گویا تو دنیا میں نہیں ہے بلکہ ہمیشہ آخرت میں ہے۔) یہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

قول حکماء کی مثال:۔ ''المعدة بیت الدّاءِ والحمیة رأس کل دواءٍ۔''

معدہ بیماری کا گھر ہے اور پرہیز ہر دوا کا سر ہے۔) یہ قول طبیب العرب حارث بن کلدہ کا ہے۔(2)

اسرائیلی روایت کی مثال:۔ ''مَا وَسِعَنِیْ سَمَائِیْ وَلَا اَرْضِیْ وَلٰکِنْ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔''

(میرے لئے نہ آسمان وسعت رکھتا ہے نہ زمین مگر بندۂ مومن کا دل میری وسعت

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۸۷ 2۔ ایضاً

Marfat.com

رکھتا ہے۔) ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ اس روایت کا تعلق اسرائیلی روایات سے ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سند معروف نہیں۔ (1)

وضع پر ابھارنے والے اسباب

وضع پر برانگیختہ کرنے والے متعدد اسباب ہیں

1۔ زنادقہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر تو مسلمان ہوئے مگر دل سے کبھی بھی اسلام کو قبول نہیں کیا انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے وافر مقدار میں احادیث وضع کیں مثلاً ''الباذنجانُ شفآء من کل دَآءٍ'' (بینگن ہر بیماری کے لئے شفا ہے۔) ''النظرُالی الوجه الجمیل عِبَادَةٌ۔'' (خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔)

2۔ سیاسی اختلافات:۔ باہم سیاسی چپقلش اور اختلاف بھی احادیث وضع کرنے کا بہت بڑا سبب ہے مثلاً شیعہ اور خوارج کے مابین اختلاف، شیعہ اور عثمانیوں کے درمیان پایا جانے والا اختلاف، اور اسی طرح شیعہ، بنی اُمیہ اور بنی عباس کے مابین پائے جانے والے اختلافات احادیث وضع کرنے کا بہت بڑا سبب بنے ہیں۔ جیسا کہ حماد بن سلمہ نے کہا ہے کہ روافض کے ایک شیخ نے مجھے بتایا کہ جب ہم جمع ہوتے تھے تو جس شئ کو ہم اچھا سمجھتے اسے حدیث بنا لیتے تھے۔ جیسے ''عَلِیٌ خیرالبشر من شك فیه کَفَرَ۔''

3۔ جنس اور مکان کا تعصب:۔ بہت سی احادیث اس لئے بھی وضع کی گئی ہیں تاکہ بعض قبائل اور اجناس کی دیگر قبائل اور اجناس پر فضیلت ظاہر ہو۔ مثلاً عربی کے مقابلہ میں فارسی کی فضیلت اور مدح کے لئے یہ قول کہا گیا:

اِنّ الله اذا غضب انزل الوحیَ بالعربیة واذا رضی انزل الوحیٰ بالفارسیة

''جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو وحی عربی لغت میں نازل فرماتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو فارسی زبان میں وحی نازل کرتا ہے۔''

1۔ الوسیط: ۳۲۵

Marfat.com

اسی طرح کی کئی روایات شہروں اور قبیلوں کی مدح یا مذمت میں وضع کی گئی ہیں۔

4۔ **علم کلام اور فقہ کا اختلاف :۔** علماء امت مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے مثلاً اہل سنت، معتزلہ، جبریہ، قدریہ اور مرجعہ وغیرہ۔ اس تقسیم کے سبب علم کلام اور ایمان کے مسائل میں کئی اختلافات رونما ہو گئے۔ مثلاً کیا ایمان میں کمی بیشی ممکن ہے یا نہیں؟ قرآن کریم مخلوق ہے یا نہیں؟ تو انہی اختلافات کے ضمن میں بعض گروہوں نے اپنی آراء اور دلائل کو تقویت پہنچانے اور مضبوط کرنے کے لئے احادیث کا سہارا لیا۔ لہٰذا کئی احادیث وضع کر لیں۔ مثلاً:

کما لا ینفع مع الشرك شئ كذالك لا يضر مع الايمان شئ

"جس طرح شرک کے ساتھ کوئی شئ نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ساتھ کوئی شئ نقصان نہیں پہنچاتی۔"

اسی طرح فقہی اختلاف بھی وضع احادیث کا سبب بنا اور بعض مقلدین نے اپنے اپنے امام کی عظمت اور شان بیان کرنے کے لئے من گھڑت حدیثوں کا سلسلہ شروع کیا۔ مثلاً

سیکون فی امتی رجل یقال لہ أبوحنیفة هو سراج امتی وسیکون من امتی رجل یقال له ابن ادریس هو أضر علی امتی من ابلیس۔ (1)

"عنقریب میری امت میں ایک آدمی ہو گا جسے ابوحنیفہ کہا جائے گا وہ میری امت کے لئے چراغ ہوگا اور قریب ہی میری امت میں سے ایک آدمی ظاہر ہو گا جسے محمد بن ادریس کہا جائے گا اور وہ میری امت کے لئے ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہوگا۔"

5۔ **شہرت اور مرتبہ کا حصول :۔** بہت سے ایسے لوگ تھے جو شہرت اور جاہ و حشمت حاصل کرنے کے لئے قصہ گوئی سے مدد لیتے تھے اور بعض اسے عیش پسندی اور مال و دولت

1۔ الوسیط: ۳۳۰، حاشیہ شرح نخبۃ الفکر: ۴۷

Marfat.com

کے حصول کا ذریعہ بناتے تھے۔ خلافت راشدہ اور صحابہ کرام کے ادوار میں قصہ گو موجود تھے مگر وہ صدق اور حق کا دامن کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ جیسا کہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ تمیم داری نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مسجد میں قصہ سنانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا کیا سناؤ گے؟ تو انہوں نے کہا:

أقرءُ علیهم القرآن وامرهم بالخیر وانهاهم عن الشر۔

''میں ان کے سامنے قرآن کریم پڑھوں گا، انہیں نیکی کا حکم دوں گا اور برائی سے روکوں گا۔''

مگر یہ سلسلہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور مابعد زمانہ میں قصہ گو لوگوں میں ایسے گروہ پائے گئے۔ جنہوں نے من گھڑت، باطل اور اسرائیلی روایات بیان کرنا شروع کر دیں۔ پھر یہی شہرت کا حصول وضع احادیث کا سبب بن گیا۔ مثلاً ایک دفعہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہا اللہ تعالیٰ نے مسجد رصافہ میں نماز پڑھی۔ ایک قصہ گو نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر یہ حدیث بیان کی:

حدثنا احمد بن حنبل ویحییٰ بن معین قالا حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن قتادہ عن انس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ خلق اللہ من کل کلمة طیرًا منقارہٗ من ذهب وریشه من مرجان واخذ فی قصة طویلة جدًا من هذا القبیل۔

''امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیان کیا کہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے معمر اور قتادہ رحمہا اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور پر مرجان کے پھر اس نے اس سے متعلقہ ایک طویل

Marfat.com

قصہ بیان کیا۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حیرت سے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور یہی حال یحییٰ کا بھی تھا۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث بیان کی ہے تو ہر ایک نے کہا ہرگز نہیں۔ جب وہ قصہ بیان کر کے فارغ ہوا تو ان دونوں نے اسے بلایا اور پوچھا تم نے یہ حدیث کس سے نقل کی ہے؟ اس نے کہا احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ تعالیٰ سے۔ یہ سن کر یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہرگز نہیں سنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیوں افتراء باندھتے ہو؟ اس نے جواب دیا میں ایک عرصہ سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق آدمی ہے آج مجھے اس کی تصدیق ہو گئی۔ یحییٰ نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا تم یہ سمجھتے ہو کہ دنیا میں صرف تم ہی یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہو۔ میں سترہ ایسے آدمیوں سے روایت کرتا ہوں جن کے نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں۔ اس طرح ان کا مزاح اڑا کر چلا گیا۔(1)

6۔ لوگوں کو عمل خیر کی رغبت دلانا:۔ موضوع روایات گھڑنے کا سبب زہاد اور بعض متصوفہ کی جہالت بھی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو نیکی کی ترغیب دینے اور برائی سے ڈرانے کے لئے احادیث وضع کیں۔ ان کا یہ طریقہ لوگوں کے لئے بہت زیادہ نقصان و ضرر کا سبب بنا۔ جیسا کہ جب نوح بن مریم سے دریافت کیا گیا کہ تم نے قرآن کریم کی سورتوں کے فضائل سے متعلق عکرمہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات نقل کی ہیں تم نے عکرمہ سے سماع کیسے کیا؟ تو اس نے جواب دیا:

رأيت الناس قد اعرضوا عن القرآنِ واشتغلوا بفقه أبي حنيفة ومغازي محمد بن اسحاق فوضعت هٰذه الاحاديث حسبة(2)

"میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کریم کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی مغازی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا۔"

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۴۴۸، حدیث رسول کا تشریعی مقام: ۱۲۳، موضوعات کبیر: ۱۲

2۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۷۴

Marfat.com

اسی طرح ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الضعفاء'' میں ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے میسرہ بن عبدربہ سے پوچھا تم یہ احادیث کہاں سے لائے کہ جس نے فلاں سورۃ پڑھی اس کے لئے اتنا ثواب ہے؟ تو اس نے کہا میں نے لوگوں کی ترغیب کے لئے یہ احادیث وضع کی ہیں۔ حالانکہ میسرہ جلیل القدر زاہد نوجوان تھا۔ اس نے شہوات دنیا سے اعراض کر رکھا تھا جس دن فوت ہوا، بغداد کا بازار سوگ میں بند تھا مگر اس کے باوجود احادیث وضع کرتا تھا۔ (1)

7۔ اتباع امراء:۔ وضع احادیث کے اسباب میں سے ایک سبب حکام وقت کی اتباع اور پیروی کی خواہش ہے۔ کئی لوگوں نے شاہان وقت کی خوشنودی حاصل کرنے اور ان سے انعام و اکرام حاصل کرنے کے لئے کئی احادیث وضع کیں۔ جیسا کہ غیاث بن ابراہیم جب خلیفہ مہدی کے پاس گیا اسے دیکھا وہ کبوتروں سے دل بہلا رہا ہے۔ غیاث نے اسے خوش کرنے کے لئے فوراً یہ حدیث پڑھی:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا سبق الا فی نصل أو خف أو حافر أو جناح (2)

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ تیر اندازی، شتر سواری، گھوڑ دوڑ اور پرندوں کے سوا کسی میں مقابلہ جائز نہیں۔''

اس حدیث میں اس نے ''أو جناح'' کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے۔ مہدی کو یہ احساس ہوا کہ اس نے صرف میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حدیث نبوی میں اضافہ کیا ہے لہٰذا اس نے فوراً اپنے کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔

موضوع روایات کی پہچان

موضوع روایات میں کئی ایسی علامات اور قرائن ہوتے ہیں جن سے انہیں پہچانا جا سکتا ہے۔ بعض قرائن تو واضح اور ظاہر ہوتے ہیں جبکہ بعض انتہائی دقیق، جنہیں صرف وہی علمائے حدیث پہچان سکتے ہیں جنہیں رب کریم نے حدیث صحیح کی معرفت کا خاص ملکہ عطا

1۔ تدریب الراوی، جلد ا، صفحہ ۲۸۸ 2۔ شرح نخبۃ الفکر: ۱۷

Marfat.com

فرمایا ہوتا ہے۔ چند قرائن درج ذیل ہیں:

1۔ واضع کا اعتراف:۔ موضوع روایت کو پہچاننے کا سب سے واضح اور مضبوط قرینہ یہ ہے کہ وضع کرنے والا بذات خود وضع کا اقرار کرے۔ چاہے یہ اقرار صریح ہو یا حکمی۔ صریح سے مراد یہ ہے کہ جس طرح نوح بن ابی مریم کا واقعہ گزرا ہے کہ اس نے قرآن کریم کی سورتوں کے فضائل میں احادیث وضع کرنے کا صراحۃً بذات خود اعتراف کیا ہے اور حکمی کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی راوی نے شیخ سے حدیث روایت کی پھر اس سے شیخ کی تاریخ ولادت دریافت کی گئی تو اس نے ایسی تاریخ بیان کی جو فی الحقیقت شیخ کی تاریخ وفات سے بھی بعد تھی۔ اس کی معرفت کا انحصار علم تاریخ پر ہے کیونکہ اس میں رواۃ کی تاریخ ولادت، وفات، تعلیم کے حصول اور دیگر سفروں کی تفصیل درج ہوتی ہے۔ جیسا کہ مامون بن احمد ہروی نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے ہشام بن عمار سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تو شام کب گیا؟ اس نے جواب دیا 250ھ میں۔ تو ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جن سے تم روایت کرتے ہو ان کی وفات 245ھ میں ہو چکی ہے۔ واضع کے اقرار کے متعلق ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ واضع کے اقرار کے باوجود حدیث پر موضوع ہونے کا حکم قطعی نہیں ہوگا بلکہ ظن غالب کے ساتھ ہی اس پر وضع کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ واضع اپنے اقرار میں بھی جھوٹ بول رہا ہو مگر ان کے اس قول سے بعض نے یہ سمجھا کہ شاید آپ اقرار کو بالکل قبول ہی نہیں کرتے، کیونکہ اس میں جھوٹ کا امکان ہے حالانکہ ان کی اس قول سے قطعاً یہ مراد نہیں بلکہ انہوں نے تو صرف قطعیت کی نفی کی ہے اور قطعیت کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ حکم تو ظن غالب کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ اگر حکم کی نفی کو تسلیم کیا جائے تو پھر قاتل کو قتل کے اقرار کرنے اور زانی کو زنا کا اعتراف کرنے کے باوجود قتل اور رجم کی سزا نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ بھی اپنے اقرار و اعتراف میں جھوٹے ہوں۔

2۔ الفاظ کا رکیک ہونا:۔ روایت کے الفاظ اتنے رکیک اور فصاحت و بلاغت سے

Marfat.com

گرے ہوئے ہوں کہ عربی لغت کو جاننے والا یہ کہہ دے کہ یہ کسی فصیح وبلیغ کا کلام نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ یہ افصح الفصحاء اور أبلغ البلغاء کا کلام ہو۔ مثلاً:

اِنّ لله ملکاً من حجارة یُقال له عمارة ینزل علی حمار من حجارة کل یوم فیسعر۔

''اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ پتھر کا ہے اسے عمارہ کہا جاتا ہے وہ ہر روز پتھر کے گدھے پر نازل ہوتا ہے اور اسے جلاتا ہے۔''

اسی طرح یہ روایت بھی ہے:

اَرْبَعٌ لایَشْبَعْنَ اربع أنثی من ذکر وارض من مطر وعین من نظر واُذن من خبر۔

''چار چیزیں چار سے سیر نہیں ہوتیں مؤنث مذکر سے، زمین بارش سے، آنکھ دیکھنے سے اور کان خبر سے۔''

یہ روایات الفاظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے رکیک ہیں۔

3۔ معنی کا رکیک ہونا:۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ روایت کے الفاظ تو رکیک نہ ہوں مگر معنوی اعتبار سے وہ ضرورۃً اور استدلالاً عقل کے مخالف ہو اور اس کی تاویل ممکن نہ ہو۔ مثلاً ایسی خبر جس میں اجتماع نقیضین ہو کیونکہ احکام شرعیہ کا عقلی تقاضوں کے خلاف وارد ہونا جائز نہیں۔ جیسا کہ یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'رأیت ربی بعرفات علی جمل احمر'' (میں نے عرفات میں اپنے رب کو سرخ اونٹ پر دیکھا۔) ''ان سفینة نوح طافت بالبیت سبعا وصلت عند المقام رکعتین'' (حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی۔)

4۔ حکمت کے منافی ہونا:۔ روایت میں ایسی مبالغہ آرائی اور زیادتی کا تذکرہ ہو جس کا کسی عاقل اور حکیم سے صادر ہونا ممکن نہ ہو مثلاً معمولی خطاء پر شدید وعید اور معمولی نیکی پر اجر عظیم کا وعدہ ہو۔ مثلاً یہ روایت ہے:

Marfat.com

من قال لا الٰہ الّا اللہ خلق اللہ تعالٰی طائرا لہٗ سبعون الف لِسَانٍ لکل لِسَانٍ سبعون الف لغة یستغفرون له۔

''جس نے لا الٰہ الّا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک پرندہ پیدا فرما دیتا ہے جس کی ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان کی ستر ہزار لغات ہیں جن میں وہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے۔''

من صلّی الضُّحٰی کذا کذا رکعة أعطی ثواب سبعین نبیًّا۔

''جس کسی نے نماز چاشت کی اتنی اتنی رکعتیں پڑھیں اسے ستر انبیاء علیہم السلام کا ثواب دیا جائے گا۔''

5۔ حس اور مشاہدہ کے خلاف ہونا:۔ ایسی روایت جو حس اور مشاہدہ کے خلاف ہو اور اس کی کوئی مقبول تاویل بھی ممکن نہ ہو تو وہ بھی موضوع ہوگی کیونکہ مشاہدہ اور تجربہ اس کے خلاف ہوتا ہے مثلاً ''اذا عطس الرجل عند الحدیث فهو صدق'' (جب آدمی کو حدیث پڑھتے وقت چھینک آجائے تو وہ سچا ہوتا ہے) ''الباذنجان شفاء من کل داءٍ'' (بینگن ہر بیماری کے لئے شفا ہے۔)

6۔ قرآن کریم اور سنت متواترہ کے خلاف ہونا:۔ ایسی رذایت جو نص قرآنی، سنت متواترہ، مسلمہ حدیث صحیح اور اجماع کے اس طرح خلاف ہو کہ وہ کسی طرح کی مقبول تاویل قبول نہ کرتی ہو۔ تو وہ بھی موضوع ہوگی۔

خلاف قرآن ہونے کی مثال:۔ ''ولد الزنا لایدخل الجنّة الی سبعة ابناء'' (زنا سے پیدا ہونے والا بچہ اپنے سات بچوں تک جنت میں داخل نہیں ہوگا۔) یہ روایت اس آیت قرآنیہ کے خلاف ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الانعام:164)

''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

سنت متواترہ کے خلاف ہونے کی مثال:۔ ''رُوِیَ عن النبی ﷺ اِذَا حُدِّثتم

Marfat.com

بحديث يوافق الحقّ فخذوا به حدّثت به أولم أحدّث۔"

"جب تمہارے سامنے کوئی ایسی حدیث بیان کی جائے جوحق سے موافقت رکھتی ہوتو اسے قبول کرلو چاہے اسے میں نے بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔"

یہ روایت اس حدیث متواتر کے خلاف ہے۔

من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔

"جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کی نسبت کی اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔"

خلاف اجماع ہونے کی مثال:۔"من قضى صلوات من الفرائض فی آخر جمعة من رمضان كان ذالك جابرا لكل صلوٰة فَائتَةٍ فی عمره الی سبعين سنة۔"

"جس نے رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو فرض نمازیں قضا کیں تو وہ اس وقت سے لے کر ستر سال تک تمام نمازوں کو مکمل کرنے والا ہو جائے گا۔"

یہ روایت اجماع کے منافی ہے کیونکہ اس دن کی قضا سے ایک سال کی نمازیں بھی مکمل نہیں ہوتیں چہ جائیکہ ستر سال کی نمازیں ساقط ہو جائیں۔

7۔اللہ تعالیٰ کی سنت تکوینی کے خلاف ہونا:۔ان سے مراد ایسی روایات ہیں جن کے موضوع ہونے پر واضح دلائل موجود ہوں مثلاً عُوج بن عُوق کے بارے روایت ہے کہ اس کی قدو قامت تین ہزار ہاتھ تھی اور طوفان نوح اس کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچ سکا تھا وہ سمندر سے مچھلی نکالتا اور سورج کر کے قریب کے اسے بھون لیتا تھا۔" یہ روایت اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ جھوٹی ہے۔

8۔ایسی روایت جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہو اور راوی رافضی ہو یا روایت مرجئہ کی فضیلت میں ہو اور راوی مرجئہ ہو یا روایت قدریہ کی فضیلت میں ہو اور راوی قدریہ ہو وہ موضوع ہوگی۔اس کی کثیر مثالیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عبدت الله مع رسول قبل أن يعبده احدٌ من هٰذه الامة

Marfat.com

خمس سنین أو سبع۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پانچ یا سات سال تک اس امت کے ہر فرد سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔''

حافظ ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی فضیلت میں تین لاکھ سے زیادہ احادیث وضع کی ہیں۔(1)

موضوع سے متعلقہ مشہور کتب

1۔''کتاب الاباطیل للجوزقانی'':۔مصنفہ حافظ حسن بن ابراہیم متوفی 543ھ۔

2۔''الموضوعات لابن الجوزی'':۔از حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی متوفی 597ھ۔

3۔''اللآلی المضوعة فی الاحادیث الموضوعة'':۔مصنفہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ۔

4۔''الدر الملتقط فی تبیین الغلط'':۔مصنفہ علامہ رضی الدین ابوالفضل حسن بن محمد الصغانی متوفی 650ھ۔

5۔''تنزیہ الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الموضوعة'':۔مصنفہ علامہ علی بن محمد بن عراق متوفی 963ھ۔

6۔''تذکرة الموضوعات'':۔مصنفہ حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی متوفی 507ھ۔

7۔''الموضوعات'':۔مصنفہ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی 1014ھ۔

8۔''الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة'':۔مصنفہ علامہ محمد علی الشوکانی متوفی 1250ھ۔

1۔الوسیط، ملخص: ۳۳۵ تا ۳۴۰

Marfat.com

متروک حدیث کا بیان

طعن کے اسباب میں سے دوسرا سبب راوی پر جھوٹ کی تہمت کا ہونا ہے۔ ایسے راوی کی روایت متروک کہلاتی ہے۔

لغوی تعریف

هو اسم مفعول من الترك معناه المرتَحَلُ عنه المفارق عرضيةً عنه ففی المصباح المنیر "ترکت المنزل ترکاً" رحلت عنه وترکت الرجلَ فارقتهُ۔ (1)

متروک صیغہ اسم مفعول ہے اور ترک سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے وہ (جگہ) جہاں سے کوچ کی جائے اور وہ (آدمی) جس سے اعراض کرتے ہوئے جدائی اختیار کر لی جائے۔ مصباح المنیر میں ہے (یہ کہا جاتا ہے) میں نے گھر کو چھوڑ دیا (اس کا معنی ہے) میں نے اس سے کوچ کر لی اور میں نے آدمی کو چھوڑ دیا (اس کا معنی ہے) میں نے اس سے مفارقت اختیار کر لی۔

اصطلاحی تعریف

هو الحديث الذی فی اسناده راوٍ متهم بالكذب۔ (2)

متروک وہ حدیث ہے جس کی سند میں ایسا راوی ہو جس پر کذب کی تہمت ہو۔

تہمت کے اسباب

کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت کے دو اسباب ہیں۔

1۔ وہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو اور حدیث کے قواعد مشہورہ کے خلاف ہو۔

2۔ روزمرہ کی عام گفتگو میں راوی کا جھوٹ کثرت سے ثابت ہو لیکن حدیث نبوی میں اس کا کذب ثابت نہ ہو۔ مذکورہ بالا دونوں وجوہ کی بناء پر راوی کے بارے یہ گمان ہو سکتا ہے

1۔ الوسیط: ۳۰۵ 2۔ مصطلحات الحدیث: ۹۳

Marfat.com

کہ وہ روایت حدیث میں بھی کذب بیانی کر رہا ہو۔

متروک کی مثال

عن عمرو بن شمر الجعفی عن جابر عن أبی الطفیل عن علی وعمار رضی اللہ عنہما قالا کان النبی ﷺ یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفۃ من صلوٰۃ الغداۃ ویقطع صلوٰۃ العصر اخر ایام التشریق"۔ قال النسائی والدارقطنی وغیرھما عمرو بن شمر متروک الحدیث"۔

"عمرو بن شمر جابر سے وہ ابو الطفیل سے اور وہ حضرت علی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے اور نویں ذوالحج کے دن صبح کی نماز سے تکبیرات تشریق شروع فرماتے اور ایام تشریق میں سے آخری دن عصر کی نماز پر تکبیرات ختم کرتے تھے۔) اس حدیث کے بارے امام نسائی اور دارقطنی رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں راوی عمرو بن شمر متروک الحدیث ہے۔"

نوٹ:۔ متروک حدیث میں موضوع حدیث کی نسبت ضعف کم پایا جاتا ہے۔

حدیث منکر کا بیان

جب راوی پر طعن روایت میں فحش غلطی، کثیر غفلت یا فسق کے سبب ہو تو اس کی روایت کو منکر کہا جاتا ہے۔

لغوی تعریف:۔ "ھو اسم مفعول من "الانکار" ضد الاضرار۔"

منکر اسم مفعول کا صیغہ ہے انکار سے مشتق ہے اور انکار اقرار کی ضد ہے۔

اصطلاحی تعریف

1۔ھو الحدیث الذی فی اسنادہ راوفحش غلطہ أو کثرت

Marfat.com

غفلتهٔ أو ظهر فسقهٔ۔(1)

''وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی ہو جو روایت میں سنگین غلطی کرتا ہو یا بہت غفلت کرتا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو تو وہ منکر ہوتی ہے۔''

2۔حافظ ابو بکر بردیجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:''هو الحديث الذى لايعرف متنه عن غير راويه وكذا اطلقه كثيرون من اهل الحديث۔''(2)

(کہ منکر وہ فرد حدیث ہوتی ہے جس کا متن اس راوی کے علاوہ کسی دوسرے راوی سے معروف نہ ہو اکثر علماء حدیث نے ایسی حدیث کو ہی منکر کہا ہے۔)

مثال

عن ابی زُکیر يحيىٰ بن محمد بن قيس عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة مرفوعاً ''كلوا البلح بالتمير كلوا الخلق بالجديد فان الشيطان يغضب ويقول بقى ابن آدم حتى اكل الخلق بالجديد۔ رواه النسائی و ابن ماجه

''ابو زکیر یحییٰ بن محمد بن قیس نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کچی کھجور کو چھوارے کے ساتھ ملا کر کھاؤ اور پرانی کھجور کو نئی کھجور کے ساتھ ملا کر کھاؤ کیونکہ شیطان غضبناک ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ابن آدم اتنا عرصہ زندہ رہا یہاں تک کہ پرانی کھجور تازہ کھجور کے ساتھ کھانے لگا ہے۔''

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ حدیث منکر ہے کیونکہ اسے روایت کرنے میں ابو زکیر یحییٰ بن محمد بن قیس منفرد ہے اور وہ شیخ صالح ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی متابعات کو نقل کیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ راوی اس مرتبہ کا نہیں کہ اس کے تفرد کو قبول کیا جائے۔ بلکہ

1۔مصطلحات الحدیث: ۹۴، نخبۃ الفکر: ۷۳ 2۔الوسیط: ۳۰۳

Marfat.com

ائمہ حدیث نے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے۔ مثلاً ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ ضعیف ہے۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کی روایات قابل استدلال نہیں۔ عقیلی نے کہا اس کی روایت کی کوئی متابع موجود نہیں اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی چار منکر روایات نقل کی ہیں۔ (1)

علاوہ ازیں اس حدیث میں معنوی رکاکت بھی ہے۔ وہ یہ کہ شیطان محض مومن کی طبعی حیات سے ہی غضبناک نہیں ہوتا بلکہ اطاعت وعبادت اور توبہ واستغفار سے غضبناک ہوتا ہے۔ (2)

نوٹ:۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث منکر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

مارواہ الضعیف مخالفاً لمن ھو اولٰی منہ۔ (3)

منکر وہ حدیث ہوتی ہے جسے ضعیف راوی اپنے سے اَولٰی (ثقہ) راوی کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔

اس تعریف کے اعتبار سے ضعیف راوی کی روایت منکر اور ثقہ کی روایت معروف کہلاتی ہے۔

مثال نمبر 1

مارواہ ابن ابی حاتم عن طریق حبیب بن حبیب وھو أخو حمزۃ بن حبیب الزیات المقری عن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال: من اقام الصلواۃ وآتی الزکواۃ وحج البیت وصام وقری الضیف دخل الجنۃ'' قال ابو حاتم ھو منکر لأن غیرہ من الثقات رواہ عن ابی اسحاق موقوفاً وھو المعروف۔ (4)

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۴۰ — 2۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم اردو، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱

3۔ نخبۃ الفکر: ۵۰ — 4۔ نخبۃ الفکر: ۵۱

Marfat.com

''اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے ابن ابی حاتم نے حبیب بن حبیب کی سند سے جو کہ حمزہ بن حبیب زیات کے بھائی ہیں انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے عیزار بن حریث سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، بیت اللہ شریف کا حج کیا، روزے رکھے اور مہمان کی تعظیم کی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ حدیث منکر ہے کیونکہ حبیب کے سوا دیگر ثقہ راویوں نے اسے ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے موقوف روایت کیا ہے اور وہ روایت معروف ہے۔

مثال نمبر 2

مالك عن الزهري عن علي بن الحسين عن عمر بن عثمان عن أسامة بن زيد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لايرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم۔

''مالک نے زہری سے، انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے عمر بن عثمان سے، انہوں نے اسامہ بن زید سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔''

اس روایت میں مالک نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے عمر بن عثمان کا نام سند میں ذکر کیا ہے۔ جبکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التمیز میں لکھا ہے کہ زہری کے تمام اصحاب نے یہ حدیث عمرو بن عثمان سے روایت کی ہے۔ عمر اور عمرو دونوں بھائی ہیں اور عثمان کے بیٹے ہیں۔ لہٰذا مالک نے دوسرے راویوں کی مخالفت کرتے ہوئے عمرو کی بجائے یہ حدیث عمر سے روایت کی ہے۔ اس لئے یہ منکر ہے۔

Marfat.com

معروف کی تعریف

مذکورہ بالا بیان سے حدیث معروف کی تعریف بھی واضح ہوگئی کہ معروف وہ ہوتی ہے جو منکر کے مقابلہ میں ہو۔ ضعیف راوی کی روایت کو منکر اور ثقہ کی روایت کو معروف کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ''ان وقعت المخالفة مع الضعف فالراجح يقال له المعروف و مقابله يقال له المنكر۔'' (1)

شاذ اور محفوظ کا بیان

شاذ کی لغوی تعریف:۔ ''هو اسم فاعل من شذّ بمعنى انفردُ فالشاذ معناه المنفرد عن الجمهور۔''

شاذ صیغہ اسم فاعل ہی شذّ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے الگ ہونا، منفرد ہونا۔ لہٰذا شاذ کا معنی ہے جمہور سے علیحدہ ہونے والا۔

اصطلاحی تعریف:۔ محدثین نے مختلف انداز میں شاذ کی تعریف ذکر کی ہے۔ مثلاً حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ليس الشاذ من الحديث ان يروى الثقة مالا يروى غيره، انما الشاذ أن يروى الثقة حديثاً يخالف ماروى الناس اى الحفاظ الثقات'' ووافق الشافعى جماعة من العلماء۔ (2)

> ''شاذ سے مراد وہ حدیث نہیں جسے ثقہ راوی روایت کرے اور اس کے سوا کوئی دوسرا اسے روایت نہ کرے بلکہ شاذ وہ حدیث ہوتی ہے جسے ثقہ راوی حفاظ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتے ہوئے روایت کرے۔''

شاذ کی اس تعریف میں علماء کی ایک جماعت نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے۔ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر ثقہ راوی اپنے سے زیادہ حافظ و ضابط راوی کی مخالفت

1۔ نخبۃ الفکر:٥١ 2۔ مقدمہ ابن الصلاح:٣٦

Marfat.com

کرتے ہوئے منفرداً حدیث روایت کرے تو وہ حدیث شاذ مردود ہوگی اور اگر راوی کسی کی مخالفت نہ کرے بلکہ اس کے سوا کسی اور نے اس حدیث کو روایت ہی نہ کیا ہو تو پھر اس منفرد راوی کی حالت کو دیکھا جائے گا اگر وہ عادل، ضابط اور حافظ حدیث ہو تو اس کی روایت صحیح ہوگی اور اگر حافظ نہ ہو بلکہ صرف عادل و ضابط ہو تو اس کی منفرد روایت حسن ہوگی اور اگر ضابط بھی نہ ہو تو اس کی روایت شاذ مردود ہوگی۔

مذکورہ وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ شاذ مردود کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ وہ مفرد حدیث جسے روایت کرنے والا راوی ایسے راوی کی مخالفت کرے جو حفظ وضبط میں اس کی نسبت اُولیٰ اور ارجح ہو۔

2۔ ایسی مفرد حدیث جس کا راوی ثقہ اور ضابط نہ ہو۔ (1)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شاذ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

الشاذ مارواہ المقبول مخالفاً لمن هو اولیٰ منه، وهذا هو المعتمد فی تعریف الشاذ بحسب الاصطلاح۔ (2)

شاذ سے مراد وہ روایت ہے جسے مقبول راوی اپنے سے اولیٰ راوی کی مخالفت کرتے ہوئے بیان کرے اصطلاح اصول میں شاذ کی یہی تعریف معتمد علیہ ہے۔

نوٹ:۔ مذکورہ تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ مقبول مرجوح راوی کی روایت شاذ کہلاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں ارجح اور ثقہ تر راوی کی حدیث محفوظ کہلاتی ہے۔ پھر شذوذ کبھی سند میں پایا جاتا ہے اور کبھی متن میں۔

شذوذ فی السند کی مثال

روی الترمذی والنسائی و ابن ماجه من طریق سفیان بن عیینه عن عمرو بن دینار عن عوسجة عن ابن عباس أن رجلاً تُوُفِّيَ علی عهد رسول الله ﷺ ولم یدع وارثا الا مولی هو

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۳۷ 2۔ شرح نخبۃ الفکر: ۵۰

Marfat.com

اعتقهٗ فقال صلی اللہ علیہ وسلم هل لهٗ احد۔ قالوا لا الا غلام کان اعتقهٗ

فجعل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم میراثه لهٗ۔

''امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ عمرو بن دینار سے وہ عوسجہ سے اور پھر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مقدس میں ایک آدمی فوت ہوا اور اس نے اپنے آزاد کردہ غلام کے سوا کوئی وارث نہ چھوڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا اس کا کوئی وارث ہے؟ تو صحابہ کرام نے عرض کی اس کے آزاد کردہ غلام کے سوا اور کوئی وارث نہیں۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی میراث اسے عطا فرما دی۔''

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عیینہ کی اتباع کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس کی سند متصل بیان کی ہے جبکہ حماد بن زید نے ان کی مخالفت کی ہے اور اسے عمرو بن دینار کے واسطہ سے حضرت عوسجہ رضی اللہ عنہ سے مرسل نقل کیا ہے اور سند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں کیا۔ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔ حالانکہ حماد بن زید عادل و ضابطہ راوی ہیں مگر اس کے باوجود ابو حاتم نے کثرۃ تعداد کی وجہ سے ابن عیینہ کی حدیث کو ترجیح دی ہے اور حماد بن زید کی روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔

شذوذ فی المتن کی مثال نمبر 3

روی أبو داؤد والترمذی من حدیث عبدالواحد بن زیاد عن الأعمش عن أبی صالح عن أبی هریرة مرفوعاً اذا صلّی احدکم رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فليضطجع عن يمينه۔

''ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ عبدالواحد بن زیاد نے اعمش سے انہوں نے ابوصالح سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی بھی صبح کی نماز ادا کر چکے تو

Marfat.com

اسے چاہئے کہ پھر دائیں پہلو لیٹ کر تھوڑی دیر آرام کرے۔"

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں عبدالواحد نے کثیر تعداد کی مخالفت کی ہے کیونکہ کثیر تعداد نے اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فعل بیان کیا ہے نہ کہ آپ کا قول۔ لہٰذا یہ الفاظ نقل کرنے میں عبدالواحد ان ثقہ راویوں میں سے منفرد ہیں جو اعمش سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

حکم:۔ مذکورہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاذ حدیث مردود ہوتی ہے اور محفوظ حدیث مقبول۔

منکر اور شاذ میں فرق

منکر اور شاذ دونوں ایک اعتبار سے آپس میں مجتمع ہیں اور ایک اعتبار سے متفرق ہیں۔ اجتماع کی صورت یہ ہے کہ مخالفت کا موجود ہونا دونوں میں شرط ہے یعنی جس طرح منکر حدیث میں ضعیف راوی کی ثقہ راوی سے مخالفت ہوتی ہے اسی طرح شاذ حدیث میں ایک ثقہ راوی کی اپنے سے اوثق راوی کے ساتھ مخالفت ہوتی ہے۔ گویا مخالفت دونوں میں شرط ہے۔ منکر کے مقابل معروف ہوتی ہے اور شاذ کے مقابل محفوظ ہوتی ہے اور دونوں میں افتراق کی صورت یہ ہے کہ منکر ایک ضعیف راوی کی راویت ہوتی ہے جبکہ شاذ ثقہ اور صادق راوی کی روایت کو کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ پائی جاتی ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے ان دونوں کو برابر قرار دیا وہ اس حقیقت سے غافل ہے۔ "قد غفل من سویٰ بینھما۔ (1)" واللہ اعلم

حدیث معلل کا بیان

جب راوی میں طعن کا سبب وہم ہو تو ایسے راوی کی حدیث معلل کہلاتی ہے۔ وہم طعن کے اسباب میں سے چھٹا سبب ہے۔

1۔ شرح نخبۃ الفکر: 51

Marfat.com

معلل کا لغوی مفہوم

یہ اَعَلَّ یُعِلُّ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ لغت فصیح اور صرفی قیاس کے مطابق اسم مفعول مُعَلٌّ بنتا ہے۔ لیکن محدثین لغت مشہورہ اور قیاس کے خلاف اسے معلل سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض محدثین نے اسے معلول سے بھی تعبیر کیا ہے مگر یہ لفظ ماہرین لغت عربی کے نزدیک انتہائی ضعیف اور غیر فصیح ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''هو الحديث الذي اطلع فيه على علة تقدح في صحته مع ان الظاهر السلامة منها۔''(1)

حدیث معلل سے مراد وہ حدیث ہے جس میں ایسی علت پر اطلاع ہو جائے جو حدیث کی صحت کو مجروح کر دے اگر چہ ظاہراً وہ حدیث اس سے سلامت اور محفوظ ہو۔

علت کی تعریف:۔ ''هي سبب غامض خفي قادح في صحة الحديث۔''(2)

علت سے مراد کسی حدیث میں ایسے پیچیدہ اور مخفی سبب کا ہونا ہے جو صحت حدیث کو مجروح کر دے۔

علت کی شرائط:۔ علت کی مذکورہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) علت کا پیچیدہ اور مخفی ہونا (۲) صحت حدیث میں جرح کا سبب بننا۔

اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک مفقود ہو یعنی علت ظاہر ہو یا مخفی ہو مگر جرح کا سبب نہ ہو تو محدثین کی اصطلاح میں وہ علت نہیں کہلائے گی۔

نوٹ:۔ کبھی کبھی لفظ علت کا اطلاق مذکورہ اصطلاحی معنی کے علاوہ ان دیگر اسباب پر بھی ہوتا ہے جو فی الحقیقت حدیث کو صحت کے درجہ سے نکال کر درجہ ضعف تک پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں اور ان کی وجہ سے حدیث مجروح ہو جاتی ہے۔ مثلاً راوی کا کذب، غفلت اور سوء حفظ وغیرہ یہ وہ اسباب ہیں جن کی بناء پر حدیث پر جرح کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ امام

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۴۲ 2۔ مصطلحات الحدیث: ۹۸

Marfat.com

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخ کو بھی علت کا نام دیا ہے اور ابو یعلی خلیلی نے ''الارشاد'' میں لکھا ہے کہ علت کا اطلاق ایسی مخالفت پر بھی ہوتا ہے جو حدیث صحیح کے لئے سبب جرح نہیں بن سکتی۔ مثلاً راوی کا کسی ایسی حدیث کو مرسل بیان کرنا جسے ثقہ اور ضابطہ راوی نے متصل بیان کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صحیح احادیث کے لئے یہ کہہ دیا جاتا ہے ''هذا حديث صحيح معلّل'' یہ حدیث صحیح اور معلل ہے۔ جیسا کہ کبھی یہ کہا جاتا ہے ''هذا حديث صحيح شاذ'' یہ حدیث صحیح اور شاذ ہے تو ایسے الفاظ سے حدیث مجروح نہیں ہوتی۔ (1)

اس فن کی اہمیت اور پہچان

علوم حدیث کی تمام انواع میں سے یہ نوع انتہائی دقیق اور پوشیدہ ہے۔ اس لئے اس پر آگاہی اور واقفیت اتنی آسان نہیں کہ ہر عالم اس کا ادراک کر سکے بلکہ وہی آئمہ حدیث اس پر مطلع ہو سکتے ہیں جنہیں رب کریم نے روشن دماغ، وسیع قوۃ حفظ، اسانید و متون کے بارے قوی ملکہ اور راویوں کے مراتب پر معرفۃ تامہ عطا فرمائی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قلیل تعداد میں اس درجہ پر فائز اور ان اوصاف سے متصف محدثین نے اس فن سے متعلق قلم کو جنبش دی ہے مثلاً امام احمد بن حنبل، امام علی بن مدینی، امام بخاری، امام یعقوب بن ابی شیبہ، امام ابو حاتم، امام زرعہ اور امام دارقطنی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

کبھی علت اتنی مخفی اور قلیل ہوتی ہے کہ اس علم میں مہارت تامہ رکھنے والا علت کو پہچاننے کے باوجود اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ایک صراف بسا اوقات سونے چاندی میں غش (آمیزش) پر آگاہ تو ہو جاتا ہے مگر اس کی مقدار اتنی قلیل ہوتی ہے کہ کسی پیمانے کے تحت نہ آنے کے سبب وہ اسے بیان کرنے پر قادر نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا ہے:

معرفة علل الحديث الهام لو قلت للعالم بعلل الحديث من أين قلت هٰذا؟ لم يكن له حجة وكم من شخص لا يهتدى

1۔ تقریب النواوی مع التدریب، جلد 1، صفحہ ۲۵۸

Marfat.com

لذالك۔ (1)

''علل حدیث کی پہچان الہامی ہوتی ہے اگر آپ علل حدیث کے عالم سے کہیں آپ نے اس میں یہ علت کہاں سے نکالی ہے؟ تو اس کے پاس حجت اور دلیل موجود نہیں ہوتی اور کتنے ایسے لوگ ہیں جو اسی وجہ سے ہدایت نہیں پا سکے۔''

اسی طرح ایک دفعہ ابوزرعہ سے پوچھا گیا ''مالحجة فی تعلیلکم الحدیث؟'' تمہارے پاس حدیث میں علت پائے جانے کی دلیل کیا ہے؟ تو انہوں نے سائل کو جواباً فرمایا تم نے مجھ سے حدیث کی علت کے بارے دریافت کیا ہے۔ میں وہ علت بیان کرتا ہوں۔ بعدازاں تم ابن وارہ (حافظ محمد بن مسلم بن وارہ) کے پاس حاضر ہو کر اسی حدیث کی علت کے بارے سوال کرنا۔ وہ بھی اس کی علت بیان کریں گے پھر ابوحاتم کے پاس جا کر یہی سوال کرنا، وہ بھی اس کی علت بیان فرمائیں گے۔ پھر تینوں کے جوابات میں غور وفکر کرنا، اگر جوابات میں اختلاف پایا جائے تو پھر جان لینا کہ ہم نے اپنے مقصود کے مطابق کلام کی ہے اور اگر تمام جوابات میں یکسانیت اور ان کا مقصود ایک ہو تو پھر اس علم کی حقیقت کو تسلیم کر لینا۔ اس سائل نے ایسا ہی کیا نتیجتاً تمام کے کلام کو متفق اور متحد پایا تو اس نے کہہ دیا میں شہادت دیتا ہوں یہ علم الہامی ہے ''ففعل الرجل ذالك فاتفقت کلمتهم فقال أشهد أن هذا العلم الهام۔'' (2)

علت کی نوعیت

کبھی علت کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ راوی متصل حدیث کو مرسل اور کبھی موقوف کو مرسل بیان کر دیتا ہے۔ کبھی ایک حدیث کے الفاظ دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے اور کبھی راوی کو وہم ہو جاتا ہے۔ ایسی علت کی پہچان کے لئے علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ اگر حدیث کا راوی منفرد ہو یا اس کی روایت دوسرے راویوں سے مختلف ہو۔ تو حدیث کی تمام اسناد کو جمع کر لیا جائے اور راویوں کے اختلافات کو پیش نظر رکھ کر ان میں غور وفکر کی جائے

1۔ الوسیط: ۳۰۷ 2۔ شرح نخبۃ الفکر: ۷۵

Marfat.com

اور ساتھ ہی ان کے حفظ وضبط کا بھی موازنہ کیا جائے تو اس طرح معلل حدیث کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔

علت جس طرح سند حدیث میں پائی جاتی ہے اسی طرح متن حدیث میں بھی پائی جاتی ہے۔ علت اسناد میں سے ایسی سند پر اثر انداز ہوتی ہے جس میں بظاہر صحت کی تمام شرائط موجود ہوں کیونکہ جو حدیث پہلے ہی ضعیف ہو اس کی علل کے بارے مزید بحث وتمحیص کی ضرورت نہیں ہوتی اور زیادہ تر علت سند میں ہی موجود ہوتی ہے۔ پھر بھی ایسا ہوتا ہے کہ سند کی علت متن کے لئے جرح کا سبب ہوتی ہے۔ مثلاً ایسی حدیث جس کی سند متصل ہو مگر راوی اسے مرسل بیان کرے یا مرفوع حدیث راوی موقوف بیان کرے تو اس کے سبب متن بھی مجروح ہوگا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سند کی علت سند کو تو مجروح کر دیتی ہے مگر متن پر اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ مثلاً:

مارواه الثقة يعلى بن عبيد عن سفيان الثوري عن عمرو بن دينار عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال ''البيعان بالخيار''

''اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے ثقہ راوی یعلی بن عبید نے سفیان ثوری سے انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور آپ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بائع اور مشتری دونوں کے لئے خیار ہے۔''

اس حدیث کی یہ سند متصل ہے۔ نقل کرنے والا راوی عادل ہے مگر اس کے باوجود یہ معلل ہے۔ اس میں علت یہ ہے کہ یعلی بن عبید نے سند میں عمرو بن دینار کا ذکر کیا ہے حالانکہ فی الحقیقت سفیان ثوری عمرو بن دینار سے نہیں بلکہ عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں۔ کیونکہ آئمہ حدیث نے اسے سفیان ثوری کے بقیہ تمام اصحاب مثلاً ابونعیم فضل بن دکین، محمد بن یوسف فریابی اور مخلد بن یزید وغیرہم سے عبداللہ بن دینار ہی نقل کیا ہے۔ صرف یعلی بن عبید کو وہم ہوا اور انہوں نے عمرو بن دینار ذکر کر دیا مگر چونکہ دونوں راوی

Marfat.com

(عمرو بن دینار اور عبداللہ بن دینار) ثقہ ہیں اس لئے یہ علت حدیث کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

متن حدیث میں علت کی مثال

عن الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی عن قتادۃ انہ کتب یخبرہ عن أنس بن مالک انہ حدثہ قال صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم وکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العٰلمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قرأۃ ولا فی اخرھا۔ رواہ مسلم

''ولید بن مسلم اوزاعی سے اور وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں یہ سب حضرات الحمد للہ رب العالمین سے قرأۃ کا آغاز کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ قرأۃ کے شروع میں پڑھتے اور نہ ہی آخر میں۔''

اس حدیث کو حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن اس میں یہ مذکور نہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ کہا میں نے حضور نبی کریم ﷺ اور حضرات ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی بلکہ صرف اصحاب ثلاثہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور ولید بن مسلم نے اپنی روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں جو ان کے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے کہا ہے کہ یہ ان کی خطاء ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ (1)

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۵۴، شرح صحیح مسلم اردو، جلد ۱، صفحہ ۱۴۵

Marfat.com

مشہور تصنیفات

1۔کتاب العلل:۔مصنفہ امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ۔

2۔علل الحدیث:۔مصنفہ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ۔

3۔العلل و معرفۃ الرجال:۔مصنفہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔

4۔العلل الکبیر و العلل الصغیر:۔مصنفہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ۔

5۔العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویہ:۔مصنفہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ۔

ثقہ راویوں کی مخالفت کا بیان

طعن کی ساتویں قسم یہ ہے کہ کسی راوی پر اپنے سے اوثق راویوں کی مخالفت کرنے کے سبب طعن کیا جائے۔

اس مخالفت کے اعتبار سے حدیث کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) مدرج (۲) مقلوب (۳) المزید فی متصل الاسانید (۴) مضطرب (۵) مصحف۔تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔مدرج کا بیان

لغوی تعریف:۔''ھو اسم مفعول من أدرج والادراج فی اللغۃ ان یدخل فی الشئ مالیس منہ۔''(1)

لغوی اعتبار سے مدرج أدرج سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور ادراج کا معنی ہے کسی شئ میں ایسی چیز داخل کرنا جو اس میں سے نہ ہو۔

اصطلاحی تعریف:۔''ھو الحدیث الذی زید فیہ ما لیس منہ فی السند او فی المتن۔''(2)

(وہ حدیث جس کی سند یا متن میں ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا جائے جو اس میں سے نہ

1۔الوسیط:۳۱۲ 2۔ایضاً

Marfat.com

وں۔ وہ حدیث مدرج کہلاتی ہے۔)

مدرج کی اقسام:۔ مدرج کی دو قسمیں ہیں: (۱) مدرج الاسناد (۲) مدرج المتن۔

۱۔ مدرج الاسناد کا بیان

مدرج الاسناد کی متعدد صورتیں ہیں:

۱۔ وہ حدیث جسے محدثین کی ایک جماعت مختلف اسانید سے روایت کرتی ہو اور پھر ایک راوی اسی حدیث کو ان سے ان مختلف اسانید کو ملا کر ایک سند سے بیان کر دے اور ان کا اختلاف بیان نہ کرے۔ مثلاً:

عن بندار عن عبد الرحمٰن بن مهدی عن سفيان الثوری عن واصل ومنصور والاعمش، عن أبی وائل عن عمرو بن شرحبيل عن عبد الله قال قلت يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم! ای الذنب اعظم'' الحديث ''هكذا رواه محمد بن كثير العبدی عن سفيان۔ فرواية واصل هذه مدرجة على رواية منصور والاعمش'' رواه الترمذی۔

بندار نے عبد الرحمٰن بن مہدی سے، انہوں نے سفیان ثوری سے، انہوں نے واصل، منصور اور اعمش سے، انہوں نے ابو وائل سے، انہوں نے عمرو بن شرحبیل سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ ...... یہ حدیث محمد بن کثیر عبدی نے سفیان سے اسی طرح بیان کی ہے۔ اس میں واصل کی روایت مدرج ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت واصل ابو وائل سے اور وہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں عمرو بن شرحبیل کا ذکر نہیں بلکہ ان کا ذکر منصور اور اعمش کی سند میں ہے لیکن ان تمام کو ایک ہی سند میں بیان کر دیا گیا ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے ان دونوں اسناد کو اکٹھا

Marfat.com

بیان کیا ہے لیکن دونوں میں تفریق بھی ظاہر کی ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المحاربین میں بیان کیا ہے:

عن عمرو بن علی عن یحیٰی عن سفیان عن منصور والاعمش کلاھما عن ابی وائل عن عمرو بن شرحبیل عن عبداللہ، وعن سفیان عن واصل عن ابی وائل عن عبداللہ۔

2۔ مدرج الاسناد کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک راوی حدیث کا متن ایک سند سے بیان کرے لیکن اس کا کچھ حصہ دوسری سند سے روایت کرے۔ پھر اس سے آگے روایت کرنے والا راوی مکمل متن پہلی سند کے ساتھ بیان کردے۔ اسی نوع کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ راوی اپنے شیخ سے حدیث کا کچھ متن بلاواسطہ سنے اور کچھ بالواسطہ۔ مگر اسے آگے روایت کرتے وقت مکمل حدیث کا سماع اپنے شیخ سے بلاواسطہ ظاہر کرے اور درمیانی واسطہ کو حذف کردے۔ مثلاً:

حدیث رواہ ابوداؤد من روایۃ زائدۃ بن قدامہ وشریک فرقھما والنسائی من روایۃ سفیان بن عیینہ کلھم عن عاصم بن کلیب عن أبیہ عن وائل بن حجر فی صفۃ صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال فیہ: ثم جئتھم بعد ذالک فی زمان برد شدید فرأیت الناس علیھم جل الثیاب تحرک ایدیھم تحت الثیاب، فقولہ: ثم جئتھم ...... لیس ھو بھذا الاسناد وانما ادرج علیہ وھو من روایۃ عاصم عن عبدالجبار بن وائل عن بعض اھلہ عن وائل۔

''اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد نے زائدہ بن قدامہ اور شریک کی سندوں سے متفرق طور پر بیان کیا ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ کی سند سے بیان کیا کہ ان تمام نے عاصم بن کلیب سے انہوں نے اپنے باپ

Marfat.com

سے اور انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے باب صفۃ صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حدیث بیان کی ہے۔ اس حدیث میں انہوں نے کہا کہ اس کے بعد سخت سردی کے موسم میں میں ان کے پاس آیا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کپڑے لپیٹے ہوئے ہیں اور کپڑوں کے نیچے سے ہی ان کے ہاتھ حرکت کر رہے ہیں۔ اس حدیث میں ثم جئتھم سے لے کر آخر تک الفاظ اس سند سے مروی نہیں بلکہ یہ الفاظ اس میں داخل کئے گئے ہیں کیونکہ فی الحقیقت یہ الفاظ عاصم نے عبدالجبار بن وائل سے، انہوں نے گھر کے کسی فرد سے اور انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کئے ہیں۔"

حدیث طیبہ اور ہاتھوں کی حرکت کا واقعہ علیحدہ علیحدہ اسناد کے ساتھ زہیر بن معاویہ اور ابو بدر شجاع بن ولید نے بیان کیا ہے۔

3۔ مدرج الاسناد کی تیسری صورت یہ ہے کہ راوی کے پاس دو حدیثیں دو مختلف سندوں کے ساتھ موجود ہوں پھر وہ دونوں حدیثوں کو صرف ایک سند کے ساتھ آگے روایت کر دے۔ یا ایک حدیث کو اس کی خاص سند کے ساتھ بیان کرے مگر ساتھ ہی دوسری حدیث سے اس کے متن میں کچھ الفاظ کا اضافہ کر دے۔ مثلاً:

حديث رواه سعيد بن أبي مريم عن مالك عن الزهري عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تنافسوا، الحديث۔ فقوله "لا تنافسوا" أدرجه ابن أبي مريم من متن حديث آخر رواه مالك عن أبي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا۔

"اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے سعید بن ابی مریم نے مالک سے انہوں نے زہری سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک دوسرے کے ساتھ بغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے کے ساتھ عداوت نہ رکھو اور باہم مقابلہ نہ کرو۔ اس حدیث میں "لاتنافسوا" کے الفاظ زائد ہیں جن کا اوراج ابن ابی مریم نے دوسری حدیث کے متن سے اس میں کیا ہے۔ اس حدیث کو مالک نے ابوالزناد سے انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی مکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ تم ظن (وہم) سے بچو کیونکہ تمام باتوں سے بڑھ کر جھوٹ ظن ہے۔ تم تجسس نہ کرو، چھپ چھپا کر ایک دوسرے کی باتیں نہ سنو، آپس میں مقابلہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو۔"

یہ دونوں حدیثیں مالک کی سند سے متفق علیہ ہیں اور پہلی حدیث میں لاتنافسوا کے الفاظ نہیں ہیں۔

4۔ مدرج الاسناد کی چوتھی قسم یہ ہے کہ شیخ ایک سند بیان کرے پھر اسی دوران کسی امر عارض کے سبب وہ اپنی جانب سے کوئی کلام کرے تو سامعین میں سے کوئی یہ سمجھ لے کہ شاید یہی اس سند کا متن ہے۔ چنانچہ وہ اسی طرح اسے آگے روایت کر دے۔ مثلاً:

حدیث رواہ ابن ماجه عن اسماعیل الطلحی عن ثابت بن موسی العابد الزاهد عن شریك عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر موفوعاً من کثرت صلواته باللیل حسن وجهه بالنهار۔

"اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے ابن ماجہ نے اسماعیل طلحی سے انہوں نے ثابت بن موسیٰ عابد زاہد سے (جو بہت عبادت گزار اور زاہد و متقی تھے۔) انہوں نے شریک سے انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابوسفیان سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جو آدمی رات کے وقت کثرت سے نماز (نوافل) پڑھتا ہے دن کے وقت اس کا چہرہ انتہائی حسین

Marfat.com

دیکھائی دیتا ہے۔"

اس روایت کے متعلق حاکم نے کہا ہے کہ ثابت شریک کے پاس اس حال میں پہنچے کہ وہ یہ لکھوا رہے تھے "حدثنا الاعمش عن ابی سفیان عن جابر قال قال رسول الله ﷺ" اتنا بول کر وہ خاموش ہو گئے تاکہ لکھنے والے اسے قلمبند کر لیں۔ اسی دوران جب ان کی نظر ثابت پر پڑی تو ان کے زہد و تقویٰ کے سبب یہ کہا "من کثرت صلواته ... الخ" تو یہ سن کر ثابت کو یہ گمان ہوا کہ یہ اس سند کا متن ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے آگے بیان کر دیا۔ حالانکہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

مدرج المتن کا بیان

تعریف:۔ "هو ان يقع في المتن كلام ليس منه فتارةً يكون في اوله وتارةً في اثنائه وتارةً في اخره وهو الاكثر" (1)

(مدرج المتن سے مراد متن حدیث میں ایسے کلام کا داخل ہونا ہے جو حقیقتاً اس میں سے نہ ہو۔ یہ اضافہ کبھی متن کی ابتداء میں ہوتا ہے، کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں ہوتا ہے اور زیادہ تر آخر میں ہی ہوتا ہے۔)

ابتدائے حدیث میں ادراج کی مثال

ما رواه الخطيب البغدادي من رواية أبي قطن عمرو ابن الهيثم وشبابة بن سوار عن شعبة عن محمد بن زياد عن ابي هريرة رضي الله قال قال رسول الله ﷺ اسبغوا الوضوء ويل للاعقاب من النار۔

"اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے خطیب بغدادی نے ابو قطن عمرو بن الہیثم اور شبابۃ بن سوار کی روایت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے محمد بن زیاد سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی

1۔ شرح نخبۃ الفکر: 77،78

Marfat.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وضوخوب اچھی طرح کیا کرو کیونکہ خشک ایڑیوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔"

اس حدیث طیبہ میں اسبغوا الوضوٗ کے الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جنہیں حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے ملا دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے ثابت ہے۔

عن آدم عن شعبة عن محمد بن زياد عن أبي هريرة قال أسبغوا الوضوٗ فان أبا القاسم ﷺ قال ويل للاعقاب من النار۔

"آدم شعبہ سے وہ محمد بن زیاد سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا وضو اچھی طرح کرو کیونکہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔"

پہلی روایت میں اُبوقطن اور شبابہ کو شعبہ سے روایت کرنے میں وہم ہوا ہے حالانکہ ایک جم غفیر نے اسے آدم کی روایت کی مثل ہی بیان کیا ہے۔

وسط حدیث میں ادراج کی مثال

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راوی ایک حکم مستنبط کر کے حدیث کے وسط میں ذکر کر دیتا ہے۔ مثلاً:

ما رواه الدارقطني في السنن من طريق عبد الحميد بن جعفر عن هشام بن عروة عن أبيه عن بسرة بنت صفوان قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول من مس ذكره أو انثييه أو رفغيه فليتوضأ۔

"اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام دارقطنی نے اپنی سنن میں عبدالحمید بن جعفر کی سند سے بیان کیا ہے کہ وہ ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے باپ سے اور وہ بسرہ بنت صفوان سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے اپنے ذکر، خصیتین یا جوڑوں

Marfat.com

کو مس کیا اسے چاہئے کہ وہ وضو کرے۔"

دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اسی طرح عبد الحمید نے ہشام سے روایت کی ہے مگر انثیین اور رفغ کے الفاظ ذکر کرنے میں اسے وہم ہوا ہے۔ اس لئے یہ حدیث مدرج ہے اور محفوظ یہ ہے کہ یہ عروہ کا قول ہے جو غیر مرفوع ہے اور اسے ثقہ راویوں مثلاً ایوب سختیانی اور حماد بن زید وغیرہ نے ہشام سے روایت کیا ہے۔

اس میں ابو الاشعث کی روایت صحیح ہے:

حدثنا ابو الاشعث قال حدثنا يزيد بن زريع حدثنا أيوب عن هشام عن عروة عن أبيه عن بسرة بنت صفوان أنها سمعت رسول الله ﷺ يقول "من مس ذكره فليتوضأ" قال وكان عروة يقول "اذا مس رفغيه أو انثييه أو ذكره فليتوضأ" اللفظ لأبي الاشعث صحيح۔ (1)

"ابو الاشعث یزید بن زریع سے، وہ ایوب سے، وہ ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے باپ سے اور وہ بسرہ بنت صفوان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی اپنے ذکر کو مس کرے اسے چاہئے کہ وہ وضو کرے۔"

دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ عروہ کہا کرتے تھے جب کوئی اپنے جوزوں، خصیوں اور ذکر کو مس کرے تو وہ وضو کرے مگر ابو الاشعث کے الفاظ صحیح ہیں۔

کبھی درمیان کلام میں ادراج کسی مشکل لفظ کی تفسیر بیان کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ مثلاً:

عن ابن شهاب عن عروة بن زبير عن عائشة ام المؤمنين رضى الله عنهما اول ما بدئ به رسول الله ﷺ من الوحى الرؤيا الصالحة فى النوم فكان لا يرىٰ رؤيا الا جاء مثل فلق الصبح ثم

1۔ سنن دار قطنی، جلد 1، صفحہ 148

Marfat.com

حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد۔ رواہ البخاری

''ابن شہاب زہری عروہ بن زبیر سے اور وہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی ابتداء نیک خوابوں سے کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خواب بھی دیکھتے سپیدہ صبح کی طرح اس کی تعبیر ظاہر ہو جاتی۔ بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خلوت گزینی کا شوق پیدا کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء میں خلوت نشیں ہوتے اور تحنث میں مشغول رہتے۔ تحنث کا معنی ہے مسلسل کئی کئی راتوں تک عبادت میں لگے رہنا۔''

اس حدیث میں تحنث کا معنی بیان کرنے کے لئے زہری نے وھو التعبد کے الفاظ حدیث میں درج کر دیئے ہیں۔

آخر حدیث میں ادراج کی مثال

عن ابی ھریرۃ مرفوعاً ''للعبد المملوك أجران والذی نفسی بیدہ لولا الجھاد فی سبیل اللہ والحج وبرامی لأحببتُ أن اموت وأنا مملوك۔ رواہ البخاری''

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ عبد مملوک کے لئے دو اجر ہیں مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد، حج اور ماں کی خدمت کرنے کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں یہ پسند کرتا کہ میری موت غلامی کی حالت میں آئے۔''

اس حدیث میں والذی نفسی بیدہ سے آخر تک کلام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو انہوں نے حدیث کے آخر میں درج کر دیا ہے۔ اس کلام کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنا محال ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن

Marfat.com

میں ہی ہو چکا تھا اور یہ بھی محال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلامی کی تمنا کریں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔

ادراج کے اسباب

ادراج کے اسباب متعدد ہیں۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1۔حکم شرعی کا بیان اور وضاحت۔

2۔حدیث مکمل ہونے سے قبل ہی حدیث سے حکم شرعی کا استنباط۔

3۔حدیث میں موجود مشکل الفاظ کی تفسیر۔

ادراج کی پہچان

ادراج کی پہچان اور معرفت کے لئے درج ذیل امور ہیں:

1۔کسی حدیث میں الفاظ کی جتنی مقدار کا اضافہ کیا گیا ہے اس کا کسی دوسری سند سے اس حدیث کے بغیر روایت ہونا۔

2۔راوی بذات خود یہ اقرار کرے کہ میں نے حدیث میں ادراج کیا ہے۔

3۔ماہر آئمہ حدیث میں سے کسی کی جانب سے قول صریح موجود ہو کہ اس حدیث میں ادراج ہے۔

4۔مدرج کلام ایسی ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اس کی نسبت کرنا محال ہو۔

ادراج کا حکم

ماکان من الراوی عن عمد فانه حرام کله علی اختلاف انواعه باتفاق اهل الحدیث والفقه والاصول لما یتضمن من التدلیس والتلبیس۔(1)

ایسا ادراج جو راوی کی جانب سے عمداً ہو اس کی تمام انواع حرام ہیں کیونکہ وہ تدلیس و تلبیس کو متضمن ہوتا ہے اس پر تمام محدثین اور علماء فقہ واصول کا اتفاق ہے۔

1۔مصطلحات الحدیث:105،حاشیہ نخبۃ الفکر:79

Marfat.com

قال السمعانی من تعمد الادراج فهو ساقط العدالة ومن تحرف الکلم عن مواضعه وهو ملحق بالکذابین۔

''علامہ سمعانی نے کہا ہے کہ جس کسی نے قصداً اور ارادۃً ادراج کیا اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور جس نے الفاظ کو اپنے محل سے تبدیل کر دیا اس کا شمار کذابین میں ہوگا۔''

ہاں اگر ادراج کا عمل راوی سے بلاقصد خطاء صادر ہو اور اس کی مقدار قلیل ہو تو یہ باعث حرج نہیں اور اگر یہی خطا کثرت سے صادر ہونے لگے تو پھر راوی کے ضبط وتقویٰ میں سبب جرح وطعن ہے۔

اگر ادراج حدیث طیبہ میں پائے جانے والے مشکل الفاظ کی تفسیر اور وضاحت کے لئے ہو تو وہ درست ہے جیسا کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ حدیث ایسا کرتے رہے ہیں مگر اس میں اُولیٰ یہ ہے کہ راوی کی جانب سے اس کی تصریح موجود ہو۔(1)

مشہور تصانیف

1۔''الفصل للوصل المدرج فی المتن'':۔مصنفہ خطیب احمد بن علی البغدادی متوفی 463ھ۔

2۔''تقریب المنهج بترتیب المدرج'':۔مصنفہ علامہ ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی الشہیر بابن حجر متوفی 852ھ۔

حدیث مقلوب کا بیان

لغوی تعریف:۔''هو اسم مفعول من القلب وهو تحویل الشئ عن وجهه۔''(2)

لغوی اعتبار سے مقلوب صیغہ اسم مفعول ہے اس کا معنی ہے کسی شئ کو اپنی جہت سے پھیر دینا۔

اصطلاحی تعریف:۔''هو الحديث الذی وقع تغییر فی متنه أوفی سنده بابدال أو

1۔الوسیط:۳۱۵ 2۔مصطلحات الحدیث:۱۰۶

Marfat.com

تقدیم وتاخیر ونحو ذالک۔''(1)

مقلوب وہ حدیث ہوتی ہے جس کے متن یا سند میں تبدیلی واقع ہو جائے۔ چاہے الفاظ بدلنے کے سبب ہو یا الفاظ میں تقدیم وتاخیر کرنے کے سبب ہو۔

اقسام:۔ حدیث مقلوب کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقلوب السند (۲) مقلوب المتن۔

1۔ مقلوب السند:۔ ''ہو ما وقع الابدال فی سندہ۔''(2)

وہ حدیث جس کی سند میں تغیر اور تبدیلی واقع ہو وہ مقلوب السند کہلاتی ہے۔

اس کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً:

1۔ بسا اوقات راوی کے نام یا نسب میں خطاءً قلب واقع ہو جاتا ہے یعنی اسماء میں تقدیم و تاخیر ہوتی ہے۔ مثلاً مرہ بن کعب کی جگہ کعب بن مرہ کہہ دیا جائے۔

2۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث کی نسبت ایک راوی کی طرف مشہور ہوتی ہے مگر اسے بیان کرنے والا اس کی جگہ دوسرا راوی ذکر کر دیتا ہے تاکہ وہ حدیث مرغوب فیہ ہو جائے۔ مثلاً کوئی حدیث سالم بن عبداللہ سے مروی ہو تو بیان کرنے والا راوی ان کی جگہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کر دے۔

3۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ایک سند کو دوسری سند سے تبدیل کر دیا جائے۔ حماد بن عمرو النصیبی الکذاب ایسا کیا کرتا تھا مثلاً:

عن حماد بن عمرو النصیبی عن الاعمش عن أبی صالح عن ابی هریرة مرفوعًا اذا لقیتم المشرکین فی طریق فلا تبدؤهم بالسلام۔

''حماد بن عمرو نصیبی نے اعمش سے انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ جب تم راستے میں مشرکین سے ملو تو انہیں سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔''

1۔ الوسیط: ۳۱۵ 3۔ مصطلحات الحدیث: ۱۰۶

Marfat.com

یہ حدیث مقلوب ہے کیونکہ حماد نے اس کی سند تبدیل کر کے اعمش سے ذکر کی ہے حالانکہ اس کی سند اعمش سے نہیں بلکہ سہیل بن اَبی صالح سے معروف ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یہ سند اس طرح بیان کی ہے "عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله عنه" علاوہ ازیں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی حدیث شعبہ، ثوری، جریر بن عبدالحمید اور عبدالعزیز دراوردی سے روایت کی ہے اور یہ تمام اسے سہیل بن اَبی صالح سے نقل کرتے ہیں۔ (1)

2۔ مقلوب المتن :۔ "هو ما وقع الابدال في متنه۔" (2)

وہ حدیث جس کے متن میں تبدیلی واقع ہو وہ مقلوب المتن کہلاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ راوی سے حدیث کے بعض الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہو جائے۔

2۔ مکمل حدیث اصلی سند سے علیحدہ کر کے دوسری سند سے بیان کی جائے۔

پہلی قسم کی مثال شیخین کی روایت کردہ یہ حدیث ہے:

عن ابی هريرة رضي الله عنه السبعة الذين يظلهم الله في ظل عرشه ففيه و رجل تصدق بصدقة أخفاها حتى لا تعلم يمينه ماتنفق شماله

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ آدمی جس نے صدقہ اتنا خفیہ کیا کہ اس کے دائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو جو اس کا بایاں ہاتھ خرچ کرتا ہے۔"

اس حدیث کے الفاظ میں قلب کیا گیا ہے کیونکہ فی الاصل یہ الفاظ اس طرح ہیں "حتّٰی لا تعلم شماله ماتنفق يمينهٗ" (یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو جو

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۹۱ 2۔ مصطلحات الحدیث: ۱۰۶

Marfat.com

اس کا دایاں ہاتھ خرچ کرتا ہے۔) یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ بخاری و مسلم دونوں میں ایک دوسری روایت سے منقول ہے۔(1)

2۔امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقلوب روایت اس طرح نقل کی ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه اذا أمرتكم بشئ فأتوه واذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوه ما استطعتم۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ اور جب تمہیں کسی شئ سے منع کروں تو بقدر استطاعت اس سے اجتناب کرو۔''

یہ حدیث مقلوب ہے کیونکہ اصل میں یہ حدیث اس طرح ہے:

مانهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فافعلوا منه ما استطعتم۔

''جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اسے بقدر استطاعت بجالاؤ۔''

صحیحین میں یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔(2)

3۔اسی نوع سے متعلقہ ایک حدیث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کی ہے۔

''اذا سجد أحدكم فلا يبرك كما يبرك البعير وليضع يديه قبل ركبتيه۔ اخرجه الترمذی وقال حديث غريب''

''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اونٹ کے بیٹھنے کی مثل نہ بیٹھے اور چاہئے کہ گھٹنے رکھنے سے پہلے اپنے ہاتھ زمین پر رکھے۔''

مگر اس کے برعکس یہی حدیث وائل بن حجر سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں

1۔تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۹۲، شرح نخبۃ الفکر: ۸۰ 2۔اہتمام المحدثین، بنقد الحدیث: ۳۷۹

Marfat.com

نقل کی ہے:

رأیت رسول اللهﷺ اذا سجد یضع رکبتیه قبل یدیه

واذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه (1)

''وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے تھے اور جب سجدے سے اٹھتے تو گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے۔''

یہ حدیث ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی نقل کی ہے اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔ اسی لئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زادالمعاد میں یہ تصریح کی ہے کہ وہ حدیث جس میں گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے وہ مقلوب ہے۔ اصل الفاظ اس طرح ہیں:

ولیضع رکبتیه قبل یدیه۔

''اسے چاہئے کہ وہ اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے۔''(2)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی محدث کے علمی مرتبہ، ذہانت اور قوۃ حفظ کی پہچان کے لئے بعض محدثین دانستہ احادیث میں قلب کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد میں تشریف لائے تو وہاں کے محدثین نے آپ کی علمی فضیلت اور قوۃ حفظ کو جاننے کے لئے بطور امتحان ایسا کیا تھا۔ انہوں نے سو احادیث کی اسناد اور متون باہم خلط ملط کر دیئے اور دس دس احادیث ایک ایک آدمی نے تیار کیں۔ دوران مجلس وہ یکے بعد دیگرے ان کے بارے آپ سے استفسار کرتے رہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں ہر سائل کو یہی جواب دیا ''لااعرفه'' میں اسے نہیں پہچانتا۔ لیکن جب وہ تمام اپنے سوالات مکمل کر چکے تو پھر آپ پہلے سائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تیری پہلی حدیث یہ ہے اس کی صحیح سند اور متن اس طرح ہے المختصر آپ نے مکمل سو احادیث کے متون

1۔ ترمذی شریف، جلد ا، صفحہ ٦١ 2۔ الوسیط: ٣١٦

Marfat.com

صحیح اسناد کے ساتھ ملا کر بالترتیب بیان فرما دیئے۔ تب علماء بغداد نے آپ کی علمی شان و شوکت اور قوۃ حفظ کی رفعت کو تسلیم کیا۔ (1)

قلب کے اسباب

وہ اسباب جو راوی کو حدیث میں قلب کرنے پر برانگیختہ کرتے ہیں درج ذیل ہیں۔

1۔ اغراب کا قصد کرنا تاکہ لوگ اس سے حدیث روایت کرنے کی طرف راغب ہوں۔

2۔ ارادۂ امتحان تاکہ محدث کی قوۃ حفظ وضبط اور اس کی علمی عظمت کا اندازہ ہو جائے۔

3۔ حدیث میں غیر ارادی طور پر خطاءً قلب واقع ہو جانا۔

قلب کا حکم

1۔ اگر حدیث میں قلب اغراب کے ارادہ سے ہو تو وہ قطعاً جائز نہیں کیونکہ اس طرح حدیث میں تغیر اور تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اور وہ وضاعین کا عمل ہے۔

2۔ اگر کسی محدث کی قوۃ حفظ اور اہلیت کا جائزہ لینے کے لئے قلب کیا جائے تو وہ جائز ہے بشرطیکہ بعد میں اسے برقرار نہ رکھا جائے بلکہ اپنی حاجت اور ضرورت مکمل ہونے کے ساتھ ہی مجلس برخاست ہونے سے پہلے پہلے صحیح حدیث بیان کر دی جائے۔

3۔ اگر قلب سہواً اور خطاً ہو تو بلاشبہ راوی معذور ہے مگر جب کسی راوی سے بکثرت ایسا ہونے لگے تو یہ اس کے ضبط کے لئے نقصان دہ ہے وہ راوی ضعیف شمار ہوگا۔

مشہور تصنیف

اس نوع کے بارے خطیب بغدادی نے علیحدہ کتاب تصنیف کی ہے۔

''رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والالقاب'':۔ اس کتاب میں صرف ایسی روایات درج ہیں جن کی اسناد میں قلب واقع ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴

Marfat.com

المزید فی متصل الأسانید کا بیان

لغوی تعریف:۔ ''المزید اسم مفعول من ''الزیادۃ'' والمتصل ضد المنقطع والاسانید جمع اسناد۔''

المزید صیغہ اسم مفعول ہے اور زیادۃ مصدر سے مشتق ہے۔ متصل منقطع کی ضد ہے اور اسانید اسناد کی جمع ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''زیادۃ راوی اثناء سند ظاهرہ الاتصال۔''(1)

المزید فی متصل الاسانید سے مراد ایسی سند کے درمیان میں کسی راوی کا اضافہ کرنا ہے جو ظاہراً متصل ہو۔ مثلاً:

عن عبد اللہ بن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمٰن بن یزید حدثنی بسر بن عبید اللہ قال سمعت ابا ادریس قال سمعت واثلۃ بن الأسقع یقول سمعت ابا مرثد الغنوی یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا۔(2)

''عبد اللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے عبد الرحمٰن بن یزید سے حدیث بیان کی اور انہیں بسر بن عبید اللہ نے حدیث بتائی اور ان کا قول ہے میں نے ابو ادریس سے اور انہوں نے واثلہ بن اسقع سے اور انہوں نے ابو مرثد غنوی کو یہ کہتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ''تم قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھو''۔''

مذکورہ حدیث کی سند میں دو مقامات پر دو راویوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک سفیان ہیں اور دوسرے ابو ادریس ہیں۔ سفیان کا اضافہ اس راوی کے وہم کے سبب ہوا جس نے یہ حدیث ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سنی کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے یہی

1۔ مصطلحات الحدیث: ۱۰۹ 2۔ جامع ترمذی، جلد ا، صفحہ ۲۰۳، صحیح مسلم، جلد ا، صفحہ ۳۱۲

Marfat.com

حدیث ابن مبارک عن عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی ہے انہوں نے ان دونوں کے درمیان سفیان کا تذکرہ نہیں کیا اور بعض نے تو صیغہ صریح کے ساتھ یہ وضاحت کی ہے کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بلاواسطہ یہ حدیث عبدالرحمٰن بن یزید سے سنی ہے اور دوسرے مقام پر ابوادریس کے اضافہ کا سبب ابن مبارک کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کیا ہے لیکن سند میں ابوادریس کا ذکر نہیں کیا بلکہ بعض نے یہ تصریح کی ہے کہ بسر بن عبداللہ نے بلاواسطہ یہ حدیث واثلہ سے سماعت کی ہے۔ ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے وہم کا سبب یہ ہے کہ بسر بن عبیداللہ اکثر ابوادریس سے حدیث روایت کرتے ہیں اس لئے انہیں اس مقام پر بھی یہی گمان ہوا کہ بسر نے یہ حدیث بھی ابوادریس سے ہی روایت کی ہے حالانکہ فی الاصل ایسا نہیں۔(1)

زیادتی کورد کرنے کی شرائط

زیادتی کو رد کرنے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ راوی کا وہم ہے دو شرطیں بیان کی گئی ہیں۔

1۔ وہ راوی جس نے زائد راوی کا ذکر نہیں کیا وہ اس راوی کی نسبت زیادہ ثقہ اور اتقن ہو جس نے زائد راوی کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس کی دلیل ہو گی کہ راوی کو زیادتی کے محل میں وہم ہوا ہے۔

2۔ وہ راوی جس نے زائد راوی کا ذکر نہیں کیا وہ زیادتی کے محل میں ایسا صیغہ صریح ذکر کرے جو بلاواسطہ سماعت پر دلالت کرتا ہو تو ایسے صیغہ صریح کا موجود ہونا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ زائد راوی کا ذکر کرنے والے راوی کو وہم ہوا ہے۔

نوٹ:۔ اگر مذکورہ بالا دونوں شرطیں یا ان میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی گئی تو پھر زائد راوی والی روایت کو ترجیح دی جائے گی اور اسے قبول کیا جائے گا اور اس کے برعکس دوسری روایت منقطع ہو گی مگر اس کا انقطاع خفی ہو گا۔

1۔ حاشیہ شرح نخبۃ الفکر: ۸۰

Marfat.com

مشہور تصنیف:۔"تمییز المزید فی متصل الاسانید"۔ مصنفہ خطیب بغدادی۔

مضطرب کا بیان

لغوی تعریف:۔"ھو اسم فاعل من الاضطراب وھو اختلال الامر وفساد نظامه واصله من اضطراب الموج اذا کثرت حرکته وضرب بعضه بعضاً۔"(1)

مضطرب صیغہ اسم فاعل ہے اور اضطراب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے کسی معاملے کا مختل ہو جانا اور نظام کا فاسد ہو جانا۔ یہ دراصل اضطراب الموج سے ماخوذ ہے۔ جب سمندر میں موجوں کی حرکت تیز ہو جائے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے لگیں تو اسے اضطراب کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:۔"ما رُوی علی اوجه مختلفة متساویة فی القوة۔"(2)

مضطرب سے مراد وہ حدیث ہے جو ایسی مختلف اسناد سے مروی ہو جو قوت میں مساوی ہوں۔ یعنی وہ حدیث جسے مختلف راویوں نے مختلف اسانید سے روایت کیا ہو یا ایک راوی نے متعدد اسناد سے روایت کیا ہو مگر وہ تمام اسانید قوت میں اس طرح مساوی اور برابر ہوں کہ کسی سند کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو اور نہ ہی ان کے مابین تطبیق ممکن ہو تو ایسی روایت کو مضطرب کہا جاتا ہے۔

لیکن اگر ایک سند کے راویوں کی قوۃ حفظ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہو یا اپنے مروی عنہ (شیخ) کے ساتھ صحبت زیادہ رہی ہو یا دیگر وجوہ ترجیح میں سے کوئی ان میں موجود ہو تو ایسی صورت میں راجح حدیث کو صحیح قرار دیا جائے گا اور مرجوح روایت کو شاذ یا منکر کہا جائے گا۔ نتیجتاً اس صورت میں راجح اور مرجوح روایت میں سے کوئی بھی مضطرب نہیں ہوگی۔

مضطرب کی اقسام

محل اضطراب کے لحاظ سے اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) مضطرب السند (۲) مضطرب المتن۔

1۔ مصطلحات الحدیث: ۱۱۱ 2۔ ایضاً

Marfat.com

1۔ مضطرب السند :۔ اس سے مراد وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند میں اضطراب پایا جائے۔ مثلاً:

عن ابن عباس قال قال ابوبکر یا رسول اللہ ﷺ! أراك شبت قال شیبتنی هودٌ والواقعة و المرسلات وعم یتسألون واذا الشمس کورت، هذا حدیث حسن غریب لانعرفه من حدیث ابن عباس الامن هذا الوجه (1)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتسألون اور سورہ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو اس سند کے سوا کسی اور سند سے نہیں پہچانتے۔

دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مذکورہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ اسے صرف ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور آگے تقریباً دس مختلف اسناد کے ساتھ اسے ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض نے اسے مرسل روایت کیا ہے اور بعض نے متصل۔ بعض نے اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مسند (متصل) روایت کیا ہے اور بعض نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے اور بعض نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اسے مسند نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں بھی اس کی کئی اسناد ہیں اور تمام اسناد میں راوی اتنے ثقہ ہیں کہ کسی سند کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن نہیں اور ان میں تطبیق کرنا بھی انتہائی مشکل ہے۔ (2)

2۔ مضطرب المتن :۔ اگر اضطراب حدیث کے متن میں ہو تو اسے مضطرب المتن کہتے ہیں مثلاً:

1۔ جامع ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۱۶۵ 2۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۶۶، الوسیط : ۳۱۱

Marfat.com

عن فاطمة بنت قیس قالت سُئل النبی ﷺ عن الزکوٰة

فقال ان فی المال لحقاً سوی الزکواة۔ (1)

''حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا مال میں زکواۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث اس سند سے بیان کی ہے:

''عن شریك عن أبی حمزة عن الشعبی عن فاطمة بنت قیس رضی اللہ عنهما۔''

مگر ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سند کے ساتھ یہی حدیث ان الفاظ میں بیان کی ہے''لیس فی المال حق سوی الزکواة''(2) (کہ مال میں سوائے زکوٰۃ کے اور کوئی حق نہیں۔) ''قال العراقی ''هذا اضطرابٌ لایحتمل التأویل'' عراقی نے کہا ہے یہ ایسا اضطراب ہے جو کسی تاویل کا احتمال نہیں رکھتا۔(3)

حدیث مضطرب کا حکم

مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے کیونکہ اضطراب راوی کے ضابط نہ ہونے کی دلیل ہوتا ہے، جبکہ حدیث کے صحیح اور حسن ہونے کے لئے راوی کا ضابطہ ہونا شرط ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اگر اختلاف صرف راوی کے نام یا اس کی نسبت میں ہو مگر راوی ہر حال میں ثقہ ہو تو پھر روایت ضعیف نہیں ہوگی۔ اسی طرح علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے:

وقد یدخل القلب والشذوذ والاضطراب فی قسم الصحیح والحسن(4)

''کبھی قلب، شذوذ اور اضطراب حدیث صحیح اور حسن کی قسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔''

1۔ جامع ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۴۳

2۔ سنن ابن ماجہ: ۱۲۸

3۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۶۷، حاشیہ شرح نخبۃ الفکر: ۸۱

4۔ ایضاً، الوسیط: ۳۱۱

Marfat.com

مشہور تصنیف:۔"المقترب فی بیان المضطرب"۔ مصنفہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

مصحف اور محرف کا بیان

لغوی تعریف:۔"المصحف اسم مفعول من التصحیف وھو الخطأ فی الصحیفة والصحفی من یخطئ فی قرأة الصحیفة۔"

مصحف صیغہ اسم مفعول ہے اور تصحیف سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی صحیفہ (کتاب) پڑھنے میں غلطی کرنا اور صحیفہ پڑھنے میں غلطی کرنے والے کو صَحَفِی کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف

1۔ تحویل الکلمة من الھیئة المتعارفة الی غیرھا کما قال السخاوی فی شرح الفیة العراق۔ (1)

مصحف سے مراد کسی کلمہ کو اپنی ہیئت معروفہ سے دوسری حالت میں بدل دینا ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الفیة العراق میں اسی طرح کہا ہے۔

2۔ ما یکون مخالفة الثقات فیه بتغییر حرف او حروف مع بقاء صورة الخط فی السیاق فان کان ذالك بالنسبة الی النقط فالمصحف وان کان بالنسبة الی الشکل فالمحرف۔ (2)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ حدیث جس میں ایک حرف یا زیادہ حروف میں تغیر کرنے کے سبب ثقہ راویوں کی مخالفت کی گئی ہو بشرطیکہ سیاق کلام میں خط (لکھنے) کی صورت باقی رہے۔ اگر حدیث میں تغیر کی نسبت نقاط کی طرف ہو تو وہ روایت مصحف ہوگی اور اگر تغیر کی نسبت شکل کی طرف ہو تو وہ محرف ہوگی۔

تصحیف کی اقسام

محدثین نے تصحیف کی تقسیم کئی اعتبار سے کی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ الوسیط: ۲۸۷ 2۔ شرح نخبۃ الفکر: ۸۲

Marfat.com

1۔سند و متن کے اعتبار سے تصحیف کی تقسیم:۔اس اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)تصحیف فی الاسناد (۲)تصحیف فی المتن۔

1۔ تصحیف فی الاسناد:۔اس سے مراد وہ تغیر ہے جو سند کے اسماء میں واقع ہو۔مثلاً شعبہ کی حدیث ''عن العوام بن مراجم'' کی سند سے مروی ہے لیکن یحییٰ بن معین نے اس میں تغیر کیا اور کہا عن العوام بن مزاحم اسی طرح بنی سلیم سے متعلقہ حدیث میں ایک راوی ہے۔دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابن جریر طبری نے اس میں تصحیف کی ہے اور اسے ''عتبہ بن البُذَّر'' پڑھا ہے۔

2۔ تصحیف فی المتن:۔اس سے مراد وہ تغیر اور تبدیلی ہے جو حدیث کے متن میں واقع ہو۔مثلاً حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

اِنّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجرفی المسجد۔ رواہ مسلم

(کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حجرہ بنایا) (حجرہ سے مراد وہ خلوت گاہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی میں نوافل ادا کرنے کے لئے چٹائیوں کی مدد سے مسجد کے اندر بنا رکھی تھی۔) اس حدیث کے متن میں عبداللہ بن لہیعہ نے تصحیف کی اور کہا ''احتجم فی المسجد'' (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پچھنے لگوائے۔)(1)

2۔سمع و بصر کے اعتبار سے تصحیف کی تقسیم

اس اعتبار سے بھی اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) تصحیف البصر (۲) تصحیف السمع۔

1۔ تصحیف البصر:۔اس سے مراد یہ ہے کہ الفاظ دیکھنے میں راوی سے غلطی ہو جاتی ہے جس کے سبب الفاظ بدل جاتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ یا تو الفاظ انتہائی شکستہ اور کمزور خط میں لکھے ہوتے ہیں یا پھر نقطوں کے بغیر لکھے ہوتے ہیں مثلاً حدیث طیبہ ہے:

من صام رمضان واتبعه ستًا من شوال فكأنما صام الدهر كله۔ ''رواه الشیخان

1۔مقدمہ ابن الصلاح:۱:۱۴۱

Marfat.com

جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے (تو اس کے لئے اتنا اجر ہوگا) گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔) اس حدیث میں ابوبکر الصولی نے تصحیف کی اور اسے اس طرح پڑھا ''من صام رمضان واتبعه شيئاً الحدیث'' (جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل بعد شوال کے کچھ روزے رکھے۔) تصحیف کی یہ قسم کثرت سے پائی جاتی ہے۔(1)

2۔ **تصحیف السمع:**۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ راوی کا نام اور لقب یا اس کا اپنا نام اور اس کے باپ کا نام کسی دوسرے اسم کے وزن پر ہوتا ہے لہٰذا شیخ سے ایسے الفاظ سنتے وقت راوی سے غلطی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث عاصم الاحوال سے مروی ہے تو کوئی سننے والا یہ کہہ دے واصل الأحدب سے روایت ہے۔

3۔ لفظ اور معنی کے اعتبار سے تصحیف کی تقسیم

اس اعتبار سے بھی اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تصحیف فی اللفظ (۲) تصحیف فی المعنی

1۔ **تصحیف فی اللفظ:**۔ اس سے مراد ایسا تغیر و تبدل ہے جو حدیث کے الفاظ میں واقع ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا مثالیں۔

2۔ **تصحیف فی المعنی:**۔ اس سے مراد معنی میں واقع ہونے والی تبدیلی ہے۔ مثلاً حدیث طیبہ ہے ''أن النبی ﷺ صلی الی عنزة'' (کہ رسول اللہ ﷺ نے نیزہ (بطور سترہ) نصب فرما کر نماز ادا فرمائی۔) تو اس میں محمد بن مثنی عنزی نے تصحیف کرتے ہوئے کہا ''نحن قوم لنا شرف نحن من عنزة صلی الینا رسول اللہ ﷺ'' (ہم ایک ایسی قوم ہیں جسے قبیلہ عنزہ سے ہونے کا شرف حاصل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے قبیلہ کی طرف رخ فرما کر نماز ادا فرمائی۔)

حالانکہ حدیث طیبہ میں عنزہ سے مراد عنزہ قبیلہ نہیں بلکہ وہ نیزہ ہے جو نماز ادا کرتے

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۴۲

Marfat.com

وقت آپ ﷺ نے بطور سترہ اپنے سامنے گاڑ دیا تھا۔(1)

اسی طرح ایک یہ روایت ہے "لا یدخل الجنة قتات" (کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا) ایک آدمی خطیب سے یہ حدیث طیبہ سن کر رونے لگا۔ جب اس سے رونے کا سبب معلوم کیا گیا تو اس نے کہا "لیست لی حرفة سوی بیع القت" (میرا تو قت (گھاس) بیچنے کے سوا اور کوئی پیشہ ہی نہیں) تو گویا اس نے قتات کا معنی "گھاس بیچنے والا" سمجھا اور یہی تصحیف معنوی ہے۔

تصحیف کا حکم

ایسا راوی جس سے کبھی کبھار تصحیف ہو جاتی ہو تو اس سے اس کی عدالت وضبط مجروح نہیں ہوتے کیونکہ قلیل مقدار میں تصحیف اور خطا سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر راوی سے تصحیف کا صدور کثرت سے ہو تو اس کے سبب اس کا ضبط مجروح ہوگا اور اس کی روایت قابل اعتماد نہیں ہوگی۔

مشہور تصنیفات

1۔ التصحیف و التحریف:۔ مصنفہ حافظ امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی متوفی 385ھ۔

2۔ تصحیفات المحدثین:۔ مصنفہ امام حافظ ابو احمد حسن بن عبداللہ بن سعید العسکری متوفی 382ھ۔

3۔ اصلاح خطأ المحدثین:۔ مصنفہ امام حمد بن سلیمان بن خطاب المعروف الخطابی متوفی 388ھ۔

جہالت راوی کا بیان

طعن کے اسباب میں سے آٹھواں سبب راوی میں جہالت کا پایا جانا ہے۔

لغوی تعریف:۔ الجهالة مصدر "جَهِلَ" ضد "علم" والجهالة بالراوی تعنی

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۴۲

Marfat.com

عدم معرفته۔''(1)

جھالة جھل کا مصدر ہے اور یہ علم کی ضد ہے اور جھالة راوی سے مراد راوی کی معرفت اور پہچان کا نہ ہونا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔''عدم معرفة عین الراوی أو حاله۔''(2)

جھالة راوی سے مراد یہ ہے کہ راوی کی ذات یا اس کی صفات کی پہچان نہ ہو۔

جہالت کے اسباب

راوی میں جہالت پائے جانے کے اسباب تین ہیں۔

1۔صفات کا کثیر ہونا:۔اس سے مراد یہ ہے کہ راوی ایسا ہو جس کی صفات یعنی اسم، کنیت، لقب، صفت، پیشہ اور نسب وغیرہ کثیر ہوں۔ وہ ان میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ زیادہ مشہور ہو۔ اگر کسی خاص مقصد کے لئے ایسے راوی کا غیر مشہور وصف ذکر کر دیا جائے۔ جس کے سبب یہ گمان ہونے لگے کہ یہ کوئی دوسرا راوی ہے تو اس سے راوی کی حالت مجہول ہو جاتی ہے۔ مثلاً محمد بن سائب بن بشر کلبی۔ بعض نے ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف کی اور کہا محمد بن بشر۔ بعض نے کہا ان کا نام حماد بن سائب ہے۔ بعض نے ان کی کنیت ابوالنضر ذکر کی ہے بعض نے ابوسعید اور بعض نے کہا ہے کہ ان کی کنیت ابوہشام ہے۔ مذکورہ تمام صفات کی جانب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مکمل جماعت ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ جماعت نہیں بلکہ صرف ایک راوی ہے۔ لہٰذا جو اس حقیقت حال سے واقف نہیں وہ قطعاً اسے نہیں پہچان سکتا۔

2۔روایات کا قلیل ہونا:۔راوی ایسا ہو جس کی مرویات کی تعداد زیادہ نہ ہوں۔ پھر اسی سبب سے اس سے روایات اخذ کرنے والوں کی تعداد بھی قلیل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس سے آگے روایت کرنے والا راوی صرف ایک ہوتا ہے۔ پس اسی وجہ سے قلت روایت جھالة راوی کا سبب ہوتی ہے۔ مثلاً ابوالعشر اَالدارمی ان کا تعلق زمرۂ

1۔مصطلحات الحدیث:۱۲۸ 2۔ایضاً

Marfat.com

تابعین سے ہے مگر حماد بن سلمہ کے سوا کسی نے ان سے روایت اخذ نہیں کی۔

3۔ نام کی تصریح نہ ہونا:۔ کبھی اختصار کے لئے راوی اپنے مروی عنہ کا نام صراحۃً ذکر نہیں کرتا۔ تو ایسا راوی جس کا نام صراحۃً ذکر نہ کیا جائے وہ مبہم کہلاتا ہے اور یہ ابہام ہی اس راوی کی جہالت کا سبب ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی راوی یہ کہے "أخبرني فلان او شيخ أو رجل أو نحو ذالك" (مجھے فلان نے یا شیخ نے یا آدمی وغیرہ نے خبر دی۔)

مجہول راوی کی تعریف

هو الراوي الذي لم تعرف ذاته أو شخصيته أو عرفت شخصيته ولكن لم يعرف عن صفته اي عدالته وضبطه شئ۔

ایسا راوی جس کی ذات یا شخصیت کی پہچان نہ ہو یا شخصیت کی پہچان تو ہو مگر اس کی صفت عدالت وضبط کے بارے معلوم نہ ہو تو وہ مجہول کہلاتا ہے۔

مجہول راوی کی اقسام

اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) مجہول العین (۲) مجہول الحال (۳) مبہم۔

1۔ مجہول العین:۔ یہ ایسا راوی ہوتا ہے جس سے آگے روایت کرنے والا صرف ایک راوی ہو اور اگر اس سے روایت کرنے والے دو عادل ہوں تو پھر اس کی ذات میں جہالت باقی نہیں رہتی۔ خطیب بغدادی کا قول ہے:

المجهول عند اهل الحديث من لم يعرفه العلماء ولا يعرف حديثه الا من جهة راو واحد۔ (1)

"محدثین کے نزدیک مجہول ایسے راوی کو کہا جاتا ہے جسے علماء نہ پہچانتے ہوں اور نہ ہی اس کی حدیث ایک راوی کی جہت کے سوا معروف ہو۔"

2۔ مجہول العین کی خبر کا حکم:۔ مجہول العین راوی مبہم راوی کی مثل ہوتا ہے اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ ہاں اگر منفرد روایت کرنے والے راوی کے سوا کوئی دوسرا راوی مجہول

1۔ الوسیط: ۴۰۴

Marfat.com

العین راوی کی توثیق کر دے یا وہی منفرد اس کی ثقاہت بیان کر دے بشرطیکہ وہ توثیق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو پھر اس کی روایت قبول کی جائے گی۔ علاوہ ازیں اس کے بارے متعدد اقوال ہیں۔

1۔ وہ محدثین جو مجہول العدالۃ راوی کی روایت قبول کر لیتے ہیں وہ مجہول العین کی روایت قبول نہیں کرتے اکثر محدثین اور دیگر علماء کا موقف یہی ہے اور یہی صحیح ہے۔

2۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ مجہول العین کی روایت مطلقاً قبول کی جائے گی مگر یہ ان کا قول ہے جو راوی کے لئے اسلام کے سوا کسی قسم کی شرط عائد نہیں کرتے۔

3۔ اگر مجہول العین سے منفرد روایت کرنے والا راوی ایسا ہو جو ہمیشہ عادل راوی سے ہی روایت کرتا ہوں تو پھر اس کی خبر مقبول ہو گی ورنہ نہیں۔ مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ۔

4۔ اگر منفرد راوی علم کے علاوہ زہد و تقویٰ میں بھی مشہور ہو تو پھر روایت قبول کی جائے گی ورنہ رد کر دی جائے گی مثلاً مالک بن دینار وغیرہ یا وہ راوی دلیل و مہارت میں شہرت رکھتا ہو مثلاً عمرو بن معدیکرب وغیرہ یہ قول ابن عبدالبر نے اختیار کیا ہے۔

5۔ اگر مجہول العین کے تزکیہ کی شہادت آئمہ جرح و تعدیل میں سے کسی نے اس کی ایک روایت کے ساتھ دے دی تو پھر روایت قبول کی جائے گی۔ بصورت دیگر وہ رد کر دی جائے گی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس قول کو ابوالحسن بن قطان نے اختیار کیا ہے اور شیخ الاسلام نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

2۔ مجہول الحال :۔ اس سے مراد ایسا راوی ہے جس کی حالت ظاہراً اور باطناً مجہول ہو اور اس سے روایت کرنے والے راوی دو یا دو سے زائد ہوں اور علمائے جرح و تعدیل میں سے کوئی دو اس کی عدالت و تزکیہ کی شہادت نہ دیں۔

مجہول الحال کی روایت کا حکم :۔ اس کی روایت کے بارے جمہور محدثین، فقہاء اور اصولیین کا موقف یہ ہے کہ وہ مردود ہے قطعاً قبولیت کے قابل نہیں۔ مگر اس کے برعکس بعض

Marfat.com

نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کی روایت مطلقاً (بغیر کسی قید کے) قبول کی جائے گی اور بعض نے یہ قول بھی کیا ہے کہ اگر مجہول الحال سے روایت کرنے والوں میں ایسا راوی ہو جو کبھی بھی غیر عادل راوی سے روایت نہ کرتا ہو تو پھر اس کی روایت مقبول ہو گی بصورت دیگر رد کر دی جائے گی۔

3۔ مبہم:۔ اس سے مراد ایسا راوی ہے جس کا نام صراحۃً مذکور نہ ہو یعنی باطناً اس کی حالت مجہول ہو مگر ظاہراً مجہول نہ ہو۔ اس کو مستور بھی کہا جاتا ہے۔

مبہم راوی کی روایت کا حکم

اس کی روایت کا حکم یہ ہے کہ وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کا نام صراحۃً ذکر کر دیا جائے یا پھر کسی دوسری سند میں صراحۃً مذکور ہونے کے سبب اسے پہچان لیا جائے کیونکہ ایسا راوی جس کا نام مبہم ہو اس کی ذات مجہول ہوتی ہے اور جس کی ذات مجہول ہو اس کی عدالت بدرجہ اُولیٰ مجہول ہوتی ہے اور ایسے راوی کی روایت قبول نہیں ہوتی مگر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستور کی روایت کے بارے تحقیق یہ ہے کہ اس کے متعلق ردو قبول کا قول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی حالت ظاہر ہونے تک اس کے بارے توقف کیا جائے گا۔ یہی نظریہ امام الحرمین اور ابن الصلاح رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔(1)

اگر کوئی راوی لفظ تعدیل کے ساتھ کسی کو مبہم رکھے مثلاً اس طرح کہے ''اخبرنی الثقة'' (مجھے ثقہ نے خبر دی ہے) تو پھر اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس طرح مسئلة التعديل على الابهام لازم آتا ہے اور اس میں یہ احتمال ہے کہ جسے اس راوی نے ثقہ کہا ہے وہ اس کے نزدیک تو ثقہ ہو مگر دوسرے رواۃ کے نزدیک ثقہ نہ ہو۔

نوٹ:۔ مسئلہ اولیٰ:۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایسا غلام یا عورت جو خود معروف ہو اگر وہ کسی مبہم راوی کو عادل قرار دے تو اس کی تعدیل قبول کی جائے گی۔ خطیب بغدادی نے بھی ''الکفایہ'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور رازی اور قاضی ابوبکر رحمہما

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۸۷

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے یہ قول نقل کرنے سے پہلے یہ لکھا ہے کہ اہل مدینہ اور دیگر فقہاء میں سے اکثر نے یہ کہا ہے کہ روایت اور شہادت دونوں میں عورتوں کی تعدیل قبول نہیں کی جائے گی۔ خطیب بغدادی نے اپنے موقف کے حق میں استدلال اس طرح کیا ہے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ افک میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تھا۔

ایسا بچہ جو مراہق (قریب البلوغ) ہو اس کی تعدیل بالاجماع قبول نہیں کی جائے گی۔

مسئلہ ثانیہ:۔ ایسا راوی جس کی ذات اور عدالت تو معروف ہو مگر اس کا نام مجہول ہو تو اس کی روایت سے استدلال کرنا درست ہے مثلاً یہ کہا جائے ''اخبرنی ابن فلان أو والد فلان'' (مجھے فلاں کے بیٹے یا فلاں کے والد نے خبر دی) خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الکفایہ'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور قاضی ابوبکر باقلانی سے بھی یہ نقل کیا ہے کہ نام کا مجہول ہونا اس کی عدالت کو جاننے کے مانع نہیں ہے۔ اس کی کثیر مثالیں صحیحین میں موجود ہیں مثلاً ثمامہ بن حزن قشیری نے کہا ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبیذ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

هذه خادمة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لجارية حبشية فَسَلْها......

الحديث

''یہ حبشیہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ ہے اس سے پوچھو۔''

مسئلہ ثالثہ:۔ جب کوئی راوی اس طرح کہے ''أخبرنا فلان أو فلان'' (ہمیں فلاں نے خبر دی ہے یا فلاں نے) اگر یہ دونوں راوی عادل ہوں تو پھر روایت قابل استدلال ہوگی کیونکہ راوی نے دو کو معین کر دیا ہے اور ان میں سے کسی ایک سے اس کا سماع بالیقین ثابت ہے۔ خطیب بغدادی نے اس کی یہ مثال ذکر کی ہے۔

عن شعبة عن سلمه بن كهيل عن أبي الزغراء أو عن زيد بن وهب أن سويد بن غفلة دخل على علي بن أبي طالب فقال يا

Marfat.com

امیر المؤمنین إنی مررت بقوم یذکرون ابابکر و عمر الحدیث۔

''شعبہ سلمہ بن کھیل سے وہ ابوالزغراء سے یا زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ سوید بن غفلہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا اے امیر المومنین! میں ایک قوم کے پاس سے گزرا ہوں جس کے افراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا ذکر کر رہے تھے الحدیث''

اس میں ابوالزغراء اور زید بن وہب دونوں راوی ثقہ ہیں۔

اور اگر دو میں سے ایک کی عدالت مجہول ہو یا راوی اس طرح کہے ''قال فلاں أو غیرہ'' (فلاں نے یا اس کے علاوہ کسی اور نے کہا) اور اس میں دوسرے کا نام ذکر نہ کرے تو اس روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کی خبر کسی مجہول راوی سے مروی ہے۔(1)

مشہور تصنیفات

1۔''موضح اوھام الجمع والتفریق'' مصنفہ خطیب بغدادی۔

2۔''الوحدان'' مصنفہ امام مسلم القشیری۔

3۔''الاسماء المبھمة فی الانباء المحکمة'' مصنفہ خطیب بغدادی۔

4۔''المستفاد من مبھمات المتن والاسناد'' مصنفہ ولی الدین عراقی۔

بدعت کا بیان

طعن کے اسباب میں سے نواں سبب بدعت ہے۔یعنی ایسی حدیث جس کا روای بدعت کا مرتکب ہو اس پر طعن کیا جاتا ہے۔

بدعت کا لغوی معنی

ھی مصدر من بدع بمعنی انشاء کابتدع کما فی القاموس (2)

1۔تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۳۲۱، ۳۲۲، الوسیط: ۴۰۶، ۴۰۷

2۔مصطلحات الحدیث: ۱۲۲

Marfat.com

بدعة بَدَعَ بمعنی انشأ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے ایجاد کرنا۔ جیسا کہ ابتدعَ ہے۔ قاموس میں اسی طرح ہے۔

اصطلاحی تعریف

ھی اعتقاد ما أحدث علی خلاف المعروف عن النبی ﷺ (1)

بدعت سے مراد ایسے نئے امر کا اعتقاد رکھنا ہے جسے حضور نبی کریم ﷺ کے امر معروف کے خلاف ایجاد کیا گیا ہو۔

بدعت کی اقسام

بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعة مکفرہ (۲) بدعة مفسقه۔

1۔ **بدعة مکفرہ:**۔ اس سے مراد ایسے امور کا اعتقاد رکھنا ہے جو کفر کو مستلزم ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ کو مجسم ماننا، یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حلول کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم الجزئیات کا انکار کرنا وغیرہ۔

مرتکب بدعة مکفرہ کی روایت کا حکم

1۔ اس کے بارے جمہور کا موقف یہ ہے کہ ایسے راوی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

2۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسے بدعتی کی روایت مطلقاً قبول کی جائے گی۔ اس قول کے بارے خطیب بغدادی نے الکفایہ میں اور ابن صلاح نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ نظریہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک خطابیہ کے سوا تمام اہل اھواء کی شہادت مقبول تھی۔ (1)

3۔ اس بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بدعتی راوی اپنے نظریہ کی تائید کے لئے جھوٹ کی حلت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی ورنہ رد کر دی جائے گی۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعة مکفرہ کے مرتکب راوی کی روایت رد نہیں کی جائے گی کیونکہ ہر گروہ اپنے مخالف کے بدعتی ہونے کا

1۔ حاشیہ شرح نخبۃ الفکر: ۸۷ 2۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۵۴، الوسیط: ۳۹۴

Marfat.com

دعویٰ کرتا ہے اور کبھی انتہائی مبالغہ کرتے ہوئے اسے کافر بھی کہہ دیتا ہے۔لہٰذا اگر اس امر کو مطلق رکھا جائے تو اس سے تمام گروہوں کا کافر ہونا لازم آئے گا۔نتیجتاً کسی کی روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہوگی۔اس لئے معتمد علیہ امر یہ ہے کہ ایسے بدعتی کی روایت رد کی جائے گی جو شریعت کے کسی امر متواتر کا منکر ہو اور ایسے امر کا منکر ہو جس کا امور دینیہ میں سے ہونا بداہۃً ثابت ہو مثلاً پانچ نمازیں اور رمضان المبارک کے روزے وغیرہ۔ یا وہ کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھتا ہو جس کا دین کے خلاف ہونا بدیہی ہو۔مثلاً بت پرستی وغیرہ۔ مگر اس کے برعکس ایسا راوی جو مذکورہ نظریہ کا حامل نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ضابط بھی ہو اور انتہائی تقویٰ اور احتیاط سے حدیث روایت کرتا ہو تو ایسے راوی کی روایت قبول کرنے میں کوئی شئ مانع نہیں۔

2۔ **بدعة مفسقة**:۔ اس سے مراد ایسے امور کا اعتقاد رکھنا ہے جو کفر کو مستلزم نہ ہوں البتہ ان کا ارتکاب کرنے والا فاسق ہو جائے۔مثلاً فاسد نظریات کے سبب ایسے امور کا ارتکاب کرنا جو تقاضائے شریعت کے منافی ہوں۔

مرتکب بدعة مفسقه کی روایت کا حکم

ایسے راوی کی روایت قبول یا رد کرنے میں علماء کا اختلاف ہے اور اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔

1۔ایسے مبتدع کی روایت مطلقاً رد کی جائے گی کیونکہ وہ اپنی بدعت کے سبب فاسق ہے اور فاسق کی روایت بالاتفاق مردود ہے۔(1)

مگر اس قول کے متعلق علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول بعید از قیاس ہے کیونکہ اکثر اس پر دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ مبتدع کی روایت قبول کرنے کے سبب اس کے نظریہ کی اشاعت و ترویج ہوتی ہے۔جس کے سبب راوی کو شہرت اور تعظیم و تکریم حاصل ہوتی ہے۔لیکن یہ دلیل قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ تمام احادیث جنہیں

1۔مقدمہ ابن الصلاح:۵۴

Marfat.com

روایت کرنے میں مبتدع راوی کے ساتھ دوسرے غیر بدعتی راوی بھی شریک ہیں انہیں بھی روایت نہ کیا جائے کیونکہ اس سے بھی مبتدع کو شہرت اور تعظیم حاصل ہوتی ہے تو پھر اس طرح بہت سی احادیث کو رد کرنا لازم آئے گا جو حرج عظیم کا سبب ہوگا۔ لہٰذا مذکورہ قول قابل اعتناء نہیں۔

2۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے راوی کی روایت مطلقاً قبول کی جائے گی چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہو یا دعوت نہ دیتا ہو۔ بشرطیکہ وہ متقی ہو لیکن اگر وہ اپنے دین کی مصلحت اور اپنے مذہب کی ترویج کے لئے جھوٹ کی حلت کا اعتقاد رکھتا ہو تو پھر اس کی روایت رد کر دی جائے گی۔

3۔ اگر مبتدع راوی اپنی بدعت کی جانب لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو تو پھر اس کی روایت قبول کی جائے گی بصورت دیگر اس کی روایت مردود ہوگی کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اسے اپنی بدعت کی تزئین و آرائش کی خواہش روایات میں تحریف کرنے اور انہیں اپنے نظریہ کے مطابق ڈھالنے پر برانگیختہ کرے۔ لہٰذا اس احتمال کے سبب اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ اصح قول یہی ہے اور اکثر محدثین کا موقف یہی ہے حتیٰ کہ ابو حاتم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

الداعية الى البدع لا يجوز الاحتجاج به عند ائمتنا قاطبة لا اعلم بينهم فيه خلافاً(1)

"ہمارے آئمہ کرام کے نزدیک داعی الی البدعۃ کی روایت سے استدلال کرنا بالکل جائز نہیں۔ میں اس مسئلہ میں ان کے مابین اختلاف سے آگاہ نہیں۔"

ایسی روایت جو مبتدع کے موقف کی تقویت کا سبب ہو مختار مذہب کے مطابق وہ بھی رد کر دی جائے گی اگرچہ بظاہر اس کا راوی داعی الی البدعۃ نہ ہو۔ اس کی تصریح امام ابو داؤد کے شیخ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۵۴، ۵۵

Marfat.com

کتاب ''معرفۃ الرجال'' میں کی ہے۔(1)

المختصر حق یہی ہے کہ روایت میں راوی کی صداقت و امانت، اخلاق و کردار اور دینی ثقاہت و استقامت کا اعتبار کیا جائے گا۔

نوٹ:۔فسق اور دیگر اسباب طعن سے توبہ کرنے والے کی روایت کا حکم

ایسا راوی جس نے لوگوں کے ساتھ دوران گفتگو جھوٹ بولنے اور دیگر اسباب فسق سے توبہ کر لی تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔لیکن ایسا راوی جو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرنے کا عادی تھا وہ اگرچہ توبہ کر لے پھر بھی اس کی روایت ہمیشہ کے لئے قبول نہیں کی جائے گی۔البتہ کئی اہل علم نے اس کی توبہ کو قابل تعریف قرار دیا ہے۔جن میں امام احمد بن حنبل اور شیخ البخاری ابوبکر الحمیدی وغیرہ شامل ہیں اور امام ابوبکر صیرفی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

کل من اسقطنا خبرہٗ من اھل النقل بکذب وجدناہ علیہ لم نَعد لقبولہ بتوبۃ تظھر ومن ضعفنا نقلہ لم نجعلہ قویًا بعد ذالک۔(1)

''ہم اہل نقل میں سے جس کی روایت کذب کے سبب ساقط کردیں راوی کی توبہ کے باوجود پھر ہم اسے قبول نہیں کرتے اور جس کی خبر کو ہم ضعیف قرار دیں اس کے بعد ہم اسے قوی نہیں بناتے۔''

اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ حکم روایت کے لئے ہے شہادت کے لئے نہیں۔

سوءِ حفظ کا بیان

طعن کے اسباب میں سے دسواں سبب سوءِ حفظ ہے جس کے سبب روایت مجروح ہو جاتی ہے۔

تعریف:۔''ھو من لم یرجح جانب اصابتہ علی جانب خطائہ۔''(3)

1۔شرح نخبۃ الفکر:۸۷،۸۸ 2۔مقدمہ ابن الصلاح:۵۵ 3۔شرح نخبۃ الفکر:۹۰

Marfat.com

اس سے مراد ایسا راوی ہے جو اپنی جانب اصابت کو جانب خطاء پر ترجیح نہ دے سکے۔
یعنی ایسا راوی جس کی قوۃ حفظ اتنی کمزور اور مختل ہو جائے کہ وہ اپنی روایات میں صحت کو غلطی پر ترجیح نہ دے سکے اور نہ ان کے درمیان تمیز کر سکے۔

سوء حفظ کی اقسام:۔ سوء حفظ لاحق ہونے کے اعتبار سے راوی کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ ایسا راوی جسے تمام حالات میں سوء حفظ لازم ہے اور وہ کبھی بھی اس سے محفوظ نہ ہو۔ بعض محدثین کے نزدیک ایسے راوی کی حدیث شاذ ہوتی ہے۔

2۔ ایسا راوی جس پر کسی عارضہ کے سبب سوء حفظ طاری ہو جائے۔ مثلاً راوی بوڑھا ہو جائے اور عمر رسیدہ ہونے کے سبب اس کی قوۃ حفظ بھی کمزور ہو جائے یا اس کی قوۃ بصارت ضائع ہو جائے یا اس کی کتابیں جل جائیں یہ حادثہ ابن الملقن کو پیش آیا تھا یا کسی اور سبب سے اس کی کتابیں ضائع ہو جائیں جیسا کہ ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا بشرطیکہ ایسے حادثہ سے قبل اس کا اعتماد اپنی ان کتابوں پر ہو تو اب جونہی اپنی قوۃ حفظ کی طرف متوجہ ہوا تو محسوس کیا کہ وہ کمزور ہو چکی ہے یا کسی حادثے کے سبب راوی کی عقل مختل ہو جائے مثلاً بیٹے یا اہل خانہ میں سے کسی اہم فرد کا فوت ہو جانا یا سامان کا چوری ہو جانا وغیرہ۔ ابن مسعودی کو ایسا ہی عارضہ پیش آیا تھا۔ ایسے راوی کو مختلط کہا جاتا ہے۔

سوء حفظ راوی کی روایات کا حکم

1۔ ایسے راوی کی وہ روایات جو اس نے سوء حفظ کی حالت میں بیان کیں وہ مردود ہوں گی۔

2۔ مختلط راوی کی روایات کی تین صورتیں ہیں۔

1۔ وہ احادیث جو عارضہ لاحق ہونے سے قبل اس نے بیان کیں اور وہ دیگر روایات سے ممتاز بھی ہوں تو وہ مقبول ہوں گی۔

2۔ وہ احادیث جو عارضہ لاحق ہونے کے بعد اس نے بیان کیں تو وہ مردود ہوں گی۔

3۔ وہ احادیث جن کے بارے یہ معلوم نہ ہو سکے کہ عارضہ لاحق ہونے سے پہلے اس نے

Marfat.com

بیان کی ہیں یا بعد تو ان کے بارے توقف کیا جائے گا۔ اسی طرح ایسا راوی جس کا حکم مشتبہ ہو اس کی روایات کے بارے بھی توقف کیا جائے گا۔ اگر سوء حفظ، مختلط غیر متحیز، مستور، مرسل اور مدلس کی روایت کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو پھر متابع کے مجموعہ سے وہ حدیث حسن لغیرہ بن جاتی ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی روایت کے صحیح ہونے یا صحیح نہ ہونے کا احتمال ہے۔ لیکن جب معتبرین میں سے کسی کی ایسی روایت مل جائے جو ان میں سے کسی کے موافق ہو تو اس کے سبب مذکورہ احتمال میں سے جانب صواب ترجیح پا جائے گی اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ حدیث محفوظ ہے اور اس نے درجہ توقف سے درجہ قبول کی طرف ترقی کی ہے مگر درجہ قبول پر ترقی کرنے کے باوجود وہ درجہ میں حسن لذاتہ سے کم ہی رہتی ہے۔

مقبول ومردود کے درمیان مشترک اخبار کا بیان

ثقہ راوی کی زیادتی کا بیان

ثقہ راوی وہ ہوتا ہے جو عادل بھی ہو اور ضابط بھی اور ثقہ کی زیادتی سے مراد کسی ثقہ راوی کی روایت میں پائے جانے والے وہ زائد الفاظ ہیں جو دوسرے ثقہ راویوں نے اس حدیث میں ذکر نہ کئے ہوں۔ یہ انتہائی اہم اور لطیف فن ہے۔ بہت سے محدثین نے انتھک محنت وکاوش کے ساتھ اس میں مہارت تامہ حاصل کی ہے اور اس قسم کی روایات کی تتبع وتلاش اور ان کی جمع وترتیب میں انتہائی محنت شاقہ سے کام کیا ہے۔ ان میں سے چند مشہور اسمائے گرامی یہ ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد نیشاپوری، اُبونعیم جرجانی اور ابوالولید حسان بن محمد القرشی۔

محل وقوع کے اعتبار سے زیادتی کی اقسام

محل وقوع کے اعتبار سے زیادتی کی دو قسمیں ہیں: (۱) زیادۃ فی المتن (۲) زیادۃ فی السند۔

1۔ زیادۃ فی المتن:۔ اس سے مراد ایسی زیادتی ہے جو متن میں پائی جائے چاہے وہ

Marfat.com

ایک کلمہ ہو یا مکمل جملہ ہو۔

زیادۃ فی المتن کا حکم

ایسی زیادتی جو متن حدیث میں پائی جائے اس کے بارے علماء نے تین قول بیان کئے ہیں۔

1۔ بعض محدثین نے یہ کہا ہے کہ متن حدیث میں پائی جانے والی زیادتی مطلقاً قبول ہوگی مگر اس قول پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ یہ قول ان محدثین کے نظریہ پر پورا نہیں اترتا جو حدیث صحیح کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ شاذ نہ ہو اور پھر شاذ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ شاذ وہ حدیث ہوتی ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تعجب تو ان محدثین پر ہے جو حدیث صحیح اور حسن کی تعریف میں شاذ نہ ہونے کی شرط کا اعتراف بھی کرتے ہیں اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ثقہ کی زیادتی مطلقاً مقبول ہے۔ حالانکہ متقدمین آئمہ حدیث مثلاً عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ القطان، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، امام بخاری، امام ابوزرعہ رازی، ابوحاتم، امام نسائی اور دارقطنی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ میں سے کسی نے بھی یہ موقف اختیار نہیں کیا۔(1)

2۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ زیادتی مطلقاً مردود ہوگی۔

3۔ بعض نے کہا ہے کہ ایسے راوی کی زیادتی مردود ہوگی جس نے ایک دفعہ حدیث طیبہ بغیر زیادتی کے بیان کی۔ اور پھر کسی دوسرے راوی سے زیادتی قبول کر کے دوبارہ اسی حدیث کو زیادتی کے ساتھ بیان کر دیا۔

علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے قبول ورد کے اعتبار سے اس کی تین اقسام بیان کی ہیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلہ میں ان سے موافقت کی ہے۔

1۔ اگر زیادتی کی نوعیت یہ ہو کہ وہ دیگر ثقہ اور اوثق راویوں کی روایات کے منافی نہ ہو۔ یعنی

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۴۷

Marfat.com

اسے قبول کرنے سے ان کی روایات کا رد لازم نہ آتا ہو تو پھر وہ زیادتی مطلقاً قبول کی جائے گی کیونکہ رتبہ میں ایسی زیادتی ایسی مستقل حدیث کی مثل ہوتی ہے جسے اپنے شیخ سے روایت کرنے میں ثقہ راوی منفرد ہو۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ اس پر تمام کا اتفاق ہے۔

2۔ اگر وہ زیادتی ثقہ یا اوثق راویوں کی روایات کے منافی ہو یعنی اسے قبول کرنے سے دوسروں کی روایات کا رد لازم آتا ہو تو پھر وہ زیادتی مردود ہو گی اور اسے قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا۔

3۔ حدیث میں کوئی ایسا لفظ زیادہ ہو جو دوسرے راویوں نے ذکر نہ کیا ہو تو اس کے بارے علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حکم میں دوسری قسم کی مثل ہے یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت کی بناء پر مردود ہو گی اور یہ پہلی قسم کی طرح بھی ہے کیونکہ یہ زیادتی ثقہ راویوں کی روایت کے منافی نہیں ہے لہٰذا یہ مقبول ہو گی یہی قول صحیح ہے۔(1)

پہلی قسم کی مثال

ما رواه مسلم من طريق علي بن مسهر عن الاعمش عن أبي رزين وأبي صالح عن ابي هريرة رضي الله عنه من زيادة كلمة فَلْيُرِقْهُ في حديث ولوغ الكلب۔

(اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن مسہر کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اعمش سے انہوں نے ابو رزین اور ابو صالح سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث ولوغ الکلب روایت کی ہے۔ اس میں علی بن مسہر نے ایک کلمہ ''فَلْيُرِقْهُ'' (چاہئے کہ اسے انڈیل دے) زیادہ ذکر کیا ہے۔)

جبکہ دیگر تمام راویوں نے اعمش سے ان الفاظ میں حدیث نقل کی ہے:

اذا ولغ الكلب في اناء احدكم فليغسله سبع مرار۔

''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈالے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: 40،41

Marfat.com

سات بار دھوئے۔"

مگر چونکہ علی بن مسہر ثقہ راوی ہے اس لئے اس کی روایت قبول کی جائے گی اور اس کا حکم مفرد راوی کی خبر واحد کی مثل ہوگا۔

دوسری قسم کی مثال

عن موسٰی بن علی بن رباح عن أبیه عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق عیدنا اهل الاسلام وهی ایام اکل وشرب۔ (1)

"موسیٰ بن علی بن رباح اپنے باپ سے اور وہ عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نویں، دسویں ذی الحجہ اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کے لئے عید کے دن ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔"

اس حدیث طیبہ میں "یوم عرفه" کے الفاظ زائد ہیں یہ الفاظ صرف موسیٰ بن علی نے ذکر کئے ہیں۔ اس ایک سند کے علاوہ دیگر تمام اسناد سے یہ حدیث ان الفاظ کے بغیر مروی ہے۔ چونکہ یہ زیادتی ان روایات کے منافی ہے اس لئے یہ قبول نہیں کی جائے گی۔

تیسری قسم کی مثال

ما رواه مسلم من طریق أبی مالك الاشجعی عن ربعی عن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم جعلت لنا الارض کلها مسجدا وتربتها لنا طهورا۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو مالک اشجعی کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ربعی سے اور انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارے لئے تمام زمین مسجد اور اس کی مٹی ہمارے لئے ذریعہ طہارت (تیمم) بنادی گئی ہے۔"

1۔ جامع ترمذی، جلد ا، صفحہ ۱۶۰

Marfat.com

اس حدیث طیبہ میں ابو مالک سعد بن طارق اشجعی نے ''تربتھا'' کے الفاظ زائد ذکر کئے ہیں۔ جو ان کے علاوہ کسی راوی نے ذکر نہیں کئے بلکہ یہ حدیث صرف ان الفاظ میں ذکر کی ہے''... وجعلت لنا الارض مسجدا وطھورا۔''(1)

اسی قسم سے متعلقہ یہ حدیث طیبہ بھی ہے:

رواہ مالک عن نافع عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ فرض زکواۃ الفطر من رمضان صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی کل حرٍّ او عبدٍ ذکر أو أنثی من المسلمین۔(2)

''مالک نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر آزاد اور غلام مرد وعورت پر رمضان المبارک میں کھجوروں یا جو میں سے ایک صاع صدقہ فطر واجب قرار دیا ہے۔''

اس حدیث طیبہ کے بارے امام ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں کہ ''من المسلمین'' کے الفاظ ذکر کرنے میں مالک دیگر تمام ثقہ راویوں سے منفرد ہیں۔

2۔ زیادۃ فی السند

اس سے مراد ایسی زیادتی ہے جو سند میں پائی جائے مثلاً موقوف سند کو مرفوع اور مرسل کو متصل بنا دینا وغیرہ۔

زیادۃ فی السند کا حکم

اس کے تحت کثرت سے واقع ہونے والی دو صورتیں ہیں۔

1۔ ایک ہی حدیث کی ایک سند متصل ہو اور دوسری مرسل ہو۔

2۔ ایک حدیث کو ایک راوی مرفوع بیان کرے اور دوسرا راوی اسی حدیث کو موقوف بیان کرے۔ تو اس زیادتی کے رد وقبول میں بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

1۔ تدریب الراوی، جلد ا، صفحہ ۲۴۷ 2۔ جامع ترمذی، جلد ا، صفحہ ۱۴۶

Marfat.com

1۔ایسا راوی جس نے سند متصل ذکر کی یا حدیث کو مرفوع بیان کیا اس کی روایت مقبول ہو گی۔یہ موقف جمہور محدثین،فقہاء اور علمائے اصول کا ہے۔

2۔وہ راوی جس نے سند مرسل ذکر کی یا حدیث کو موقوف بیان کیا تو اس کی روایت رد کی جائے گی۔

3۔اگر اکثر راویوں نے سند میں اضافہ ذکر کیا ہو تو اسے قبول کیا جائے گا یہ موقف بعض محدثین کا ہے۔

4۔اگر سند میں زیادتی ایسے راوی کی جانب سے ہو جو حفظ وضبط میں دوسروں سے اعلیٰ اور فائق ہو تو اسے قبول کیا جائے گا۔یہ موقف بھی بعض محدثین نے ہی اختیار کیا ہے۔

مثلاً حدیث طیبہ ہے ''لا نکاح الا بولی'' (ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں) اس حدیث کو یونس بن ابی اسحاق سبیعی، ان کے بیٹے اسرائیل اور قیس بن ربیع نے ابو اسحاق سے مسند و متصل روایت کیا ہے۔لیکن اسی حدیث کو سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج نے ابو اسحاق سے مرسل روایت کیا ہے۔

مذکورہ حکم کے مطابق مرسل کو رد کر کے متصل کو قبول کیا جائے گا۔

اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان

1۔اعتبار کا لغوی معنیٰ

الاعتبار مصدر ''اعتبر'' ومعنی الاعتبار النظر فی الامور لیعرف بھا شئ آخر من جنسھا۔(1)

اعتبار ''اعتبر'' کا مصدر ہے اور اس کا معنی ہے امور میں اس لئے غور وفکر کرنا تاکہ ان کے سبب دوسری ہم جنس شئ کو پہچانا جاسکے۔

اصطلاحی تعریف

ھو تتبع طرق حدیث انفرد بروایتہ راو لیعرف ھل شارکہ فی

1۔تیسیر مصطلح الحدیث:۱۴۱

Marfat.com

روایتہ غیرہ اولا۔ (1)

اصطلاح حدیث میں اعتبار سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث جسے روایت کرنے والا منفرد ہو اس کی اسناد میں اس لئے غور وفکر کرنا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ آیا کوئی دوسرا راوی اس حدیث کو روایت کرنے میں اس منفرد کے ساتھ شریک ہے یا نہیں؟

2۔متابع یا تابع کی لغوی تعریف

''هو اسم فاعل من ''تابع'' بمعنى وافق'' (2) متابع تابع سے صیغہ اسم فاعل ہے اور اس کا معنی ہے موافقت کرنا۔

اصطلاحی تعریف :۔ ''هو الحديث الذى يشارك فيه رواته رواة الحديث الفرد لفظاً و معنىً أو معنىً فقط مع الاتحاد فى الصحابى۔'' (3)

متابع سے مراد وہ حدیث ہے جس کے راوی فرد حدیث کے راویوں کے ساتھ لفظاً یا معنیً یا صرف معنی موافقت کرتے ہوں بشرطیکہ دونوں میں صحابی ایک ہو۔

نوٹ :۔ مذکورہ تعریف کے مطابق موافقت کرنے والی روایت متابَع اور وہ فرد روایت جس کی موافقت کی گئی ہے وہ متابع کہلائے گی اور دونوں کے درمیان پائی جانے والی موافقت متابعت کہلاتی ہے۔ اسی طرح وہ راوی جو منفرد راوی کے ساتھ موافقت کرتا ہے وہ متابع اور منفرد راوی متابَع کہلاتا ہے اور منفرد راوی کے شیخ کو متابَع علیہ کہا جاتا ہے۔

3۔شاہد کی لغوی تعریف

هو اسم فاعل من ''الشهادة'' وسمى بذالك لأنه يشهد أن الحديث الفرد اصلا و يقويه كما يقوى الشاهد قول المدعى (4)

شاہد صیغہ اسم فاعل ہے اور الشہادۃ سے مشتق ہے۔ اور اس کا نام شاہد اس لئے ہے کیونکہ وہ یہ شہادت دیتا ہے کہ فرد حدیث کی اصل موجود ہے اور اسے تقویت پہنچاتا ہے جیسا کہ شاہد (گواہ) مدعی کے قول کو تقویت دیتا ہے۔

1۔تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۴۱ 2۔ایضاً 3۔ایضاً 4۔ایضاً

Marfat.com

اصطلاحی تعریف :۔ ''ھو الحدیث الذی یشارک فیہ رواتہ رواۃ الحدیث الفرد لفظاً و معنیً أو معنیً فقط مع الاختلاف فی الصحابی۔ ''(1)

شاہد سے مراد وہ حدیث ہے جس کے راوی فرد حدیث کے راویوں کے ساتھ لفظاً اور معنیً یا صرف معنیً موافقت کرتے ہوں بشرطیکہ صحابی مختلف ہو۔

نوٹ :۔ (۱) ''اعتبار'' متابع اور شاہد کا قسیم نہیں بلکہ فی الحقیقت غور وفکر اور بحث و تمحیص کا وہ انداز ہے جس کے سبب متابع اور شاہد کو پہچانا جاتا ہے۔ جیسا کہ اعتبار کی مذکورہ بالا تعریف سے ظاہر ہے۔

(۲) متابع اور شاہد کی مذکورہ بالا تعریفات اکثر محدثین کے نزدیک ہیں مگر بعض نے متابع کا اطلاق شاہد پر اور شاہد کا اطلاق متابع پر بھی کیا ہے۔ جیسا مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ میں موجود ہے اور علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح نخبۃ الفکر میں بھی اس جانب اشارہ کیا ہے۔ المختصر یہ کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں مگر مقصود ہر دو صورت میں حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ہے فرد حدیث کو تقویت پہنچانا۔

متابعت کی اقسام

متابعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) متابعۃ تامہ (۲) متابعۃ قاصرہ۔

1۔ متابعۃ تامہ :۔ ''ھی أن تحصل المشارکۃ للراوی من اول الاسناد۔ ''(2)

متابعت تامہ وہ ہوتی ہے جس میں راوی کو اول سند میں مشارکت حاصل ہوتی ہے۔

2۔ متابعت قاصرہ :۔ ''ھی أن تحصل المشارکۃ للراوی فی اثناء الاسناد۔ ''(3)

متابعت قاصرہ وہ ہوتی ہے جس میں راوی کو سند کے درمیان میں مشارکت حاصل ہوتی ہے۔

متابعۃ تامہ کی مثال

ما رواہ الشافعی فی الأم عن مالک عن عبداللہ بن دینار عن

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۴۱ 2۔ ایضاً، ۱۴۲ 3۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۴۲

Marfat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الشہر تسع وعشرون فلا تصوموا حتّٰی تروا الھلال ولا تفطروا حتّٰی تروہ فان غُمّ علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں روایت کی ہے کہ آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے عبداللہ بن دینار سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ تم روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو اور عید الفطر نہ کرو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو اور اگر بادلوں کے سبب چاند مخفی ہو جائے تو پھر تیس دن کی گنتی مکمل کر لو۔

ایک قوم کا گمان یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث روایت کرنے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منفرد ہیں اس لئے انہوں نے اس کو غرائب شافعی میں شمار کیا ہے کیونکہ دیگر اصحاب مالک نے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث ان الفاظ میں بیان کی ہے "فان غم علیکم فاقدروا لہ" (اگر چاند تم پر مخفی رہے تو اس کا اندازہ لگا لو) لیکن اس حدیث کو روایت کرنے میں حضرت عبداللہ بن مسلمہ قعنبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی کی متابعت کی ہے جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسلمہ قعنبی سے اور انہوں نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اسی سند کے ساتھ انہی الفاظ میں یہ حدیث طیبہ نقل کی ہے۔ لہٰذا یہ متابعت تامہ ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن مسلمہ متابِع حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ متابَع اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متابَع علیہ کہلائیں گے۔

2۔ متابعۃ قاصرہ کی مثال

مذکورہ حدیث کی متابعت قاصرہ بھی موجود ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ میں یہ حدیث اس سند سے موجود ہے "عن عاصم بن محمد عن أبیہ محمد بن زید عن جدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بلفظ فکملوا ثلاثین۔" چونکہ اس سند میں عاصم بن محمد نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے میں موافقت کی ہے جو کہ

Marfat.com

انتہائے سند میں ہے اس لئے یہ متابعت قاصرہ ہوگی۔

صحیح مسلم میں یہی حدیث عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر کی سند سے ان الفاظ میں موجود ہے...... ''فان أغمِیَ علیکم فاقدروا لہ ثلاثین یوماً'' چونکہ اس حدیث میں صحابی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی ہیں مگر الفاظ فاکملوا کی بجائے فاقدروا ہیں اس لئے یہ متابعت صرف معنوی ہوگی۔

نوٹ:۔ متابعت چاہے تامہ ہو یا قاصرہ اس میں الفاظ کا ایک ہونا شرط نہیں بلکہ صرف ہم معنی ہونا کافی ہے۔ متابعت کے لئے فقط اتنی شرط ہے کہ صحابی ایک ہو۔ جیسا کہ تعریف میں بیان کر دیا گیا ہے۔

شاہد کی اقسام

متابع کی طرح شاہد کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) شاہد باللفظ (۲) شاہد فی المعنی۔

1۔ شاہد باللفظ:۔ اگر فرد حدیث کسی دوسرے صحابی سے انہی الفاظ کے ساتھ مروی ہو تو وہ روایت حدیث فرد کے لئے شاہد باللفظ کہلائے گی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کے ساتھ بیان کی ہے:

عن محمد بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشھر تسع وعشرو الحدیث

''چونکہ اس سند میں صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ لہٰذا یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے لئے شاہد باللفظ ہوگی۔''

2۔ شاہد فی المعنی:۔ اگر فرد حدیث کسی دوسرے صحابی سے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مروی ہو مگر معنی تبدیل نہ ہوں تو دوسری حدیث پہلی کے لئے شاہد بالمعنی کہلاتی ہے۔ مثلاً مذکورہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کی ہے:

عن محمد بن زیاد عن أبی ھریرۃ ...... فان اغمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین۔

Marfat.com

''چونکہ اس میں صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر الفاظ بھی تبدیل ہوئے ہیں اس لئے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے لئے شاہد فی المعنی ہوگی۔(1)'' واللہ اعلم بالصواب۔

انتہاء سند کے اعتبار سے حدیث کی اقسام

انتہاء سند کے اعتبار سے حدیث کی چار اقسام ہیں: (۱) حدیث قدسی (۲) مرفوع (۳) موقوف (۴) مقطوع۔

1۔حدیث قدسی کا بیان

لغوی تعریف:۔''القدسی نسبة الى القدس اى الطهر كما فى القاموس اى الحديث المنسوب الى الذات القدسية وهو الله سبحانه وتعالى ويقال له ايضا "الحديث الالهى" و "الحديث الربانى"۔''(2)

قدسی قدس کی طرف منسوب ہے اور اس کا معنی پاکیزگی اور طہارت ہے۔ قاموس میں اسی طرح ہے۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے جو ذات قدسیہ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منسوب ہو۔ اسے حدیث الٰہی اور حدیث ربانی بھی کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔''هو ما نقل الينا عن النبى صلى الله عليه وسلم مع اسناده اياه الى ربه عزّوجلّ۔''(3)

حدیث قدسی سے مراد وہ حدیث ہے جو ہماری طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منقول ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب کی ہو۔

حدیث قدسی کا مفہوم علماء کی نظر میں

حدیث قدسی کا مفہوم کیا ہے کیا یہ کہ اس میں الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں یا معانی اللہ تعالیٰ کی جانب سے القاء کئے جاتے ہیں اور پھر حضور نبی مکرم

1۔شرح نخبۃ الفکر: ۵۲، ۵۳، تدریب الراوی: ج۱صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴

2۔الوسیط: ۲۱۴

3۔تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۲۶

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی معانی کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر بیان فرما دیتے ہیں؟ اس بارے علماء کے مابین اختلاف ہے۔

1۔ کثیر علماء کا موقف یہ ہے کہ حدیث قدسی کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں اور وحی جلی کے بغیر کسی اور طریقہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر القاء کئے جاتے ہیں مثلاً الہام یا بذریعہ خواب وغیرہ۔

2۔ بعض علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ حدیث قدسی کے معانی اللہ تعالیٰ کی جانب سے القاء کئے جاتے ہیں اور الفاظ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہیں۔

حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق

پہلے نظریہ کے مطابق ان دونوں کے مابین فرق یہ ہے کہ حدیث نبوی کے الفاظ کی نسبت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف ہوتی ہے جبکہ حدیث قدسی کے الفاظ رب کریم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور دوسرے نظریہ کے مطابق فرق کی نوعیت یہ ہے کہ حدیث نبوی کے معانی کبھی وحی سے حاصل ہوتے ہیں اور کبھی اجتہاد سے۔ جبکہ حدیث قدسی کے معانی اللہ تعالیٰ کی جانب سے القاء کئے جاتے ہیں اس میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

نوٹ:۔ محققین فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد میں خطا قائم اور برقرار نہیں رہ سکتی بلکہ یہ امر لازم ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کی تصحیح کے لئے وحی نازل ہو۔ لہٰذا جب بھی کسی مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتہاد فرمایا اور وحی نازل نہ ہوئی تو یہ اس کی علامت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اجتہاد وحی سے ثابت ہونے والے حکم کی طرح ہے۔

قرآن کریم اور حدیث قدسی میں فرق

پہلے نظریہ کے مطابق قرآن کریم اور حدیث قدسی کے مابین اس طرح مشابہت موجود ہے کہ دونوں میں الفاظ اور معانی اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کئے جاتے ہیں مگر اس مشابہت کے باوجود دونوں کے احکام کئی اعتبار سے مختلف ہیں تفصیل درج ذیل ہے۔

Marfat.com

1۔قرآن کریم وحی جلی کے ذریعے حضرت جبرئیل امین کے واسطہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اس پر تمام علماء امت کا اجماع ہے۔جبکہ حدیث قدسی بلا واسطہ وحی خفی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف القاء کی گئی۔

2۔قرآن کریم اپنے الفاظ ومعانی، دونوں کے اعتبار سے معجز ہے جبکہ حدیث قدسی معجز نہیں۔

3۔قرآن کریم کی تلاوت سے نماز صحیح ہوتی ہے لیکن اگر قرآن کی بجائے حدیث قدسی کی تلاوت کی جائے تو نماز درست نہیں ہوتی۔

4۔قرآن کریم کی تلاوت عبادت ہے جیسا کہ حدیث طیبہ ہے:

من قرء حرفاً من القرآن فلهٗ بكل حرف عشر حسنات لا اقول الٓم حرف ولكن الف حرف ولام حرف وميم حرف۔رواه الترمذی

(جس نے قرآن کریم میں سے کچھ پڑھا تو اس کے لئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہوں گی۔میں یہ نہیں کہتا کہ الٓم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام علیحدہ حرف ہے اور میم علیحدہ حرف ہے۔) جبکہ حدیث قدسی کی تلاوت اس طرح عبادت نہیں ہوتی۔

5۔قرآن کریم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تواتر سے ثابت ہے جو کہ یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے جبکہ حدیث قدسی اس طرح تواتر سے ثابت نہیں۔

6۔مکمل قرآن کریم سورہ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔لیکن احادیث قدسیہ اس طرح نہیں ہیں۔جبکہ عمداً قرآن کریم میں حدیث قدسی سے اضافہ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

7۔قرآن کریم کو بغیر وضو کے مس کرنا جائز نہیں اور جنبی، حائضہ اور نفساء کا اسے پڑھنا حرام ہے۔جبکہ حدیث قدسی کے لئے یہ حکم نہیں۔

8۔قرآن کریم کی تلاوت قرآن کے الفاظ میں کرنا ضروری ہے اس کی قرأت بالمعنی جائز نہیں۔جبکہ حدیث قدسی کی روایت بالمعنی شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

9۔حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونے والے کلام کے علاوہ

Marfat.com

کسی پر قرآن کا اطلاق کرنا شرعاً جائز نہیں۔ جبکہ شرعاً حدیث قدسی پر لفظ قرآن کا اطلاق قطعاً جائز نہیں۔

دوسرے نظریہ کے مطابق قرآن کریم اور حدیث قدسی کے مابین اہم ترین فرق یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں جبکہ حدیث قدسی میں الفاظ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہوتے ہیں۔

امثلہ:۔ 1۔عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم یقول الله عزوجل "انا عند ظن عبدی بی وأنا معه حین یذکرنی إن ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملإ ذکرته فی ملإ هم خیر منهم وان تقرب الی شبرا تقربت منه ذراعاً وان تقرب الی ذراعا تقربت منه باعاً وان أتانی یمشی أتیته هرولةً۔" رواه البخاری ومسلم۔

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندے سے ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے اور جس وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ تنہائی میں اپنے دل میں مجھے یاد کرے تو میں بھی اکیلا اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں بھی اس سے بہتر مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر ایک بالشت وہ میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر ایک ہاتھ وہ میرے قریب ہو تو میں ایک گز اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ چل کر میرے قریب آئے تو میری رحمت دوڑ کر اس کی طرف جاتی ہے۔) یہ حدیث بخاری و مسلم نے صحیحین میں نقل کی ہے۔

2۔عن محمد بن زیاد قال سمعت أباهریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیہ وآلہ وسلم یرویه عن ربکم قال لکل عمل کفارة والصوم لی وأنا اجزی به ولخلوف فم الصائم أطیب عندالله من ریح المسک رواه البخاری ومسلم

Marfat.com

''محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے رب سے روایت فرماتے ہیں کہ رب کریم نے ارشاد فرمایا ہر عمل کا کفارہ ہوتا ہے اور روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دیتا ہوں اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

یہ حدیث بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔

حدیث قدسی روایت کرنے کا طریقہ

علماء نے حدیث قدسی روایت کرنے کے دو طریقے بیان کئے ہیں۔

1۔ علماء سلف کا طریقہ یہ ہے کہ راوی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث قدسی اس طرح روایت کرتا ہے:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ قال ...... أو یقول'' (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں فرمایا جو آپ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... یا فرماتا ہے۔......)

یا راوی کے الفاظ یہ ہوتے ہیں ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی... الخ'' یا ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرویہ عن ربہ قال... الخ'' یا ''یرویہ عن ربکم قال... الخ''۔

2۔ علماء خلف نے یہ انداز اختیار کیا ہے کہ راوی کہتا ہے: ''قال اللہ تعالی فیما یرویہ عنہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم'' (کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرمایا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے روایت کرتے ہیں۔)

مذکورہ دونوں طریقوں میں سے پہلا احادیث قدسیہ میں موجود الفاظ کے موافق ہونے کے سبب زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔

Marfat.com

احادیث قدسیہ کی تعداد

تعداد کے اعتبار سے احادیث قدسیہ احادیث نبویہ سے بہت کم ہیں۔ علماء نے ان کی مجموعی تعداد دو سو سے کچھ زائد بیان کی ہے۔

مشہور تصانیف

1۔ "مشکوٰۃ الانوار فیما روی عن اللہ تعالیٰ من الاخبار" مصنفہ شیخ محی الدین أبوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن عربی الحاتمی متوفی 638ھ۔ آپ نے اس کتاب میں ایک سو ایک احادیث قدسیہ ذکر کی ہیں۔

2۔ "الاتحافات السنیہ بالاحادیث القدسیہ" مصنفہ علامہ محدث شیخ عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ المناوی متوفی 1031ھ۔ اس کتاب میں 270 احادیث قدسیہ مذکور ہیں۔

حدیث مرفوع کا بیان

لغوی تعریف:۔ "ھو اسم مفعول من فعل رفع ضد وضع کانہ سمی بذالک لنسبتہ الی صاحب المقام الرفیع وھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔"(1)

(مرفوع رَفَعَ فعل سے اسم مفعول ہے اس کا معنی ہے (بلند کرنا) یہ وَضَعَ کی ضد ہے اس کا معنی ہے (اتار دینا، رکھ دینا) حدیث کا نام مرفوع اس لئے ہے کیونکہ اس کی نسبت اس ذات اقدس کی طرف ہوتی ہے جس کا مقام انتہائی بلند اور ارفع ہے یعنی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

اصطلاحی تعریف:۔ "ما أضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول أو فعل أو تقریر أو صفة۔"(2)

مرفوع حدیث وہ ہوتی ہے جس کی نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی جائے چاہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہو یا فعل، تقریر ہو یا صفت۔"

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۲۷ 2۔ الوسیط: ۲۰۴، تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۸۴

Marfat.com

حدیث مرفوع کی اقسام

بنیادی طور پر حدیث مرفوع کی دو قسمیں ہیں: (۱) مرفوع تصریحی (۲) مرفوع حکمی۔

1۔ مرفوع تصریحی:۔ وہ حدیث ہوتی ہے جس کی نسبت حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف صیغہ صریح کے ساتھ ہو۔

اقسام:۔ مرفوع تصریحی کی اقسام درج ذیل ہیں۔

1۔ مرفوع تصریحی قولی:۔ اس سے مراد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قول ہے جسے صحابی اس طرح روایت کرے ''سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کذا'' (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح فرماتے سنا) یا کہے ''حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا'' (ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا) یا پھر صحابی یا کوئی اور اس طرح الفاظ کہے ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا'' یا ''عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قال کذا'' یا اسی قسم کا کوئی اور صیغہ حدیث روایت کرتے وقت استعمال کرے تو وہ حدیث مرفوع تصریحی قولی کہلائے گی۔

2۔ مرفوع تصریح فعلی:۔ اس سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے جسے صحابی اس طرح بیان کرے ''رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کذا'' (میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کیا) یا پھر صحابی یا کوئی دوسرا یہ کہے ''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل کذا'' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کرتے تھے۔)

3۔ مرفوع تصریحی تقریری:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں کوئی عمل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا ہو یا صحابہ کرام کا ایسا عمل جس کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا مگر آپ نے اس سے منع نہ فرمایا۔ مثلاً صحابی اس طرح کہے ''فعلت بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا'' (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اس طرح کیا) یا پھر صحابی یا کوئی دوسرا یہ کہے ''فعل فلان بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا'' (فلاں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اس طرح کیا) اور

Marfat.com

اس کے ساتھ آپ کی جانب سے انکار ذکر نہ کرے۔
4۔ مرفوع وصفی :۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کا تذکرہ ہو مثلاً صحابی یا کوئی دوسرا یہ کہے ''کان رسول اللہ ﷺ أحسن الناس خلقا'' (کہ رسول اللہ ﷺ اخلاق کے اعتبار سے تمام لوگوں سے اچھے تھے۔)

2۔ مرفوع حکمی

مرفوع حکمی وہ حدیث ہوتی ہے جس کی نسبت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف صیغہ صریح کے ساتھ نہ کی گئی ہو۔ اس کے ضمن میں متعدد صیغے آتے ہیں تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ صحابی کا قول ''کنا نقول کذا'' او ''کنا نفعل کذا'' صحابی کہے ہم اس طرح کہتے تھے یا ہم اس طرح کرتے تھے اس کا حکم کیا ہے؟

اگر صحابی ان الفاظ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدس کی طرف نہ کرے تو پھر جمہور محدثین، فقہاء اور علماء اصول کے نزدیک اس کی روایت موقوف ہوگی۔ جبکہ حاکم، رازی اور آمدی وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ وہ روایت مرفوع ہوگی۔ مثلاً حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے ''کانت الید لا تقطع فی الشئ التافه'' (کسی حقیر شئ کے عوض ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا) اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں ''کنا اذا صعدنا کبرنا واذ انزلنا سبحنا'' (جب ہم کسی بلند جگہ پر چڑھتے تھے تو ہم تکبیر کہتے تھے اور جب کسی وادی میں اترتے تھے تو تسبیح کہتے تھے۔) اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

اور اگر مذکورہ صیغوں کی نسبت زمانہ رسالت کی جانب کی جائے تو جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ روایت مرفوع ہوگی کیونکہ اس پر حضور نبی مکرم ﷺ کا مطلع ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''کنا نعزل علی عهد رسول اللہ ﷺ'' رواہ الشیخان۔ (ہم حضور نبی مکرم ﷺ کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے۔)

Marfat.com

اسی طرح آپ ہی سے یہ روایت ہے:

''کنا ناکل لحوم الخیل علی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم'' رواه النسائی و ابن ماجه

(ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں گھوڑوں کا گوشت کھاتے تھے۔) اس کے متعلق ابوبکر اسماعیلی نے کہا ہے کہ ایسی روایت موقوف ہوگی مگر یہ قول بعید از حقیقت ہے۔ پہلا قول ہی اصح ہے۔

بعض نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اگر وہ قول ایسا ہو جس میں زیادہ خفا نہ ہو تو وہ مرفوع ہوگا اور اگر اس میں خفا ہو تو موقوف ہوگا۔ لیکن اگر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلع ہونے کی تصریح موجود ہو تو پھر بالاجماع وہ روایت مرفوع ہوگی۔ مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

''کنا نقول و رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حَیٌّ أفضل هٰذِهِ الامّة بَعْدَ نَبِیِّهَا أبوبکر وعمر و عثمان ویسمع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فلا ینکره'' رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر۔

''ہم کہا کرتے تھے درآنحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باحیات تھے کہ اس امت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قول سنتے تھے لیکن منع نہیں فرماتے تھے۔''

2۔ صحابی کا قول:۔ ''کنا لانری بأسا بکذا و رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فینا'' أو ''فی حیاة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم'' أو ''کانوا یقولون کذا فی عهده'' أو ''کانوا یفعلون کذا فی حیاته۔''

(یعنی صحابی یہ کہے ''ہم ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے۔ یا کہے ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں

Marfat.com

اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔'' یا ''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عہد رسالت میں اس طرح کہتے تھے۔'' یا ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں اس طرح کرتے تھے۔)

مذکورہ تمام صیغے اور ان کے ہم معنی الفاظ مرفوع کے حکم میں ہیں مثلاً حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرعون بابه بالأظافیر''۔ رواہ البیہقی فی المدخل

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام ناخنوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے) یہ روایت علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مدخل میں نقل کی ہے۔

تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ''کنا نفعل کذا'' اگر تابعی کہے کہ ہم اس طرح کرتے تھے تو اس کا یہ قول بالیقین مرفوع نہیں ہوگا پھر اگر اس نے اس قول کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کی طرف نہ کی تو اس کی یہ روایت مقطوع کہلائے گی اور اگر اس نے اس کی نسبت عہد صحابہ کی طرف کی تو پھر اس روایت میں موقوف ہونے یا نہ ہونے کے دونوں احتمال موجود ہوں گے۔

3۔صحابی کا قول:۔''اُمِرْنَا بکذا'' او ''نھینا عن کذا'' او ''من السنة کذا'' (صحابی کہے کہ ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یا ''ہمیں ایسا کرنے سے منع کیا گیا۔'' یا ''سنت سے اس طرح ثابت ہے۔'' یہ اور ان کے مشابہ تمام صیغے مرفوع کے حکم میں ہیں کیونکہ یہ اس ذات کا تقاضا کرتے ہیں جس کے پاس امرونہی کا اختیار ہو اور جس کی سنت پر عمل کرنا واجب ہو تو بالیقین وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی ہے۔ جس میں مذکورہ تمام صفات موجود ہیں۔ لہٰذا وہ حدیث جو مذکورہ صیغوں میں سے کسی کے ساتھ مروی ہوگی وہ مرفوع کے حکم میں ہوگی۔ چاہے صحابی ''فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کہے یا نہ کہے۔'' مثلاً:

1۔امرنا أن نخرج فی العیدین العواتق وذوات الخدور وامر

Marfat.com

الحیض ان یعتزلن مصلی المسلمین۔ رواہ الشیخان

(ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم عیدین کی نماز کے لئے قریب البلوغ اور باپردہ عورتوں کو لے جائیں اور حیض والی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کی جائے نماز سے علیحدہ ہو جائیں۔) یہ روایت شیخین نے نقل کی ہے۔

2۔ ''نُهينا عن أتباع الجنائز ولم يعزم علينا'' رواہ الشیخان۔

(ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا ہے اور وہ ہم پر لازم نہیں کیا گیا۔)

3۔ ''من السنة وضع الكف على الكف في الصلواة تحت السرة'' رواہ ابوداؤد عن روایة ابن داسه و ابن الاعرابی

(نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی پر ہتھیلی رکھنا سنت سے ثابت ہے۔) اسے ابوداؤد نے ابن داسہ اور ابن اعرابی کی روایت سے نقل کیا ہے۔

ان صیغوں میں بھی ابوبکر اسماعیلی نے مذکورہ موقف سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان صیغوں میں بھی یہ احتمال ہے کہ ان میں امر و نہی کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی اور کی طرف ہو یعنی امر و ناہی قرآن کریم ہو یا بعض خلفاء، اجماع ہو یا استنباط ہو۔ اسی طرح من السنة كذا میں بھی یہ احتمال ہے کہ سنت سے مراد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت نہ ہو بلکہ اس سے خلفاء راشدین کی سنت مراد ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عليكم بسنتي وسنة خلفاء الراشدين الحديث

''تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل پیرا رہو۔''

چونکہ ان صیغوں میں مذکورہ احتمال موجود ہے اس لئے جو روایات ان صیغوں کے ساتھ بیان ہوں گی وہ مرفوع نہیں ہوں گی۔ لیکن یہ نظریہ حقیقت سے بہت دور ہے۔ لہٰذا پہلا قول ہی زیادہ صحیح اور حقیقت کے قریب ہے۔ جہاں تک امر و نہی کا تعلق ہے اسے تو اس مثال سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی غلام کسی رئیس کی اطاعت میں رہ رہا ہو اور وہ یہ

Marfat.com

کہے "اُمِرْتُ" (مجھے حکم دیا گیا ہے) تو اس سے یہ سمجھنے میں قطعاً کوئی دشواری اور مشکل نہیں کہ اسے حکم دینے والا اس کا آقا ہی ہے۔ تو اسی طرح جب صحابہ کرام ایسے صیغے ذکر کریں گے تو لامحالہ مفہوم یہی ہوگا کہ ان کے لئے امرونا ہی ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نہیں اور جہاں تک ان مذکورہ احتمال کا تعلق ہے تو وہ صرف ان کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ اگر صراحۃً بھی اس طرح کہہ دیا جائے "اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم کذا" (کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح حکم ارشاد فرمایا) تو اس میں بھی مذکورہ احتمال کا امکان ہے۔ اس لئے یہ احتمال ضعیف ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل ہیں۔ عربی لغت کے اسرار و رموز سے واقف و آگاہ ہیں اس لئے یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے بغیر تحقیق کے اس طرح کہہ دیا ہو۔

اور جہاں تک صیغہ من السنة کذا کا تعلق ہے تو اس کے بارے بھی صحیح قول یہی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم "من السنة کذا" کہتے تو اس سے ان کی مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی ہوتی تھی۔ جیسا کہ بخاری شریف میں حجاج بن یوسف کا واقعہ مذکور ہے:

عن ابن شهاب قال أخبرني سالم أن الحجاج بن يوسف عام نزل بابن الزبير رضي الله عنهما سأل عبد الله بن عمر رضي الله عنهما كيف تصنع في الموقف يوم عرفة؟ فقال سالم ان كنت تريد السنة فهجر بالصلواة يوم عرفة فقال عبد الله بن عمر۔ صدق انهم كانوا يجمعون بين الظهر والعصر في السنة۔ (1)

"ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سالم نے مجھے بتایا کہ ایک سال حجاج بن یوسف حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حج کے لئے آیا تو اس نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تم نویں ذوالحج کو میدان عرفات میں کیا کرتے ہو؟ تو سالم نے جواباً کہہ دیا کہ اگر تو اس سے سنت کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر نویں ذوالحجہ کے

1۔ الوسیط: ۲۰۹، حاشیہ نخبۃ الفکر: ۹۷

Marfat.com

دن نماز اول وقت میں ادا کر تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا سالم نے سچ کہا ہے۔ صحابہ کرام بطور سنت ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔"

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا "أفعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟" (کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے؟) تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا "هل يعنون بذالك الا سنته" (کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے سوا اور کوئی مراد نہیں لیتے تھے۔)

علامہ ابن حجر اور امام سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔ اور آپ کا شمار صحابہ کرام سے روایت کرنے والے حفاظ تابعین میں ہے۔ لہٰذا آپ فرماتے ہیں "اذا اطلقوا السنة لايريدون بذالك الا سنة النبي صلی اللہ علیہ وسلم" (1)

(کہ صحابہ کرام جب مطلق لفظ سنت بولتے تو اس سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہی لیتے تھے۔)

اعتراض:۔ بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جب "من السنة كذا" سے مراد حدیث مرفوع ہی ہے تو پھر صراحۃً یہ کیوں نہیں کہہ دیا جاتا "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كذا" (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا؟)

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ناقل کے حد درجہ عدل و انصاف اور انتہائی زہد و تقویٰ کی علامت ہے کہ اس نے عدل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اور حد درجہ احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایسے مقام پر صیغہ جزم ذکر نہیں کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے حجاج کو یہ بھی کہا تھا "ان كنت تريد السنة فاقصر الخطبة وعجل الوقوف" (اگر تو سنت کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر خطبہ کو مختصر کر اور وقوف جلدی کر) تو یہ سن کر وہ آپ کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمر

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۸۹

Marfat.com

رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھنے لگا تو آپ نے فرمایا سالم نے سچ کہا ہے۔

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ روایت محدثین کے نزدیک مسند ہے کیونکہ سنت سے مراد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت ہی لی جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ مطلق ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہ ہو۔ جیسا کہ سنۃ العمرین وغیرہ کے الفاظ۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ محدثین اور علماء اصول کے مابین مختلف فیہ ہے مگر اس میں جمہور کا موقف وہی ہے جو ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے اور یہی نظریہ حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی ہے۔

جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوقلابہ کا قول موجود ہے۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ''من السنۃ اذا تزوج البکر علی الثیب أقام عندھا سبعاً'' (سنت یہ ہے کہ جب کوئی ثیبہ پر باکرہ سے شادی کرے تو وہ سات دن تک اس کے پاس قیام کرے) اس روایت کے بارے ابوقلابہ نے کہا ہے ''لو شئت لقلتُ إنّ أنسا رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' (اگر میں چاہتا تو یہ کہہ دیتا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً بیان کی ہے۔) یعنی اگر میں اس طرح کہہ دیتا تو میں اپنے قول میں قطعاً جھوٹا نہ ہوتا۔ لیکن حدیث کو اسی صیغہ کے ساتھ ذکر کرنا زیادہ اَولیٰ ہوتا ہے جو صحابی ذکر کرے۔

4۔ کسی صحابی کا ایسا قول جو اسرائیلی روایات سے متعلق نہ ہو، نہ اس میں رائے اور اجتہاد کا دخل ہو اور نہ ہی اس کا تعلق لغت اور مشکل الفاظ کی تشریح سے ہو تو صحابی کا ایسا قول بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ مثلاً امور ماضیہ کی خبریں دینا جیسا کہ بدء الخلق اور سابقہ انبیاء علیہم السلام سے متعلقہ اخبار وغیرہ۔ یا مستقبل سے متعلقہ امور کی خبریں جیسا کہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی جنگوں اور دیگر فتنوں کی خبریں یا یوم قیامت کے احوال وغیرہ۔ یا پھر ایسے افعال کی خبریں جنہیں کرنے سے مخصوص ثواب حاصل ہوتا ہو یا ان پر مخصوص اور معین عقاب کی وعید ہو۔ ایسے تمام اقوال حدیث مرفوع کے حکم میں ہوں گے۔ یہ تمام

Marfat.com

اخبار کسی مخبر کا تقاضا کرتی ہیں کیونکہ ان میں اجتہاد ممکن نہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے تو مخبر صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے یا پھر بعض ایسے لوگ تھے جو کتب قدیمہ کا علم رکھتے تھے۔ مگر اس قول کے لئے اسرائیلی روایات میں سے نہ ہونے کی قید لگا کر ایسے لوگوں کی خبر سے احتراز کیا گیا ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی مخبر و موقف نہیں رہا۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس نوع کی تمام روایات مرفوع کے حکم میں ہوں گی۔

مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

من أتی ساحرا أو کاهنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما أنزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رواه ابویعلی و البزار۔

(جو آدمی کسی ساحر (جادوگر) یا کاہن (نجومی) کے پاس آیا اور جو کچھ اس نے کہا اسے سچا تسلیم کر لیا تو گویا اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن کا انکار کیا۔)

اسی طرح علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

کانت الیهود تقول من أتی امرأته من دبرها فی قبلها جآء الولد احول فأنزل الله عزوجل ''نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ'' رواه مسلم۔(1)

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہودی کہتے تھے کہ جس شخص نے پشت کی جانب سے بیوی کے ساتھ مجامعت کی تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ بھینگا ہوگا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتوں میں جیسے چاہو آؤ۔'') تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ قول اس آیت کے اسباب نزول سے متعلق ہے جس میں اجتہاد ممکن نہیں۔

اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز کسوف (سورج گرہن کی نماز)

1۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۹۳

Marfat.com

کے بارے فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع کیا کرتے تھے۔ تو یہ بھی
یسا عمل ہے جس میں رائے اور قیاس کا کوئی دخل نہیں لہٰذا یہ عمل مرفوع فعلی حکمی ہوگا۔ (1)

۔ اگر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روایت کی نسبت کرتے ہوئے صیغہ صریح کی
بجائے کنایہ ذکر کر دے تو ایسی روایت بالاتفاق مرفوع ہوگی۔ مثلاً یہ صیغے مذکور ہوں ''یرفع
الحدیث، رفع الحدیث، مرفوعا، یبلغ به، ینمیه، یرویه، روایة یا رواہ'' وغیرہ۔

جیسا کہ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

1۔ الشفاء فی ثلاثة شربة عسل و شرطة محجم وكية نار وأنهى امتی عن الكی۔ رفع الحدیث۔ رواہ البخاری

''تین چیزوں میں شفا ہے شہد پینا، پچھنے لگوانا اور آگ سے داغ دینا اور میری امت کو آگ کے ساتھ داغ دینے سے منع کر دیا گیا ہے۔''

2۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه يبلغ به ''الناس تبع لقريش'' رواہ الشیخان۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہوئے بیان کیا ہے کہ لوگ قریش کے تابع ہیں۔'' اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

3۔ عن أبی حازم عن سهل بن سعد قال ''كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل يده اليمنى على ذراعه اليسرىٰ فی الصلواة''
قال ابوحازم: لا اعلم الا أنه ينمی ذالك۔ رواہ مالك فی المؤطا

''ابوحازم سے روایت ہے کہ سہل بن سعد نے کہا ہے لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی حالت نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے۔ ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے میں نہیں جانتا مگر یہ کہ وہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے۔''

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۹۵

Marfat.com

4۔عن سعید بن المسیّب عن ابی هريرة روایةً "الفطرة خمس أوخمس من الفطرة: الختان والاستعداد، ونتف الابط وتكليم الاظفار وقص الشارب" رواه البخاری فی کتاب اللباس۔

(علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اختصار کی خاطر محدثین قائل کا نام حذف کر دیتے ہیں اور اس سے مراد حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی لیتے ہیں۔ مثلاً عن ابن سیرین عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال "تقاتلون قوماً صغار الاعین" الحدیث۔ (حضرت ابن سیرین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تم چھوٹی آنکھوں والی قوم سے جنگ کرو گے۔) اس قوم سے مراد ترک ہیں۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں یہ اہل بصرہ کی خاص اصطلاح ہے۔ ابن سیرین کا تعلق بھی انہی سے ہے۔ اس کے بارے ان کا اپنا قول یہ ہے "کل شئ حدّثث به عن ابی هريرة مرفوع۔" (میں نے جتنی احادیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں وہ سب مرفوع ہیں۔) اگر یہی الفاظ تابعی کہے تو اس کی روایت مرفوع مرسل ہوگی کیونکہ درمیان سے صحابی ساقط ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حدیث موقوف کا بیان

لغوی تعریف:۔"الموقوف اسم مفعول من الوقف كان الراوی وقف بالحدیث عند الصحابی ولم یتابع سرد باقی سلسلة الاسناد"(1)

"لغوی اعتبار سے موقوف صیغہ اسم مفعول ہے جو وقف سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے ٹھہر جانا۔ گویا اس میں راوی حدیث کا سلسلہ سند بیان کرتے ہوئے صحابی پر آ کر رک جاتا ہے اور آگے اسے بیان نہیں کرتا۔"

اصطلاحی تعریف:۔"ما اضیف الی الصحابی من قول أو فعل أو تقریر"(2)

1۔تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۲۹ 2۔الوسیط: ۲۰۴

Marfat.com

حدیث موقوف سے مراد وہ قول، فعل یا تقریر ہے جس کی نسبت صحابی کی طرف ہو یعنی اس کا سلسلہ سند صحابی پر ختم ہو جائے چاہے اس کی سند متصل ہو یا منقطع ہو۔

امثلہ: 1۔ موقوف قولی کی مثال

قول الراوی قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حدثوا الناس بما یعرفون أتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ رواہ البخاری۔

''موقوف قول کی مثال راوی کا یہ قول ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کے ساتھ ایسی زبان میں گفتگو کرو جسے وہ جانتے ہوں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تکذیب کی جائے۔''

2۔ موقوف فعلی کی مثال

قول البخاری ''وام ابن عباس وھو متیمم رواہ البخاری فی کتاب التیمم۔

اس کی مثال حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حالت تیمم میں امامت کرائی۔

3۔ موقوف تقریری کی مثال

قول بعض التابعین مثلاً ''فعلت کذا أمام احد الصحابة ولم ینکر علی۔

اس کی مثال تابعی کا ایسا عمل ہے جس کے بارے وہ یہ کہے ''کہ میں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کے سامنے ایسا کیا اور اس نے مجھے منع نہیں کیا۔''

نوٹ:۔ 1۔ کبھی کبھی حدیث موقوف کا اطلاق ایسی روایت پر بھی ہوتا ہے جو صحابی کی طرف منسوب نہیں ہوتی بلکہ اس کا سلسلہ سند تابعی پر ختم ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ روایت لفظ وقف کے ساتھ مقید ہو۔ مثلاً اس طرح کہا جائے'' وقفه مالك عن نافع''

Marfat.com

(مالک نے حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے اسے موقوف روایت کیا ہے۔) یا اس طرح کہا جائے ''وقفه فلان علی الزهری أو علی عطأ'' (فلان نے اسے زہری یا عطا پر موقوف کیا ہے۔) مذکورہ مثالوں میں نافع، زہری اور عطاء تینوں کا تعلق تابعین سے ہے۔

2۔ بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ حدیث موقوف کے تحت تقریر نہیں آسکتی کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے حدیث تقریری حجت ہے مگر صحابی کی تقریر حجت نہیں۔(1)

3۔ فقہاء خراسان حدیث موقوف کو اثر کہتے ہیں ان میں سے ابوالقاسم فورانی کا قول ہے:

الخبر ما كان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والأثر ما كان عن الصحابی(2)

(خبر وہ ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو اور اثر وہ ہوتا ہے جو صحابی سے مروی ہو۔) مگر یہ اہل خراسان کی خاص اصطلاح ہے۔

حدیث مقطوع کا بیان

لغوی تعریف:۔ ''المقطوع هو اسم مفعول من قطع ضد وصل''

مقطوع قطع سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اور قطع وصل کی ضد ہے اس کا معنی ہے کاٹ دینا تو چونکہ حدیث مقطوع کے سلسلہ سند سے عموماً صحابی کو کاٹ دیا جاتا ہے اس لئے ایسی روایت کو مقطوع کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''ما اضيف الی التابعی أو من دونه من قول او فعل''(3)

مقطوع وہ روایت ہوتی ہے جس کی نسبت تابعی یا اس سے نیچے تبع تابعی وغیرہ کی طرف کی جائے چاہے وہ قول ہو یا فعل۔ یعنی سند کی انتہاء تابعی یا اس سے نیچے والے کسی راوی پر ہو۔

مقطوع اور منقطع کا فرق

ان دونوں کے مابین فرق یہ ہے کہ مقطوع کا تعلق متن سے ہوتا ہے یعنی وہ کلام

1۔ الوسیط: ۲۰۴ 2۔ الوسیط: ۲۰۵ 2۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۳۲

Marfat.com

جو تابعی یا تبع تابعی کی طرف منسوب ہو مقطوع کہلاتا ہے اور تابعی تک اس کی سند کبھی متصل ہوتی ہے اور کبھی منقطع۔ جبکہ اس کے برعکس منقطع کا تعلق سند سے ہوتا ہے یعنی کسی بھی حدیث کی ایسی سند جس سے راوی حذف ہو وہ منقطع کہلاتی ہے۔ متن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ بعض محدثین نے مقطوع کا اطلاق منقطع پر اور منقطع کا اطلاق مقطوع پر بھی کیا ہے۔ مثلاً امام شافعی، حمیدی، دارقطنی اور طبرانی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ اصطلاحاً ان میں وسعت ہونے کے سبب ایسا کرنا جائز ہے۔(1)

امثلہ: 1۔ مقطوع قولی کی مثال

قول الحسن البصری فی الصلواۃ المبتدع ''صل وعلیہ بدعتہ'' رواہ البخاری (2)

بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بارے حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ''اس کے پیچھے نماز پڑھ لو درآنحالیکہ اس کی بدعت کا بوجھ اس پر باقی ہو۔''

2۔ مقطوع فعلی کی مثال

قول ابراھیم بن محمد بن المنتشر ''کان مسروق یرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویقبل علی صلواتہ ویخلیھم ودنیاھم''(3)

اس کی مثال ابراہیم بن محمد بن منتشر کا یہ قول ہے'' کہ حضرت مسروق اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ لٹکا لیتے تھے اور پھر نماز کی طرف متوجہ ہوتے اور اہل خانہ اور دنیا سے بے خبر ہو جاتے۔

حدیث مقطوع کا حکم

احکام شرعیہ میں سے کسی بھی حکم کے لئے حدیث مقطوع سے استدلال نہیں کیا جا سکتا

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۴، ۱۰۵　2۔ صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۵۷

3۔ حلیۃ الاولیاء، جلد ۲، صفحہ ۹۶

Marfat.com

اگرچہ اس کی نسبت اپنے قائل کی طرف صحیح ہو کیونکہ یہ ایک مسلمان کا فعل یا قول ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو اس کے مرفوع ہونے پر دلالت کرتا ہو جیسا کہ کوئی راوی تابعی کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہہ دے "یرفعه" (وہ اسے مرفوعاً بیان کرتا ہے۔) تو اس وقت اس پر مرفوع مرسل کا حکم لگایا جائے گا۔

موقوف و مقطوع سے متعلقہ مشہور تصنیفات

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ۔ (۲) مصنف عبدالرزاق۔ (۳) تفاسیر ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر۔

حدیث مسند کا بیان

محدثین نے مسند کی تعریف مختلف انداز میں درج ذیل الفاظ میں کی ہے۔

تعریف

1۔قال الحاکم أبوعبدالله "هو ما اتصل اسنادهٔ الی رسول الله صلی الله علیه وسلم "(1)

سند کی تعریف میں حاکم ابوعبداللہ نے کہا ہے کہ مسند وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ اس تعریف کے اعتبار سے مسند کا اطلاق حدیث مرفوع متصل پر ہوتا ہے۔ یہی تعریف اصح اور ارجح ہے۔

اسی مفہوم کو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

هو مرفوع صحابی بسند ظاهره الاتصال (2)

"مسند سے مراد صحابی کی وہ مرفوع روایت ہے جس کی سند ظاہراً متصل ہو۔"

2۔قال الخطیب البغدادی: "هو ما اتصل اسناده الی منتهاه"

"خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ مسند وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند ابتداء سے

1۔اہتمام المحدثین بنقد الحدیث: ۲۴۸ 2۔شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۰

Marfat.com

انتہاء تک متصل ہو۔"

اس تعریف کے لحاظ سے مسند کا اطلاق مرفوع، موقوف اور مقطوع تمام پر ہو سکتا ہے۔ ابن الصباغ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "العدۃ" میں اسی طرح کہا ہے مگر مسند کا اکثر اطلاق اس روایت پر ہوتا ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو۔(1)

خطیب بغدادی کی یہ تعریف حاکم ابی عبداللہ کی تعریف کی نسبت عام ہے۔

3۔قال ابن عبدالبر فی التمہید "المروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواء أکان متصلاً ام منقطعا"(2)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے تمہید میں کہا ہے کہ مسند حدیث وہ ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو چاہے اس کی سند متصل ہو یا منقطع۔

اس تعریف کے اعتبار سے ہر وہ حدیث جو مرفوع ہوگی وہ مسند ہوگی چاہے وہ سند کے اعتبار سے مرسل ہو، معضل ہو یا منقطع ہو۔ یہ تعریف بعید از حقیقت ہے اس لئے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

امثلہ:۔پہلی تعریف کے اعتبار سے حدیث مسند کی سند اس طرح ہوگی "مالك عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یہ سند متصل ہے اور دوسری تعریف کے اعتبار سے سند اس طرح ہوگی "مالك عن الزهری عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یہ سند منقطع ہے کیونکہ زہری نے بلا واسطہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔(3)

مذکورہ مثالوں سے معلوم ہوا کہ تیسری اور پہلی تعریف کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق پائی جا رہی ہے۔ کیونکہ مرفوع متصل میں دونوں تعریفیں جمع ہیں مگر مرفوع منقطع میں تیسری تعریف پہلی سے جدا ہے۔ یعنی اگر روایت مرفوع ہو اور اس کی سند متصل ہو تو اس پر پہلی اور تیسری دونوں تعریفیں صادق آتی ہیں اور اگر روایت مرفوع ہو مگر سند میں انقطاع ہو

1۔تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲

2۔اہتمام المحدثین بنقد الحدیث: ۲۴۸

3۔مقدمہ ابن الصلاح: ۲۱

Marfat.com

تو اس پر صرف تیسری تعریف ہی صادق آتی ہے۔

پہلی اور دوسری تعریف کے درمیان بھی نسبت عموم خصوص مطلق پائی جاتی ہے اس طرح کہ مرفوع متصل میں دونوں تعریفیں جمع ہیں جبکہ موقوف اور مقطوع میں دوسری تعریف منفرد ہے۔ چاہے دونوں کی سند میں اتصال ہو یا انقطاع "یعنی اگر روایت مرفوع ہو اور سند متصل ہو تو اس پر پہلی اور دوسری دونوں تعریفیں صادق آتی ہیں اور اگر روایت موقوف یا مقطوع ہو تو اس پر صرف دوسری تعریف صادق آتی ہے پہلی نہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ پہلی تعریف خاص ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسری اور تیسری دونوں تعریفیں عام ہیں۔

ڈاکٹر محمود الطحان نے حدیث مسند کی مثال کے طور پر یہ روایت بیان کی ہے:

حدثنا عبداللہ بن یوسف عن مالک عن أبی الزناد عن الاعرج عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال انّ رسول اللہ ﷺ قال "اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعًا" رواہ البخاری (1)

(عبداللہ بن یوسف نے مالک سے انہوں نے أبوالزناد سے، انہوں نے اعرج سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن سے کتا پانی پی لے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے برتن کو سات بار دھوئے۔) یہ حدیث مرفوع ہے اور اس کی سند ابتداء سے انتہاء تک متصل ہے۔

حدیث متصل کا بیان

لغوی تعریف:۔ "ھو اسم فاعل من "اتّصل" ضد "انقطع" ویسمّی ھذا النوع بالموصول ایضًا"

متصل صیغہ اسم فاعل ہے اور اتّصل سے ماخوذ ہے جو کہ انقطع کی ضد ہے۔ حدیث کی یہ قسم "موصول" بھی کہلاتی ہے۔

1۔ صحیح بخاری مترجم، جلد ۱، صفحہ ۱۵۴

Marfat.com

اصطلاحی تعریف:۔ ''هو ما اتصل اسناده مرفوعا كان او موقوفا على من كان ''(1)
متصل وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند متصل ہو چاہے وہ مرفوع ہو یا کسی پر موقوف ہو۔

امثلہ:۔ 1۔ مرفوع متصل کی مثال

وہ حدیث جس کی سند اس طرح ہو ''مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال كذا''

(مالک نے ابن شہاب سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔)

2۔ موقوف متصل کی مثال

وہ حدیث جس کی سند اس طرح ہو ''مالك عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه أنه قال كذا...''

(مالک نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرمایا)

مذکورہ دونوں مثالوں میں سند متصل ہے فرق اس قدر ہے کہ پہلی مثال میں سند کی انتہاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جبکہ دوسری مثال میں سند کی انتہاء صحابی پر ہے اس لئے پہلی مرفوع ہے اور دوسری موقوف ہے۔

نوٹ:۔ عراقی نے کہا ہے جب اقوال تابعین کی اسانید متصل ہوں تو ان پر مطلق متصل کا اطلاق جائز نہیں البتہ تقیید کے ساتھ ان پر متصل کا اطلاق جائز ہے۔ بلکہ یہ ان کے کلام میں واقع بھی ہے۔ مثلاً اس طرح کہا جائے ''اس حدیث کی سند حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ تک متصل ہے یا زہری رحمۃ اللہ علیہ تک یا مالک رحمۃ اللہ علیہ تک متصل ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اقوال تابعین کو مقطوع کہا جاتا ہے اب اگر قول تابعی پر متصل کا اطلاق مطلقا کیا جائے تو اس سے ایک شئ کا دو متضاد صفات سے متصف ہونا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ مثلاً

1۔ الوسیط: ۲۲۲

Marfat.com

حدثنی یعقوب بن ابراھیم الدورقی وحجاج بن الشاعر جمیعاً
عن أبی عاصم قال حجاج حدثنا ابو عاصم اخبرنا عزرۃ بن ثابت
اخبرنا علیاً بن احمر حدثنی ابو زید قال صلی بنا رسول
اللہ ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتّی حضرت الظھر
فنزل فصلّی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل
فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتّی غربت الشمس فأخبرنا بما
کان وبما ھو کائن فاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ (1)

''یعقوب بن ابراہیم ذورقی اور حجاج بن الشاعر نے ابو عاصم سے روایت نقل کی ہے حجاج نے کہا ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں عزرہ بن ثابت نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علباً بن احمر نے خبر دی اور انہوں نے کہا کہ مجھے ابو زید نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا پھر آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت آ پہنچا پھر آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف فرما ہوئے اور ہمیں نماز پڑھائی۔ بعد ازاں پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اس دوران آپ ﷺ نے ہمیں ما کان اور ما یکون (جو ہو چکا اور جو کچھ ہو گا) کی خبریں دیں پس ہم میں سے زیادہ جاننے والا اور عالم وہی ہے جو انہیں زیادہ یاد رکھنے والا اور قوۃ حفظ کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔''

1۔ صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۳۹۰

Marfat.com

صحابی کی تعریف

لغوی معنی:۔"الصحابة لغة مصدر بمعنی "الصحبة" ومنه"الصحابی" و "الصاحب" ویجمع علی اصحاب وصُحُب وکثر استعمال "الصحابة" بمعنی "الاصحاب"(1)

لغوی اعتبار سے الصحابة کا لفظ صحبة (سنگت اختیار کرنا) کے معنی میں مصدر ہے اور اسی سے صحابی اور صاحب ماخوذ ہیں۔ان کی جمع اصحاب اور صُحُب آتی ہے اور صحابہ کا لفظ اکثر اصحاب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔"هو من لقی النبی ﷺ مومنا به ومات علی الاسلام ولو تخللت ردة فی الاصح"(2)

صحابی سے مراد ایسا مومن آدمی ہے جس نے حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لاتے ہوئے آپ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور حالت ایمان میں ہی اس کی موت واقع ہوئی ہو اگرچہ دوران حیات ردۃ خلل انداز ہو۔یہی اصح قول ہے۔

علماء نے صحابی کی متعدد تعریفات کی ہیں مگر محققین محدثین واصولیین کے نزدیک سب سے ارجح اور پسندیدہ تعریف یہی ہے۔کیونکہ اس تعریف کے لحاظ سے لفظ صحابی کا اطلاق ہر اس شخص پر ہے جسے حضور نبی رحمت ﷺ کی حیات ظاہرہ میں آپ سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہو۔چاہے آپ کی معیت اور صحبت کی سعادت طویل عرصہ تک نصیب رہی ہو یا قلیل مدت تک۔اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کوئی حدیث روایت کی ہو یا نہ کی ہو۔آپ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شرکت کا موقع میسر آیا ہو یا نہیں۔اور وہ آدمی بھی صحابہ کرام کے زمرہ اور جماعت میں شامل ہوگا جسے حضور نبی رحمت ﷺ کے دیدار کی سعادت میسر آئی مگر آپ سے مجالست کا موقع نہ ملا یا کسی امر عارض کے سبب ظاہری آنکھوں سے شرف دیدار بھی حاصل نہ کر سکا۔جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ یا ان

1۔تیسیر مصطلح الحدیث:۱۹۷ 2۔شرح نخبۃ الفکر:۹۹،۱۰۰

Marfat.com

جیسے دیگر ایسے صحابہ جو بینائی سے محروم تھے۔

مذکورہ تعریف کے مطابق وہ آدمی صحابہ میں شامل نہیں ہوگا جس نے حضور نبی مکرم ﷺ کے وصال کے بعد مگر دفن سے قبل آپ کی زیارت کی۔ جیسا کہ ابوذ ویب خویلد بن خالد ہذلی الشاعر کا واقعہ ہے کہ اس نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اسلام قبول کیا مگر اسے آپ ﷺ کے وصال سے قبل آپ کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے دن مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور یہاں پہنچ کر انہیں آپ ﷺ کے وصال کی خبر ہوئی۔ پھر یہ سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کرام کے اجتماع میں شریک ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان جیسے کئی دیگر افراد کے صحابی نہ ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

مذکورہ تعریف کے اعتبار سے ایسے افراد بھی صحابہ میں شامل نہیں جنہوں نے اپنی حالت کفر میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور پھر آپ ﷺ کے وصال کے بعد مشرف با اسلام ہوئے۔ جیسا کہ ہرقل روم کے قاصد کا واقعہ۔ اسی طرح ایسے افراد جو ایک بار آپ ﷺ پر ایمان لائے مگر پھر مرتد ہو گئے اور پھر اسی حالت پر انہیں موت آ گئی۔ جیسا کہ عبداللہ بن خطل، ربیعہ بن امیہ، مقیس بن صبابہ، عبیداللہ بن جحش اور انہی کی مثل دیگر افراد۔ ان میں سے کوئی بھی صحابہ میں شامل نہیں۔ مگر اس کے برعکس ایسے لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ارتداد اختیار کیا اور پھر آپ کے وصال کے بعد دوبارہ اسلام قبول کیا تو وہ صحابہ میں شمار ہیں جیسا کہ اشعث بن قیس اور قرۃ بن ہبیرہ یہ دونوں مرتد ہوئے اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہیں قیدی بنا کر آپ کے پاس لایا گیا۔ اشعث بن قیس دوبارہ مشرف با اسلام ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے قبول فرما کر اس کا نکاح اپنی بہن سے کر دیا۔ محدثین میں سے کسی نے بھی انہیں صحابہ کرام میں شمار کرنے اور ان سے احادیث روایت کرنے سے اختلاف نہیں کیا۔ اسی طرح جب قرہ بن ہبیرہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قیدی بنا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تو اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میں فی الحقیقت مومن تھا مگر مسیلمہ کذاب کی جانب سے

Marfat.com

اپنے مال اور بچوں پر خوف کے سبب میں نے ارتداد اختیار کرلیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے بھی آزاد کر دیا۔(1)

نوٹ:۔ مذکورہ تعریف کا مفہوم قطعاً یہ نہیں کہ تمام صحابہ کرام مقام و مرتبہ کے اعتبار سے مساوی ہیں ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ صحابہ کرام جو اکثر اوقات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ رہے وہ رتبہ میں ان سے اعلیٰ اور ارفع ہیں جنہیں زیادہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گزارنے کا موقع میسر نہیں آیا۔ اسی طرح وہ صحابہ کرام جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں غزوات میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے پرچم اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی جان کی بازی لگا کر جام شہادت نوش کیا وہ مقام و مرتبہ میں ان کی نسبت کہیں فائق اور اعلیٰ ہیں جنہیں یہ سعادت عظمیٰ نصیب نہیں ہوئی۔ اسی طرح انہیں ان پر بھی فضیلت حاصل ہوگی جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرنے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلنے کے مواقع بہت کم میسر آئے یا انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں دور سے یا حالت طفولیت میں دیکھا۔ یہ تمام صحابی تو ہیں مگر ان کا رتبہ دوسروں کے مساوی نہیں۔

ایسا صحابی جسے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دیدار کا شرف تو حاصل ہوا مگر آپ سے اس نے احادیث کا سماع نہیں کیا تو اس کی روایت کردہ حدیث مرسل شمار ہوگی۔

صحابی کی پہچان

کسی کے صحابی ہونے کی پہچان متعدد طرق سے ہوسکتی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ خبر متواتر:۔ کسی کا صحابی ہونا کبھی تواتر سے ثابت ہوتا ہے چاہے اس کا ثبوت نص قرآنی سے ہو یا خبر متواتر سے۔ جیسے خلفاء راشدین اور ان کے سوا وہ صحابہ کرام جنہیں آقا دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ ان تمام کی صحابیت تواتر سے ثابت ہے۔ ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۱، حاشیہ الوسیط: ۴۹۱

Marfat.com

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

''جبکہ آپ اپنے صاحب کو فرمارہے تھے غم نہ کر بیشک اللہ (تعالیٰ) ہمارے ساتھ ہے۔''

تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ لفظ صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا۔

''پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش،تو ہم نے اس کا آپ سے نکاح کر دیا تاکہ (اس عملی سنت کے بعد) ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں، جب وہ انہیں طلاق دینے کا ارادہ پورا کر لیں۔''

2۔شہرت:۔کسی کا صحابی ہونا خبر مشہور سے ثابت ہو۔جیسا کہ حضرت ضمام بن ثعلبہ، عکاشہ بن محصن اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

3۔خبر صحابی:۔کبھی کسی کی صحابیت صحابی کی خبر سے ثابت ہوتی ہے یعنی کوئی صحابی یہ خبر دے کہ فلاں صحابی ہے۔

جیسا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب حضرت حممہ بن ابی حممہ دوسی رضی اللہ عنہ پیٹ کی بیماری کے سبب اصفہان میں فوت ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق یہ شہادت دی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ شہید ہوں گے۔

فشهدله ابو موسى الاشعرى أنه سمع النبى صلى الله عليه وسلم حكم له بالشهادة'' ذكره ابونعيم فى تاريخ اصبهان۔(1)

1۔الوسیط:۴۹۸

Marfat.com

4۔ثقہ تابعی کی خبر:۔کسی کا صحابی ہونا کبھی اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ثقہ تابعی اس کے بارے صحابی ہونے کی خبر دے اس خبر کا انحصار اس اصول پر ہے کہ مزکی اگر ایک عادل آدمی ہوتو اس کا تزکیہ قبول ہوتا ہے۔

5۔اقرارِ صحابی:۔کبھی کسی کی صحابیت اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود یہ اقرار کرے میں صحابی ہوں مگر اس اقرار کے قبول ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں:

1۔اقرار کرنے والا عادل اور ثقہ ہو۔

2۔ یہ اقرار رسول اللہ ﷺ کے وصال سے لے کر سو سال گزرنے سے پہلے پہلے ہو۔
اگر کسی نے اس مدت کے گزرنے کے بعد اقرار کیا تو اس کا دعویٰ قبول نہیں ہوگا۔جیسا کہ ابوالدنیا الاشج، مکلبۃ بن ملکان اور رتن ہندی وغیرہ نے صحابی ہونے کے دعوے کئے تو محدثین نے بالاتفاق انہیں رد کر دیا۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے آپ فرماتے ہیں:

صلی بنا رسول اللہ ﷺ ذات لیلۃ صلواۃ العشاء فی آخر حیاتہ فلما سلّم قام وقال أرایتکم لیلتکم ھذہٖ فان علی رأس مائۃ سنۃ منھا لا یبقٰی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض اَحَدٌ

الحدیث(1)

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخر میں ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا میں تمہیں تمہاری اس رات کے بارے آگاہ کروں بیشک آج سے سو سال بعد زمین پر ان لوگوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا جو آج موجود ہے۔''

یہ ارشاد گرامی حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال سے ایک مہینہ قبل ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہ ثابت ہے۔وہ فرماتے ہیں:

1۔بخاری شریف مترجم، جلد1، صفحہ 135 باب السمر بالعلم

Marfat.com

سمعت النبی ﷺ یقول قبل أن یموت بشهر تسألونی عن الساعة وانما علمها عند الله وأقسم بالله مامن نفس منفوسة الیوم یأتی علیها مائة سنة وهی حیة یومئذ (رواہ مسلم)

''میں نے نبی کریم ﷺ کو وصال سے ایک مہینہ قبل یہ فرماتے سنا کہ تم مجھ سے قیامت کے بارے سوال کرتے ہو تو اس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی ذی نفس آج ایسا نہیں کہ سو سال گزرنے کے بعد بھی وہ زندہ ہو۔''

یہ ارشادات اس امر کی دلیل ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے وصال سے ایک صدی گزرنے کے بعد کوئی صحابی زندہ نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

صحابہ کرام کی عدالت کا بیان

جمہور محدثین، فقہاء اور علماء اصول کے نزدیک تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل ہیں۔ عادل ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ چونکہ ان میں اس قدر قوۃ ایمان، تقویٰ و مروت کا التزام اور اخلاق و کردار کے وہ اعلیٰ اوصاف پائے جاتے ہیں جن کے سبب وہ دین پر مستقیم رہے۔ اوامر کی اطاعت اور نواہی سے ہمیشہ اجتناب کرتے رہے۔ لہٰذا ان کے بارے قطعاً ایسا گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے آقا دو جہاں ﷺ کی جانب ایسی باتیں منسوب کی ہوں جو آپ ﷺ نے ارشاد نہ فرمائی ہوں۔ اسی لئے سوائے چند اہل بدعت اور نفس پرستوں کے کسی نے بھی صحابہ کرام کی عدالت میں شک و شبہ کا اظہار نہیں کیا۔
صحابہ کرام کی عدالت قرآن کریم، سنت نبویہ اور آئمہ دین کے کلام سے ثابت ہے۔

1۔ آیات قرآنیہ

رب کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ
يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرہ:143)

Marfat.com

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔''

اس آیت طیبہ کا مخاطب بذات صحابہ کرام ہیں اور وسط سے مراد انتہائی بہترین اور عدل کرنے والے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران:110)

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کی طرف نکالا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔''

اس آیت طیبہ میں بھی ان کے لئے بہترین ہونے اور عادل ہونے کی شہادت موجود ہے۔

السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (توبہ:100)

''مہاجرین وانصار میں سے سابقون الاولون اور وہ جنہوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔''

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

''تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ کی درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔'' (الفتح:18)

علاوہ ازیں بہت سی آیات ہیں جو صحابہ کرام کی عدالت اور علو مرتبہ پر شاہد عادل ہیں۔

2۔ احادیث نبویہ

حضور نبی رحمت ﷺ کے کثیر ارشادات ہیں جن میں صحابہ کرام کی عظمت شان اور رفعت مراتب کا تذکرہ ہے۔ ان کے حقوق اور درجات کی معرفت حاصل کرنے اور انہیں تکلیف وایذاء پہنچانے سے اجتناب کرنے کی تلقین ہے۔ مثلاً صحیحین میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے:

Marfat.com

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم الحدیث

سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں اور پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔"

2۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تسبوا أصحابی فوالذی نفسی بیده لو أن احدکم انفق مثل أحد ذهبا ما ادرک مُدّ احدهم ولا نصیفه۔ رواه الشیخان

"میرے صحابہ کرام کو گالی گلوچ نہ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مثل بھی سونا صدقہ کرے تو وہ ان میں سے کسی کے مد یا اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

3۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یہ حدیث طیبہ نقل کی ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللهَ اللهَ فی اصحابی لاتتخذوهم غرضاً فمن احبهم فبحبی أحبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی الله ومن آذی الله فیوشك أن یاخذه۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کرام کے بارے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ کرام کے بارے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے میرے ساتھ بغض رکھنے کے سبب وہ ان سے بغض رکھتا ہے جس نے میرے صحابہ کرام کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی، جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب ہی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔"

4۔ مسند بزار میں ثقہ راویوں سے مروی ہے:

ان رسول اللہ ﷺ قال "ان اللہ اختار اصحابی علی الثقلین سوی النبیین والمرسلین"۔

"کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے بعد میرے صحابہ کرام کو ثقلین (جن وانس) میں سے چن لیا ہے۔"

علاوہ ازیں بہت سی ایسی احادیث ہیں جن سے صحابہ کرام کی عظمت و رفعت، امانت و دیانت، عدالت و ثقاہت اور دیگر محاسن اخلاق و کردار روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اذا رأیت الرجل ینتقص احداً من اصحاب رسول اللہ ﷺ فاعلم أنه زندیق...... الخ(1)

"جب تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو جان لے کہ وہ زندیق (بے دین) ہے۔"

اور مقدمہ ابن الصلاح میں ہے:

ان الامة مجمعة علی تعدیل جمیع الصحابة ومن لابس الفتن منهم فکذالک باجماع العلماء الذین یعتدبهم فی الاجماع احسانا للظن بهم ونظراً الی ماتمهدلهم من المآثر وکأن اللہ سبحانه وتعالیٰ اتاح الاجماع علی ذالک لکونهم نقلة الشریعة۔(2)

"تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ جمیع صحابہ کرام عادل ہیں ان میں سے وہ افراد جو بعض فتنوں میں مبتلا ہوئے باجماع علماء وہ بھی عادل ہیں۔ صحابہ کرام

1۔ الوسیط: ۵۰۲، تاریخ حدیث ومحدثین اردو: ۱۸۳

2۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۴۷

Marfat.com

کے فضائل و مآثر کے پیش نظر ان کے بارے حسن ظن رکھنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عدالت پر اجماع اس لئے مقدر کیا کیونکہ وہی شریعت اسلامیہ کو ہماری جانب منتقل کرنے کا ذریعہ ہیں۔''

کثیر الروایۃ صحابہ کرام

احادیث کی روایت میں تمام صحابہ کرام آپس میں مساوی اور برابر نہیں بلکہ بعض کی مرویات کی تعداد زیادہ ہے اور بعض کی کم۔ سات صحابہ کرام ایسے ہیں جن کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ ان کے اسماء گرامی اور مرویات کی تعداد درج ذیل ہے۔

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ :۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد پانچ ہزار تین سو چھہتر (5376) ہے۔

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ :۔ آپ کی مرویات کی تعداد دو ہزار چھ سو تیس (2630) ہے۔

3۔ حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ :۔ آپ سے دو ہزار دو سو چھیاسی (2286) احادیث مروی ہیں۔

4۔ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا :۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس (2210) ہے۔

5۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ :۔ آپ سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (1660) احادیث مروی ہیں۔

6۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ :۔ آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (1540) احادیث روایت کی گئی ہیں۔

7۔ حضرت اَبو سعید خدری رضی اللہ عنہ :۔ آپ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار ایک سو ستر (1170) ہے۔

Marfat.com

کثرت سے احادیث روایت کرنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بھی مذکورہ صحابہ کرام کے ساتھ شریک ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی عنہ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد آٹھ سو اڑتالیس (848) اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد سات سو (700) ہے۔

نوٹ:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک سو بیالیس (142) احادیث مروی ہیں اور آپ کی مرویات کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کی نشر و اشاعت، اور ان کی روایت کے عام ہونے سے قبل ہی آپ کا وصال ہو گیا تھا۔(1)

فقہاء صحابہ کرام

جس طرح بعض صحابہ کرام کثرۃ روایت میں مشہور ہیں اسی طرح بعض کو فقہ اور فتوی نویسی کے سبب شہرت حاصل ہے۔ ان میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ دونوں اوصاف سے متصف ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کسی سے بھی فتاوی مروی نہیں۔'' آپ کے علاوہ دیگر فقہاء صحابہ کرام کے بارے بزرگ تابعی حضرت مسروق بن اجدع فرماتے ہیں:

انتهى علم الصحابة الى ستة عمرو علی وابی بن كعب وزيد بن ثابت وأبو الدرداء وابن مسعود ثم انتهى علم الستة الى علی وابن مسعود(2)

''تمام صحابہ کرام کا علم چھ افراد پر منتہی ہوتا ہے یعنی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور پھر ان چھ کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں محدود ہو جاتا ہے۔''

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۱۸ 2۔ الوسیط: ۵۱۴، مصطلح الحدیث: ۱۹۹

Marfat.com

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کان العلم یؤخذ عن ستة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان عمرو عبداللہ وزید یشبه علم بعضهم بعضاً وکان یقتبس بعضهم من بعض وکان علی والاشعری وابی یشبه علم بعضهم بعضاً وکان یقتبس بعضهم من بعض(1)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے چھ افراد سے علم حاصل کیا جاتا تھا۔ ان میں حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا علم آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ تھا اور وہ ایک دوسرے سے اکتساب علم کرتے تھے۔ حضرت علی، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا علم ایک دوسرے سے مشابہت رکھتا تھا اور وہ بھی باہم ایک دوسرے سے اکتساب علم کرتے تھے۔''

ابومحمد ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کثیر الفتویٰ صحابہ کرام سات ہیں۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ ان میں سے ہر ایک کے فتاوی کو ایک ضخیم جلد میں جمع کیا جا سکتا ہے۔

وہ صحابہ کرام جنہوں نے ان کے بعد فتاوی میں شہرت حاصل کی ان کی تعداد بیس ہے۔ اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ (۴) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت اَنس رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (۱۲) حضرت

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۴۸، تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۱۸

Marfat.com

طلحہ رضی اللہ عنہ (۱۳) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۱۴) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (۱۵) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (۱۶) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (۱۷) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (۱۸) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (۱۹) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ (۲۰) اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا۔(1)

عبادلہ اربعہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبادلہ اربعہ سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان میں شامل نہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وصال پہلے ہی ہو چکا تھا۔ جبکہ مذکورہ چاروں اصحاب دیر تک زندہ رہے۔ ان کے علم کی ضرورت پیش آتی رہی۔ لہٰذا جب یہ چاروں کسی حکم پر جمع ہو جائیں تو کہا جاتا ہے ''ھذا قول العبادلۃ أو فعلھم'' (یعنی یہ عبادلہ کا قول ہے یا ان کا فعل ہے) حدیث وفقہ کے علماء کے نزدیک یہی قول صحیح اور مشہور ہے۔

جبکہ بعض نے یہ کہا ہے کہ عبادلہ تین ہیں۔ انہوں نے مذکورہ افراد میں سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خارج کیا ہے۔ علامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے صحاح میں اسی پر اقتصار کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الصحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبادلہ میں ذکر کیا ہے اور ابن العاص کو ساقط کیا ہے مگر یہ ان کا وہم ہے۔ علاوہ ازیں علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دیات'' میں اور زمخشری نے ''معصل'' میں لکھا ہے کہ عبادلہ سے مراد حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں مگر اصطلاحاً دونوں نے خطا کی ہے۔ ان کے سوا صحابہ کرام میں سے دو سو بیس افراد کا نام عبداللہ ہے جبکہ علامہ ابن فتحون رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اس نام کے صحابہ کرام کی تعداد تین سو کے قریب ہے۔(2)

1۔ الوسیط: ۵۱۵، تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۱۹

2۔ مصطلح الحدیث: ۱۹۹، تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۰

Marfat.com

احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد

صحابہ کرام کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ صحیح طور پر اس کی تعیین ممکن نہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد بہت زیادہ ہے کسی کتاب میں صحیح عدد مذکور نہیں۔ (صحیح بخاری)

محدث ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا یہ بات کہاں تک درست ہے کہ احادیث نبویہ کی تعداد چار ہزار ہے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ زنادقہ کا قول ہے۔ احادیث رسول کو کون شمار کر سکتا ہے؟ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام موجود تھے۔ ان تمام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنیں اور انہیں روایت کیا۔ بعد ازاں ان سے دریافت کیا گیا یہ صحابہ کرام کہاں تھے؟ اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہاں احادیث سنیں؟ تو انہوں نے جواب دیا یہ صحابہ کرام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ اور ان کے نواح میں بود و باش رکھتے تھے۔ کچھ دیہات میں سکونت پذیر تھے اور وہ بھی تھے جو حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ان تمام نے میدان عرفات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سننے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ (1)

طبقات صحابہ کا بیان

صحابہ کرام کے طبقات کے بارے علماء نے مختلف نظریات ذکر کئے ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے شرف صحبت کا اعتبار کرتے ہوئے تمام صحابہ کرام کو صرف ایک طبقہ میں شمار کیا ہے۔

2۔ بعض محدثین نے صحابہ کرام کے مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں کئی طبقات میں تقسیم

1۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۱۸۴

Marfat.com

کیا ہے مثلاً وہ صحابہ کرام جنہیں قبولیت اسلام میں اولیت اور سبقت حاصل ہے یا وہ شرف ہجرت سے مشرف ہیں یا انہیں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں غزوات میں شرکت کے مواقع میسر آئے۔ یا انہیں صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا یا پھر فتح مکہ کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔تو اس طرح علامہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات'' میں صحابہ کرام کے پانچ طبقات ذکر کئے ہیں۔

3۔ حاکم ابوعبداللہ نے صحابہ کرام کو بارہ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ وہ صحابہ کرام جو مکہ مکرمہ میں اسلام کے اولیں دور میں مشرف باسلام ہوئے مثلاً خلفائے اربعہ۔

2۔ وہ صحابہ کرام جو دار الندوہ میں اہل مکہ کی مشاورت سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔

3۔ وہ صحابہ کرام جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

4۔ وہ صحابہ کرام جنہیں بیعت عقبہ اولیٰ کے وقت اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

5۔ وہ صحابہ کرام جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔یہ زیادہ تر انصار تھے۔

6۔ وہ صحابہ کرام جنہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے میں سبقت حاصل کی اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں پہنچنے سے قبل قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا ملے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

7۔ بدری صحابہ کرام۔

8۔ وہ صحابہ کرام جنہوں نے غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیان ہجرت کی۔

9۔ وہ صحابہ کرام جنہیں صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

10۔ وہ صحابہ کرام جنہوں نے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کی جیسے حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔

Marfat.com

11۔وہ صحابہ کرام جو فتح مکہ کے وقت مشرف باسلام ہوئے۔

12۔وہ بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ کے مواقع پر حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

افضل الصحابہ کا بیان

اس مسئلہ پر اہل السنت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل و اعلیٰ حضرت ابوبکر الصدیق عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورین بن عفان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ یہ جمہور اہل السنت کا موقف ہے اور یہی مہاجرین و انصار کی رائے ہے(1)۔اسی لئے دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے"من قدم علیا علی عثمان فقد أزری بالمهاجرین والانصار"(جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا تو اس نے مہاجرین وانصار کی تنقیص کی۔) یہی نظریہ جمہور فقہاء ومحدثین اور اکثر متکلمین کا ہے اور اس پر دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد ہے"کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانعدل بأبی بکر احداً ثم عمر ثم عثمان"(ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں کسی کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مساوی قرار نہیں دیتے تھے ان کے بعد حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو افضل قرار دیتے تھے۔)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیر میں آپ کا ارشاد ہی اس طرح ذکر کیا ہے:

کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی افضل هذه الامة بعد نبیها ابوبکر وعمر و عثمان ویسمع ذالك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ینکرہ۔(2)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی باحیات تھے تو ہم اس وقت یہ کہا کرتے تھے کہ اس

1۔تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲

2۔المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۱۲، صفحہ ۲۸۶،۲۸۵

Marfat.com

امت میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔ (ہمارا یہ قول) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے تھے لیکن منع نہیں فرماتے تھے۔"

اہل سنت میں سے بعض اہل کوفہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے افضل واعلیٰ ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پہلے یہی موقف اپنایا لیکن بعد میں اس سے رجوع کرلیا۔ اسی طرح وکیع بن جراح، ابوبکر بن خزیمہ اور خطابی نے بھی کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت افضل ہیں جبکہ امام مالک، حضرت قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور امام الحرمین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

ان کے بعد درجہ بقیہ اصحاب عشرہ مبشرہ کا ہے۔ عشرہ مبشرہ سے مراد وہ دس صحابہ کرام ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی۔ ان میں خلفائے اربعہ کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

ان کے بعد اہل بدر، پھر اہل احد اور بعد ازاں وہ صحابہ کرام افضل ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے پھر مہاجرین وانصار میں سے السابقون الاولون کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ السابقون الاولون سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے بارے چار مختلف اقوال ہیں۔

1۔ ان سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ یہ نظریہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا ہے۔

2۔ ان سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جنہیں قبلتین کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ قول حضرت سعید بن المسیب، ابن سیرین اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے۔

Marfat.com

3۔ ان سے مراد بدری صحابہ کرام ہیں۔ یہ موقف محمد بن کعب قرظی اور عطاء بن یسار رحمہما اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے

4۔ ان سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جو فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔ یہ نظریہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنایا ہے اور ان کے بعد انصار میں سے انہیں دیگر انصار پر فضیلت حاصل ہے جنہیں عقبتین کی بیعت میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

قبولیت اسلام میں شرف اولیت سے متصف صحابہ کرام

اس بارے میں اسلاف آئمہ کرام سے متعدد اقوال مروی ہیں کہ سب سے اول اسلام قبول کرنے کا شرف کسے حاصل ہوا؟

حضرت ابن عباس، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ سب سے اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت زید بن ارقم، حضرت ابوذر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ یہ سعادت سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے اور حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے کئی اسناد سے یہ بھی مروی ہے کہ سب سے اول اسلام قبول کرنے کا شرف حضرت اُم المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا۔ اسی طرح قتادہ اور محمد بن اسحاق بن یسار رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی کہا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔(1)

مذکورہ اقوال ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے محتاط اور حسین قول یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ بچوں میں سب سے اول حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ عورتوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۷

Marfat.com

اعزاز اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا اور آزاد ہونے والے غلاموں میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوئے اور غلاموں میں سے سب سے اول اسلام قبول کرنے کی سعادت حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔(1)

سب سے آخر وصال فرمانے والے صحابہ کرام

صحابہ کرام میں سب سے آخر حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا۔ آپ کا وصال 100ھ میں ہوا۔ یہ قول امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں خلیفہ بن خیاط سے نقل کیا ہے۔ آپ کے سن وصال کے بارے 102ھ، 107ھ اور 110ھ کے اقوال بھی موجود ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آخری قول کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کی تائید وہب بن جریر بن حازم عن اُبیہ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کنت بمکۃ سنۃ عشر ومائۃ فرأیت جنازۃ فسألت عنها فقالوا:

''هذا ابوالطفیل

(میں 110ھ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ میں نے ایک جنازہ دیکھا تو اس کے بارے لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا ''یہ ابوالطفیل کا جنازہ ہے۔'' اور ان سے قبل بصرہ میں سب سے آخر حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ نے 93ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کے سن وصال کے بارے 90ھ، 91ھ اور 92ھ کے اقوال بھی موجود ہیں۔

صحابہ کرام سے متعلقہ مشہور تصنیفات

1۔ ''کتاب معرفۃ من نزل من الصحابۃ سائر البلدان'' مصنفہ امام ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیم السعدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 234ھ۔ آپ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ ان کی یہ کتاب پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔

2۔ ''الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ'' مصنفہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی

1۔تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۷

Marfat.com

852ھ۔ یہ انتہائی مستند کتاب ہے اور آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

3۔ ''معرفة الصحابة'' مصنفہ امام ابوحفص عمر احمد بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ بغدادی المعروف بابن شاہین متوفی 385ھ۔

4۔ ''معرفة الصحابة'' مصنفہ امام ابونعیم احمد بن علی الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 430ھ۔ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

5۔ ''معرفة الصحابة'' امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی 354ھ۔ یہ مختصر کتاب صرف ایک جلد پر مشتمل ہے۔

6۔ ''الاستیعاب فی معرفة الاصحاب'' مصنفہ امام ابوعمر بن عبدالبر النمری القرطبی المالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 463ھ۔ آپ نے اس کتاب میں تقریباً سابقہ تمام کتب کو جمع کر دیا ہے۔

7۔ ''أسد الغابه'' مصنفہ حافظ عزالدین بن الاثیر الجزری متوفی 630ھ۔

8۔ ''تجرید اسماء الصحابة'' مصنفہ امام حافظ ابوعبداللہ الذہبی متوفی 748ھ۔

تابعین کا بیان

تابعی کی تعریف:۔ ''ھو من لقی صحابیاً مسلماً ومات علی الاسلام۔''(1)

تابعی وہ شخص ہوتا ہے جس نے اسلام کی حالت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور پھر حالت اسلام پر ہی اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ یعنی تابعی وہ ہوگا جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو چاہے اس کے ساتھ طویل صحبت اختیار کی ہو یا نہیں۔ یا اس سے کوئی حدیث روایت کی ہو یا نہیں۔ بشرطیکہ ملاقات کے وقت وہ مسلمان ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پختہ ایمان رکھتا ہو اور پھر زندگی گزارتا رہے یہاں تک کہ حالت اسلام پر ہی اسے موت آجائے اور اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کسی صحابی سے ملاقات کی تو ایسی ملاقات معتبر نہیں اور نہ اس کے سبب وہ تابعین میں شامل ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث:۲۰۱

Marfat.com

صحابہ اور تابعین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے خود ارشاد فرمایا:

طوبٰی لمن رانی و امن بی و طوبٰی لمن رأی من رانی الحدیث۔ (1)

''اس کے لئے بشارت ہے جس نے مجھے دیکھا اور میرے ساتھ ایمان لایا اور اس کے لئے بھی بشارت ہے جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔''

اس حدیث طیبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف رؤیت پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مسلم اور ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے ''اعمش'' کو تابعین کے طبقہ میں شمار کیا ہے کیونکہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اگرچہ ان سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا۔ اسی طرح حافظ عبدالغنی نے یحییٰ بن ابی کثیر کو تابعین میں شمار کیا ہے کیونکہ انہیں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا تھا اور حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ کو بھی تابعین میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ انہیں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ (2)

طبقات تابعین کا بیان

تابعین کے طبقات کے بارے محدثین کی مختلف آراء ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے تمام تابعین کو صحابہ سے شرف ملاقات کے سبب صرف ایک طبقہ میں شمار کیا ہے۔

2۔ امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ نے مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے تابعین کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

3۔ امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ''طبقات'' میں تابعین کے چار طبقات کا ذکر کیا ہے۔

4۔ حاکم ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تابعین کو پندرہ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

تمام طبقات میں سے افضل و اعلیٰ طبقہ میں وہ تابعین ہیں جنہیں اصحاب عشرہ مبشرہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جیسا کہ حضرت سعید بن المسیب، حضرت قیس بن ابی

1۔ الوسیط: ۵۴۱ 2۔ تاریخ حدیث و محدثین: ۲۳۴

Marfat.com

حازم، قیس بن عباد، حضرت ابوعثمان نہدی، اَبووائل، حضرت اَبورجاء عطاردی اور ابوساسان حصین بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم۔

ان کے بعد طبقہ تابعین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ بچے ہیں جو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ، اَبوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف اور ابوادریس خولانی۔ امام بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ چونکہ ان کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہوئی ہے اس لئے اَولیٰ یہ ہے کہ ان کا ذکر قسم اول سے پہلے کیا جائے جن کی پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہرہ کے بعد ہوئی ہے۔

مخضرمون:۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت دیکھا اور پھر حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ مقدس پانے کی بھی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے اسلام قبول کیا مگر انہیں نہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف صحبت نصیب ہوا۔ یہ محدثین کی اصطلاح ہے۔

لیکن علماء لغت کی اصطلاح میں مخضرمین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی عمر کا نصف حصہ زمانہ جاہلیت میں گزارا اور نصف عہد اسلام میں بسر کیا۔ چاہے ان کی ملاقات صحابہ کرام سے ہو یا نہ ہو۔ ان دونوں اصطلاحوں کے مابین نسبت عموم خصوص من وجہ ہے۔ لہٰذا حکیم بن حزام لغوی اعتبار سے مخضرم ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مخضرمین کی تعداد صرف بیس افراد ذکر کی ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ تعداد زیادہ ہے۔ مثلاً ابوعمرو شیبانی، سوید بن غفلہ، عمرو بن میمون، اَبوعثمان نہدی، ابوالحلال عتکی، عبد خیر بن یزید حیوانی، ربیعہ بن زرارہ، ابومسلم خولانی، عبداللہ بن ثواب، عبداللہ بن عکیم اور اَحنف بن قیس وغیرہ۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آخری چار کا ذکر نہیں کیا۔ (1)

افضل التابعین کا بیان

تابعین میں سے سب سے افضل کون ہے؟ اس بارے علماء کے مابین اختلاف ہے۔

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۵۲

Marfat.com

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر محدثین نے کہا ہے کہ تابعین میں سب سے افضل سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ اہل کوفہ نے یہ کہا ہے کہ سب سے افضل علقمہ بن قیس اور اسود ہیں۔ بعض کا موقف ہے کہ سب سے افضل حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ اہل مکہ نے سب سے افضل حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس بارے میں صحیح اور درست موقف بعض اہل کوفہ کا ہے اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان خیر التابعین رجل یقال له اویس القرنی وله والدة وکان به بیاض فمروه ان یستغفر لکم (1)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تابعین میں سے افضل ترین ایک آدمی ہے اسے اویس القرنی کہا جاتا ہے اس کی والدہ ہے اور اس کے بدن پر سفید نشان ہے انہیں حکم دو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کریں۔''

علامہ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

والاحسن انه یقال الافضل من حیث الزهد والورع أویس ومن حیث حفظ الخبر والأثر سعید۔ (2)

''یہ کہنا احسن ہے کہ زہد وتقویٰ کے اعتبار سے افضل حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں اور اخبار وآثار حفظ کرنے کے لحاظ سے افضل حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ ہیں۔''

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تابعین میں فتویٰ کے لئے سب سے زیادہ رجوع حضرت امام حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہما کی طرف کیا جاتا تھا۔

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۴۱ 2۔ ایضاً

Marfat.com

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ مفتی مکہ اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ مفتی بصرہ تھے (1)۔

فقہاء سبعہ

اکابر تابعین میں سے مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ بھی تھے۔ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ (۲) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۴) حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ (۵) حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

ساتویں فقیہ کے بارے تین قول بیان کئے گئے ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ ساتویں فقیہ حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔دوسرے قول کے مطابق ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف الزہری ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ ساتویں فقیہ حضرت ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی ہیں۔پہلا قول ابن مبارک کا ہے۔دوسرا جمہور علماء حجاز کا جبکہ تیسرا قول ابوالزناد نے کہا ہے۔(2)

سب سے اول اور آخر وصال فرمانے والے تابعین

علامہ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تابعین میں سب سے پہلے حضرت ابوزید معمر بن زید رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔آپ کو 30ھ میں خراسان یا آذربائیجان میں قتل کر دیا گیا تھا اور سب سے آخر 180ھ میں خلف بن خلیفہ کا وصال ہوا۔(3)

مشہور تصنیف:۔"کتاب معرفۃ التابعین" مصنفہ امام ابوالمطرف بن فطیس اندلسی۔

اسناد عالی اور نازل کا بیان

تعریف:۔"ھو الذی قل عدد رجالہ بالنسبۃ الی سند آخر یرویہ ذالک الحدیث بعدد اکثر" (4)

1۔تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۴۱
2۔تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۲۴۱
3۔ایضاً صفحہ ۲۴۳
4۔حاشیہ شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۶

Marfat.com

اسناد عالی سے مراد ایسی سند ہے جس میں راویوں کی تعداد اس دوسری سند کی نسبت کم ہو جس سے وہی حدیث عدد کثیر کے ساتھ مروی ہو۔

یعنی وہ حدیث جو دو سندوں سے مروی ہو ایک سند میں راویوں کی تعداد کم ہو اور دوسری میں زیادہ ہو تو وہ سند جس میں راویوں کی تعداد کم ہو گی وہ سند عالی ہو گی اور جس میں راویوں کی تعداد زیادہ ہو گی وہ سند نازل ہو گی۔

علو کی اقسام

علو کی دو قسمیں ہیں: (۱) علو مطلق (۲) علو نسبی۔

1۔ علو مطلق کی تعریف:۔ ''ھو ماینتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم''(1)

علو مطلق سے مراد وہ سند ہے جس کی انتہاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہی ہو اور اس میں راویوں کی تعداد دوسری سند کے مقابلہ میں کم ہو۔

اگر سند صحیح ہو تو یہ علو کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ بصورت دیگر بھی اس میں علو کی صورت موجود ہو گی بشرطیکہ حدیث موضوع نہ ہو۔

2۔ علو نسبی کی تعریف:۔ ''ھو مایقل العدد فیہ الی ذالک الامام ولو کان العدد من ذالک الامام الی منتھاہ کثیرا''(2)

علو نسبی سے مراد ایسی سند ہے جس میں آئمہ حدیث میں سے کسی امام تک راویوں کی تعداد کم ہو اگرچہ امام حدیث سے لے کر انتہاء سند تک راویوں کی تعداد کثیر ہو۔

علو کی اہمیت

اگر سند میں راویوں کی تعداد نسبتاً کم ہو تو وہ صحت کے زیادہ قریب ہوتی ہے اور اس میں خطاءٔ اور غلطی کا امکان بھی بہت کم ہوتا ہے کیونکہ سند کے ہر راوی میں خطا اور غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے لہذا جتنے واسطے زیادہ ہوں گے خطا کا احتمال بھی اتنا زیادہ ہو گا اور جتنے واسطے کم ہوں گے خطاء کا احتمال بھی اتنا کم ہو گا۔ چونکہ سند علو میں راویوں کی تعداد نسبتاً قلیل ہوتی ہے

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۶ 2۔ ایضاً

Marfat.com

اس لئے اس میں خطاء اور غلطی کا امکان بھی کم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس خاص اہمیت کے پیش نظر متاخرین محدثین نے اس کی جانب خاص توجہ دی ہے حتیٰ کہ بہت سے افراد پر اس کا شوق وشغف اس قدر غالب ہوا کہ انہوں نے اس کی جستجو اور تلاش میں اہم ترین امور کو چھوڑ دیا۔ مگر سند نزول کے راویوں میں کوئی ایسا وصف موجود ہو جس کے سبب انہیں سند علو کے راویوں پر ترجیح دی جا سکتی ہو۔ مثلاً اس کے راوی علو کی نسبت زیادہ ثقہ ہوں، زیادہ حافظ ہوں یا فقہ میں اعلیٰ مقام رکھتے ہوں تو پھر سند نزول علو کی نسبت اولیٰ اور راجح ہوگی۔

علو نسبی کی صورتیں

اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ مثلاً موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ، راوی کا وفات میں مقدم ہونا اور راوی کا سماع میں مقدم ہونا۔ تمام کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ موافقت

تعریف:۔ ''ھی الوصول الی شیخ أحد المصنفین من غیر طریقہ''(1)

''موافقت کا مفہوم یہ ہے کہ مصنف کتاب کے ساتھ اس کے شیخ میں کسی دوسری سند سے مل جانا'' بشرطیکہ دوسری سند میں راویوں کی تعداد مصنف کتاب کی سند کی نسبت کم ہو۔ مثلاً کوئی حدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اگر ہم وہ حدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کریں اور ہمارے اور شیخ بخاری حضرت قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان آٹھ واسطے بنتے ہیں اور اگر بعینہ وہی حدیث حضرت ابو العباس سراج کے واسطہ سے حضرت قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کریں تو پھر ہمارے اور حضرت قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان سات واسطے بنتے ہیں تو اس میں حضرت ابو العباس سراج کو مصنف کتاب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے شیخ میں موافقت حاصل ہوئی۔ چونکہ ان کی سند میں راویوں کی تعداد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سند کی

1۔ نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۸

Marfat.com

نسبت کم ہے اس لئے ان کی سند علو نسبی کہلائے گی۔

2۔ بدل:۔ ”هو الوصول الی شیخ شیخه كذالك“ (1)

بدل کا مفہوم یہ ہے کہ مصنف کتاب کے ساتھ کسی دوسری سند سے اس کے شیخ کے شیخ میں مل جانا بشرطیکہ دوسری سند میں راویوں کی تعداد نسبتاً کم ہو۔ مثلاً کوئی شخص بعینہٖ مذکورہ حدیث حضرت قعنبی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرے تو اس حضرت قعنبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا بدل ہو جائیں گے اور انہی کی سند علو نسبی کہلائے گی۔ اکثر محدثین موافقۃ اور بدل کا اعتبار علو کی صورت میں ہی کرتے ہیں وگرنہ علو کے بغیر بھی یہ واقع ہو سکتے ہیں۔

3۔ مساوات:۔ ”هی استواء عدد الاسناد من الراوی الی آخره مع اسناد احد المصنفين“ (2)

مساوات سے مراد یہ ہے کہ سند علو کے راویوں کی مجموعی تعداد مصنف کتاب کی سند کے راویوں کے مساوی ہو جائے۔

مثلاً حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کوئی حدیث حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گیارہ واسطوں کے ساتھ روایت کریں اور پھر بعینہٖ وہی حدیث کسی دوسری سند سے گیارہ واسطوں کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک مروی ہو تو اس طرح ہمیں تعداد کے اعتبار سے حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مساوات حاصل ہو گئی۔

4۔ مصافحة:۔ ”هی الاستواء مع تلميذ ذالك المصنف“ (3)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی راوی کا سند کے راویوں کی تعداد کے لحاظ سے مصنف کتاب کے شاگرد سے مساوات اختیار کرنا۔ اس کا نام مصافحت اس لئے ہے کہ یہ عادۃ معروفہ ہے کہ جب دو آدمی باہم ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو گویا مذکورہ صورت میں بھی مصنف کتاب کے شاگرد اور دوسرے راوی نے

1۔ نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۸ 2۔ نزہۃ النظر: ۱۰۸ 3۔ ایضاً

Marfat.com

مصنف کتاب کے ساتھ ملاقات کی ہے جو مصافحہ کو متضمن ہے۔

5۔ راوی کی وفات کا مقدم ہونا:۔ کبھی سند میں علو اس طرح پایا جاتا ہے کہ ایک سند کے راوی کی وفات دوسری سند کے راوی سے پہلے ہو جاتی ہے اگرچہ پہلے دونوں سندوں میں راویوں کی تعداد مساوی ہو۔ چونکہ وفات کے سبب ایک سند میں راویوں کی تعداد نسبتاً کم ہو گئی اس لئے وہ سند علو نسبی کہلائے گی۔ مثلاً کوئی راوی ایک حدیث تین واسطوں کے ساتھ امام بیہقی عن حاکم روایت کرے اور پھر کوئی دوسرا راوی بعینہ وہی حدیث تین واسطوں کے ساتھ ابوبکر بن خلف عن حاکم روایت کرے تو اس میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند عالی کہلائے گی کیونکہ ان کا وصال ابوبکر بن خلف سے پہلے ہوا۔(1)

6۔ راوی کا سماع میں مقدم ہونا:۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شیخ سے دو راویوں نے سماع کیا مگر ایک نے سماع اس وقت کیا جبکہ شیخ کی عمر چالیس برس تھی اور دوسرے نے سماع تب کیا جب شیخ کی عمر ساٹھ برس تک پہنچ گئی۔ تو اس میں جس راوی نے سماع پہلے کیا اس کی سند عالی ہوگی۔ اگرچہ دونوں سندوں میں بظاہر راویوں کی تعداد برابر ہو۔ اور یہ علو ایسی صورت میں زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے جبکہ آخر عمر میں شیخ کا حافظہ کمزور یا مختل ہو جائے۔(2)

نوٹ:۔ اسناد نازل کی بھی چھ اقسام ہیں چونکہ اسناد نازل اسناد عالی کے مقابل اور اس کی ضد ہوتی ہے۔ اس لئے عالی کی تعریف اور مثال سے نازل کی تعریف اور مثال بھی واضح ہوگئی۔ اس لئے علیحدہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔

روایۃ الاقران اور مدبج کا بیان

اقران کا لغوی معنی:۔ ''الاقران جمع قرین بمعنی المصاحب'' کما فی القاموس

اقران قرین کی جمع ہے اس کا معنی ہے دوست، ساتھی، مصاحب قاموس میں اسی طرح ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''المتقاربون فی السن والاسناد''(3)

1۔ حاشیہ الباعث الحثیث، جلد 164 2۔ ایضاً 3۔ مقدمہ ابن الصلاح: 154، الوسیط: 551

Marfat.com

اصطلاح میں اُقران سے مراد ایسے راوی ہیں جو عمر اور اسناد میں باہم ایک دوسرے کے قریب قریب ہوں یعنی ایسے رواۃ کی تاریخ ولادت باہم ایک دوسرے کے نزدیک ہو اور ہر ایک نے دوسرے کے اکثر مشائخ سے احادیث روایت کی ہوں تو وہ آپس میں اقران کہلائیں گے۔

روایۃ الاقران کی تعریف

أن یروی أحد القرینین عن الآخر(1)

روایۃ الاقران وہ ہوتی ہے جسے دو قرینوں میں سے ایک دوسرے قرین سے روایت کرے۔ مگر دوسرے کا اس سے روایت کرنا معلوم نہ ہو۔ جیسے:

1۔ زائدہ بن قدامہ زہیر بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ زہیر بن معاویہ نے زائدہ بن قدامہ سے روایت کی ہو۔ حالانکہ یہ دونوں قرین ہیں۔

2۔ سلیمان التیمی اور مسعر بن کدام دونوں ایک دوسرے کے قرین ہیں سلیمان التیمی تو مسعر بن کدام سے روایت کرتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ مسعر بن کدام بھی سلیمان التیمی سے روایت کرتے ہیں۔

مدبج کی لغوی تعریف

ھو اسم مفعول من ''التدبیج'' بمعنی التزیین والتدبیج مشتق من دیباجتی الوجه ای الخدین

''مدبج صیغہ اسم مفعول ہے اور تدبیج سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے مزین کرنا اور تدبیج دیباجتی الوجہ (چہرے کے دور خسار) سے ماخوذ ہے۔''

اصطلاحی تعریف

أن یروی القرینان کل واحد منھما عن الآخر(2)

مدبج وہ روایت ہوتی ہے جس میں دو قرینوں میں سے ہر ایک دوسرے سے روایت کرے۔

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۹۲ 2۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۹۳، حاشیہ نخبۃ الفکر: ۱۱۰

Marfat.com

وجہ تسمیہ :۔ جس طرح چہرے کے دونوں رخسار ایک دوسرے کے مساوی ہوتے ہیں اسی طرح مدبج میں دونوں قرین ہم مرتبہ ہونے کے سبب ایک طبقہ میں شمار ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے روایت کرنے میں رخساروں کی مثل مساوی ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس نوع کا نام مدبج رکھا گیا ہے۔

امثلہ

مدبج فی الصحابہ کی مثال :۔ مثلاً حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔

مدبج فی التابعین کی مثال :۔ مثلاً حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

مدبج فی اتباع التابعین کی مثال :۔ مثلاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

فائدہ :۔ اس نوع کا فائدہ یہ ہے کہ سند میں زیادتی یا صیغہ عن کے واؤ کے ساتھ بدل جانے کا گمان باقی نہیں رہتا۔

مشہور تصانیف

(۱) ''روایۃ الاقران'' مصنفہ ابو الشیخ الاصفہانی۔

(۲) ''المدبج'' مصنفہ علامہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ۔

روایۃ الأکابر عن الاصاغر کا بیان

تعریف :۔ ''روایۃ الشخص عمن ھو دونہ فی السن والطبقۃ او فی العلم والحفظ ''(1)

اس سے مراد کسی شخص کا ایسے راوی سے حدیث روایت کرنا ہے جو عمر اور طبقہ میں یا علم اور حفظ میں اس سے ادنیٰ ہو یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عمر یا قدر یا دونوں کے اعتبار سے بڑا اور

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۸۸

Marfat.com

اعلیٰ راوی اپنے سے چھوٹے اور ادنیٰ راوی سے حدیث روایت کرتا ہے۔ روایت کی یہ نوع روایۃ الاکابر عن الاصاغر کہلاتی ہے۔ اس نوع سے متعلقہ متعدد روایات ہیں۔ ان میں سے ایک صحیح بخاری کی یہ روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن سفیان مالک بن یخامر رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله'' رواه الشيخان(1)

''میری امت میں سے ایک گروہ واضح طور پر ہمیشہ حق پر رہے گا جو بھی ان کے مخالف ہوگا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔''

اس روایت میں حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور مالک بن یخامر تابعی ہیں۔ لہٰذا اس میں اعلیٰ شخص اپنے سے ادنیٰ راوی سے روایت کر رہا ہے۔

اقسام

اس نوع کی متعدد اقسام ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ روایت کرنے والا راوی مروی عنہ کی نسبت عمر میں بڑا اور طبقہ میں مقدم ہو مثلاً امام زہری اور یحییٰ بن سعید انصاری کا حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا اور ابو القاسم عبید اللہ بن احمد ازہری کا اپنے شاگرد خطیب بغدادی سے روایت کرنا وغیرہ۔

2۔ روایت کرنے والا راوی مروی عنہ سے قدر اور مرتبہ میں عظیم ہو مگر عمر کے لحاظ سے بڑا نہ ہو۔ مثلاً کسی عالم حافظ کا ایسے شیخ سے حدیث روایت کرنا جو علم و حفظ میں اس کی نسبت ادنیٰ ہو۔ جیسا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث روایت کرنا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق بن راہویہ کا عبید اللہ بن موسیٰ عبسی سے روایت کرنا۔

3۔ روایت کرنے والا راوی عمر اور قدر دونوں میں مروی عنہ سے بڑا ہو مثلاً حافظ عبدالغنی

1۔ الوسیط: ۵۴۹

Marfat.com

بن سعید کا اپنے شاگرد محمد بن علی صوری سے روایت کرنا اور امام برقانی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے شاگرد خطیب بغدادی سے روایت کرنا اور خطیب بغدادی کا ابن ماکولا سے روایت کرنا وغیرہ۔

اس تیسری قسم سے متعلقہ روایۃ الصحابۃ عن التابعین بھی ہے۔ یعنی صحابہ کا تابعین سے روایت کرنا۔ مثلاً عبادلہ اور دیگر صحابہ مثلاً حضرت ابوہریرہ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا کعب الاحبار سے روایت کرنا وغیرہ اور اسی نوع سے متعلق تابعین کا تبع تابعین سے روایت کرنا بھی ہے مثلاً زہری اور یحییٰ بن سعید انصاری کا حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنا۔ اسی طرح عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص تابعی نہیں مگر بیس سے زائد تابعین ان سے روایت کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ اس نوع کی پہچان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان اس وہم سے محفوظ رہتا ہے کہ مروی عنہ راوی کی نسبت ہمیشہ افضل واکبر ہوتا ہے کیونکہ عموماً گمان ایسا ہی ہوتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سند میں قلب کا وہم نہیں ہوتا کیونکہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ اصاغر اکابر سے روایت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کے سبب سند میں قلب کا وہم ہوسکتا ہے مگر روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی معرفت سے ایسا وہم زائل ہو جاتا ہے۔

مشہور تصنیف

1۔ ''کتاب مارواہ الکبار عن الصغار والآباء عن الابناء'' مصنفہ حافظ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الوراق متوفی 403ھ۔

روایۃ الأباء عن الابناء کا بیان

تعریف:۔ ''ان یوجد فی سند الحدیث أب یروی الحدیث عن ابنہ''(1)

اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کی سند میں باپ کا ذکر ہو جو اپنے بیٹے سے حدیث روایت کر رہا ہو۔

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث:191

Marfat.com

مثال:۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے فضل سے روایت کرتے ہیں:

أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جمع بين الصلاتين بالمزدلفة

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں دو نمازوں کو اکٹھا ادا فرمایا ہے۔''

فائدہ:۔ اس نوع کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ انسان سند میں قلب اور خطا کا گمان کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ بیٹا باپ سے روایت کرے۔ لہٰذا یہ پہچان نہ ہونے کی صورت میں قلب اور خطا کا وہم ہو سکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ نوع بھی روایۃ الاکابر عن الاصاغر کی ہی ایک قسم ہے۔

مشہور تصنیف:۔ ''روایۃ الآباء عن الابناء'' مصنفہ علامہ خطیب بغدادی۔

روایۃ الابناء عن الآباء کا بیان

تعریف:۔ ''أن يوجد في سند الحديث ابن يروي الحديث عن أبيه فقط أو عن أبيه عن جده'' (1)

اس سے مراد ایسی روایت ہے جس کی سند میں ابن (بیٹے) کا ذکر ہو جو صرف اپنے باپ سے یا اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتا ہو۔

اقسام:۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ راوی یعنی بیٹا صرف اپنے باپ سے حدیث روایت کرے۔ اس کی کثیر مثالیں ہیں مثلاً:

رواية أبي العشراء الدارمي عن أبيه عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

ابو العشراء دارمی کا اپنے باپ کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنا وغیرہ۔

نوٹ:۔ علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابو العشراء کے باپ کے نام میں محدثین کا بہت زیادہ اختلاف ہے مگر سب سے زیادہ مشہور اسامہ بن مالک بن قہطم ہے۔

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۹۱، ھکذا فی الباعث الحثیث: ۲۰۲

Marfat.com

2۔ دوسری قسم یہ ہے کہ راوی یعنی بیٹا اپنے باپ کے واسطہ سے دادا سے روایت کرے۔ پھر آگے اس کی دو صورتیں بنتی ہے۔ ایک یہ کہ دادا سے مراد راوی کا اپنا دادا ہو اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دادا سے مراد راوی کا دادا نہ ہو بلکہ اس کے باپ کا دادا مراد ہو یعنی راوی کا جد اعلیٰ۔

پہلی صورت کی مثال اس طرح بنتی ہے کہ ”روایة بهز ابن حكيم عن أبيه عن جدّه عن النبي ﷺ“ (بہز بن حکیم اپنے باپ اور دادا کے واسطہ سے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔) اس سند میں اصل اسماء یہ ہیں بہز بن حکیم بن معاویہ۔ تو اس میں جدہ کی ہ ضمیر کا مرجع راوی ہے۔ لہٰذا مراد راوی کا اپنا دادا ہے۔

دوسری صورت کی مثال:۔ ”روایة عمرو بن شعب عن أبيه عن جدّه“ اس سند میں جدہ کی ہ ضمیر کا مرجع راوی نہیں بلکہ اس کا باپ ہے تو گویا اس میں جد سے مراد راوی کے باپ کا دادا ہے۔ اس سند میں اصل اسماء یہ ہیں ”عمرو بن شعيب بن محمد بن عبد الله بن عمرو بن العاص۔“

اہمیت اور فائدہ

اسناد کی یہ قسم اس اعتبار سے انتہائی اہم ہے کہ اس میں راوی کے باپ دادا کا اسم گرامی صراحۃً مذکور نہیں ہوتا۔ اور سند کے اتصال وارسال کی پہچان کے لئے ان کے اسماء کا علم از حد ضروری ہے۔ اس لئے اس میں بحث اور نظر وفکر کی ضرورت ہوتی ہے اور فائدہ یہ ہے کہ اس نوع کے ادراک سے راوی کے باپ دادا کے ناموں کا علم ہو جاتا ہے اور پھر راوی کے بارے کسی نوع کا خفاء اور ابہام باقی نہیں رہتا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جد سے مراد راوی کا اپنا دادا ہے یا اس کے باپ کا۔

حجیت

ایسی سند والی حدیث کو حجت بنانے میں محدثین آئمہ کرام کے مابین اختلاف ہے۔ بشرطیکہ راوی تک سند صحیح ہو۔ اس کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے امام

Marfat.com

احمد بن حنبل، علی بن المدینی، اسحاق بن راہویہ، ابو عبیدہ اور اپنے کثیر اصحاب حدیث کو دیکھا ہے کہ وہ ایسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس سے استدلال کرنا ترک نہیں کیا۔'' اسی طرح احمد بن سعید دارمی فرماتے ہیں کہ ایسی حدیث سے ہمارے اصحاب نے استدلال کیا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المہذب میں فرمایا ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور محققین آئمہ حدیث کے نزدیک یہی پسندیدہ قول ہے۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ایسی سند جس میں أبیه عن جدّہٖ کے الفاظ موجود ہوں اگر ان تمام کے ناموں کی تصریح آجائے تو پھر وہ روایت حجت ہوگی اور اگر ناموں کی تصریح نہ ہو تو پھر وہ حدیث حجت نہیں ہوگی۔ اور انہوں نے اپنی صحیح میں ایک حدیث کی سند اس طرح بیان کی ہے: ''عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن محمد بن عبداللہ بن عمرو عن ابیه عبداللہ بن عمرو عن ابیه مرفوعاً۔''

الا احدثکم بأحبکم الیٰ واقربکم منی مجلساً یوم القیامة

الحدیث

علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں ارجح اور صحیح قول جمہور محدثین کا ہے یعنی یہ روایت قابل حجت ہے۔

مشہور تصنیفات

(۱) ''روایة الابناء عن آباءھم'' مصنفہ ابو نصر عبید اللہ بن سعید الوائلی۔

(۲) ''جزمن روىٰ عن أبیه عن جدّہٖ'' مصنفہ ابن ابی خیثمہ۔

(۳) ''کتاب الوشی المعلم فی من روی عن أبیه عن جده عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' مصنفہ حافظ صلاح الدین العلائی۔

سابق ولاحق کا بیان

لغوی تعریف:۔ ''السابق اسم فاعل من السبق بمعنی المتقدم واللاحق اسم

Marfat.com

فاعل من اللحاق بمعنی المتأخر والمراد بذالك الراوی المتقدم موتاً والراوی المتأخر موتاً۔''

سابق سبق سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔اس کا معنی ہے آگے بڑھنے والا اور لاحق لحاق سے اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے پیچھے رہ جانے والا۔ یہاں معنی یہ ہے کہ ایسا راوی جو وفات میں متقدم ہو وہ سابق کہلاتا ہے اور جو وفات میں متاخر ہو وہ لاحق کہلاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف :۔''ان یشترك فی الروایة عن شیخ اثنان تباعد مابین وفاتیهما''(1)

سابق و لاحق سے مراد یہ ہے کہ ایک شیخ سے روایت کرنے میں دو راوی باہم شریک ہوں مگر دونوں کے وصال کے درمیان بعد زمانی موجود ہو۔مثلاً:

1۔حافظ سلفی سے روایت کرنے میں ان کے شیخ ابو علی بردانی اور حافظ کے پوتے ابو القاسم عبد الرحمٰن بن مکی دونوں شریک ہیں مگر شیخ ابو علی بردانی کی وفات پانچویں صدی کے آخر میں ہوئی اور عبد الرحمٰن بن مکی کی وفات 650ھ میں ہوئی۔اس طرح دونوں کے وصال کے درمیان ڈیڑھ سو سال کا بعد پایا جاتا ہے۔لہٰذا ابو علی بردانی سابق کہلائیں گے اور عبد الرحمٰن بن مکی لاحق کہلائیں گے۔

2۔ابو العباس محمد بن اسحاق السراج سے روایت کرنے میں ان کے شیخ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسین الخفاف دونوں شریک ہیں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 253ھ میں ہوا اور ابو الحسین نے 393ھ میں رحلت فرمائی۔اس طرح دونوں کے وصال کے درمیان ایک سو چالیس سال کا بعد موجود ہے۔لہٰذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سابق اور ابو الحسین لاحق کہلائیں گے۔

3۔حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے میں زہری اور احمد بن اسماعیل سہمی دونوں شریک ہیں۔زہری کی وفات 124ھ میں ہوئی اور سہمی کا وصال 259ھ ہوا۔اس طرح دونوں کے وصال کے درمیان ایک سو پینتیس سال کا بعد ہے لہٰذا زہری سابق اور احمد بن

1۔تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۹۴

Marfat.com

اسماعیل لاحق کہلائیں گے۔

مشہور تصنیف:۔''کتاب السابق واللاحق'' مصنفہ خطیب بغدادی۔

مسلسل فی الحدیث کا بیان

لغوی تعریف:۔''المسلسل هو اسم مفعول من "السَّلْسَلَةِ" وهى اتصال الشئ بالشئ بعضه ببعض على نسق واحد متناسب ومنه سلسلة الحديد فان حلقاتها متناسبة متصل بعضها ببعض۔''(1)

مُسَلْسَلْ سَلْسَلَةٌ سے صیغہ اسم مفعول ہے۔ سلسلة کا معنی ہے ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ اس طرح ملا دینا کہ اس کے بعض اجزاء ایک مناسب انداز میں دوسرے بعض اجزاء کے ساتھ ملے ہوئے ہوں۔ اسی سلسلة الحدید (لوہے کا بنا ہوا زنجیر) بھی ہے کیونکہ اس کے بعض حلقے بعض کے ساتھ مناسب انداز میں ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:۔''هو تتابع رجال اسناده على صفة أوحالة للرواة تارة وللرواية تارة اخرى''(2)

مسلسل وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند کے رواۃ کسی ایک صفت یا حالت پر تسلسل کے ساتھ قائم رہیں کبھی اس صفت یا حالت کا تعلق راویوں کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی روایت کے ساتھ۔

مسلسل کی اقسام

اس کی اقسام تین ہیں۔

(۱) مسلسل باحوال الرواۃ (۲) مسلسل بصفات الرواۃ (۳) مسلسل بصفات الروایۃ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: (۱) قولی (۲) فعلی۔

1۔ مسلسل باحوال الراوۃ القولیه

اس سے مراد راویوں کے وہ قولی احوال ہیں جن میں وہ باہم ایک دوسرے کی متابعت

1۔ الوسیط: ۳۱۴ 2۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۹۴، هکذا فی الباعث الحثیث: ۱۶۸

Marfat.com

کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له: یا معاذ! انی احبك فقل فی دبر کل صلواة، اللّٰھم أعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك

(اخرجه ابوداؤد فی باب الوتر)

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا اے معاذ! میں تیرے ساتھ محبت کرتا ہوں، ہر نماز کے بعد یہ کہا کرو، اے اللہ! اپنے ذکر، اپنے شکر اور حسن عبادت پر میری مدد فرما۔''

تو اس حدیث کے تمام راویوں نے اس قول میں ایک دوسرے کی متابعت اختیار کی ہے ''دانا احبك فقل۔''

1۔ مسلسل باحوال الرواۃ الفعلیه:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام راوی کسی ایک فعل میں ایک دوسرے کی متابعت اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

شبك بیدی أبوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم وقال خلق الله الأرض یوم السبت الحدیث۔

''کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن زمین کو پیدا فرمایا۔''

اس حدیث کو ہر راوی نے اپنے شیخ سے روایت کرتے وقت تشبیك بالید کے عمل میں تسلسل اختیار کیا ہے یعنی روایت کے وقت ہر راوی نے اپنے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا ہے۔

2۔ مسلسل باحوال الرواۃ القولیه والفعلیه:۔ اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند کے تمام راویوں نے حالت قولی اور فعلی دونوں میں ایک دوسرے کی متابعت اختیار کی ہو۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

Marfat.com

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”لایجد العبد حلاوۃ الایمان حتّٰی یؤمن بالقدر خیرہ وشرّہٖ وحلوہٖ ومرّہٖ، وقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی لحیتہٖ وقال اٰمنت بالقدر خیرہٖ وشرّہٖ وحلوہٖ ومرّہٖ۔

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کوئی آدمی ایمان کی حلاوت نہیں پاسکتا یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لے آئے چاہے وہ تقدیر اچھی ہو یا بری، شیریں ہو یا کڑوی“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ رکھا اور زبان اقدس سے ارشاد فرمایا میں تقدیر پر ایمان لایا چاہے وہ اچھی ہو یا بری، شیریں ہو یا تلخ۔“

اس حدیث طیبہ کو روایت کرتے وقت تسلسل کے ساتھ ہر راوی نے اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھا اور ساتھ یہ کہا ”اٰمنت بالقدر خیرہ وشرّہٖ ومرّہٖ۔“

2۔ مسلسل بصفات الرواۃ

اس سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند میں راویوں کی صفات کا تسلسل کے ساتھ ذکر ہو۔ چاہے وہ قولی ہوں یا فعلی یا قولی اور فعلی دونوں۔

1۔ صفات قولیہ کی مثال:۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمٰن أخبرنا محمد بن کثیر عن الاوزاعی عن یحیٰی بن أبی کثیر عن ابی سلمۃ عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ قال قعدنا نفراً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرنا فقلنا ”لو نعلم ای الاعمال احبّ الی اللہ تعالٰی لعملناہ فانزل اللہ عزوجل“ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ“ قال ابن سلام فقرأھا علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

''عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے ہمیں حدیث بیان کی کہ محمد بن کثیر نے ہمیں اوزاعی سے انہوں نے یحییٰ بن کثیر سے، انہوں نے ابوسلمہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہمیں خبر دی کہ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کا ایک گروہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں مذاکرات کر رہے تھے تو اسی دوران ہم نے کہا اگر ہم یہ جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسندیدہ ہے تو ہم ضرور وہ عمل کرتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل فرمائی'' ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی آسمانوں اور زمین میں رہنے والی ہر چیز نے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ ایمان والو! تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں'' تو ابن سلام نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت ہمارے سامنے پڑھی۔''

اس حدیث کو روایت کرتے وقت ہر راوی نے تسلسل کے ساتھ یہ کہا ''فقرأها فلان هكذا۔''

2۔ صفات فعلیہ کی مثال:۔ تمام راویوں کے اسماء متفق ہوں جیسے محمدین (تمام کا نام محمد ہو) یا تمام راوی فقیہ اور حافظ ہوں یا تمام کی نسبت ایک ہو مثلاً دمشقیون (تمام دمشق کے رہنے والے ہوں) مصریون (مصر کے رہنے والے) تسلسل کی اقسام میں سے اصح ترین مسلسل بالحفاظ ہے مثلاً سند یہ ہو عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سند اصح الاسانید ہے اور اس کا نام سلسلة الذهبیه ہے۔

3۔ مسلسل بصفات الراویة

روایت میں تسلسل صیغ ادا، زمانہ روایت یا مکان کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

1۔ مسلسل بصیغ ادا کی مثال:۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جسے روایت کرتے وقت ہر راوی ایک ہی صیغہ استعمال کرے مثلاً ہر راوی کہے سمعت عن فلان یا أخبرنا فلان یا حدثنا فلاں یا انبأنا فلاں وغیرہ۔

Marfat.com

2۔ مسلسل بزمن الروایة:۔ وہ حدیث جسے روایت کرتے وقت ہر راوی کہے۔ عید کے دن میں نے یہ حدیث سنی، جمعرات کے دن ناخن کاٹتے ہوئے میں نے یہ حدیث سنی۔ المختصر یہ کہ ہر راوی ایک ہی زمانہ کا تذکرہ کرے۔

3۔ مسلسل بمکان الروایة:۔ وہ حدیث جسے روایت کرتے وقت ہر راوی ایک ہی جگہ کا ذکر تسلسل کے ساتھ کرے جیسا کہ ملتزم کے بارے میں ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الملتزم موضع یستجاب فیه الدعاء وما دعا اللہ عزوجل فیه عبد دعوة الا استجاب له۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ملتزم وہ مقام ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ سے بندہ جو دعا بھی کرے رب کریم اسے قبول فرمالیتا ہے۔''

نوٹ:۔ مسلسل روایت کی مکمل سند میں تسلسل کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا بلکہ یہ تسلسل کبھی سند کے درمیان میں اور کبھی آخر میں ختم ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں کہا جاتا ہے ''ھذا مسلسل الی فلان۔''

مشہور تصانیف

1۔ ''المسلسلات'' مصنفہ حافظ اسماعیل بن احمد بن فضل التیمی متوفی 535ھ۔
2۔ ''الاحادیث المسلسلات'' مصنفہ شیخ حافظ محمد بن عبد الواحد مقدسی متوفی 643ھ۔
3۔ ''کتاب المسلسلات'' مصنفہ الحافظ، المحدث، المورخ شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی متوفی 902ھ۔
4۔ ''المسلسلات الکبریٰ'' و ''جیاد المسلسلات'' مصنفہ امام حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن بکر السیوطی متوفی 911ھ۔

Marfat.com

5۔ ''الفوائد الجلیلہ'' علامہ شیخ محمد احمد بن سعید مشہور بابن عقلیہ متوفی 1150ھ

6۔ ''التعلیقة الجلیلہ علی مسلسلات ابن عقیلہ'' مصنفہ ابوالفیض محمد بن محمد بن محمد الشہیر بمرتضی حسینی حنفی متوفی 1205ھ۔

7۔ ''المناھل السلسلة فی الاحادیث المسلسلة'' مصنفہ محدث محمد بن عبدالواحد الایوبی متوفی 1264ھ۔

احادیث کے تحمل واداء اوران کی شرائط کا بیان

تحمل کی تعریف :۔''ھو نقل الحدیث من الغیر بأی طریق من طرق التحمل الصحیحة المعتبر وھذا الغیر یسمی فی عرف المحدثین شیخا۔''(1)

تحمل سے مراد حدیث اخذ کرنے کے صحیح اور معتبر طرق میں سے کسی طریقہ کے ساتھ کسی دوسرے سے حدیث کو نقل کرنا ہے۔جس سے حدیث نقل کی جائے عرف محدثین میں اسے شیخ کہا جاتا ہے۔

شرائط

حدیث اخذ کرنے کے لئے بنیادی طور پر دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

1۔تمیز:۔اس سے مراد یہ ہے کہ ناقل حدیث میں اتنی عقل وفہم ضرور موجود ہو کہ وہ صحیح اور غلط کے درمیان اور حدیث کے الفاظ اور عام کلام کے مابین فرق اور امتیاز کر سکتا ہو۔

2۔ضبط:۔دوسری شرط ضبط ہے یعنی جب راوی اپنے شیخ سے حدیث کا سماع کرے تو اس میں اتنی قوۃ ضبط ضرور موجود ہو کہ وہ اسے اپنے پاس محفوظ رکھ سکے چاہے ذہن میں محفوظ رکھے یا کتاب میں۔

مذکورہ شرائط کے پیش نظر سماع کے صحیح ہونے کے لئے محدثین نے راوی کی کم سے کم عمر پانچ سال شرط قرار دی ہے۔اسی کے مطابق آئمہ حدیث کا عمل رہا ہے اور اس پر استدلال صحیح بخاری کی اس روایت سے کیا ہے۔

1۔الوسیط : ۹۴

Marfat.com

عن محمود بن ربیع قال عقلت من النبی ﷺ حجة حجها فی وجھی من دلو وانا ابن خمس سنین۔

مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چار سال کا بچہ ممیز اور ضابط ہوتا ہے اور کبھی سات سال کا بچہ بھی ممیز اور ضابطہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس شبہ کی بناء پر یہ کہا گیا ہے کہ حدیث اخذ کرنے کے لئے تمیز اور ضبط کا ہی پایا جانا ضروری ہے چاہے عمر زیادہ ہو یا کم۔ اسی طرح حدیث اخذ کرنے کیلئے تو مسلمان ہونا بھی شرط نہیں البتہ حدیث روایت کرنے کیلئے اسلام شرط ہے۔

اداء کی تعریف

الاداء ھو روایة الحدیث للغیر وھذا الغیر یعرف عند المحدثین بطالب الحدیث (1)

اداء سے مراد کسی دوسرے آدمی کے سامنے حدیث کو بیان کرنا ہے۔ عرف محدثین میں دوسرے آدمی کو طالب الحدیث کہا جاتا ہے۔

شرائط:۔ حدیث بیان کرنے کے لئے متعدد شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ مثلاً راوی عادل ہو، ضابطہ ہو، مسلمان ہو، عاقل بالغ ہو، تمام تر اسباب فسق اور خلاف مروۃ امور سے محفوظ ہو اور اس کے پاس حدیث محفوظ ہو۔

تحمل واداء کے طرق کا بیان

محدثین نے حدیث اخذ کرنے کے آٹھ طرق بیان کئے ہیں انہیں صیغ اداء کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

(۱) سماع عن الشیخ (۲) قرأة علی الشیخ (۳) اجازت (۴) مناولت (۵) کتابت (۶) اعلام (۷) وصیة (۸) وجادة۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ سماع عن الشیخ:۔ حدیث لینے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ شیخ حدیث کے الفاظ پڑھتا ہے اور طالب ان کا سماع کرتا ہے۔ شیخ چاہے حدیث زبانی یاد بیان کرے یا کتاب سے

1۔ الوسیط: ۹۴

Marfat.com

دیکھ کر۔ چاہے وہ اس کی املاء کرائے یا نہ کرائے۔ اسی طرح برابر ہے چاہے طالب سماع کے ساتھ ساتھ حدیث طیبہ اپنے پاس لکھے یا صرف سماع پر ہی اکتفاء کرے۔ جمہور محدثین کے نزدیک حدیث اخذ کرنے کا سب سے اعلیٰ طریقہ یہی ہے۔ اس صورت میں پردے کے پیچھے سے بھی سماع جائز ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام اور تابعین پردے کے پیچھے سے ہی امہات المؤمنین سے احادیث سنتے تھے۔

صیغ اداء:۔ اس طریقہ میں مندرجہ ذیل صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً:

سمعتُ یا سمعنا، حدثنی یا حدثنا، أخبرنی یا أخبرنا، سماعاً منه، أنبأنی یا أنبأنا سماعا منه۔ بعض کے نزدیک مطلق اخبار اور انباء جائز ہے لیکن بعض کے نزدیک جائز نہیں۔ اسی طرح قال لی یا ذکرلی کے صیغے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ مذکورہ صیغوں میں سب سے ارفع سمعت ہے پھر حدثنا اور پھر حدثنی۔

2۔ قرأة علی الشیخ:۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ طالب حدیث پڑھتا ہے اور شیخ اس کا سماع کرتا ہے۔ چاہے طالب خود حدیث پڑھے یا پڑھنے والا کوئی دوسرا ہو اور وہ اس کا سماع کرے۔ چاہے وہ یاد پڑھے یا کتاب سے دیکھ کر۔ اسی طرح چاہے وہ حدیث شیخ کو یاد ہو یا یاد تو نہ ہو مگر اس کے پاس اصل کتاب موجود ہو۔ ائمہ حدیث اس قسم کو عرض القرأة کہتے ہیں۔

حکم:۔ اس طرح روایت کی جانے والی حدیث کا حکم یہ ہے کہ مذکورہ تمام صورتوں میں وہ صحیح اور قابل حجت ہوتی ہے۔ یہی مذہب جمہور صحابہ کرام اور تابعین کا ہے جن میں فقہاء سبعہ اور اربعہ بھی ہیں۔ چند علماء نے اس کی مخالفت بھی کی ہے ان میں وکیع، ابو عاصم النبیل اور محمد بن سلام وغیرہ شامل ہیں۔

رتبہ حدیث

اس طرح کی حدیث کے رتبہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

1۔ ایک قول یہ ہے کہ حدیث اخذ کرنے کا یہ طریقہ درجہ اور رتبہ میں پہلے طریقہ کے

Marfat.com

مساوی ہے۔ یہ امام مالک، امام بخاری رحمہا اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء مدینہ وحجاز اور اہل کوفہ کا ہے۔

2۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طریقہ رتبہ میں پہلے کی نسبت اعلیٰ ہے۔ یہ مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی ذئب کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

3۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ طریقہ رتبہ میں پہلے کی نسبت ادنیٰ ہے۔ یہ قول جمہور اہل مشرق کا ہے اور یہی صحیح ہے۔

صیغ اداء:۔ قرأۃ علی الشیخ کے طریقہ میں درج ذیل صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً:

قرأتُ علی فلان، قُرِئَ علی فلان وأنا اسمع، أخبرنی بقرأتی علیه، أخبرنا قرأۃ علیه وأنا اسمع، حدثنی بقرأتی علیه، حدثنا قرأۃ علیه وانا اسمعُ۔ اس صورت میں حدثنا اور اخبرنا کے صیغے مطلق استعمال کرنے سے امام احمد بن حنبل اور امام نسائی رحمہا اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ جبکہ زہری، مالک، امام بخاری رحمہا اللہ تعالیٰ اور دیگر محدثین کوفہ وحجاز وغیرہ نے اسے جائز قرار دیا ہے اور جمہور اہل مشرق کا نظریہ یہ ہے کہ اخبرنا مطلق استعمال کرنا جائز ہے جبکہ حدثنا کا مطلق استعمال جائز نہیں۔

3۔اجازۃ

تعریف:۔"اذن الشیخ للطالب فی الروایة عنه من غیر سماع منه ولاقرأۃ علیه فهی اخبار اجمالی بمرویاته۔"

اجازت کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ اپنی جانب سے طالب کو حدیث روایت کرنے کی اجازت دے دے حالانکہ نہ طالب نے اس سے سماع کیا ہو اور نہ ہی اس پر حدیث کی قرأۃ کی ہو۔ گویا اجازت سے مراد شیخ کی جانب سے طالب کو اپنی مرویات کی اجمالی طور پر خبر دینا ہے۔ مثلاً وہ اس طرح کہے:

اجزت لك ان تروی عنی صحیح البخاری۔

Marfat.com

''میں تجھے اپنے واسطہ سے صحیح بخاری روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔''

نوٹ:۔ (۱) اجازت کی حسین صورت یہ ہے کہ شیخ (مُجیز) جس کی روایت کی اجازت دے رہا ہے اس سے بذات خود واقف اور آگاہ ہو اور جس کو اجازت دے رہا ہے (یعنی مجاز لہ) وہ بھی اہل علم میں سے ہو۔

(۲) اجازت کبھی لفظاً ہوتی ہے اور کبھی کتابۃً۔ مگر مُجیز کو اجازت بالکتاب کے ساتھ ساتھ اجازت باللفظ بھی دینی چاہئے اور اگر وہ اجازت کے ارادہ سے صرف کتاب پر ہی اکتفاء کرے تو یہ بھی صحیح ہے۔

اجازت کی اقسام

اجازت کی متعدد اقسام ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ شیخ کسی معین طالب حدیث یا معین جماعت کو کسی معین اور مخصوص کتاب کی اجازت دے۔ مثلاً اس طرح کہے: ''أجزتك يا اجزتكم صحيح البخاری'' اجازت کی یہ قسم ان تمام اقسام سے اعلیٰ اور ارفع ہے جو مناولۃ سے خالی ہوں۔

حکم:۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک اس کے ساتھ حدیث روایت کرنا اور اس پر عمل کرنا صحیح ہے بلکہ ابو الولید باجی اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔ یہی قول صحیح ہے مگر بعض محدثین نے اس کے برعکس بھی قول کیا ہے۔

رتبہ:۔ رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے حدیث اخذ کرنے کی یہ قسم سماع اور قرأة على الشيخ دونوں سے کم ہے۔ یہی قول صحیح اور ارجح ہے۔

2۔ شیخ کسی معین طالب کو غیر معین کتاب یا مرویات کی اجازت دے۔ مثلاً اس طرح کہے:

اجزتك يا اجزتكم جميع مسموعاتی أو مروياتی۔

حکم:۔ جمہور علماء محدثین اور فقہاء نے کہا ہے کہ اجازت کی اس نوع کے ساتھ بھی حدیث کی روایت جائز ہے اور اس حدیث کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔ بشرطیکہ حدیث صحیح یا حسن ہو۔

Marfat.com

3۔شیخ غیر معین افراد کو ان کے وصف عام کے ساتھ اجازت دے۔ مثلاً اس طرح کہے:
''اجزت جمیع المسلمین، أجزتُ کل واحد، اجزت اھل زمانی'' وغیرہ۔ (میں نے تمام مسلمانوں کو اجازت دی، میں نے ہر ایک کو اجازت دی، میں نے اپنے اہل زمانہ کو اجازت دی۔) یا انہی کی مثل اور الفاظ کہے۔

حکم:۔ بعض کے نزدیک اجازت کی اس قسم کے ساتھ حدیث کی روایت جائز ہے۔ ان میں قاضی ابوالطیب الطبری، ان کے شاگرد رشید خطیب بغدادی، ابن مندہ، ابوالعلاء ہمدانی اور ابوالولید بن رشد وغیرہ ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تدریب میں کہا ہے کہ اجازت کی یہ قسم جب کسی ایسے وصف کے ساتھ مقید ہو جو حصر کا فائدہ دیتا ہو مثلاً الفاظ اس طرح ہوں:

''اجزت طلبۃ العلم ببلد کذا '' یا ''اجزت من سمع منی کتاب کذا۔''

''میں نے فلاں شہر کے طلباء کو اجازت دی یا میں نے اسے اجازت دی جس نے مجھ سے فلاں کتاب سنی''

تو پھر اجازت کی یہ صورت اجازت عامہ کے مقابلہ میں جواز کے زیادہ قریب ہے۔

علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اجازت کی اس قسم کے ساتھ روایت کرنا جائز نہیں۔ مگر اس کے برعکس جمہور متاخرین نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگرچہ اجازت کی اس قسم کے ساتھ حدیث کی روایت جائز ہے۔ مگر اس کے باوجود احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ روایت نہ کی جائے۔ بشرطیکہ اجازت مقید و محصور نہ ہو۔

4۔شیخ معین اور مخصوص طلباء کو مجہول کتب کی اجازت دے یا مجہول لوگوں کو معین کتب کی اجازت دے مثلاً یہ کہے:

''اجزتک کتاب السنن وھو یروی کتبا فی السنن'' (میں نے تجھے کتاب السنن کی

Marfat.com

اجازت دی درآنحالیکہ وہ کئی کتب سنن روایت کرتا ہو۔) یا ''اجزت سنن ابی داؤد لمحمد بن خالد الدمشقی وھنالک جماعتہ مشترکون فی ھذا الاسم'' (میں نے محمد بن خالد دمشقی کو سنن اَبی داؤد کی اجازت دی درآنحالیکہ وہاں اس نام کی پوری جماعت موجود ہو۔)

حکم :۔ اس نوع کا حکم یہ ہے کہ اگر وہاں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس کے سبب اس کا مراد یہ معین ہو جائے تو پھر اجازت صحیح ہے ورنہ باطل ہے۔

اور اگر شیخ یہ کہے ''اجزت لمن یشآء فلان'' (میں نے اسے اجازت دی جسے فلاں چاہے گا) یا ''اجزتُ لمن یشآءُ الاجازۃَ'' (میں نے اسے اجازت دی جو اجازت چاہے گا) تو ان دونوں صورتوں میں اجازت باطل ہے کیونکہ اس میں جہالۃ بھی ہے اور اجازت شرط کے ساتھ معلق بھی ہے۔ اور اگر یہ کہے ''اجزت لمن یشآء الروایۃ عنّی'' (جو مجھ سے روایت کرنا چاہے اسے میری طرف سے اجازت ہے) تو اس صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ اس کے ساتھ روایت جائز ہے۔ اور اگر اس نے کہا:

اجزت لفلان کذا ان شآء روایتہ عنی اَوْ لک ان شئت او اَحْبَبْتَ اَوْ اَرَدْتَ

''میں نے فلاں کو اتنی اجازت دی اگر وہ مجھ سے اسے روایت کرنا چاہے یا میں نے تجھے اجازت دی اگر تو چاہے یا اگر تو پسند کرے یا اگر تو ارادہ کرے۔''

ان تمام صورتوں میں اظہر قول یہ ہے کہ ایسی اجازت کے ساتھ حدیث روایت کرنا جائز ہے۔

5۔ شیخ کی اجازت کسی معدوم کیلئے ہو۔ مثلاً وہ اس طرح کہے ''اُجزت لمن یولد لفلان'' (میں نے اسے اجازت دی جو فلاں کے گھر پیدا ہوگا۔)

حکم :۔ اجازت کی اس نوع کے صحیح ہونے کے بارے محدثین کے مابین اختلاف ہے۔ مگر جب معدوم کی اجازت کو موجود پر عطف کرتے ہوئے اس طرح کہے ''اجزت لفلان ومن

Marfat.com

یولد لہ'' (میں نے فلاں کو اور اس کے ہاں مستقبل میں پیدا ہونے والے بچے کو اجازت دی) تو اس کے بارے اُولیٰ اور ارجح قول یہ ہے کہ ایسی اجازت جائز ہے۔ اس دوسری صورت کو امام ابوبکر عبداللہ بن اُبی داؤد بجستانی نے جائز قرار دیا ہے اور خطیب بغدادی نے پہلی صورت کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ مگر صحیح قول یہی ہے کہ معدوم کے لئے اجازت صحیح نہیں ہوتی اور اگر اجازت کسی ایسے شخص کے لئے ہو جس کا مطلقاً وجود ہی نہ ہو تو ایسی اجازت بالاجماع جائز نہیں ہوتی۔

صیغ اداء:۔ اجازت کے لئے مندرجہ ذیل صیغے استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً أجازني او أجازنا فلان، حدثني اوحدثنا اجازۃً، اَخْبَرنِيْ اَوْ اَخْبَرَنَا اِجَازَۃً۔ حدثنا اور اخبرنا کے مطلق ہونے کی صورت کو بعض نے جائز قرار دیا ہے۔ مگر جمہور نے اس کا انکار کیا ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ متاخرین نے مطلق ''انبأنا'' کا لفظ بھی اجازت کے لئے استعمال کیا ہے۔ یہ صیغہ ابوالعباس ولید بن بکر معمری نے کتاب ''الوجادۃ فی تجویز الاجازۃ'' میں ذکر کیا ہے۔

4۔ مناولۃ

مناولۃ کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ایسی مناولۃ جس کے ساتھ اجازت بھی متصل ہو۔ مطلق اجازت کی تمام اقسام کی نسبت یہ اعلیٰ اور ارجح ہے۔ اس کی متعدد صورتیں ہیں۔

1۔ شیخ اپنی اصل کتاب طالب کے حوالے کرے اور ساتھ یہ کہے ''ھذا اسماعی أو روایتی عن فلان فاروہ عنی''

(فلاں سے یہ میری مسموعات یا مرویات ہیں میرے واسطہ سے تو انہیں روایت کر۔) بعد ازاں طالب کے پاس وہ کتاب مستقل رہنے دے یا پھر اتنی مدت کے لئے عاریۃً اس کے پاس رہنے دے، جس میں وہ اس سے احادیث نقل کر سکے۔

2۔ طالب حدیث شیخ کی مرویات پر مشتمل کتاب کی اصل یا نقل شیخ کے پاس لے آتا ہے۔

Marfat.com

پھر شیخ ان میں غور و فکر کر کے اپنی ذہانت اور بیدار مغزی کے سبب اسے پہچان لیتا ہے اور پھر وہ کتاب یہ کہتے ہوئے اسے واپس لوٹا دیتا ہے "ھو حدیثی او روایتی فاروه عنی أو اجزت لك روايتة" (یہ میری احادیث یا روایات ہیں میرے واسطہ سے تو انہیں روایت کر۔ یا میں تجھے اس کتاب کی روایت کی اجازت دیتا ہوں) ائمہ حدیث اس قسم کو عرض المناولہ کہتے ہیں۔

حکم اور مرتبہ

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مناولۃ کی اس نوع کے ساتھ حدیث روایت کرنا صحیح ہے۔ لیکن اس کے درجہ اور رتبہ میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔

1۔ ایک قول یہ ہے کہ مناولۃ کی یہ قسم قوۃ اور رتبہ میں سماع عن الشیخ کی مثل ہے۔ یہ موقف زہری، ربیعہ، مجاہد، شعبی، ابراہیم نخعی، امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ اور کئی دوسری جماعتوں نے اپنایا ہے۔

2۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رتبہ کے لحاظ سے یہ قسم سماع سے بھی ارفع ہے کیونکہ ثقہ شیخ کا روایت کی اجازت کے ساتھ کتاب عطا کر دینا اس سے حدیث کا سماع کرنے کی نسبت کہیں افضل ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں خطا اور غلطی کا کوئی وہم نہیں ہو سکتا۔

3۔ اصح قول یہ ہے کہ مناولۃ کی یہ قسم رتبہ کے اعتبار سے سماع عن الشیخ اور قرأۃ علی الشیخ سے ادنیٰ ہے۔ یہ مذہب امام اوزاعی، ثوری، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اسی پر ہمارے آئمہ کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ہی ارجح قرار دیا ہے۔

3۔ مناولۃ کی پہلی قسم کی تیسری صورت یہ ہے کہ شیخ اپنی کتاب طالب کو سماع کے لئے دیتا ہے اور ساتھ اسے روایت کرنے کی اجازت بھی دیتا ہے۔ مگر بعد ازاں وہ اپنی کتاب طالب کے پاس نہیں رہنے دیتا بلکہ فوراً واپس لے لیتا ہے۔ یہ صورت پہلی دونوں صورتوں سے ادنیٰ ہے۔ اس صورت میں بھی طالب کے لئے روایت کی اجازت ہے بشرطیکہ اسے

Marfat.com

بعینہ وہ کتاب مل جائے جو شیخ نے اسے عطا کی تھی یا پھر کوئی تصحیح شدہ ثقہ نقل مل جائے مگر مناولۃ کی اس صورت کو اجازۃ مجردہ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

4۔ اسی نوع کی چوتھی صورت یہ ہے کہ طالب شیخ کو کتاب پیش کرتے ہوئے یہ کہتا ہے:

''ھذا روایتُك فناوِلْنیه وَأجزلی روایتهٗ'' (یہ تمہاری مرویات ہیں مجھے عطا کیجئے اور ان کی روایت کی مجھے اجازت دیجئے۔)

پھر بلا نظر و فکر اور بغیر تحقیق و جستجو کے شیخ وہ کتاب اسے عطا کر دیتا ہے۔ اور اس کی عرض قبول کر لیتا ہے۔ مناولۃ کی یہ قسم قطعاً جائز نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ روایت صحیح ہے۔

2۔ مناولۃ کی دوسری قسم یہ ہے کہ مناولت اجازت سے خالی ہو یعنی شیخ اپنے طالب کو کتاب دیتے وقت صرف یہ کہے:

ھذا سماعی'' او ''ھذا حدیثی'' ولا یقول له اروه عنی ولا اجزت لك روایته۔

''یہ میری مسموعات ہیں یا یہ میری احادیث ہیں اور ساتھ یہ نہ کہے کہ تو میرے واسطہ سے انہیں روایت کر اور نہ یہ کہے کہ میں نے اس کی روایت کی تجھے اجازت دی۔''

حکم:۔ علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ یہ مناولۃ مختلۃ ہے اس لئے اس کے ساتھ روایت کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے کہ فقہاء و اصولیین کے اصح قول کے مطابق مناولۃ کی اس قسم کے ساتھ روایت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ (1)

صیغ اداء:۔ مناولۃ کے لئے درج ذیل صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

''ناولنی وأجازنی فلان''، ''ناولنی مع الاجازۃ'' یا ناولنی فلان یہ صیغہ صرف ان محدثین کے نزدیک معتبر ہے جو بغیر اجازت کے مناولۃ جائز قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ صیغے بھی استعمال ہوتے ہیں ''حدثنی فلان بالمناولۃ والاجازۃ''، ''أخبرنی فلان

1۔ الوسیط: 111

Marfat.com

بالاجازة والمناولة''،''أنبأني فلان بالاجازة والمناولة۔''

بعض نے مناولۃ کے لئے مطلق حدثنا اور اخبرنا کو بھی جائز قرار دیا ہے مگر جمہور کے نزدیک اصح قول کے مطابق اجازۃ ومناولۃ کی قید کے بغیر ان کا استعمال جائز نہیں۔ اور ابنأ کا مطلق صیغہ ایسی اجازت کے لئے استعمال ہوتا ہے جو مناولۃ سے خالی ہو۔

5۔ کتابۃ

مکاتبۃ کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ اپنی مسموعات اپنے پاس موجود اور حاضر طالب کو لکھ کر حوالے کر دے یا غائب طالب کی طرف لکھ کر بھیج دے۔ چاہے احادیث شیخ خود لکھے یا کسی دوسرے کو لکھ کر ارسال کرنے کا حکم دے دے اس میں مکتوب لہٗ کے لئے شیخ کے خط کی پہچان یا شیخ کی طرف سے لکھنے والے کے خط کی پہچان کافی ہے۔ بشرطیکہ شیخ عادل وضابط ہو۔

مکاتبۃ کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایسی کتابت جس کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت بھی مقترن ہو۔

حکم:۔ کتابت کی اس قسم کا حکم یہ ہے کہ قوۃ اور مرتبہ میں یہ قسم مناولۃ کی اس نوع کی مثل ہے جس کے ساتھ اجازت متصل ہوتی ہے بلکہ بعض کے نزدیک یہ مناولۃ بالاجازۃ کی نسبت ارجح ہے۔

(۲) ایسی کتابت جس کے ساتھ اجازت مقترن نہ ہو۔

حکم:۔ بعض کے نزدیک مکاتبۃ کی اس نوع کے ساتھ روایت کرنا ممنوع ہے۔ یہ نظریہ الماوردی، آمدی اور ابن قطان رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ لیکن جمہور متقدمین ومتاخرین علماء فقہ و اصول نے اس نوع کے ساتھ بھی روایت جائز قرار دی ہے۔ محدثین کے نزدیک یہی قول مشہور اور صحیح ہے۔ علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مکاتبۃ کی یہ قسم اجازت سے اقویٰ ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہی مختار قول ہے بلکہ یہ مناولۃ کی اکثر صورتوں سے اقویٰ ہے۔

صیغ اداء:۔ مکاتبۃ کے لئے مندرجہ ذیل صیغے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً:

Marfat.com

''کتب الیٰ فلان''، ''کاتبنی فلان''، ''حدثنی فلان بالمکاتبة والاجازة''، ''اخبرنی بالمکاتبة والاجازة'' اس کے لئے مطلق حدثنا اور أخبرنا استعمال کرنا جائز نہیں۔ مگر بعض نے اخبرنا کو جائز قرار دیا ہے۔ (1)

7۔ الاعلام

هو اعلام الشيخ الطالب بأن هذا الحديث أو الكتاب سماعه
من فلان من غير أن يأذن له في روايته منه۔ (2)

اعلام کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ طالب حدیث کو یہ تو بتائے کہ یہ حدیث یا کتاب اس نے فلاں سے سنی ہے۔ مگر اس سے روایت کرنے کی اجازت اُسے نہ دے۔

حکم:۔ اعلام کا حکم یہ ہے کہ کثیر محدثین، فقہاء اور علماء اصول نے اس کے ساتھ روایت کرنا جائز قرار دیا ہے۔ مگر علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ کئی محدثین کا نظریہ یہ ہے کہ اعلام کے ساتھ روایت کی اجازت نہیں۔ یہی قول صحیح ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شیخ یہ تو جانتا ہے کہ یہ حدیث اس کی روایت ہے۔ مگر اس میں خلل ہونے کے سبب اُسے آگے روایت کرنا جائز نہیں ہوتا لیکن اگر اعلام کے ساتھ روایت کی اجازت مقترن ہو تو اسے روایت کرنا جائز ہے۔

مذکورہ بالا اختلاف کے باوجود وہ حدیث جس کے بارے شیخ نے سماع کی خبر دی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ بشرطیکہ اس کی سند صحیح ہو بلکہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

صیغ اداء:۔ اعلام کے لئے یہ صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً ''اَعْلَمَنِیْ فُلَانٌ''، ''حدثنی فلان بالاعلام''، ''اخبرنی فلان بالاعلام۔''

7۔ الوصية

هي ان يوصي الشيخ بكتاب يرويه عند سفره أو موته

1۔ الباعث الحثیث: ۱۲۵ 2۔ ھکذا فی الباعث الحثیث: ۱۲۶

Marfat.com

لشخص(1)

''وصیت کا معنی یہ ہے کہ شیخ اپنے سفر یا اپنی موت کے وقت کسی شخص کے لئے اس کتاب کی وصیت کرے جسے وہ خود روایت کرتا ہو۔''

حکم:۔ بعض علماء سلف نے کہا ہے کہ مُوصِی (شیخ) کے واسطہ سے حدیث کو روایت کرنا موصٰی لہٗ کے لئے جائز ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ وصیت بھی اعلام اور مناولۃ کے مشابہ ہے مگر علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وصیت کے ساتھ روایت کرنا جائز نہیں اور ان کی اتباع میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ وصیت کے ساتھ روایت کرنا جائز نہیں۔ مگر اس کے باوجود جو حدیث وصیت کے سبب روایت کی جائے اگر اس کی سند صحیح ہو تو اصح قول کے مطابق اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

صیغ اداء:۔ وصیت کے لئے عموماً یہ صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔

''اوصی لی فلان''، ''حدثنی بالوصیۃ''، ''أخبرنی بالوصیۃ'' وغیرہ۔

8۔ الوجادۃ

ھی مصدر وجد وھذا المصدر مولّد غیر مسموع من العرب(2)

وجادۃ وجد کا مصدر ہے۔ یہ مصدر قواعد عربیہ کے بغیر بنایا گیا ہے عربوں سے یہ مسموع نہیں۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''ان یجد الطالب احادیث بخط شیخ یرویھا یعرفہ ذالك الطالب ولیس لہ سماع منہ ولا اجازۃ۔''

وجادۃ کا مفہوم یہ ہے کہ طالب حدیث اپنے شیخ کے خط میں ان احادیث کو پالے جنہیں وہ روایت کرتا ہو اور وہ طالب اس خط کو پہچان لے مگر شیخ سے نہ تو اس کا سماع ثابت ہو اور نہ اس کے پاس شیخ کی طرف سے کوئی اجازت ہو۔

حکم:۔ ایسا راوی جسے اس نوع کی حدیث یا کتاب ملے اور وہ اسے آگے روایت کرنے کا

1۔ الوسیط: ۱۱۵ 2۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۶۴

Marfat.com

ارادہ رکھتا ہو تو اسے اس طرح کہنا چاہیے۔ ''وجدت او قرأت بخط فلان'' یا ''فی کتاب فلان بخطہ حدثنا فلان'' یا ''قرأت بخط فلان عن فلان'' متقدمین و متاخرین محدثین کا اس کے مطابق عمل رہا ہے۔

وجادۃ منقطع کے باب سے تعلق رکھتی ہے۔ البتہ اس میں اتصال کی نوع بھی موجود ہے۔ جیسا کہ راوی کے قول ''وجدتُ بخط فلان'' سے ظاہر ہے مگر بعض نے اسے لفظ عن سے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ قبیح ترین تدلیس ہے کیونکہ صیغہ عَنْ شیخ سے راوی کے سماع کا وہم پیدا کرتا ہے۔ بعض نے اس کے لئے مطلق حدثنا فلان اور أخبرنا فلان کے الفاظ استعمال کئے ہیں مگر محققین علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور اسے جائز قرار نہیں دیا۔

اسی طرح جب کوئی آدمی کسی کی کتاب میں کوئی حدیث پائے مگر وہ اس کا خط نہ ہو تو پھر اسے چاہئے کہ اس طرح بیان کرے ''ذکر فلان'' یا ''قال فلان اخبرنا فلان'' یہ ایسی منقطع ہے جس میں اتصال کی کوئی نوع موجود نہیں۔

مذکورہ بالا تمام صورتیں تب ہی صحیح ہیں جبکہ راوی کو شیخ کے خط یا اس کی کتاب کا یقین ہو اور اگر اسے یقین اور وثوق نہ ہو تو پھر اس طرح کہے ''بلغنی عن فلان وجدت عن فلان''، ''قرأت فی کتاب أخبرنی فلان أنہ بخط فلان''، ''ظننت أنہ بخط فلان'' وغیرہ۔

وجادۃ پر عمل کا حکم

نامور محدثین اور فقہاء مالکیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ وجادۃ کے ساتھ عمل کرنا جائز نہیں۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا موقف یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔ یہی صحیح ہے۔

تعدیل وجرح کے مراتب کا بیان

تعدیل وجرح کے اسباب اور ان سے متعلقہ مباحث اس سے قبل متعدد مقامات پر گزر چکی ہیں۔ یہاں الفاظ اور صیغ کے اعتبار سے تعدیل وجرح کے مراتب بیان کئے گئے ہیں

Marfat.com

تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اصطلاح محدثین میں کون سے الفاظ راوی کی کس حیثیت پر دلالت کرتے ہیں پھر ان کا حکم کیا ہے؟ پہلے تعدیل کے مراتب اور ان کے احکام بیان کئے گئے ہیں اور بعد میں مراتب جرح کا ذکر کیا گیا ہے۔

1۔ مراتب تعدیل کا بیان

تعدیل کے مراتب درج ذیل ہیں۔

1۔ تعدیل میں سب سے اعلیٰ مرتبہ ایسے الفاظ کا ہے جو ثقاہت کے اعتبار سے مبالغہ پر دلالت کرتے ہوں یا پھر اسم تفضیل کے وزن پر ہوں۔ مثلاً کسی راوی کے بارے یہ الفاظ کہے جائیں ''فلان الیه المنتهی فی التثبت'' (فلاں پر تثبت و پختگی کی انتہاء ہوتی ہے۔) ''فلان اَثْبَتُ الناس'' (فلاں لوگوں میں سب سے زیادہ ثابت رہنے والا ہے۔) ''فلان اوثق الناس'' (فلاں لوگوں میں سب سے زیادہ ثقہ ہے۔)

2۔ دوسرے مرتبہ میں ایسے الفاظ ہیں جنہیں صفات تعدیل میں سے ایک یا دو صفات کے ساتھ مؤکد کیا جائے مثلاً ''فلان ثقة ثقة'' (فلان ثقہ ہی ثقہ ہے۔) ''فلان ثبت ثبت'' (فلان پختہ ہی ہے) ''فلان ثقة حافظ'' (فلاں ثقہ، حافظ ہے۔) ''فلان عدل ضابط'' (فلاں عادل ضابط ہے۔) ''فلان ثقة ثبت'' (فلاں ثقہ اور پختہ کار ہے۔)

3۔ تیسرے مرتبہ میں ایسے الفاظ ہیں جو صفت ثقاہت پر دلالت کرتے ہوں مگر ان کی تاکید مذکور نہ ہو۔ مثلاً ''فلان ثقة'' (فلاں ثقہ ہے) ''فلان حجة'' (فلاں حجت ہے۔)

4۔ چوتھے درجہ میں وہ الفاظ ہیں جو تعدیل پر تو دلالت کرتے ہیں مگر ضبط پر نہیں۔ مثلاً ''فلان صدوق'' (فلان بہت سچ بولنے والا ہے۔) ''فلان محل الصدق'' (فلاں تو سچ کا محل ہے) ''لا بأس به'' (اس میں کوئی حرج نہیں)

Marfat.com

5۔ پانچویں درجہ میں ایسے الفاظ آتے ہیں جو جرح و تعدیل میں سے کسی پر دلالت نہیں کرتے مثلاً ''فلان شیخ'' (فلاں شیخ (عمر رسیدہ) ہے۔) ''فلان روی عنه الناس'' (فلاں سے لوگوں نے روایت کی ہے۔)

6۔ چھٹے درجہ میں ایسے الفاظ آتے ہیں جو قرب جرح کا احساس دلاتے ہیں مثلاً ''فلان صالح الحدیث'' (فلان حدیث کی صلاحیت رکھتا ہے۔) ''فلان یکتب حدیثه'' (فلاں کی حدیث لکھی جاتی ہے۔)

مراتب تعدیل کا حکم

1۔ وہ احادیث جن کے راوی پہلے تین مراتب سے متعلق ہوں ان سے استدلال کیا جائے گا اور انہیں بطور حجت پیش کرنا صحیح ہے۔ اگرچہ قوۃ کے اعتبار سے ان تینوں کے مراتب میں بھی فرق ہے۔

2۔ وہ راوی جو چوتھے اور پانچویں مرتبہ میں آتے ہیں ان کی روایت کردہ احادیث قابل استدلال نہیں اور نہ انہیں بطور حجت پیش کرنا صحیح ہے۔ البتہ ان کی احادیث کا مقابلہ ثقہ اور ضابط راویوں کی احادیث سے کیا جائے گا اگر ان کی مرویات ان کی احادیث کے موافق ہوں تو پھر ان سے استدلال کیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اگرچہ ان میں پانچویں مرتبہ کے راوی چوتھے مرتبہ کے راویوں کی نسبت ادنیٰ ہیں۔

3۔ چھٹے درجہ کے رواۃ کی احادیث سے بالکل استدلال نہیں کیا جائیگا۔ البتہ ان کی احادیث لکھی جائیں گی۔ چونکہ ان میں ضبط کا نہ ہونا بالکل واضح ہے اس لئے ان کی مرویات کا مقابلہ ضابط راویوں کی احادیث سے کرنے کی ضرورت نہیں۔

مراتب جرح کا بیان

مراتب تعدیل کی طرح مراتب جرح بھی چھ حصوں میں منقسم ہیں۔

1۔ مراتب جرح میں سب سے اسہل اور ادنیٰ درجہ ایسے الفاظ کا ہے جو احادیث کے متعلق راوی کے نرم مزاج ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً ''فلان لیّن الحدیث''

Marfat.com

(فلاں حدیث کے معاملہ میں نرم خو ہے) ''فیه مقال'' (اس میں کلام ہے۔)

2۔ دوسرے درجے میں ایسے الفاظ آتے ہیں جو صراحۃً روایت کے قابل حجت نہ ہونے پر دلالت کرتے ہوں یا ان میں اس طرح کا مفہوم پایا جاتا ہو۔ مثلاً کسی کے بارے یہ کہا جائے ''فلانٌ لا یُحتج به'' (فلاں کی روایت قابل حجت نہیں) ''فلان ضعیف'' (فلاں ضعیف ہے) ''فلان له مناکیر'' (فلاں کی روایات منکر ہیں۔)

3۔ تیسرے درجہ میں ایسے الفاظ آتے ہیں جو راوی کی احادیث نہ لکھے جانے پر صراحۃً دلالت کرتے ہوں۔ مثلاً یہ کہا جائے ''فلان لا یکتب حدیثه'' (فلاں راوی کی حدیث نہیں لکھی جائے گی) ''فلان لا تحل الروایة عنه'' (فلاں سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔) ''فلان ضعیف جدا'' (فلاں بہت زیادہ ضعیف ہے۔)

4۔ چوتھے درجے میں ایسے الفاظ آتے ہیں جن کے سبب راوی پر کذب یا اسی کی مثل کوئی اور تہمت لگائی جائے مثلاً کہا جائے ''فلان متهم بالکذب'' (فلاں پر جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہے۔) ''فلان متهم بالوضع'' (فلاں پر وضع کی تہمت ہے۔) ''فلان یسرق الحدیث'' (فلاں حدیث چوری کرتا ہے۔) ''فلان ساقط'' (فلاں قابل اعتبار نہیں) ''فلانٌ متروکٌ'' (فلاں کو چھوڑ دیا گیا ہے۔) ''فلان لیس بثقة'' (فلاں ثقہ نہیں ہے۔)

5۔ پانچویں درجہ میں وہ الفاظ آتے ہیں جو راوی میں جھوٹ یا اس کے مشابہ کوئی شئ پائے جانے پر دلالت کرتے ہیں مثلاً ''فلان کذّاب'' (فلاں بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔) ''فلان دجّال او وضّاع او یکذب او یضع'' (فلاں بہت فریب کار ہے، احادیث وضع کرنے والا ہے، فلاں جھوٹ بولتا ہے، احادیث وضع کرتا ہے)

6۔ اس درجے میں ایسے الفاظ آتے ہیں جو راوی کے انتہائی زیادہ جھوٹ بولنے پر دلالت کرتے ہوں۔ مراتب جرح میں قبیح ترین صورت یہی ہے۔ مثلاً یہ کہا جائے ''فلان اکذب الناس'' (فلاں تمام لوگوں کی نسبت زیادہ جھوٹ بولنے والا

Marfat.com

ہے۔)''فلان الیه المنتهی فی الکذب او الوضع'' (فلاں کی ذات پر جھوٹ یا وضع کی انتہاء ہو جاتی ہے۔)''فلان هو رکن الکذب'' (فلاں تو جھوٹ کا رکن ہے۔)

مراتب جرح کا حکم

1۔ وہ راوۃ جو پہلے دو مراتب کے ضمن میں آتے ہیں ان کی روایت کردہ احادیث قابل حجت نہیں۔ لہٰذا ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تحقیق و تفتیش کے لئے ان کی احادیث لکھ لی جائیں گی۔ البتہ درجہ میں دوسرے مرتبہ کا راوی پہلے کی نسبت ادنیٰ ہے۔

2۔ آخری چار مراتب کے رواۃ کی احادیث قابل حجت نہیں۔ لہٰذا نہ انہیں لکھا جائے گا اور نہ ہی ان کا اعتبار کیا جائے گا۔

روایت بالمعنی کا بیان

روایت بالمعنی کے جواز اور عدم جواز کے متعلق آئمہ حدیث کے مابین اختلاف ہے۔ مگر اس بات پر تمام کا اتفاق ہے کہ روایت بالمعنی ایسے شخص کے لئے قطعاً جائز نہیں، جو الفاظ کے معانی و مدلولات اور کلام کے مفہوم سے واقف و آگاہ نہ ہو۔ علاوہ ازیں ابن سیرین، ابوبکر رازی اور قاضی عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ اور کئی دیگر محدثین اور علمائے اصول و فقہ نے روایت بالمعنی سے کلیۃً منع کیا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس جمہور محدثین اور علماء اصول و فقہ جن میں آئمہ اربعہ بھی شامل ہیں۔ ان تمام نے روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ راوی کو معنی ادا ہونے کا یقین ہو۔ اس بارے میں یہی قول صحیح ہے کیونکہ متعدد صحابہ کرام سے روایت بالمعنی کے جواز کی تصریح منقول ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن سلیمان لیثی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ سے حدیث طیبہ سنتا ہوں مگر یہ استطاعت نہیں رکھتا کہ اس حدیث کو بعینہٖ اسی طرح ادا کروں جیسے آپ سے سنتا ہوں۔ اس میں حرف کی کمی بیشی ہو جاتی

Marfat.com

ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تم کسی حرام کو حلال نہ کرو اور کسی حلال کو حرام نہ کرو اور صحیح معنی برقرار رکھو تو پھر کوئی حرج نہیں۔" (1)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے ہم عرب لوگ حدیث بیان کرنے میں تقدیم و تاخیر کر دیتے ہیں۔ (مدخل للبیہقی و تاریخ ابن عساکر)

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے میں دس صحابہ کرام سے حدیث سنتا تھا معنی ایک ہوتا تھا مگر الفاظ مختلف ہوتے تھے۔ (2)

حسن، شعبی اور نخعی رحمہم اللہ تعالیٰ روایت بالمعنی کرتے تھے۔

علامہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے "روایت بالمعنی کے جواز کی شہادت صحابہ کرام اور علماء متقدمین کے احوال دیتے ہیں کیونکہ ان میں کثیر ایسے افراد ہیں جو ایک معاملہ میں ایک ہی معنی کو مختلف الفاظ کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان کا اعتماد معنی پر تھا نہ کہ الفاظ پر۔" (3)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جن کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے ان کی قوی ترین اور مضبوط دلیل یہ ہے کہ اہل عجم کے لئے احکام شریعہ کی تشریح عجمی زبان میں کرنے کے جائز ہونے پر اجماع ہے، تو جب انہیں دوسری زبان سے بدلنا جائز ہے تو پھر لغۃ عربیہ کے ساتھ بدلنا تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ روایت بالمعنی مفردات میں تو جائز ہے مگر مرکبات میں جائز نہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ روایت بالمعنی ایسے آدمی کے لئے جائز ہے جسے الفاظ مستحضر ہوں اور وہ ان میں تصرف کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ روایت بالمعنی ایسے شخص کے لئے جائز ہے جس کے ذہن میں حدیث طیبہ کے معانی یقیناً موجود ہوں مگر اسے الفاظ یاد نہ ہوں تو اس کے لئے اس حدیث سے کسی حکم کے استنباط کے لئے اسے بالمعنی روایت کرنا جائز ہے۔ اگر حدیث طیبہ کے الفاظ ذہن میں

1۔ مقدمہ شرح صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۱۹۸ 2۔ الکفایہ: ۲۰۶، المحدث الفاصل: ۵۴۳

3۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۰۵

Marfat.com

موجود ہوں تو پھر اس کی روایت بالمعنی جائز نہیں۔

مذکورہ بالا تمام صورتوں کا تعلق جواز اور عدم جواز سے ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث طیبہ کو بغیر کسی تصرف کے اپنے اصل الفاظ کے ساتھ بیان کرنا اولیٰ اور احسن ہے۔(1)

ایسا راوی جو حدیث طیبہ کو روایت بالمعنی کے ساتھ بیان کرے اسے چاہئے کہ حدیث بیان کرنے کے بعد وہ یہ الفاظ کہے "او کما قال" (یا جیسا کہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا) یا "أو نحوه" (یا اسی کی مثل یہ ارشاد ہے) یا کہے "أو شبهه" (یا اسی کے مشابہ یہ حدیث ہے۔)(2)

اختصار حدیث کا بیان

علماء کا اس بارے اختلاف ہے کہ آیا حدیث طیبہ میں اختصار کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حدیث کو مختصر کرنا بالکل جائز نہیں۔ انہوں نے یہ نظریہ روایت بالمعنی کے عدم جواز کی بناء پر اختیار کیا ہے۔ مگر اس کے برعکس اکثر محدثین نے حدیث طیبہ میں اختصار کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ حدیث میں اختصار کرنے والا الفاظ کے معانی و مدلولات اور مفاہیم سے کلی طور پر واقف ہو۔ کیونکہ ایسا عالم اختصار کی غرض سے حدیث کا وہی حصہ حذف کرے گا جس کا مابقی سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس سے حدیث کی اپنے معنی پر دلالت مختل نہیں ہوگی۔ گویا اس طرح حدیث طیبہ کا وہ حصہ جو ذکر کیا گیا اور وہ حصہ جو حذف کر دیا گیا ہے وہ علیحدہ علیحدہ دو خبروں کی مثل ہیں۔

یا پھر حدیث کے اختصار کی نوعیت یہ ہوگی کہ مذکورہ حصہ محذوف حصے پر دلالت کر رہا ہوگا۔ مگر اس کے برعکس وہ شخص جو الفاظ کے معانی اور مدلولات سے واقف نہ ہو تو اس کے لئے حدیث میں اختصار کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حدیث طیبہ کے ایسے الفاظ حذف کر دے جن کا تعلق مابقی الفاظ کے ساتھ ہو۔ نتیجتاً حدیث طیبہ کے معانی کلی طور پر بدل جائیں۔ مثلاً کوئی شخص حدیث طیبہ سے حرف استثنیٰ کو حذف کر دے۔(3)

1۔ شرح نخبۃ الفکر: ۸۴ 2۔ تقریب النواوی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۲ 3۔ شرح نخبۃ الفکر: ۸۴

Marfat.com

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختصار حدیث پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''امام ابوداؤد نے ''دباب رفع الصوت بالقرأۃ فی صلوٰۃ اللیل'' میں روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔اے بلال! میں نے سنا ہے کہ تم اس سورۃ سے کچھ حصہ پڑھتے تھے اور پھر کچھ حصہ اس سورۃ سے۔تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی! یہ کام طیب ہے۔اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تصویب فرمائی۔نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور خوش وخرم رکھے۔جس نے میرے کلام کو سنا اور پھر اس میں زیادتی نہیں کی۔''

اگر آپ کے کلام میں کمی کرنا بھی ناجائز ہوتا تو آپ اس کا ذکر بھی فرما دیتے۔لہٰذا جو شخص حدیث طیبہ کا جتنا حصہ بھی روایت کرے اگر وہ اس میں صادق ہے تو پھر ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔(1)

غریب الحدیث کا بیان

لغوی تعریف:۔ ''الغریب فی اللغۃ ھو البعید عن اقاربہ والمراد بہ ھنا الألفاظ التی خفی معناھا قال صاحب القاموس غَرُبَ کَکَرُمَ غمض وخفی''(2)

لغوی اعتبار سے غریب اس مسافر کو کہا جاتا ہے جو اپنے اقارب سے دور ہو اور یہاں غریب سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کا معنی خفی اور پوشیدہ ہو۔صاحب قاموس نے کہا ہے غَرُبَ کَرُمَ کے وزن پر ہے اس کا معنی پوشیدہ ہونا اور مخفی ہونا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''ھو ماوقع فی متون الاحادیث من الفاظ غامضۃ بعیدۃ من الفھم لقلّۃ استعمالھا أو لکونھا من کلام العرب الضاربین فی البداوۃ، البعیدین عن المدن والامصار۔''(3)

اصطلاح محدثین میں غریب سے مراد احادیث کے متن میں پائے جانے والے وہ الفاظ ہیں جو قلّۃ استعمال کے سبب انتہائی مخفی اور بعید از فہم ہوں یا ان کا تعلق شہروں سے دور

1۔مقدمہ شرح صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ ۲۰۰ 2۔تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۷۳ 3۔الوسیط: ۴۳۱

Marfat.com

باہر رہنے والے بدوی اہل عرب کے کلام سے ہو۔

اہمیت

غریب الفاظ کی معرفت انتہائی اہم فن ہے۔ اس کی پہچان اور واقفیت نہ ہونا محدثین کے لئے بالخصوص اور عام اہل علم کے لئے بالعموم بہت بڑا عیب اور نقص ہے مگر اس میں غواصی کرنا انتہائی مشکل اور پیچیدہ امر ہے۔ اس کے بارے تحقیق و تفتیش کرنے والے کو خوب غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لئے یہ امر لازم ہے کہ ہمہ وقت رب کریم کا خوف اور ڈر رکھتے ہوئے احتیاط کا دامن کبھی نہ چھوڑے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تفسیر محض ظن و تخمین سے کر بیٹھے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ حدیث اس بارے انتہائی مضبوط اور حد درجہ محتاط تھے۔ جیسا کہ میمونی سے منقول ہے:

سئل احمد بن حنبل عن حرف من غریب الحدیث فقال سلوا أصحاب الغریب فانی اکرہ أن اتکلم فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالظن فأخطی۔ (1)

''حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے غریب الحدیث میں سے ایک حرف کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس کے متعلق غریب الحدیث کے ماہر علماء سے دریافت کرو کیونکہ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے بارے اپنے ظن و گمان سے کلام کروں اور خطاکار ہو جاؤں''

حدیث طیبہ میں غریب الفاظ پائے جانے کے اسباب

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت عام تھی۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش اور دیگر اہل شہر کو پیغام حق سنانے اور دعوت الی الحق کے لئے تشریف فرما ہوئے تھے اسی طرح جنگلوں، صحراؤں اور وادیوں میں بسنے والوں کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اور رسول تھے اور ان تک پیغام حق پہنچانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض میں شامل تھا۔ جیسا کہ پروردگار

1۔ مقدمہ ابن الصلاح: 143

Marfat.com

عالم نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔

''ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔''

اس لئے دعوت حق دیتے وقت حضور نبی رحمت ﷺ سامعین کا لحاظ رکھتے اور ان کی ذہنی استعداد اور عرف کے مطابق ان سے ہمکلام ہوتے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ یمن کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا اور انہوں نے دوران سفر روزہ رکھنے کے بارے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا ''لیس من امبر امصیام فی امسفر'' (سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔) تو اس ارشاد میں آپ ﷺ نے ان کی لغت کے مطابق ''ال'' کی لام کو میم سے بدل دیا ہے۔ رب کریم نے آپ ﷺ کو ایسی قدرت اور ملکہ عطا فرما رکھا تھا کہ جیسے سامعین ہوتے انہی کی لغت اور فہم و فراست کے مطابق آپ ﷺ ان سے محو گفتگو ہوتے۔ بس یہی وہ سبب ہے جس کے باعث غریب الفاظ احادیث میں موجود ہیں۔(1)

غریب الفاظ کی اعلیٰ تفسیر

ایسے الفاظ کی سب سے احسن اور بہترین تفسیر وہ ہوتی ہے جو دوسری روایت میں باتفصیل مذکور ہو۔ جیسا کہ عمران بن حصین سے صلوٰۃ المریض کے متعلق مروی ہے:

صلّ قائما فان لم تستطع فقاعداً فان لم تستطع فعلی جنب۔ رواہ البخاری۔

''مریض کو چاہئے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر پہلو کے بل لیٹ کر پڑھے۔''

1۔ الوسیط: 432

Marfat.com

تو اس حدیث میں موجود لفظ ''علی جنب'' کی تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح موجود ہے:

علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ بوجھہ رواہ دار قطنی

''کہ اگر وہ بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر دائیں پہلو پر لیٹ کر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھ لے۔''

مشہور تصانیف

1-2۔''غریب الحدیث'' کے بارے پہلے دو مختصر کتابیں نضر بن شمیل متوفی 204ھ۔ اور ابو عبید معمر بن مثنی متوفی 210ھ نے لکھیں۔

3۔''غریب الحدیث'' مصنفہ امام ابو عبید القاسم بن سلام متوفی 224ھ۔ اس فن میں یہ ایک اہم ترین کتاب ہے انہوں نے چالیس سال میں یہ کتاب مرتب کی۔

4۔''اصطلاح الخطأ'' مصنفہ امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری متوفی 276ھ۔ اس کتاب کی حیثیت ابن سلام کی کتاب کے تکملہ کی ہے۔

5۔''الدلائل'' مصنفہ امام قاسم سرقسطی مالکی متوفی 302ھ۔ آپ کی وفات کے سبب اس کتاب کو آپ کے والد حافظ ثابت بن حزم متوفی 313ھ نے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

6۔''غریب الحدیث'' مصنفہ امام حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب بستی خطابی متوفی 388ھ۔

7۔''النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر'' مصنفہ علامہ ابن اثیر۔ یہ کتاب سب سے عمدہ ہے۔

8۔''الدر النثیر'' مصنفہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

9۔''الفائق'' مصنفہ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ۔

متفق اور مفترق کا بیان

تعریف:۔''ان تتفق أسماء الرواۃ واسماء اباء ھم فصاعدًا خطا ولفظاً وتختلف

Marfat.com

اشخاصھم۔''(1)

متفق اور مفترق کا مفہوم یہ ہے کہ راویوں اوران کے باپ دادا کے اسماء لکھنے پڑھنے میں ایک ہوں لیکن ان کی شخصیتیں مختلف ہوں۔اسی نوع سے وہ رواۃ بھی تعلق رکھتے ہیں جن کے اسماء اور کنیتیں یا اسمآء اور نسبتیں متفق ہوں مگران کی شخصیات مختلف ہوں۔

امثلہ

1۔ایسے راویوں کی مثال جن کے اپنے اور باپوں کے نام متفق ہیں۔مثلاً خلیل بن احمد اس نام کے چھ افراد ہیں۔

(۱) ان میں سب سے پہلے خلیل بن احمد نحوی بصری ہے جو امام النحو سیبویہ کے شیخ ہیں۔

(۲) ابوبشر خلیل بن احمد مزنی بصری۔

(۳) خلیل بن احمد اصفہانی۔

(۴) ابوسعید خلیل بن احمد سجزی حنفی۔

(۵) ابوسعید خلیل بن احمد بستی مہلبی۔

(۶) ابوسعید خلیل بن احمد بستی شافعی۔

2۔ایسے رواۃ کی مثال جن کے اپنے اور باپ دادا کے اسماء متفق ہیں مثلاً احمد بن جعفر بن حمدان اس نام کے چار افراد ایک ہی زمانہ میں ہوئے ہیں۔

(۱) ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان قطیعی البغدادی۔

(۲) ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان سقطی بصری۔

(۳) احمد بن جعفر بن حمدان دینوری۔

(۴) احمد بن جعفر بن حمدان طرسوسی۔

3۔ایسے رواۃ کی مثال جن کی کنیت اور نسبت متفق ہے۔مثلاً ابوعمران الجونی۔اس نام کے دو آدمی ہیں ان میں سے ایک تابعی ہے۔

1۔تیسیر مصطلح الحدیث:۲۰۵

Marfat.com

(۱) ابو عمران عبد الملک بن حبیب الجونی۔

(۲) ابو عمران موسیٰ بن سہل بصری۔

4۔ ایسے رواۃ کی مثال جن کے اپنے اور باپ کے اسماء اور نسبت متفق ہے۔ مثلاً محمد بن عبد اللہ انصاری۔ یہ دو آدمی ہیں۔

(۱) قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ انصاری۔ ان سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

(۲) ابو سلمہ محمد بن عبد اللہ انصاری۔ یہ ضعیف راوی ہے۔(1)

اہمیت اور فائدہ

علوم حدیث میں سے اس نوع کی پہچان اور معرفت انتہائی اہم ہے کیونکہ اس کے بارے کامل دسترس نہ ہونے کے سبب کئی اکابر اور جید علماء کے قدم بھی ڈگمگا گئے۔ اس کے کثیر فوائد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے کثیر راوی جن کے اسماء متفق ہیں انہیں صرف ایک راوی گمان کرنے کے وہم سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ ایک نہیں بلکہ کثیر ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس مہمل میں ایک راوی کو دو گمان کرنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس نوع کی پہچان سے ایک نام میں مشترک کئی افراد کے مابین تمیز ہو سکتی ہے کیونکہ بسا اوقات ایک راوی ثقہ ہوتا ہے اور دوسرا ضعیف ہوتا ہے۔ اس کے بارے مطلع نہ ہونے کے سبب یہ ہو سکتا ہے کہ صحیح روایت کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح قرار دے دیا جائے۔

مشہور تصانیف

(۱) ''المتفق والمفترق'' مصنفہ علامہ خطیب بغدادی۔ یہ انتہائی نفیس اور عمدہ کتاب ہے۔

(۲) ''الانساب المتفقه'' مصنفہ حافظ محمد بن طاہر متوفی 507ھ۔

1۔ الباعث الحثیث: ۲۲۸، ۲۲۹

Marfat.com

مؤتلف اور مختلف کا بیان

تعریف:۔''أن تتفق الأسماء أوالالقاب أو الکنی أوالانساب خطاً وتختلف لفظاً۔''(1)

مؤتلف اور مختلف کا مفہوم یہ ہے کہ راویوں کے اسماء، القاب، کنیتیں اور نسبتیں لکھنے میں تو متفق ہوں لیکن بولنے میں مختلف ہوں۔

اقسام:۔اس نوع کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ پہلی قسم میں ایسے راویوں کے اسماء ہیں جو کسی خاص کتاب کے ساتھ مختص نہیں بلکہ عام ہیں۔مثلاً:

(۱) سلّام اور سلام۔ان میں سے پہلے میں لام مشدد ہے اور دوسرے میں مخفف ہے۔

(۲) کَرِیز اور کُرَیز۔ان میں سے پہلے میں کاف پر فتحہ اور راء کے نیچے کسرہ ہے اور دوسرے میں کاف پر ضمہ اور راء کے اوپر فتحہ ہے۔

(۳) اَلْعَیْشِیُّوْنَ۔یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ان میں عبدالرحمٰن بن مبارک وغیرہ شامل ہیں۔

اَلْعَبْسِیُّوْنَ۔یہ کوفہ میں رہنے والے ہیں ان میں سے ہی عبیداللہ بن موسیٰ عبسی ہیں۔

اَلْعَنْسِیُّوْنَ۔یہ زیادہ تر شام میں رہنے والے ہیں۔ان میں سے عمیر بن ہانی اور بلال بن سعید ہیں۔یہ دونوں تابعی ہیں۔

(۴) عِسْل اور عَسَل۔ان میں سے پہلے میں عین کے نیچے کسرہ اور سین ساکن ہے اور دوسرے میں عین اور سین دونوں مفتوح ہیں۔

(۵) مِسْوَرْ اور مُسَوَّرْ۔ان میں سے پہلے میں میم مکسور، سین ساکن اور واؤ مخففہ ہے اور دوسرے میں میم مضموم، سین مفتوح اور واؤ مشددہ ہے۔

1۔تیسیر مصطلح الحدیث:۲۰۷

Marfat.com

2۔ دوسری قسم میں ایسے راویوں کے اسماء ہیں جو صحیحین اور موطا امام مالک تینوں میں یا ان میں سے کسی ایک میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

(۱) بَشِیْر اور بُشَیْر۔ ان میں سے ایک باء کے فتحہ اور شین کے کسرہ کے ساتھ ہے اور دوسرا باء کے ضمہ اور شین کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

(۲) یَسَار اور سَیَّار۔ ان میں سے پہلے میں یاء مخففہ مقدم اور سین مفتوحہ مؤخر ہے اور دوسرے میں سین مخففہ مقدم اور یاء مشددہ مؤخر ہے۔

(۳) جَرِیْر اور حَرِیْز۔ ان میں سے پہلے میں جیم پر فتحہ، راء کے نیچے کسرہ اور اس کے آخر میں راء ہے اور دوسرے میں پہلے حاء مفتوح راء کے نیچے کسرہ اور آخر میں زاء ہے۔

(۴) حُصَیْن اور حَصِیْن۔ ان میں سے پہلے میں حاء مضموم اور صاد مفتوح ہے اور دوسرے میں حاء مفتوح اور صاد مکسور ہے۔

(۵) حَیَّان اور حَبَّان۔ ان میں سے پہلے میں حاء مفتوح اور یاء مفتوحہ مشددہ ہے اور دوسرے میں حاء مفتوح اور باء مفتوحہ مشددہ ہے۔

المختصر یہ کہ کثیر ایسے اسماء ہیں جو لکھنے میں ایک جیسے ہیں لیکن پڑھنے میں مختلف ہیں تمام کا احاطہ ممکن نہیں۔

اہمیت اور فائدہ

علم رجال کی اہم ترین انواع میں سے اس نوع کی معرفت انتہائی اہمیت کی حامل ہے حتیٰ کہ علی بن مدینی نے یہ کہا ''کہ سب سے زیادہ غلطیاں اسماء میں واقع ہوتی ہیں۔ ان میں قیاس کا اعتبار ممکن نہیں ہوتا کیونکہ ان سے قبل یا بعد ان پر دلالت کرنے والی کوئی شئ نہیں ہوتی۔'' (1)

اس نوع کی پہچان کا عظیم فائدہ یہی ہے کہ انسان خطا اور غلطی کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے۔

1۔ نزہتہ النظر فی شرح نخبۃ الفکر: ۱۶۷

Marfat.com

مشہور تصانیف

(۱) ''المؤتلف والمختلف'' مصنفہ امام حافظ أبوالحسن الدارقطنی متوفی 385ھ۔

(۲) ''المؤتلف والمختلف'' مصنفہ امام حافظ عبدالغنی بن سعید ازدی مصری متوفی 409ھ۔

(۳) ''المؤتلف تکملة المختلف'' مصنفہ امام حافظ خطیب بغدادی متوفی 360ھ۔

(۴) ''الاکمال'' مصنفہ حافظ أبونصر علی بن وزیر ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن علی بن جعفر بغدادی عجلی المعروف بابن ماکولا متوفی 475ھ۔

(۵) ''تبصیر المنتبہ فی تحریر المشتبہ'' مصنفہ امام حافظ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ۔

متشابہ کا بیان

تعریف:۔''ان تتفق اسمآء الرواۃ لفظاً وخطاً وتختلف اسمآء الآباء لفظا لاخطاً أوبالعکس۔''(1)

متشابہ کا معنی یہ ہے کہ راویوں کے نام بولنے اور لکھنے میں ایک جیسے ہوں لیکن ان کے آباء کے نام بولنے میں مختلف ہوں اور لکھنے میں متفق ہوں یا صورت اس کے برعکس ہو۔ یعنی راویوں کے نام بولنے میں مختلف ہوں اور ان کے آباء کے نام لکھنے اور پڑھنے دونوں میں متفق ہوں۔

أمثلہ:۔پہلی صورت کی مثالیں

(۱) محمد بن عُقَیل۔ یہ لفظ عین کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور محمد بن عَقِیل اس میں عین کے اوپر فتحہ اور قاف کے نیچے کسرہ ہے۔

(۲) محمد بن سِنَان اور محمد بن سَیَّار۔ ان دونوں مثالوں میں راویوں کے

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث:۲۰۹

Marfat.com

نام متفق ہیں اور آباء کے نام مختلف ہیں۔

دوسری صورت کی مثالیں

(۱) شُرَیح بن النعمان۔ راوی کے نام میں پہلے شین ہے اور آخر میں حاء ہے اور سُریج بن النعمان۔ اس میں پہلے سین ہے اور آخر میں جیم ہے۔

(۲) معرّف بن واصل اور مطرّف بن واصل۔

(۳) احمد بن الحسین اور اَحَیْدُ بن الحسینؔ۔

ان تینوں مثالوں میں راویوں کے نام مختلف ہیں اور آباء کے نام متفق ہیں۔

فائدہ:۔ اس نوع کی معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ راویوں کے اسماء یاد ہو جاتے ہیں اور انہیں بولنے میں التباس لازم نہیں آتا اور اس کے سبب انسان غلطی اور وہم میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔

متشابہ کی دیگر اقسام

متشابہ کی کئی دیگر اقسام بھی ہیں ان میں سے اہم ترین یہ ہیں۔

(۱) رواۃ اور ان کے آباء کے اسماء ہم وزن ہوتے ہیں مگر کسی نام میں ایک یا دو حروف کا اختلاف ہوتا ہے مثلاً ''محمد بن حنین'' اور ''محمد بن جبیر''، ''حفص بن میسرہ'' اور ''جعفر بن میسرہ'' وغیرہ۔

(۲) رواۃ اور آباء کے اسماء لکھنے اور پڑھنے میں متفق ہوتے ہیں لیکن تقدیم وتاخیر کے سبب باہم مختلف ہوتے ہیں۔ یہ تقدیم وتاخیر کبھی اسماء میں پائی جاتی ہے مثلاً ''الاسود بن یزید'' اور ''یزید بن الاسود''، ''مرّۃ بن کعب'' اور ''کعب بن مرّۃ'' اور کبھی تقدیم و تاخیر حروف میں پائی جاتی ہے مثلاً ''أیوب بن سیّار'' اور ''ایوب بن یَسار''۔

مشہور تصانیف

(۱) ''تلخیص المتشابہ فی الرسم وحمایۃ ما أشکل منہ عن بوادر التصحیف والوھم'' مصنفہ خطیب بغدادی۔

Marfat.com

(۲) ''تالی التلخیص'' مصنفہ خطیب بغدادی۔

(۳) ''تحفۃ النابہ بتلخیص المتشابہ'' مصنفہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

مہمل کا بیان

تعریف:۔ ''ان یروی الراوی عن شخصین متفقین فی الاسم فقط أو مع اسم الأب أو نحو ذالك ولم یتمیزا بما یخص کل واحد منھما۔''(1)

مہمل سے مراد یہ ہے کہ راوی ایسے دو اشخاص سے حدیث روایت کرے جن کے یا تو صرف اپنے نام متفق ہوں یا ان کے آباء کے نام اور نسبت وغیرہ بھی متفق ہو اور کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس کے سبب ان دونوں کے درمیان امتیاز کیا جا سکے۔

اگر دونوں متفق الاسم راوی ثقہ ہوں تو پھر یہ اہمال ضرر رساں نہیں ہوتا اور اگر ان میں سے ایک راوی ثقہ ہو اور دوسرا ضعیف ہو تو پھر یہ اہمال نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ کہیں صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف حدیث کو صحیح نہ بنا دیا جائے۔

امثلہ

1۔ دو ثقہ راویوں کی مثال:۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احمد سے ایک روایت نقل کی ہے مگر اس کی نسبت ابن وہب کی طرف نہیں لہٰذا یہ یا تو احمد بن صالح ہے یا پھر احمد بن عیسیٰ ہے۔ یہ دونوں راوی ثقہ ہیں۔ اسی طرح آپ نے ہی ایک روایت ''محمد'' سے نقل کی ہے مگر اس کی نسبت اہل عراق کی طرف نہیں۔ لہٰذا اس سے مراد یا تو محمد بن سلام ہے یا محمد بن یحیٰ ذہلی ہے۔ یہ دونوں راوی بھی ثقہ ہیں۔ اس لئے ان کے مابین پایا جانے والا اہمال روایت کے لئے نقصان دہ نہیں۔

2۔ ایک ثقہ اور ایک ضعیف راوی کی مثال:۔ سلیمان بن داؤد نام کے دو راوی ہیں۔ ایک سلیمان بن داؤد خولانی ہیں۔ یہ ثقہ راوی ہیں اور دوسرے سلیمان بن داؤد یمامی ہیں۔ یہ ضعیف راوی ہیں۔ لہٰذا اگر ان کے درمیان اہمال آ جائے تو یہ حدیث کی حیثیت کے لئے

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ۲۱۱

Marfat.com

نقصان دہ ہوگا۔

نوٹ:۔ اہمال کی صورت میں اگر روایت دوراویوں میں سے ایک کے ساتھ مختص ہو جائے تو ان کے درمیان سے اہمال ختم ہو جاتا ہے اور یہ قرائن اور ظن غالب کے ساتھ ہی ممکن ہو سکتا ہے۔

مہمل اور مبہم میں فرق

ان دونوں کے مابین فرق اس قدر ہے کہ مہمل میں نام مذکور ہوتا ہے مگر تعیین میں التباس ہوتا ہے مگر اس کے برعکس مبہم میں نام مذکور ہی نہیں ہوتا۔

مشہور تصنیف:۔ ''کتاب المکمل فی بیان المھمل'' مصنفہ علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔

مبہم کا بیان

تعریف:۔ ''ھو مَنْ أُبْهِمَ اسمہٗ فی المتن أوالاسناد من الرواۃ أو ممن لہ علاقۃ بالروایۃ۔''(1)

مبہم سے مراد وہ شخص ہے جس کا نام متن یا سند میں مبہم رکھا جائے چاہے وہ راویوں میں سے ہو یا ان میں سے جن کا روایت کے ساتھ تعلق ہو۔

فوائد:۔ اس نوع کی معرفت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر ابہام سند میں ہو تو راوی کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر راوی ثقہ ہو تو حدیث پر صحیح ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے اور اگر ضعیف ہو تو حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر ابہام متن میں ہو تو پھر اس شئ کی حقیقت واصلیت معلوم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر حدیث طیبہ میں اس کی تعریف بیان کی گئی ہو تو اس کی پہچان سے اس کی فضیلت کا علم ہو جاتا ہے اور اگر حدیث طیبہ میں اس کی نسبت کسی غیر مناسب فعل کی طرف کی گئی ہو، تو پھر پہچان سے اس کی تعیین حاصل ہو جاتی ہے۔ جس کے سبب انسان دیگر افاضل صحابہ کرام کے بارے میں غلط وہم وگمان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

1۔ تیسیر مصطلح الحدیث:۲۱۱

Marfat.com

اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر سائل مبہم ہو اور حدیث طیبہ میں حکم ایسا ہو جس کے معارض کوئی دوسری حدیث موجود ہو تو پھر سائل کی معرفت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا یہ حدیث دوسری معارض حدیث کے لئے ناسخ ہے یا نہیں۔ بشرطیکہ سائل کے قبول اسلام کا زمانہ معلوم ہو جائے۔

مبہم کی پہچان

اس کی پہچان کے دو طریقے ہیں۔

(۱) مبہم راوی کی پہچان کا سب سے احسن اور واضح طریقہ یہ ہے کہ دوسری روایات میں اس راوی کا نام صراحۃً مذکور ہو۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ علماء حدیث و سیر مبہم رواۃ کے بارے تفصیلاً بیان کر دیں۔

اقسام

ابہام کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) وہ احادیث جن میں ابہام لفظ رجل، امرأۃ، رجلان، امرأتان، رجال اور نسآء کے سبب پایا جاتا ہے۔

امثلہ

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں ''أن رجلا قال: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحج کل عام؟ الحدیث۔''

(ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا حج ہر سال فرض ہے؟) تو اس روایت میں لفظ رجلًا سے مراد أقرع بن حابس بن عقال ہے۔

(۲) حدیث طیبہ ہے ''انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلاً قائما فی الشمس الحدیث''

(کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دھوپ میں کھڑا ہوئے دیکھا۔) خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ اس میں رجل سے مراد ''ابو اسرائیل قیصر العامری'' ہے۔

(۳) حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں:

Marfat.com

إن امرأة سألت النبي ﷺ من غسلها من الحيض فقال النبي ﷺ خذي فرصة من مسك فتطهري بها۔

(ایک عورت نے حضور نبی کریم ﷺ سے غسل حیض کے بارے دریافت کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ روئی کے ایک ٹکڑا کو خوشبو لگا کر لے لے اور اس کے ساتھ طہارت حاصل کر لے۔) خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ عورت اسماء بنت یزید بن سکن انصاریہ تھی۔

2۔ دوسری قسم میں ایسی احادیث شامل ہیں جن میں ابہام لفظ ابن، بنت، اخ، اخت، ابنان، اخوان، ابن الأخ اور ابن الأخت وغیرہ کے سبب ہوتا ہے۔

امثلہ

(۱) حدیث ''أم عطية في غسل بنت النبي ﷺ بماء وسدر۔''

(اُم عطیہ روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کو پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دیا گیا۔)

اس روایت میں بنت سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا زوجہ ابوالعاص بن ربیع عبشمی ہیں۔

(۲) حضور نبی کریم ﷺ نے ابن اللتبیہ کو زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کیا تو اس نے واپس آ کر کہا ''هذا لكم وهذا لي'' (یہ تمہارے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہے۔) صحیح بخاری میں ہے کہ اس کا نام عبد اللہ تھا۔

(۳)۔ حدیث ''قول أبي بكر لعائشة رضي الله عنها انما هي أخواك واختاك۔''

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔)

اس روایت میں دو بھائیوں سے مراد حضرت عبدالرحمٰن اور محمد ہیں اور دو بہنوں سے مراد حضرت اسماء اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہما ہیں۔

3۔ تیسری قسم میں وہ احادیث ہیں جن میں ابہام کا سبب عم، عمہ، خال (ماموں) رب،

Marfat.com

اُمر، جد، جدہ، ابن یا بنت العم والعمہ (چچا زاد بھائی بہن یا پھوپھی زاد بھائی بہن) وغیرہ الفاظ ہوتے ہیں۔

امثلہ

(۱) ''حدیث رافع بن خدیج عن ''عمہ'' فی النھی عن المخابرۃ۔''

(رافع بن خدیج نے اپنے چچا سے مخابرہ (بٹائی پر کھیتی باڑی کرنا) سے نہی کے بارے حدیث بیان کی ہے۔اس روایت میں ان کے چچا کا نام ظہیر بن رافع حارثی انصاری ہے۔

(۲) ''حدیث عمۃ جابر التی بکت اباہ لما قتل یوم اُحد۔''

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ان پھوپھی صاحبہ کی روایت جو کہ غزوہ احد میں ان کے والد کے جام شہادت نوش کرنے پر روئی تھیں۔)ان کی پھوپھی صاحبہ کا نام فاطمہ بنت عمرو ہے۔

(۳)حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ''کنت ادعوامی الی الاسلام۔''

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ میں اپنی ماں کو دعوت اسلام دیتا تھا۔)ان کی ماں کا نام ''امیہ بنت صفیح بن حارث بن دوسی'' تھا۔

4۔چوتھی قسم میں وہ احادیث شامل ہیں جن میں ابہام کا سبب زوج، زوجہ، عبد اور اُم ولد وغیرہ الفاظ ہیں۔

امثلہ

(۱) صحیحین کی وہ حدیث جو سبیعہ کے خاوند کی وفات کے متعلق ہے۔ان کے خاوند کا نام سعد بن خولہ تھا۔

(۲) وہ حدیث جس میں عبدالرحمن بن زبیر کی زوجہ کا ذکر ہے جو کہ پہلے رفاعہ قرظی کے نکاح میں تھی اور اس نے اسے طلاق دے دی تھی۔تو اس زوجہ کا نام تمیمہ بنت وہب تھا۔

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:''ان عبد الحاطب قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدخلن حاطب النار۔''

(حاطب کے غلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حاطب ضرور آگ میں داخل ہوگا۔)

Marfat.com

اس غلام کا نام سعد تھا۔

مشہور تصانیف

(۱) ''الغوامض والمبهمات'' مصنفہ حافظ عبدالغنی ابن سعید مصری متوفی 409ھ۔

(۲) ''المکمل فی بیان المهمل'' مصنفہ خطیب بغدادی احمد بن علی بن ثابت متوفی 360ھ اس کتاب میں ایک سو اکہتر (171) احادیث مذکور ہیں۔

(۳) ''الغوامض والمبهمات'' مصنفہ ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن مسعود بن بشکوال خزرجی انصاری قرطبی متوفی 578ھ۔ اس کتاب میں تین سو اکیس (321) احادیث مذکور ہیں۔

(۴) ''المستفاد من مبهمات المتن والاسناد'' مصنفہ شیخ ولی الدین ابوزرعہ احمد بن حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین العراقی متوفی 826ھ۔ یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے۔

(۵) ''تلقیح الفهوم'' مصنفہ حافظ ابوالفرج ابن الجوزی متوفی 597ھ۔

شیخ اور طالب کے آداب کا بیان

کسی بھی علم کو نفع بخش بنانے اور اس کے فیضان کو عام کرنے کے لئے سلسلہ تعلیم و تعلم قائم کرنا لازم ہے۔ علم حدیث تمام علوم میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ درجہ و رتبہ اور جاہ و شرف کے اعتبار سے یہ انتہائی اعلیٰ اور ارفع مقام رکھتا ہے۔ بالیقین اس کے نور سے سینوں کو منور کرنے کے لئے اور قلب و روح کو حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی برکات سے فیض یاب کرنے کے لئے بھی رشتہ تعلیم و تعلم استوار کرنا از بس ضروری ہے۔ اس نظام کے اپنے آداب ہیں جن کا لحاظ رکھنا عرفان علم کے حصول کے لئے ضروری ہے۔ ان آداب میں سے کچھ ایسے ہیں جن کا تعلق شیخ (محدث) سے ہے اور بعض کا تعلق طالب حدیث کے ساتھ ہے۔ مختصر بیان درج ذیل ہے۔

Marfat.com

آداب شیخ

وہ آداب جن کا شیخ اور محدث میں پایا جانا ضروری ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

1۔ اخلاص نیت :۔ سب سے بنیادی چیز نیت میں اخلاص کا پایا جانا ہے یعنی حدیث طیبہ بیان کرتے وقت اور اپنے علم سے دوسروں کو فیضیاب کرتے وقت اس کے پیش نظر فقط اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہو۔ دنیوی ھواء وحرص سے پاک ہو۔ ریاکاری اور تصنع سے محفوظ ہو۔

2۔ محاسن اخلاق :۔ شیخ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اخلاق عالیہ کا پیکر ہو۔ محاسن اخلاق کا مجسمہ ہو، اچھی عادات واطوار سے مزین ہو اور دنیوی اغراض ومقاصد اور حرص ولالچ سے مامون ہو۔(1)

ایسے ہی محدث اور نیک سیرت شیخ کے لئے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

''نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه غيره''

اخرجه الترمذی عن زید بن ثابت رضی الله عنه۔

''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو خوشحال اور تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اسے یاد کرلیا یہاں تک کہ اسے دوسرے تک پہنچا دیا۔''

حاکم اور ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

نضر الله عبدًا سمع مقالتی فوعاها وحفظها ثم اداها الی من يسمعها۔

''اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش وخرم اور تروتازہ رکھے جس نے میرا کلام سنا، اسے یاد کیا اور اسے محفوظ کرلیا اور پھر اسے اس تک پہنچا دیا جو اسے سننے کا طالب ہو۔''

1۔ الباعث الحثیث: ۱۵۲

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیوخ کو اس طرح بھی دعا سے نوازا ''اللھم! ارحم خلفائی'' (اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما) عرض کی گئی ''مَنْ خلفاءُ ك'' (آپ کے خلفاء کون ہیں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''الذین یأتون من بعدی یروون أحادیثی و سنتی'' رواہ الطبرانی

''وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث اور سنت کو روایت کریں گے۔'' (1)

3۔ اپنے سے ارجح کا احترام:۔ آداب شیخ میں سے یہ بھی ہے کہ اگر اس کے اپنے شہر یا قریب تر دوسرے شہر میں ایسا عالم موجود ہو جو علمی جاہ وحشمت، احادیث کی ثقاہت اور دیگر اوصاف میں اس کی نسبت ارفع اور ارجح ہو تو پھر اسے چاہئے کہ خود حدیث بیان کرنے سے گریز کرے اور طالب حدیث کی راہنمائی اس کی طرف کردے۔ جیسا کہ یہ منقول ہے کہ جب ابراہیم نخعی اور شعبی رحمہما اللہ تعالیٰ کہیں اکٹھے ہو جاتے تھے تو علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اس کے بارے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک کہا ہے:

ان الذی یحدث بالبلدۃ وفیھا من ھو اولی بالتحدیث منہ فھو احمق (2)

''ایسا شیخ جو ایسے شہر میں حدیث بیان کرتا ہے جس میں اس سے ارجح اور اعلیٰ موجود ہو تو وہ احمق ہے۔''

4۔ طہارۃ کاملہ کا اہتمام کرنا:۔ آداب شیخ میں سے یہ بھی ہے کہ جب وہ حدیث طیبہ بیان کرنے کے لئے مجلس میں حاضر ہونے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ پہلے طہارۃ کاملہ کا اہتمام کرے، خوشبو لگائے اور اپنی داڑھی اور سر کے بالوں میں کنگھی کرے یعنی اس کا لباس پاکیزہ اور صاف ستھرا ہو، اس کا بدن ہر قسم کی غلاظت اور نجاست سے پاک ہو اور اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود نہ ہوں۔ بعد ازاں وہ پورے وقار اور تمکنت کے ساتھ اپنی مسند پر جلوہ افروز ہو۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب بھی حدیث طیبہ بیان کرنے کا ارادہ فرماتے تو آپ ان آداب کا مکمل اہتمام کرتے تھے۔ جب آپ سے اس کے بارے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث طیبہ کی تعظیم کروں اور

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶ 2۔ مقدمہ ابن الصلاح: ۱۲۰

Marfat.com

میں کبھی بھی ممکنہ طہارت کے بغیر حدیث بیان نہ کروں۔

کان مالك بن أنس اذا اراد ان يحدث توضأ وجلس على صدر فراشه وسرح لحيته وتمكن فى جلوسه بوقار وهيبة وحدث فقيل له فى ذالك فقال احب ان اعظم حديث رسول الله ﷺ ولا احدث الا على طهارة متمكنا۔ (1)

آپ کی مجلس میں اگر کوئی اپنی آواز بلند کرتا تو آپ اسے جھڑک دیتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ، فوق رفع صوته عند حديثه فكأنما رفع صوته فوق صوته۔ (2)

''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں نبی کریم ﷺ! کی آواز سے بلند نہ کرو پس جس نے آپ ﷺ کی حدیث کے بیان کے دوران اپنی آواز بلند کی تو گویا اس نے آپ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کیا۔''

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث کے بارے سوال کیا گیا۔ اس وقت آپ بوجہ بیماری صاحب فراش تھے لیکن حدیث طیبہ بیان کرنے کے لئے آپ اٹھے اور بیٹھ کر حدیث طیبہ بیان فرمائی۔ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں برداشت کی؟ تو آپ نے فرمایا:

كرهت ان احدث عن رسول الله ﷺ وأنا مضطجع (3)

''میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث طیبہ بیان کروں اور میں لیٹا ہوا ہوں۔''

اسی طرح بشر بن حارث سے مروی ہے کہ ابن المبارک سے راستے میں چلتے ہوئے حدیث طیبہ کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ''ليس هذا من توقير العلم'' (4)

1۔ نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر: ۱۴۴
2۔ الباعث الحثیث: ۱۵۳
3۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۳۱
4۔ ایضاً

Marfat.com

(یہ انداز علم کی عزت و توقیر کے خلاف ہے۔)

5۔ توجہ کا یکساں ہونا:۔ محدث کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت تمام حاضرین کی طرف اس کی توجہ یکساں ہو۔ اسے چاہئے کہ وہ ٹھیر ٹھیر کر اتنی آواز سے حدیث طیبہ بیان کرے جس سے تمام سامعین مستفید ہو سکیں۔

چنانچہ حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

ان من السنة اذا حدث الرجل القوم ان يقبل عليهم جميعا۔

''یہ سنت ہے کہ جب کوئی آدمی کسی قوم کے سامنے حدیث بیان کرنے لگے تو اسے چاہئے کہ وہ تمام کی طرف یکساں توجہ کرے۔''

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تیزی سے حدیث بیان کرتے سنا تو فرمایا:

''ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم يكن يسرد الحديث كسردكم'' رواہ مسلم

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تیزی سے حدیث بیان نہیں فرماتے تھے جیسے تم تیزی کرتے ہو۔''

6۔ حمد و صلوٰۃ کا اہتمام:۔ آداب میں سے یہ بھی ہے کہ محدث اپنی مجلس کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے کرے اور اس کا اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام اور مناسب حال دعا کے ساتھ کرے۔ جیسا کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

كان اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اجتمعوا تذاكروا العلم وقرؤا سورة۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام جب مذاکرہ علم کے لئے جمع ہوتے تو قرآن کریم کی کوئی سورۃ تلاوت کرتے۔''

اور تقریب النواوی میں ہے:

ويفتتح مجلسه ويختمه بتحميد الله تعالىٰ والصلواة على

Marfat.com

النبی ﷺ و دعا یلیق بالحال بعد قرأة قارئ حسن الصوت شیئا من القرآن العظیم۔ (1)

"شیخ کو چاہئے کہ وہ اپنی مجلس کا آغاز اور اختتام اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام اور مناسب حال دعا سے کرے لیکن اس سے قبل خوش الحان قاری کی آواز میں قرآن عظیم کی تلاوت ہو۔"

7۔ املاء کا اہتمام:۔ اگر حاضرین مجلس کی تعداد اتنی کثیر ہو کہ محدث کے لئے تمام افراد تک آواز پہنچانا مشکل ہو تو اسے چاہئے کہ تمام حاضرین تک حدیث طیبہ کے الفاظ پہنچانے کے لئے املاء کا انتظام کرے اور بطور مستملی ایسے شخص کو مقرر کرے جو بیدار مغز بھی ہو اور اعلیٰ قوۃ حفظ کا مالک بھی۔ پھر مستملی کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ بیٹھ کر دور تک اپنی آواز پہنچا سکتا ہے تو بیٹھا رہے ورنہ کھڑے ہو کر محدث کے الفاظ مکمل احتیاط کے ساتھ تمام حاضرین تک پہنچائے۔

8۔ القابات کا استعمال:۔ محدث کو چاہئے کہ جب بھی حدیث طیبہ بیان کرتے وقت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نام نامی اسم گرامی زبان پر آئے تو اس کے ساتھ کہے ﷺ۔ جب صحابی کا ذکر کرے تو ساتھ رضی اللہ عنہ کہے اور اگر ابن صحابی کا ذکر کرے تو ساتھ رضی اللہ عنہما کہے اور اگر سلف صالحین میں سے کسی کا نام لے تو پھر اس کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہے اور جب کسی شیخ کا تذکرہ کرے تو پورے آداب والقابات کے ساتھ اس کا ذکر کرے جیسا کہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے "حدثنی الحبیب الامین عوف بن مسلم" مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے "حدثتنی الصدیقۃ بنت الصدیق حبیبۃ حبیب اللہ المبرأۃ" عطاء کہتے "حدثنی سید الفقہاء" ایوب اور وکیع رحمہما اللہ تعالیٰ کہا کرتے "حدثنا سفیان امیر المؤمنین فی الحدیث۔" (2)

9۔ نادر الفاظ کے استعمال سے اجتناب:۔ شیخ کو چاہئے کہ وہ مجلس تحدیث میں ایسا انداز اپنانے یا ایسے نادر الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب کرے جو سامعین کی فہم سے بالاتر ہو یا ان سے مفہوم اخذ کرنے میں دقت اور پیچیدگی ہو۔

1۔ تقریب النواوی، جلد ۲، صفحہ ۱۳۲، مقدمہ ابن الصلاح: ۱۲۱ 2۔ تدریب الراوی: جلد ۲، صفحہ ۱۳۶

Marfat.com

طالب حدیث کے آداب

شیخ کی مثل طالب حدیث کے لئے بھی چند آداب ہیں جن کا لحاظ رکھنا اس کے لئے لازم ہے۔ ان میں سے کچھ تو وہی ہیں جن کا ذکر آداب شیخ میں گزر چکا ہے مثلاً نیت میں خلوص ہونا، اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مقصود ہونا اور اغراض دنیا کے ارادہ سے اجتناب کرنا۔ کیونکہ ایسا طالب جو فقط دنیوی اغراض ومقاصد کے لئے حصول علم کی جدوجہد کرتا ہے اس کے بارے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ ارشاد گرامی بطور وعید موجود ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

قال قال رسول الله ﷺ "من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله تعالىٰ لا يتعلمه الاليصيب به غرضاً من الدنيا لم يجد عَرْفَ الجنةِ يوم القيامة" رواه ابوداؤد وابن ماجه (1)

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ علم جس کے سبب اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے وہی علم جس کسی نے صرف دنیوی غرض کے لئے حاصل کیا تو قیامت کے دن وہ جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا۔"

اس لئے علوم شرعیہ کے طالب کے لئے بالخصوص یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ حصول علم سے اس کا مقصود ومطلوب فقط اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے تائید اور توفیق حاصل نہ ہو طالب کے لئے اس ارادہ پر استقامت اختیار کرنا انتہائی دشوار اور مشکل امر ہے۔ اس لئے اسے چاہئے کہ سراپا عجز ونیاز بن کر رب کریم کی بارگاہ میں استقلال کی التجاء کرتا رہے اور راستے کی مشکلات آسان ہونے کی دعا کرتا رہے۔

طالب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اخلاق حسنہ سے مزین ہو، ادب واحترام کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ہو اور اس میں حصول علم کی خواہش حرص کی حد تک موجود ہو اور تعلیم کے جو مواقع بھی اسے میسر آئیں انہیں کبھی ضائع نہ کرے بلکہ انہیں غنیمت جان کر

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۴۰

Marfat.com

اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ کرے اور احادیث نبویہ کے نور سے اپنا سینہ روشن کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے:

''احرص علی ماینفعك واستعن بالله ولا تعجز'' رواہ مسلم

''وہ علم جو تیرے لئے نفع بخش ہو اس کے لئے حریص ہو جا۔ اس کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد کی التجاء کر اور عجز کا اظہار نہ کر۔''

حضرت یحییٰ بن کثیر فرماتے ہیں:

لایُنال العلم براحة الجسم

''جسمانی راحت وسکون کے ساتھ علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔''

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

لایطلب هذا العلم من یطلبه بالتملل وغنی النفس فیفلح ولکن من طلبه بذلة النفس وضیق العیش وخدمة العلم أفلح۔ (1)

''جو کوئی کاہلی اور لاپرواہی کے ساتھ علم حاصل کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ کامیابی کی خواہش نہ کرے لیکن جس نے اپنے آپ کو حقیر جان کر، زندگی کی تنگی اور مشکلات کا مقابلہ کر کے اور خدمت علم کے جذبہ سے علم سیکھا تو وہ کامیاب ہوگا۔''

طالب حدیث کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سماع حدیث کا آغاز اپنے شہر کے محدثین سے کرے اور حفظ مراتب کا لحاظ ضرور رکھے۔ بعدازاں اپنے قریب تر علاقے کے شیوخ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرے اور پھر دور دراز کا سفر اختیار کرے۔ دوران سفر جن شیوخ سے بھی استفادہ کے مواقع میسر آئیں ان سے فیض یاب ہونے میں کسی سستی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرے اور کسی بھی حرص یا خواہش کو تحصیل علم میں رکاوٹ نہ بننے دے۔ طالب کے لئے یہ امر بھی لازم ہے کہ جب وہ عبادات اور آداب سے متعلقہ احادیث کا

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲

Marfat.com

سماع کرے تو ان کے مطابق عمل کی کوشش کرے تاکہ وہ اسے ازبر ہو جائیں اور ان کی برکات سے بھی مستفیض ہو۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یا اصحاب الحدیث! ادوا زکاۃ ھذا الحدیث اعملوا من کل مائتی حدیث بخمسة احادیث (1)

''اے اصحاب الحدیث! اس علم حدیث کی زکوٰۃ ادا کرو۔ وہ یہ کہ ہر دوسو احادیث میں سے پانچ احادیث کے مطابق عمل کرو۔''

حضرت عمرو بن قیس الملائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

اذا بلغك شئ من الخير فاعمل عمل به ولو مرۃ (2)

''جب تجھے عمل خیر میں سے کسی کا علم ہو تو اس کے مطابق عمل کرو اگرچہ ایک بار ہی ہو۔''

اور وکیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اذا اردت ان تحفظ الحدیث فاعمل به (3)

''جب تو کسی حدیث کو یاد کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے مطابق عمل کر۔''

آداب طالب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے شیخ کی عزت و توقیر کرتا رہے، ان کی عظمت علم کا اعتراف کرتے ہوئے اور منافع علم کی پاسداری کے لئے کبھی بھی آداب اور احترام بجالانے میں تساہل اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوف حدیث مروی ہے: تواضعوا لمن تعلمون منه

''تم جن سے علم حاصل کرتے ہو ان سے تواضع اور انکساری سے پیش آؤ۔''

اور خلیلی رحمۃ اللہ علیہ نے الارشاد میں حضرت قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

سمعت السلف یقولون من لا یعرف لاستاذہ لا یفلح۔ (2)

''میں نے سلف صالحین کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو اپنے استاذ کی عزت و توقیر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔''

طالب کو یہ بھی چاہئے کہ جہاں سے وہ خود استفادہ کرے اس کی طرف دوسروں کی بھی

1۔ تدریب الراوی، صفحہ ۱۴۴ 2۔ الباعث الحثیث: ۱۵۷

3۔ الباعث الحثیث، صفحہ ۱۵۸ 4۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۴۵

Marfat.com

راہنمائی کرے اور علم کے اظہار میں کبھی بھی بخل سے کام نہ لے اور اس کے ساتھ ساتھ تکبر اور حیاء کو علم کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دے۔ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

من بخل بالحدیث و کتم علی الناس سماعھم لا یفلح۔

''جس نے حدیث کے بارے بخل سے کام لیا اور لوگوں کو سنانے سے اسے چھپایا تو وہ کامیاب نہیں ہوگا۔''

اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما ان یموت فیذھب علمه أوینسی أویتبع السلطان

''جو علم کے بارے بخل کرے گا اسے تین آزمائشوں میں مبتلا کیا جائے گا یعنی یا تو موت کے وقت اس کا علم ختم ہو جائے گا یا اسے علم بھول جائے گا یا پھر وہ سلطان وقت کے تابع ہو جائے گا۔''

اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے:

لا ینال العلم مستحی ولا مستکبر(1)

''علم حاصل کرنے سے حیاء کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم حاصل نہیں کرسکتا۔''

علاوہ ازیں طالب کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ صرف احادیث سننے اور لکھنے پر ہی اکتفاء نہ کرے بلکہ ان کے مفاہیم اور معانی کے ادراک کے لئے جہد مسلسل کرے تاکہ اپنے ظاہر اور باطن کو احادیث کے فیضان اور نورانیت سے منور کر سکے۔

تمت بالخیر ربنا علیك توکلنا و الیك انبنا و الیك المصیر۔

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین واولیاء ملتہ الکاملین وعلماء امتہ الربانیین وآئمۃ الحدیث المتقدمین والمتاخرین الی یوم الدین۔ ثم الحمد للہ رب العالمین۔

1۔ تدریب الراوی، جلد ۲، صفحہ ۱۴۶

Marfat.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تفاسیری کارنامے

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد
فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کیلیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن
قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے
ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

تفسیرات احمدیہ
ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر ابن کثیر ۶ جلد
علامہ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر سورۃ النساء
پروفیسر منیب الرحمٰن

تفسیر خزائن العرفان
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر احکام القرآن
مولانا جیلان الدین قادری

الحسنات ۱۰ جلد
ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر دُرِ منثور
علامہ جلال الدین سیوطی

تفسیر مظہری ۱۰ جلد
عارف باللہ حضرت قاضی
ثناء اللہ پانی پتی

تفسیر نور العرفان
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

یاایہا الذین امنوا
مفتی سعادت علی قادری

تفسیر بینات القرآن
مفسر القرآن ابو الجمیل محمد نجیب قمر کشمیری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
فیکس: 7238010
۹ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350
۱۴ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2210212-2212011
2630411